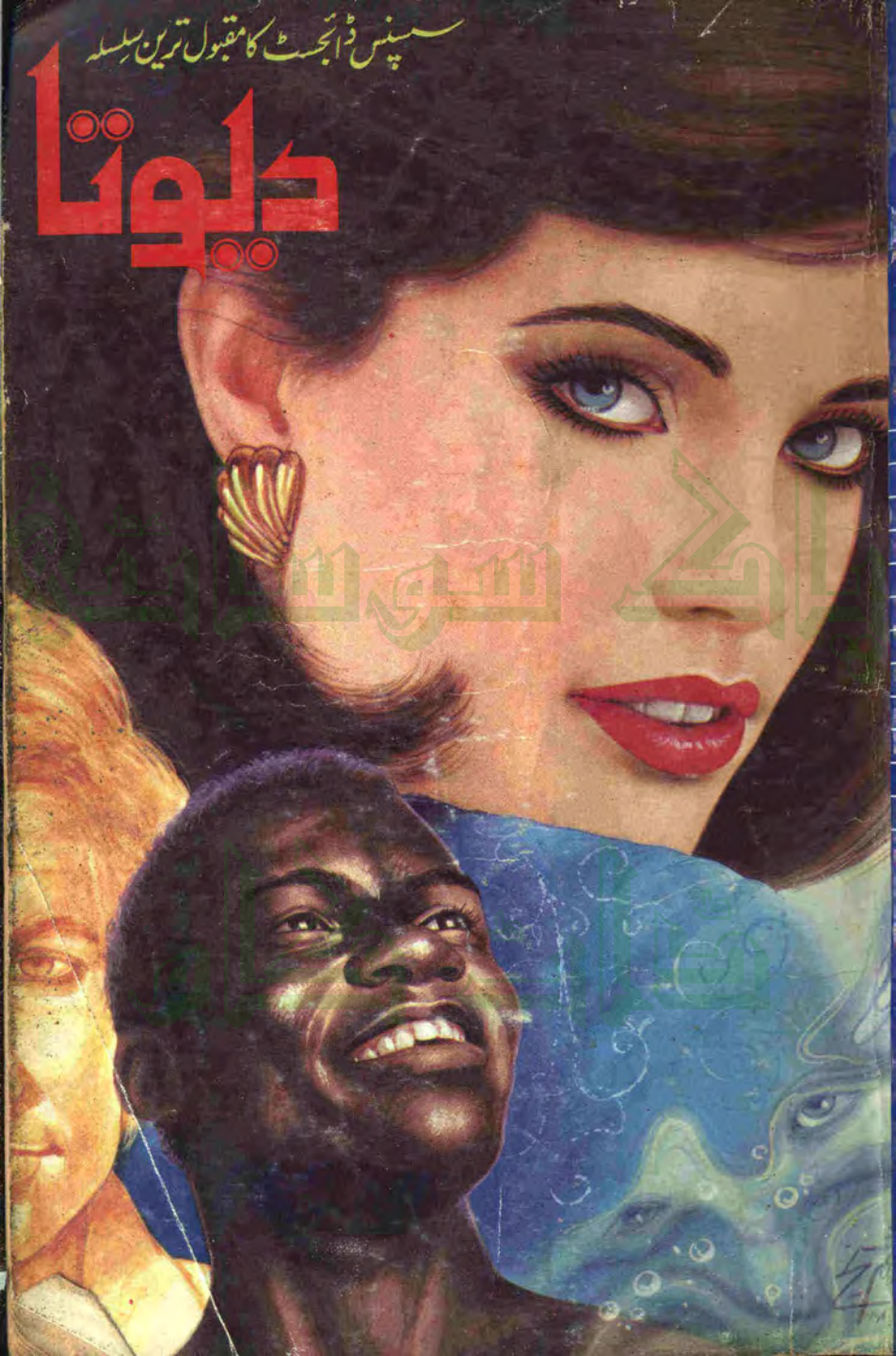


سینس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

# دلونا



سینس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی  
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

# دیوتا

ساتواں حصہ

داوی: — فرہاد علی تیمور  
مصنف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز  
پوسٹ بکس نمبر ۲۳-۱ - کراچی

باتیں رہ گئیں۔ رات چھٹی پڑ گئی، جب میں قریب آنے لگی تو میں نے کہا: سونیا! میں تو ہمیشہ تمہیں اپنی دھڑکنوں سے گلے رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں مجبور ہوں کہ تم ایسی میری زندگی میں نہیں آتی ہو۔ رس دہتی بھی ہے۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ لوہا ایک خدمت گس کو جب اپنا سب کچھ لیتا ہے تو تم ایک خدمت گس کی حیثیت سے زندگی کے دل کی بات کو بھی سمجھ سکتی ہو؟

سونیا نے ذرا رٹھے ہوئے انداز میں کہا: وہ مر جانے بھی تو ہے بلکہ کیوں بھول لے رہا ہے؟

”مر جانے کی بات ہے کہ وہ حوصلوں کے سے انداز میں نہیں سوچتی ہے۔ اور نہ ہی اس انداز سے محبت کرتی ہے۔ ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ وہ میری عمر باؤں کی فہرست میں آتی ہو۔ میں تو صرف تمہاری اور رسوئی کی بات کر رہی ہوں!“

”فرزاد! جب تم مجھ سے باتیں کیا کرو تو باتیں بنانے کے فن سے باز آ جا یا کرو۔ تم جو مر جانے کے متعلق تقریر کر رہے ہو، تو سونیا اس تقریر کے قریب میں آئے والی نہیں ہے۔ میں تمہاری رنگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ بلکہ چاری رحمانہ بھی پتھر تھا پتھروں جیسی زندگی گزار رہی تھی۔ تم سب سے خدمت بنانا چاہتی رہی۔ معاشی مر جانے سے بھی کرو گے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں تم سب سے ابھی سے لکھ کر رکھ لو!“

”تم تو حالات کو سمجھتی نہیں، مراد خواہ مخواہ بحث کرتی ہو۔ بڑی خوبصورتی کی طرح پیشین گوئی کرنے لگی ہو۔ صحتی اگر حالات ایسے ہوتے کہ اس کے اندر خود خدمت پن پیدا نہ پایا شاید مر جانے پر تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ کیا میں اس سے دور بھٹانا شروع کر دوں گا؟“

اسات نے میرے سینے کی دیوار سے اپنے سر کو بار بار ٹکراتے ہوئے کہا: بے ایمان، دغا باز! اتنے دلوں سے کمال تھے، کیا میری یاد بھی نہیں آتی ہے

”تمہاری یاد بار بار آتی اور ہر بار میں کسی نہ کسی بہانے خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچتا رہتا ہے“

”تم جھوٹ بولتے ہو، تم صرف مجھے بہلانے کے لیے زانیہ رابطہ قائم کر کے چلے آتے تھے۔ پھر کچھ بلڈن کر کے کچھ چیر چیر کر کے چلے جاتے تھے، تم نے مجھے بس بھلا کرے کی ایک چیز بن لیا ہے“

”سونیا! تم ایسی چیز ہو جس سے میں بہل تو جاتا ہوں لیکن تمہیں نہیں بہلا سکتا“

کبھی وہ بول ہی تھی اور میں نہ رہا تھا۔ کبھی میں بولتا تھا اور وہ سنتی تھی۔ کبھی وہ ٹسکا تیس کرتی تھی تو میں غری سے محبت سے اس کی شکایتوں کو بھلا دیتا تھا۔ وہ مجھے کیا ملی کہ میرا دل بھلا ہی مجھے مل گیا۔ پہلی ملاقات سے آج تک کی ملاقات میں ہتھے راز و نیاز تھے، جتنے دن رات کے انداز تھے وہ ایک ایک کر کے جوش آتے تھے، کبھی ایک گنہہ خزانہ مل گیا تھا۔

اس بات ہمارے سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ نیند ہماری آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ دنیا بھر کی شکایتیں بھی لے لے ان شکایتوں کو کچھ ایلے جو اب تھے جو ہمیں نہ ہوتے ہوتے تھے محبت کے واسطے سے بول کے جا رہے تھے اور وہ بول کر ہی تھی میری ہر فعلی کا وہ میرے ہر جانی کی کو نظر انداز کر رہی تھی۔ بار بار یہ وعدہ لے رہی تھی کہ اس میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا اور نہ ہی وہ مجھے موقع دے گی کہ میں اسے چھوڑ کر جاؤں۔

ہم نے بہت ساری باتیں کیں۔ پھر بھی بہت ساری

ہوں تو یہی چاہئے کہ دوستی کے لئے تم پر ہتھیارے دوستوں کا  
مطلقہ چھڑنا ہی چلا جانا ہے اور وہ جو دوست ہوتے ہیں، وہ  
زمانہ دوست ہوتے ہیں، آخر مر جاؤ کہ دوست بننے کی ضرورت  
ہی کیا تھی؟

ہوں اگر سوال کیا جائے تو پھر یہ بھی سوال پیدا ہو سکتا ہے  
کہ دوستی کو میں نے دوست کیوں بنایا۔ پھر اس سے پہلے یہ سوال  
پیدا ہوتا ہے کہ میں نے سونیا کو دوست کیوں بنایا؟ اگر ان سب  
کی دوستی کے پہلے چھٹا کھانے کو دیکھا جائے تو یہ چلنے کا زمانہ نہیں  
ایسی خوبیاں تھیں، ایسی صلاحیتیں تھیں جو عام لوگوں سے برٹ  
کر ہیں۔ یہ بات تم ثابت نہیں کر سکتیں کہ مجھے سونیا، رونی یا  
مرجانہ کے حسن و شباب نے اپنی طرف کھینچا ہے۔ نہیں، حسن و  
شباب فواس دنیا کے ہر ایک میں، ہر ایک کو ہے میں کھینچا کرتا ہوں لیکن  
سونیا، رونی اور مرجانہ بہت شکل سے کہیں نہیں نظر آتی ہیں اور  
جب لڑکی سہیلان نظر آتی ہیں تو میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا میں  
بالکل سہیلان کی قدر کرتا ہوں۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔  
اور نہ، ہتھاری زندگی میں، بالکل سہیلان ہی آتی رہی  
ہیں، کبھی کوئی دوسری آتا ہے؟

تم سے بات کرتے وقت تو کھڑی کے اندر دماغ چل جاتا  
ہے۔ یہ بھی اسی عجز پر بردار سے انداز میں گفتگو کرنا چاہئے۔  
شفا گاندھیاں میں تمہارے ساتھ گفتگو کی جائے؟

اس انداز میں کہ میرے ساتھ اس تب عورتی وابستہ ہیں۔ تینوں  
کی دوستی مجھے تیز سے سب فیصلہ پر نہا ہے کہ میں جنوں کے ساتھ  
کچھ دوستی نہیں چھوڑتا ہوں۔ تم تو وفات پا جاؤ گی۔ میں رضاعت سے  
نہاؤں کہ کسی کے ساتھ دوستی بنانا ہے، کسی کے ساتھ محبت اور کسی کے  
ساتھ دوستی نہیں

مجھے دار باقی ذکر و صفات سناں کہوں کہ ساتھ دوستی بنانا  
ہے کسی کے ساتھ محبت اور کسی کے ساتھ فرض ادا کرنا ہے؟  
بھی صاف بات ہے۔ مرجانہ سے دوستی، تم سے محبت اور  
سونی کے ساتھ فرض ادا کرنا ہے؟

وہ چاہے ہی اٹھ کر بیٹھی پھر غصے سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولے ہتھارے  
میرا ہتھارے، مگر تو میں نے نہیں دیکھا تم رونی سے فرض چھاننے  
کی بات کر رہے ہو۔ حالانکہ رونی کے تو تم دہانے ہو گے۔ اس پر  
تو کسی محبت آتی ہوگی کہ شاید یہی کسی پر آتی ہو۔  
بھی، کیوں ایسی محبت آتی ہوگی۔ کوئی وجہ تو نہیں چاہئے؟  
میرے بڑی وجہ یہ کہ وہ میرے مدینہ ہے۔ میں ایک عورت،  
سور کبھی ہوں کہ میں بھی ایسی نہیں ہوں اور میں نے سونی جیسا

حسن اب تک نہیں دیکھا۔ مرجانہ کو میں نے نہیں دیکھا لیکن میں نہیں  
سے کہتی ہوں کہ مرجانہ رونی کے حسن کی مثال نہیں پیش کر سکتی گی۔ تو  
پھر تم اس پر کیے نہیں مرناؤ گے۔ میرے سلسلے مجھے ہلانے کے لئے  
ہے جو کہ فرض نبھاؤ گے۔ مشورہ دینا ہے۔ اب اگر تم نے  
مجھے بے وقت نہانے والی باتیں کہیں تو میں ہتھیار اندر نہاؤں گی۔  
میں نے سکا کر کہا: نا چھوٹے ہے۔ جتنا چاہو تمہارا تو دو۔

کوئی کھڑکی پر اور مزہ نہانے والا ہے۔ دیکھو سونیا غصہ دکھانے سے  
کام نہیں چلے گا۔ تم سب کچھ ہر دن بارغصہ دکھا چکی ہو اور اسی غصے میں  
آ کر مجھے سٹیج بھی اختیار کر چکی ہو۔ مجھ کو تھوڑا سا برا دینا تو ہے۔ ہم  
گھر پر کبھی کبھی ایک دو سگے لڑکے آ جاتے ہیں۔ ہم ایک دو سگے  
کے بغیر رہیں گے۔ اس لئے غصے کے بجائے غمناکے سامنے ہوجو  
کرنا چاہئے۔

تم میرے دماغ کو ٹھنڈا کر لینے دیتے ہو؟ کیا تم مجھے پوری  
چھانی کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے؟

چلو دھو کر تا ہوں کہ اب ایسی کوئی بات نہیں کرنا، جو  
تمہیں ٹھوٹ گئے۔  
تو پھر فرار کر دو کہ رونی سے بھی تمہیں بے ضرورت ہے؟  
اگر تمہارے اندر ضرورتیں والا سدا سدا چلائے ہو تو میں انہیں  
کرنا ہوں؟

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی: آخر ہوا تو مرد سدا ایک  
روٹی سے کبھی برٹ نہیں پھرے گا۔ پھر وہ اذیت کوڑیوں میں تم  
سے اذیت۔ اب تو وہ مردوں کی۔ زخفہ دکھاؤں گی۔ بس اتنا چاہی  
ہوں کہ مجھ سے دور نہ رہو۔ ہم ایک ساتھ زندگی گزاریں گے اس ایک  
ساتھ زندگی گزارنے کے لئے خواہ مجھے کسی سونک کر برداشت کرنا پڑے  
تو کروں گی مگر اب تمہاری سولائی برداشت نہیں کر سکتی۔ اتنی مدت  
کے بعد یہ سہیل آئی ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہ کر یہی ہے سب کچھ پڑنے  
درست کر سکتی ہوں۔ تمہیں ذرا پابند بنا کر آئندہ کسی نئی دوستی سے  
ملک سکتی ہوں اس لئے اب بہر حال میں تمہارے ساتھ رہوں گی؟  
اور وہ پھر ماسٹر کی تنبیہ کا کیا ہوگا؟

میں تمہارے لئے ساری دیکھا کھٹکا دوں گی۔ یہ سپر ماسٹر کی  
تعلیم کیا اہمیت رکھتی ہے؟ اس کے متعلق سوچ لیں کہ میں پھر پھر  
سے کس طرح برٹتا ہے؟  
اس طرح منشا ہے کہ آئندہ وہ سہیل ساری تعلیم سے پاس کیا  
تعلیم سے ملوانے کی نوبت نہ آئے۔ میں تجرباتی طور پر اب تم لوگوں  
کے ساتھ ایک سماجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ پھر وہی ہے مگر جو زندگی  
بھی سپر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم چاروں کی  
دنیائے نکل جائیں۔

وہ بولی: جرات کروں نہیں ہوتے۔ ہمارا سوا ہے جو وہ  
یورپ کا بونا ایشیا کا کبھی کوئی بھی سماج جرات سے پاس نہیں  
ہے تم پر شک ہائے ساتھ سماجی زندگی گزار کر دیکھو۔ تمہیں وہاں  
بھی کسی زندگی طرز کے فرار کی کوئی ہمت ہے کہ اور تم پھر رہو گے کہ من  
جرات سے نکلنے کے لئے پھر فرار کی ہمت ہوتی رہے؟

سونیا: جب وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ اگر میں  
سوچتا ہوں کہ میں اپنی آپ جی ٹھوکی گا تو وہ جرات سے پھر پور  
ہوگی۔ جسے پڑھنے والے سوچیں گے کہ میں نے کبھی شرف لیا تو  
میں وہ کہ ایک بھی، مگر وہ محبت میری زندگی نہیں گزارا تو میں تیرے  
کے طور پر بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے جسے میں شرف لوگ  
ہیتے ہیں اور میں کس طرح شرفانہ زندگی گزار سکتا ہوں یا ایک  
دلچسپ تجربہ ہوگا۔ میرے لئے یہی اور میرے پڑھنے والوں کے لئے یہی  
ہوں۔ تو تم ہم تینوں کے ساتھ زندگی گزارو گے؟

ہاں! سہیل کی میری ایک ہی سہیل پر آگ پانی اور ہوا  
ساتھ رہیں۔  
یہ تو حق نظر نہیں آتا لیکن ہم عورتیں ہیں۔ آگ پانی اور  
ہوا تو نہیں ہیں۔ بعض مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اگر میری طرح رونی اور  
مرجانہ بھی فرار کی کا تجربہ ہیں تو ہم سب مل کر ایک اچھی زندگی  
گزار سکتے ہیں؟

ان دونوں کو یہاں آئے دو تو ان سے بھی پوچھ لیا جائے گا۔  
کیا میری کیفیت سے رونی جہاں پہنچنے والی ہے۔ کیا تم اس کا بھی  
استقبال کرو گی؟  
مردوں کی۔ میں نے دشمن نہیں سمجھتا۔ پہلے میں ناہان عمدا  
خواہ خواہ اسے دشمن سمجھتی۔ رفتہ رفتہ سمجھ میں آیا کہ قصور تو سارا تمہارا  
ہے۔ تمہاری وجہ سے میں دوسری عورتوں سے خواہ مخواہ چلتے گئی ہوں۔  
اگر تم کسی میں دلچسپی نہ تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کسی نوبت  
کو اپنی سونک بھول بہر حال میں رونی کا شاندار استقبال کروں گی اور  
اس کے شانہ شرف میں اس کی برداشت کا انتظام کروں گی۔  
دن نکل آئیے۔ میرا خیال ہے کہ اب میں تھوڑی دیر کے  
لئے سونیا چلے پئے؟

میں سپر سلام کروں گی کہ رونی کا جہاز یہاں کس وقت پہنچ  
واہ ہے؟

یہ معلوم کرنے کے لئے تم یہاں سے اڑ کر کسی ٹیلی فون کے  
پاس جاؤ گے۔ وہاں سے کسی پر رابطہ ڈیجیٹل ڈائل کرو گی۔ کسی پر کہتی  
سے رابطہ قائم کر کے اس سے پوچھو گی کہ یہاں سے کتنے دن جہاز یہاں  
کس وقت پہنچے والے ہیں۔  
۱۶۰۰ رونی کو کتابی ہوگا؟

وہ زچہ پڑی۔ میں بھی معلوم کر لیتا ہوں؟  
یہ کہہ کر میں ہی کے ساتھ میں چلے گیا۔ میں نے اس سے پوچھا: آپ  
کا یہ طیارہ کس وقت پھر سہیل پہنچ جائے گا۔ آپ کو تو باقاعدہ وقت  
تیا گیا ہوگا؟

ہاں بیٹے مجھے کیا سارے مسائلوں کو بتایا کیلئے کہ تم صبح آؤ  
نیک پیرس پہنچ جائیں گے؟  
شکر ہے، ہاں! میں اتنی ہی معلوم کرنا چاہتا۔  
یہ کہہ کر میں رونی کے دماغ میں پہنچا۔ پھر اس سے بولا: دیکھ  
رہی تھی: جب تم پیرس پہنچو گی تو سونیا تمہارا استقبال کرنے آئے گی۔  
کیا تم سے دیکھ کر خوشی کا اظہار کرو گی؟

اگر وہ دست نہ کر آسکتی تو میں یقیناً خوشی کا اظہار کروں گی  
اور آج کل تو میں بہت کم ہوں۔ اس کے مقابلے میں ہاتھ پاؤں  
میں مار سکتی۔ اپنی صلاحیتیں استعمال نہیں کر سکتی۔ اس لئے اگر خوشی کی  
تو کیا ہوگا؟

وہ بہت ہی دوستانہ انداز میں تم سے ملاقات کرے  
گی اور تمہاری دانش کا انتظام کرے گی۔ اس لئے مجھ سے وعدہ کیا ہے  
اور سونیا مجھ سے کبھی غلط وعدہ نہیں کرتی۔ وہ تمہاری پوری طرح  
مخاطبت کرے گی۔

تمہاری باتوں سے بہتر چل رہا ہے کہ سونیا میرا استقبال کرنے  
آئے گی اور تم اپنی لڑکی نہیں آؤ گے؟

اسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں ضرور آؤں گا لیکن عموماً  
سونیا کی بات اس لئے کہی کہ پہلے تم دونوں کے درمیان بیڑے  
اختلافات تھے۔ بہر حال میں آؤں گے اور پھر لڑکی پر تمہارا  
انتظار کریں گے اور تمہارا استقبال کریں گے۔ اس وقت جا رہا ہوں  
خدا حافظ!

یہ کہہ کر میں سونیا کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ میرے آؤ  
مجھے وہ جہاز یہاں پہنچنے والا ہے۔

یہ کہہ کر میں نے رونی کو دیکھا۔ سارے سے پھر مجھے والے  
ہتھے: سونیا نے کہا: اب تو سونیا نصیب نہیں ہوگا کہ نہ صرف  
تو پھر گھنٹہ رہ گیا ہے اور پھر گھنٹے میں رونی کے استقبال کے  
لئے انتظامات کرتے ہیں۔ چلو اظہار تم اپنے طور پر تیار ہو جاؤ میں  
ابھی آتی ہوں؟

میں بھی اڑ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ کیونکہ  
مجھے بھی اپنے طور پر تیار ہونا تھا۔ خیال خرابی کے فرائض میں تھے۔  
میں نے غسل خانے سے باہر آئے کہ سونیا کی سوچ بڑھی میں دیکھنا  
چاہتا تھا کہ وہ کیسے انتظامات کر رہی ہے۔ اس نے میرے پاس  
سے جلتے ہی شیشی فون کے ذریعے ماسٹر کوس رونی سے رابطہ قائم

کیا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے ماسٹر سے پوچھا تھا کیا ہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں فریڈ کو کوش کر چکی ہوں ؟  
 اے ہاں، مادام، ابھی آپ کے ماتحت نے پورے بیٹھائی ہے کہ فریڈ صاحب اور اہل طاقن عسکر کے چہرے کے چہرے بیٹھے تھے اور ہم انہیں کچھ نہیں سکے :  
 "میں تو بہت پہلے ہی بکھری تھی۔ میں اقرار کروانا چاہتی تھی اور استرا کرانے کے لئے بڑے باڑے بیٹھے پڑے ہیں۔ بہر حال تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے کہ تمہارے سپر ماسٹر کی نظروں میں بہت زیادہ اہمیت اختیار کرنے والے ہو :  
 "فہ کیسے نام ؟ میں وہ خوشخبری ضرور سننا پسند

کر رہا تھا :  
 "خوشخبری یہ کہ ایک تو میں تمہارے شہر میں باقی تھی اور تم نے مجھے اس طرف مائل کر لیا کہ میں تیار ہی تنظیم میں شامل ہو جاؤں۔ بہر حال ابھی تو میں تنظیم میں شامل ہونے کی بات نہیں کر رہی ہوں لیکن تمہارے ہی شہر میں فریڈ بھی دستیاب ہو گیا ہے :  
 "ہاں مادام ! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ فریڈ صاحب جیسے علاقے میں آئے جہاں کامیں ماسٹر ہوں :  
 "اس سے مجھے آگے ایک اور خوشخبری ہے اور وہ یہ کہ تمہاری بیٹی جاننے والی رونی کو آج آٹھ بجے یہاں پہنچ رہی ہے :  
 "ماسٹر کی طرف تو جیسے خوشی سے اچھل پڑا۔ جرات سے فریڈ کا راقی مادام ! کیا رونی صاحبہ یہاں آج آٹھ بجے پہنچنے والی ہیں ؟  
 "ہاں ! وہ فریڈ صاحب سے ملنے آ رہی ہے۔ لہذا میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں :  
 "مادام ! آپ کچھ نہ کریں۔ میں ایسا استقبال کروں گا کہ ہرگز بھی خوش ہو جائے گا۔ ادہ کا ش ! میں پہلے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے خاص طور پر پیاریہ روانہ کرتے۔ وہ عام مسافر پر اڑتا ہے میں آ رہی ہوں گی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ پیاریہ جہاز آنے سے پہلے استنبول آتے۔ ہم وہاں سے مادام رونی کو چارٹرڈ طیارے میں لے کر پیرس آئیں :  
 "ہاں، ایسا ہوجائے تو کیا کہنے ہیں ؟  
 "ایسا ہر سگے مادام ! میں ایسی انتظام کرتا ہوں۔ جب استنبول میں قایما اور اتنے گاڑوں ایک خوبصورت ہلیکوپٹر میں فریڈ صاحب کو سوار کر لیا جائے گا۔ وہاں ان کی ضرورت کا تمام سامان ہوتا کیا جائے گا۔ ان کے لئے فریڈ صاحب کی خدمت کی اور اڑتی ہوئی مشین کی کامیابی کا اسکا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آپ مجھے اجازت دیں مجھے ابھی بہت عرصہ کا کہنے ہیں ؟  
 "رونی رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا

میں نے فریڈ سے کہو کہ رونی ان دنوں جا رہے۔ لہذا اصل پیشہ کار میں بہترین تجربہ کار ڈاکٹروں اور نرسوں کو بھی موجود ہونا چاہئے :  
 "رونی نے یہی بات میں فریڈ کی کہ تانی، اس نے وہ کیا کر یہ سارے انتظامات جو مجاہدین کے پاس کئے گئے کافی وقت لگے گا۔ سپر ماسٹر کو اطلاع دینی ہے۔ اس کی طرف سے مجھ کو مزاحمت کا سامنا کرنے کی توقع ہے۔ بہر حال وہی ہر گرجا جو آپ چاہتی ہیں اور وہی بھی خواہش ہے کہ وہاں کوئی بیٹی جاننے والے ہمارے شہر میں موجود رہیں اور مارا مان پڑے :  
 "رونی نے پوچھا : تمہارے سے تازہ کار رونی پیرس

کے ایک تک پہنچ جائے گی ؟  
 "اس نے کچھ دیر سوچ کر کہا : انڈیا چار گھنٹے کے بعد ہی پہنچ سکیں گی۔ اس سے زیادہ بھی وقت لگ سکتا ہے۔ ویسے میں پیرس طر رابطہ قائم ہو گیا۔ رونی یا کسی طرف نہیں آئے۔ لگ میں بھی مشعل خاندان سے نکل کر گیا اور لیٹر پریٹ کیا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے کہا :  
 "اگر رونی کے یہاں پہنچنے میں کم از کم چار گھنٹے لگیں گے تو ہم تمہیں گھنٹے تک اپنی زندگی بھری کر لیں۔ بس کچھ دنوں کے بعد وہاں سے نکلے گے :  
 "وہ مجھ سے بولی : اتنی بولی تو میں سوہنیں کون گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم ٹیلی بیٹی کے ذریعے مجھے سلام اور میرے جاننے والے کا وقت مقرر کرو :  
 "مجھے یاد آیا کہ جو شخص کیر بیدل اور رگھو سے ملنے کے لئے فریڈ گیا ہے۔ اس سے بھی رابطہ قائم کر لے کہ وہ اندہ تقریباً ہفتہ ستانی وقت کے مطابق گیا اور بیچ کیر بیدل کے پتے پر ملنے جانے کا اس کے لئے مجھے یہاں ہونے کی ضرورت تھی اس سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ میں نے سوچ کر کچھ سوچا کہ وہی بیٹی کے ذریعے کچھ کچھ کر سلا دیا۔ پھر میں نے اپنے لئے تقریباً پانچ گھنٹے کا وقت مقرر کیا اور انہیں بند کر کے گہری نیند میں ڈوب گیا۔  
 "جب میری آنکھ کھلی تو نیند کا خارا انہوں میں پھرا ہوا تھا دماغ کو جھلکا تھا۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ بیدار ہوجائے کیونکہ رات بھر کی تھکن بھی تھی لیکن کامیاب ضروری تھا۔  
 "جب میں اس شخص کے دماغ میں پہنچا تو وہ کیر بیدل کی ڈانٹا تک پہنچ چکا تھا اور وہاں ہر حصے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ ٹائمز نے اسے جیتنے کے لئے کہا تھا۔ مجھے متحور ہی پر انتظار کرنا پڑا۔ پھر اس شخص کو لایا گیا۔ جب وہ ڈانٹا دم میں پہنچا تو وہاں ایک بوڑھا سا شخص نظر آیا۔ بس کی عمر تقریباً پچاس برس ہو گی۔ اس شخص نے پوچھا : تم کس سے ملنے آئے ہو ؟

آنے والے نے کہا : میں کیر بیدل صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور پاکستان سے آیا ہوں :  
 "میں ہی... کیر بیدل ہوں۔ تیار کیوں منا چاہتے ہو ؟  
 "میں آپ کو سائرہ بازا اور اس کی بیٹی کے متعلق اطلاع دینے آیا ہوں :  
 "سائرہ بازا کا نام سن کر وہ چونک گیا۔ پھر اس نے پوچھا :  
 "کون سا سائرہ بازا ؟ تم کس کا ذکر کر رہے ہو ؟  
 "میں بیگم نازب صاحبہ کی بات کر رہا ہوں۔ ان دنوں وہ پیرس میں ہیں اور ان کی بیٹی ان کے پاس ہے۔ انہوں نے پیرس کا پتہ مجھے لکھ کر دیا ہے تاکہ میں یہ آپ کے پاس پہنچا دوں۔ انہوں نے آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی ہے :  
 "یہ کہہ کر اس شخص نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا۔ جس پر پیرس کا پتہ درج تھا جہاں سائرہ بازا کی والدہ بیٹی بھی کیر بیدل سے اس کا فنکے پرنے کو لے کر پڑھا۔ پھر سر ہلا کر بولا :  
 "یہ پتہ تو مجھے معلوم ہے۔ میں سائرہ بازا کی طرف سے باخبر رہتا ہوں۔ لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ اس نے خود ہی مجھے پیرس آنے کی دعوت دی۔ جبکہ وہ مجھ سے بے مددغوت زندہ رہتی تھی :  
 "جناب ! میں نہیں جانتا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ مجھے جو حکم دیا گیا وہ میں نے پورا کیا۔ اب مجھے آپ اجازت دیجئے :  
 "یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ کیر بیدل نے اسے جاننے کی اجازت دے دی۔ میں بھی اس شخص کے دماغ سے مل گیا۔ کیر بیدل کا لٹے لہجہ میرے ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔ میں پھر کسی وقت اسے ملوں کہ اس کی پوری سبزی معلوم کر سکتا تھا اور لے کر پیرس لانے کے انتظامات کر سکتا تھا۔ ابھی تو سونے کا بجی چاہ رہا تھا لیکن وہ شخص اب لٹوکی دکھائیں میں نکلا تھا۔ مجھے ذرا صبر کرنا پڑا کہ گئے وہاں سے رگھو سے بھی مل گیا ہے۔

جب وہ شخص تقریباً بیس منٹ بعد اس پتے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ گھونامی شخص یہاں رہتا تھا لیکن اب وہی جگہ کا ہے اور وہی جیسے شہر میں کہاں رہتا ہے ؟ کوئی نہیں جانتا۔  
 "گھوٹے ملنے کا سوس تو ہونا چاہئے تھا لیکن اس وقت مجھے خوشخبری ہوئی کہ پیلو کا لٹو گیا۔ اسے پھر کسی وقت کسی طرح کا ش کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تو نیند کا زور ہے۔ یہ سوچ کر میں نے ماسٹر ٹوس ٹروٹی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ رونی کس تک یہاں پہنچ سکتی ہے۔ پتہ چلا کہ وہ دن کے ایک بجے تک یہاں پہنچ سکتی گی۔ اسی کے مطابق میں نے سونیکے دماغ میں جھانک کر لئے سائرہ بازا کے کا وقت مقرر کیا پھر اپنے دماغ

کو بھی وہی ہدایت دی اور سو گیا۔  
 "سائرہ صاحبہ میں نے میری آنکھ کھلی۔ میں نے کمرے کو دیکھا لاک کیا تھا لیکن ڈاکٹر کی بیٹی نے اسے باہر سے کھول لیا تھا اور ڈاکٹر کچھ بیٹارہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر وہ رونی کو دیکھ کر کھینک گئی۔ میری آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے بوسے کہا : آجائے ! میں رات کو دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اس نے اتنی دیر تک سوتا رہا گیا :  
 "ڈاکٹر نے کہا : میرے سبب علاج ہو کہ وقت کے پابند ہو کر وہ رونی سے ملنے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ آج میں تمہارا چہرے پر کچھ ضروری کام کرنا چاہتا ہوں :  
 "ڈاکٹر ڈاکٹر ایسی مجبور ہی تھی کہ میں رات کو سونہ سلا کر آپ تو دیکھ رہے ہیں کہ مادام رونی یہاں موجود ہیں۔ بہر حال میں آئندہ آپ کے تانے پھرنے وقت کی پابندی کرتا رہوں گا۔ ویسے کیا آج مجھے آپ کے ہسپتال سے چھٹی مل سکتی ہے ؟  
 "کیوں ؟ چھٹی کس لئے چاہئے ؟  
 "میری ایک بہت ہی عزیز ترین فریڈ صاحب سے یہاں پہنچ رہی ہے۔ میں اس کے استقبال کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ وہ بہت ہی مشغور رہتی ہے۔ اس کے استقبال کے لئے مادام سونیا اور بیٹے بڑے لوگ آپ کو ملنے چاہیں گے :  
 "جب ملتے بڑے لوگ جاملے ہیں تو تمہارے جاننے کی ضرورت ہے اور اگر وہ تمہاری فریڈ سے ہے تو اس کا فریڈ ہے کہ وہ ہسپتال آ کر تم سے ملاقات کرے۔ کوئی ذریعہ علاج ملنے ہسپتال سے باہر نہیں جا سکتا :  
 "ابھی آپ نے تم فریڈ نہیں کیا ہے۔ اگر ایک دن اور گزرتا جاوے اور اس سے آپ کام شروع کر لے تو کیا رہتا ہے ؟  
 "ویسے تو ایک جینینے اور ایک سال بعد ہی کام شروع کریں تو اچھا ہی ہے۔ جب تک کہ جب تم چہرے پر تبدیلی چاہو گے، وہی وقت ممکن ہو سکے گی۔ میں صلا اپنی مرضی سے کرنے والا کون ہوتا ہوں !  
 "ڈاکٹر نے بات نہیں ہے۔ میں آپ ہی کی مرضی اور آپ ہی کے پڑاؤم کے مطابق بلا شک و سبب سے کمرے سے گزرتا چاہتا ہوں۔ آپ کہیں گے تو میں ہسپتال سے نہیں جاؤں گا :  
 "میں صلا کا بہت پابند ہوں اور وہی تم سے بھی تو قطع کرتا ہوں۔ تم اپنے دوستی کے جذبات کو بلائے حقائق رکھو اور اپنے دوست کو مجبور کر دو کہ وہ تمہارے پاس آئے :  
 "وہ چلا گیا۔ بس کے جاننے کے بعد میں نے سونیا کو بیدار کیا تو وہ انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے وقت پوچھا میں نے بتایا۔

9

نہا دیکھنے والے ہیں :

وہ جہاز سے بولی، وہ جہاز تریک سوسٹہ لگے۔ اب میں اپنے بیٹے میں جاؤں گی۔ تم بھی چلو۔ ہم دونوں وہیں سے تیار ہو کر ایئر پورٹ جائیں گے :

میں ہسپتال سے کہیں نہیں جاسکتا گا۔ ڈاکٹر نے سن کیا ہے :

• وہ ڈاکٹر جو منہ کہنے والا کون تو ہے۔ کیا تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے بھی باہر نہیں جاسکتے۔ دعا تو زیادہ پابند نہیں کر سکتا :

• اسکتا ہے۔ وہ میرے چہرے کی پیسے اسٹڈی کر رہا ہے اور آج بھی میرے چہرے پر جو کچھ کام کرنا چاہتا ہے اس کے پیشین نظر مجھ اس کے حکم کی تیل کرنا چاہیے۔ چہرہ کی کوشش مرادیں مجھے اپنے کمال کو زیادہ سے زیادہ بہت پہنچانا چاہیے یہ بتانا تو بھی فرض ہے کہ اس کے کام میں حائل نہ رہو :

• تم نہ جانا چاہو تو وہ کسی بات ہے۔ دندن میں ڈاکٹر سے اجازت حاصل کر سکتی ہوں :

• اجازت تو میں بھی حاصل کر سکتا ہوں لیکن اس خطے مجھے تیار ہونے کے لئے کہا ہے۔ وہ میرے چہرے پر کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ اور میں اس کام میں رکاؤٹ پیدا کرنا نہیں چاہتا :

• سونیا راہو تو تمہارا دل سے چلے گا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وقتاً فوقتاً اس سے دعا کی رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ سونیا کے جانے کے بعد میں نے مزاجتہ دوسرا چہرہ تیار کیا۔

• اس وقت میں نے سونیا کے سامنے میں جھکا کر دیکھا تو وہ اور بھی استیصال میں تھیں۔ ان کے لئے پڑا ہوا تمام کام کیا تھا بہت بڑی محنت میں انہیں سنبھرا گیا تھا۔ نندرتانی حورق اور مردان کی خدمات کے لئے مقرر کیے گئے تھے اور ایسی نندرتانی حورق میں بھی تھیں ہوا تمام اس کا تجربہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے سونیا کی جوتی کھنکی کی تھی۔ اسے ایک اب کے ذیلے بنا سوزا کر نکال دیا تھا اور اس کے آگے ایک سے ایک ساڑھیوں رکھی ہوئی تھیں جسے وہ زیب تن کرنے کے لئے انتخاب کر رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا کہ وہ بہت خوش ہوئی۔ کچھ نیکی دیکھو فریاد تیار کی وجہ سے میری کئی عزت برداری ہے۔ تم بھی خوشی سے پوری نہیں سما رہی ہو :

• یہ میری جنی، تمہاری اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہے۔ ڈرگ جلتے ہیں کہ تم خطرناک رنگ تکلی جوتی میں ہمارے ہاتھ جو۔ ابھی یاد ہو تو کیا ہوا جب مکمل طور پر صحت یاب ہوئی تو پھر تمہاری صلاحیتیں لوٹ آئیں گی اور تم دشمنوں کے لئے خطرہ

بن جاؤ گی۔ اسی لئے خوش حالہ پر ہتیار استیصال کیا جا رہا ہے تمہاری زیادہ سے زیادہ خدمت کی جارہی ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی جارہی ہے تاکہ تم دوست بن کر رہو :

• تیار کیا خیال ہے، یہ کیا ان لفظوں سے دوستی کرنا ہے ؟ • سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب میرا چہرہ تبدیل ہجانے کا اس کے بعد ہوتا عداوت مذاکرت کریں گے اور اپنے افسانے ظاہر کریں گے کہ ہم مستقل میں کیا کرنا چاہتے ہیں :

• کیا کرنا چاہتے ہو فریاد ؟ • یہ ابھی میں نے نہیں سوچا۔ ان یہ جو بلا شک مہر می سے کرنے کے لئے ایک ماہ کا وقت لگا گا تو اس دوران سوج لگا گا۔ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہم سب مل کر فیصلہ کریں گے اور کسی ایک نتیجے پر نہیں گے۔ بہر حال، ابھی میں جا رہا ہوں۔ پھر ہتیا لے پاس آؤں گا :

• میرے لئے ناشتہ آیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر بھی بیٹھا بھی آگیا۔ اس نے کہا : میں نے خود ہی چیک کیا ہے۔ ناشتہ بالکل ٹھیک ہے کسی قسم کا دلچسپ نہیں ہے :

• میں نے ناشتہ مفرح کرنے ہوئے کہا : اب کبھی ٹھینے کی بات نہیں رہی۔ سونیا نے مجھے دیا نشت کر لیا ہے :

• ڈاکٹر نے جہاز سے پوچھا : کیا واقعی ؟ • میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا : ڈاکٹر ! وہ بہت ذہین ہے :

• یہ کہہ کر میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس نے کسی طرح سے پہلے رات دیا نشت کیا تھا۔ اگر اس کی بیگنی دوسری ہوتی یا تو تو وہ مجھ پر شبہ کرنے کے باوجود یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ میں فریاد ہوں اور نہ ہی مجھ سے اقرار کرا سکتا تھا لیکن اس نے میرے اذھیروں میں لانے اور ٹھیلی جیتے کا سہارا لینے کے انداز کو سمجھتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ میں فریاد ہوں۔

• مسٹر فریاد ! میں نے تمہیں کچھ بہت کچھ سنا ہے اور کہہ پڑھا ہے۔ تمہارا جیو دار اپنی سوسائٹی میں تذکرہ دار ہے۔ یہ بات آؤ کہ تمہیں جیتے کے ذیلے دوسروں سے کس طرح اپنا کام کرائے ہو :

• میں نے سینتے ہوئے کہا : میں ابھی بتانے دیتا ہوں تم اس وقت ناشتہ کر رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی مجھے ایک کاپی کی ضرورت ہے اور یہ کافی آپ۔ میرے لئے تیار کریں گے۔ اگر میں تیار نہ کروں تو یہ • میں تیار کروں گا۔ ابھی دیکھ لیجئے :

یہ کہہ کر میں ناشتہ کرنے کے دوران اس کے ماتخ پر قابض ہو گیا اور وہ میرے لئے کافی تیار کرنے لگا۔ جیسا اس نے کافی تیار کرنے کے بعد اس کا کچھ ایک طرف رکھا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے جو تک کر بیانی کو دیکھا۔ پھر میں نے اس بیانی کو اٹھاتے ہوئے کہا : دیکھ لیجئے : آپ نے کس طرح میرے لئے کافی تیار کی ہے ؟ •

• اس نے بڑی حیرانی کا اظہار کیا۔ پھر خوب دل کھول کر تعجب لگاتے ہوئے کہا : تمہنی کمال کا ٹھیکہ کیا ہے تم نے ؟ • ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں ایک چھوٹا سا شیٹے کا کین تھا۔ ڈاکٹر نے مجھے اس کین میں بٹھا دیا۔ اس کے چاروں طرف آئینے لگے ہوئے تھے اور میرا چہرہ ہر زاویے سے نظر آ رہا تھا۔ آگے تجھے دائیں بائیں، جس طرف سے بھی ڈاکٹر میری اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔ اس طرف سے چہرہ ایک نئی زاویے سے نظر آ جاتا تھا۔ وہ میرے سامنے ایک مینر کے دوسری طرف بیٹھ گیا اور میرے چہرے کی اسٹڈی کرنے کے دوران کچھ دن کے جانے ہوئے کچھ کا مطالعہ کرنے لگا۔

• ایسے وقت وہ خاموش رہا کرتا تھا۔ اس کی یہ خاموشی میرے لئے بھی عجیب تھی۔ لہذا میں کبیر بیول کے ماتخ میں بیٹھ گیا۔ وہ ایک وسیع میدان میں گولف کھیل رہا تھا۔ اس کا ایک ملام کوئی انٹس کا قبیلہ اٹھانے کھڑا تھا۔ قریب ہی اس کی حوران بیٹی کھڑی ہوتی تھی۔ بیسیس بری کے لئے میں ان دو مشنوں نے جو کچھ طیارہ راز ڈاجی زنگی گراہی تھی تو اس کے نتیجے میں ان کی اطلاع اب حوران ہو چکی تھی کسی کے رٹے تھے، کسی کی لڑکیاں تھیں۔ کبیر بیول کے دلڑے اور دلڑھیاں تھیں۔ اس وقت جو کھڑی ہوتی تھی۔ وہ سبے چھوٹی تھی اور اپنے باپ کی بہت لاڈلی تھی۔ وہ دینا کے نام سے پکاری جاتی تھی۔

• میں کبیر بیول کے ماتخ کو ٹوٹا جا رہا تھا۔ پہلے مجھے دینا کے متعلق نہیں، خود اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھیں کہ وہ سے اسے ساتھ والا اور مر جانے کے متعلق اطلاع ملی تھی۔ اس کے بعد اس نے کیا اقدامات کئے ہیں۔ اس کے ماتخ کو ٹوٹنے کے بعد ایک نبردست انکشاف ہے جو کہ کبیر بیول کا قاتل پڑا اور سے تھا اور وہ دلی خیر میں ریڈیاد کا پاس کھانا تھا۔

• گو کہ کبیر بیول تو فرانس میں تھا ہے، حوران آسانی سے نکل سکتی۔ ریڈیاد کا پاس ہونے کی حیثیت سے یقیناً اس کے تعلقات دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوں گے۔ دنیا کے ہر ملک ہر شہر کے گوشے گوشے میں حوران اور طرح طرح کے چہروں سے

اس کا رابطہ ہو گا اور وہ کسی بھی وقت جلی فون کے ذریعے رابطہ کرنے کے ذریعے دور دہنگے رابطہ قائم کر کے اپنا مشکل سے مشکل کام کرا سکتا تھا۔

• اور یہاں تھا۔ جیسے ہی اسے اطلاع ملی کہ ساتھ باڈان نوز پاکستان میں ہیں اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی مرزا بھی ہے۔ اور ساتھ ساتھ اسے جب سچ کے ملازمین پیرس بلا رہے۔ تو اس نے پیرس جانے کی بات کو تو پرے رکھ دیا تھا اور پاکستان میں اپنے فائلر پڑاؤ کے ایک ہس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے یہ بتایا تھا کہ بیٹی میں ساتھ باڈان کی ایک عورت پیرس سے آئی ہے اور وہ کسی ریشترڈ فوجی انٹر کے بیٹے میں سمجھی ہوئی ہے۔ جو کہ زبرد پوائنٹ کے قریب ہے۔ بیٹے کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ پھر یہ بتایا گیا تھا کہ اس عورت کا نام ساتھ باڈان ہے اور اس کی بیٹی مرزا کھلائی ہے۔

• کبیر بیول کو تو قہقہے کو بہت ملدو دونوں ماں بیٹی کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوں گی۔ میں نے سوچا کہ اب فریاد مرزا کے پاس پہنچانا چاہیے۔ جو کہ ہے کہ پاکستان میں جو ریڈیاد کا پاس ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح مرزا کو یا اس کی حق کو نقصان پہنچائے۔

• ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کلب کے ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی کہ صاحب ! آپ کا فون آیا ہے گا

• ٹھینانے کہا : یا یا میں جا کر اسٹڈی کروں • کبیر بیول نے انکار میں سہماتے ہوئے کہا : نہیں بیٹھا : تم کھیلو۔ میں ابھی آ جاؤں گا •

• یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کلب کی عمارت میں داخل ہوا۔ پھر ایک کھڑکی پر رکھے ہوئے جلی فون کے پاس گیا۔ جس کا ریسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر بیول کہا : اور بتایا کہ وہ کبیر بیول نول کے ساتھ دوسری طرف سے آواز آئی : آپ کی ایک فی۔ ایم کال ہے۔ اسے فریاد نے کھینے •

• کبیر بیول نے اس کے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر کلب کی عمارت سے نکل کر پارکنگ ایریا کی طرف چلنے لگا۔ وہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے دینے کو بند کرنے کے بعد ڈرائیونگ سیرس پورڈ کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اس کے ذیلے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ بیٹی میں ریڈیاد کا پاس ہے اس سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھ کر بیٹھ گیا۔ کبیر بیول میں ایسے دشمنوں کا







تو میں ان لوگوں کو تمکا رہی تھی۔ اس کے بعد یہی پٹائی کہنے والی تھی تو تم دیکھ نہ سکتے، انھیں بند کر دیتے؟

ہاں نے توجہ دیکھ گاتے ہوئے کہا: تم مجھے بزدل سمجھتی ہو تمہیں کیا معلوم کروں نے کتنے شش کئے ہیں اور میں نے شش کے لہر پر بیٹھ کر پتیا شلہ ہوں اور کھانا کیا باب ہوں؟

بڑھے طوطے: میں تو تمہارا میں کباب بنا کر رکھ دوں گی تم کیا کہتے ہو کہ میں تمہیں مانتی نہیں ہوں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا نام چوہدری افضل رحیم ہے تم میرے ملک کے خداداد ہو۔ اندر بیٹے پاروں کی طرف سے ہاں تمہارے گئے ہو؟

وہ ایک ایک چونک کر مر جانے کا منہ نہ نکالے گا اسے شدید جبرانی تھی کہ جو مجھ مر جانے کیے مانتی ہے۔ اس نے اپنے ریلو اور گرگرفت مضبوط کرتے ہوئے اور اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا وہ لڑائی، تم میرے متعلق کیے جاتی ہو۔ پتہ پتہ بناؤ۔ جو میرا راز جاننا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا اور تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی؟

بہتر ہے کہ جو جسے خانی اٹھ تھا تو لگایا گیا۔ اگر درمیان میں ریلو اور چھوڑے جاؤ تو اس کے تو چھوڑے وہ پراسرار وقت استعمال کرنا پڑے گی میں کام ابھی تیار نہ دیکھو گے۔ اس ریلو اور کو تم کسی طرح بھی استعمال نہیں کر سکو گے؟

مرجانہ کا یہ بیخوشی تھی جو پڑی افضل رحیم کے مداح میں بیخوش گیا تھا تا کہ وہ اشتعال میں آکر کہیں فائر نہ کر دے اور وہ جوش میں آئی اور مداح، سورج رات تھا کہ کیوں نہ چھوڑے مرجانہ کی ٹانگ پر گولی مارا، اسے اپنا بیٹا بنا کر فرش پر تر پٹے، کر لپٹے اور بے بسی سے گرا گولٹانے کا تماشہ دیکھے۔

لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر ریلو اور رکھا۔ مہران ہتھیلیوں کی تعال پر اس ریلو اور کو بھا کر کے بڑھے ہوئے مرجانہ کے سانسے پہنچا۔ اس کے سانسے گھٹنے ٹیک شیے اور کہا: میں تمہارا مخلص ہوں۔ یہ ریلو اور چھوڑے اور میری کھوپڑی میں سوراخ کر دو؟

مرجانہ نے وہ ریلو اور اس کی ہتھیلیوں پر سے اٹھا لیا پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہوا اور اٹھنے پاؤں چلانا ہوا اپنی جگہ واپس آ گیا ایسی وقت میں نے اس کے مداح کو آواز دھجھو لیا۔ وہ ایک لمحے سے گرا پڑا اور بروکھو کر کبھی مرجانہ کی طرف دیکھنے لگا اور کبھی خانی ناصر کو۔

مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا وہ میں سے پہلے ہی نہیں کھایا تھا اور ان ہتھیلیوں سے مجھے ڈرنے کی کوشش نہ کرنا۔ دیکھ لو، یہ ریلو اور اب سے کھاتے میں ہے اور تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہونے والا ہے؟

وہ ایک لمحے سے ہم کو لولا ہم۔ میں تمہارا جانی دشمن نہیں

ہوں میں نے تمہیں صرف مزوری مصلحت حاصل کرنے کے لئے پہلا بلا یا ہے؟

ہاں مانتی ہوں۔ وہ مزوری مصلحت یہ ہیں کہ میری آواز کے پاس کتنی دولت ہے اور وہ سب کی سب پیڑ میں ہے۔ ہندوستان میں وہ ہیں تمہیں بتاؤ گی اور جانتے ہی نہیں گونی مار دو گی؟

لیکن کیوں؟ وہ میں نے تمہیں کیا نقصان پہنچا یا ہے؟

مجھے ہی تمہیں میرے پوتے کے نقصان پہنچا ہے جو تمہیں کہیں کے میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ آج تمہاری زندگی آخری دن ہے۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں قتل کروں، میں تمہارا بے بسی کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہا سے یہ آدمی جو مجھے مار ڈالا کو اسے تھے۔ اب یہ تمہیں ماریں گے۔ تمہاری اچھی طرح پٹا کریں گے؟

مرجانہ نے ان لوگوں کو ریلو اور دکھاتے ہوئے کہا: میں کبھی ہمد کر اپنے ہاں کی پٹائی کو راولا اچھی طرح پٹائی کر۔ اگر کسی نے اس کی اور اسے جو تھوڑے دن ملنے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گا وہ لوگ سیکھ لیں گے۔ اپنے ہاں پر اٹھتے ہیں اٹھتے تھے اس لئے کرتے تھے ذرا پیچھے چلنے لگے۔ مرجانہ نے ہاں سے ہاتھ نہ اٹھا جبکہ میں ریلو اور رکھا تھا اور دوسری میں سائیکس وہ سائیکس میرے پوتے کو روکے؟

اس کے دیکھ لیتے ہی میں پھر ہاں کے مداح پر قابض ہوا اس نے میرے سائیکس کو نکالا۔ آگے بڑھ کر اسے مرجانہ کے پاس کیا پھیرا اس طرح ہلکے کا پٹی بگڑا اس پہلا گیا مرجانہ نے سائیکس ریلو اور کی نال کے ساتھ لگا یا۔ اس کے بعد اس نے ریلو اور کا رخ آ کے خندوں کی طرف کرتے ہوئے کہا: میں تین ٹنگ گنتی ہوں لوگوں نے آگے بڑھ کر اس خنداری پٹائی نہیں کی تو میں فائرنگ شروع کر دوں گی۔ ایک دو تین؟

تین کہتے ہی مرجانہ نے ایک سنا کر کیا۔ گولی ایک شخص کی آواز پر لگی اور وہ جھج مار کر فرش پر گر پڑا اس کی حالت دیکھتے ہی سب سب دڑتے ہوئے ہاں کے قریب آئے اور پھر اس کی وہ پٹائی نہ کی کہ وہ تماشہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا سب کو اپنی جان کی فکر تھی اپنے ساتھی کی طرح زخمی ٹانگ سے کر فرش پر بیٹھا یا بیٹھ کر لگی کر مرنا نہیں جانتا تھا اس لئے سب اپنی جان بچانے کے لئے اس عزت کرنے لگے تھے۔

وہ لڑکی جو مرجانہ کو بھول کر لاتی تھی۔ وہ ایک دلدار۔ لگ کر کھڑی ہو گئی تھی اور ماٹکے بے ہمت کے رٹنے کی تھی اسے کہا انجام نظر آ رہا تھا مرجانہ وہ نہ کر ان لوگوں کو بڑھا دے ہی تھی کہ

مادہ، خوب مارو۔ اگر ملنے میں ذرا بھی کمی کی تو تم لوگوں کی توت اچانے کی۔

وہ لوگ مارتے جا رہے تھے کافی دیر تک پٹائی کی جتنی کر وہ لے کر فریض پر جاؤں مشائے تھے ہو گیا۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں پکڑا سکا اس لئے بڑی بے بسی سے مار کھانے کے لئے فریض پر لیٹ گیا تھا اور چھٹی چھٹی ہتھوں سے چھت کی طرف گمراہ بنا تھا۔ جیسے اپنی موت کو دیکھ رہا ہو۔

مرجانہ نے اٹھ اٹھا کر حکم دیا: بس کرو۔ سب پیچھے ہٹ کر اس کولے میں چلے جاؤ؟

اس نے کہے کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ کر اس طرف چلے گئے۔ اب وہ تنہا فریض پر پڑا ہوا تھا مرجانہ اطمینان سے چلتی ہوئی اس کے پاس پہنچی۔ وہ لوں اٹھ کر ہر کھوکھاس نے اپنی ایک ٹانگ اس کے سینے پر کدی۔ پھر لڑکی اب تازہ کھانا خنداری کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ پتہ نہیں کرتے ہاں سے مک کو اب تک کتنا نقصان پہنچا یا ہے۔ تمہیں تو کوشش کے سلسلے ڈال دینا چاہیے لیکن میں یہ علم کرنا چاہوں گی کہ تم مجھے سزا چاہتے ہو؟

چوہدری نے وہ لوں اٹھ اٹھا کر مرجانہ کے آگے چڑھ لیے۔ اس کے ہر ہٹ کا سانسے لگے۔ وہ گرا دانا چاہتا تھا، اٹھا کرنا چاہتا تھا لیکن اتنی مارا کھانے کا اس میں ہونے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ مرجانہ نے نفرت سے کہا: تمہاری آنکھ سے یہ کچھ ملے گا کہ آسو بہتے ہیں۔ تم مجھ پر درد کر کبھی تیار نہیں کر سکو گے۔ دیکھو! تم جو عجیب و غریب تماشہ دیکھ چکے ہو تمہا سے اٹھ کر راولا میرے ہاتھ میں آ گیا۔ تمہاری جیب میں رکھا ہوا سائیکس میرے پاس بیٹھ گیا تمہا نے آدمیوں نے میرے جملے تمہاری پٹائی شروع کر دی۔ یہ سب کیسے ہوا؟ کیا تمہاری کھوپڑی پر آ رہا ہے؟

اس نے ایک گہری سانس لی۔ جیسے اپنی تمام قوتوں کو سمیٹ کر جواب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے کہا: ہاں! اب اس بھورا ہوں۔ یہ سب جلی پتھی کے ٹیلے ہو رہے۔ کیا تم جلی پتھی جانتی ہو؟ یا سناؤ اور اور وقت سے تمہاری شناسائی ہے؟

میں اس وقت اس چوہدری کے مداح میں تھا اور اس کی انڈی کی گشت کو کچھ رہا تھا۔ وہ جس قدر اپنے آپ کو نیم مردہ ظاہر کر رہا تھا حقیقتاً دیا نہیں تھا۔ اس میں ابھی اتنی جان تھی کہ وہ اس سے اٹھ کر پیدل اپنے گھر جاتا تھا۔ مگر حاضر ہیٹ سے بچے اور ذات اٹھانے سے باز رہنے کے لئے اس نے یہ چال چلی تھی، بالکل بے دم سا ہو کر فریض پر لیٹ گیا تھا تا کہ اور پٹائی نہ ہو۔

میں نے مرجانہ سے یہ بات بتائی تو مرجانہ نے لے لے ٹھوکر مارنے

ہوئے کہا: میں شہی پتھی تو نہیں جانتی ہوں لیکن جو مانسے دے دے تیار رہے کر تمہا سے بالکل ٹھیک تھا کہ جا رہے ہیں پڑوں پھرے ہر کر باقی کر سکتے ہو جلی پتھی کے ذریعے مدانی اطلاع فلا نہیں ہوتی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ مزید تمہاری پٹائی نہ ہو تو اسے کو کھڑے ہو جاؤ؟

اس نے خاموشی سے ٹھوکر چلتے ہوئے مرجانہ کو دیکھا اور ہر گنا کر اپنے اندراب کو فی بات چھپا کر نہیں رکھی جاسکتی۔ اسے یہی پتھی اگلے کے گی۔ لہذا وہ آہستہ آہستہ کر لپٹے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اسی طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور مرجانہ نے کہا: دو دیکھو! تم نے ابھی کہا تھا کہ تم اپنا وقت خانے نہیں کرتے۔ میں بھی اپنا وقت خانے نہیں کروں گی میں تمہیں ماننے کے لئے ایک وقت مقرر کروں گی اس وقت خواہ اور کھری زینا آور ہو جائے۔ تمہیں موت مقرر کر کے گی؟

وہ گرا گولٹانے لگا۔ اٹھ کر پڑ کر کہنے لگا: مجھے صاف کر دو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم جلی پتھی جانتی ہو؟

ہاں، تم نے مجھے سزا دے۔ رٹھو لے کر اس کی مرآت کی تھی یہاں تیرے صحت کو اور صحت مجھ سے ملنے نہ سکتا، میں تو تمہارا سنا کتاب مقرر کر رہی۔ کیونکہ تم خداداد اور خداداد کو سنانے موت دینا میرا فریض ہے میں تمہیں ایسی سزا دوں گی کہ تم فریض نہیں کر سکو گے بلکہ اپنی زندگی کے لئے جو وہ بد کرتے ہو گے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہو گے۔ اپنے بڑے پاروں کی تمام قوتیں استعمال کرتے رہو گے لیکن تمہیں موت مقرر کر کے فی لہر حال میں کسے گی۔ پورے! میں تمہاری موت کے لئے کون سا وقت مقرر کروں؟

وہ ذرا مطمئن ہو کر لولا یعنی تم مجھے ابھی نہیں ماری ہو میرے لئے وقت مقرر کر دو گی۔ کیا تم اپنی اس بات پر قائم رہو گی؟

ہاں! میں اپنی اس بات پر قائم رہوں گی۔ اس وقت سات بج چکے ہیں۔ ٹھیک پانچ گھنٹے بعد یعنی آدمی رات کو بارہ بجے تم مر جاؤ گے تمہیں موت نہیں آئے گی تو خود اپنے ہاتھ سے رو گے تمہیں مرنا چاہو گے تو جلی پتھی کا ایسا بیٹھ نہیں چھوڑ کر اسے مار گم خود کشی کر دو اور تم کر دو گے؟

وہ خوف سے ایک لمحہ زرد پڑ گیا۔ فلپا پیچھے ہٹ کر لولا پانچ گھنٹے کیا صرف پانچ گھنٹے کی مہلت دے گی۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، پھر پر دم کر دے میرے جی پیچھے ہیں۔ میرے آسمان سے پر بیٹھے دلے بہت سے لوگ ہیں۔ ان کا کیا ہو گا؟ مجھے اتنا موقع دو کہ میں ان کے لئے کچھ کر سکوں اور اتنا کر سکوں کہ میرے لہجہ کو کہہ سکیں سے زندگی گزار سکیں؟

مرجانہ سانس کی طرف ٹھوکر دے ہوئے کہا: لعنت ہے تم پر!





باری تھی ہیں۔ ہتھیوں میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے کہ تم آئندہ کس طرح زندگی گزارنا چاہتے ہو اور کس کے ساتھ گزارنا چاہتے ہو۔ ایک کے ساتھ یا سب کے ساتھ، یا باہل یا ہتھیار۔ تم نے کہا کہ تیار ہو تو تیار ہو، گوارا دے گا اور اسے کس کو سوار ہی پیرا نہیں ہوتا۔ میرے بیٹے نے کافی عرصہ ایسی زندگی گزار لی ہے۔ جان گیا، کبھی کسی کا ساتھ پکڑ لیا، درخت تیار رہا، سزاؤ کو کبھی جنگی سے یہ فیصلہ کرنا چاہا، گاؤں لٹانے سے بڑھا، ہزاروں کو ایک سماجی نظریت دی ہے۔ وہ خواہ نہیں ہے، وہ تیار نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ بلانڈ بھی جمل میں تیار نہیں رہتے، ایک جو بیٹھی بھی لینے ساتھ میں کے ساتھ نظر انا کہ ایک جو ہے، دوسری جگہ سفر کرتی ہے اور ہم تو انسان ہیں۔ میرے بیٹے کو اب شک جانا چاہیے اور کبھی گریا اور ڈانڈا چاہیے۔

بھئی! آپ کا مشورہ، آپ کی نصیحتیں سب سے نکولیں۔ برا بھی تو آپ اندر سوتی ہیں، ہمیں میں ابھی آپ آگے لیں گے سونے کا روتھ دیں۔ میں نے سونیا سے تنہائی میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ اسی طرح رسوائی سے بھی کچھ ضروری باتیں کروں گا۔ اس کے بعد پھر آئے جی تنہائی میں مشورہ لوں گا۔ پھر تم سب مل کر کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔

اس وقت میں ڈاکٹر سب کی براڈے آ گیا۔ اس نے پریشانی سے کہا، میرے فرزند! آپ کو عجیب شخصیت میں پھر رہے کہ پھر ضروری جان آتی ہیں تو ہماری ضرورت میں بڑا داخل ہونے لگتے ہیں۔ اب تک سیکڑوں بار بیاری دن کی گفتگو کی ہے۔ کتنی ہی لوگ آہم روزوں سے ملنا چاہتے ہیں، مادام سونیا جاتی ہیں کہ باہر ان کے ساتھ آؤں گے، کس طرح پابندیوں لگا رہی ہیں، کسی کو جہاں سے جہاں آئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا: ڈاکٹر! یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، ابھی تو عزم کو پتہ نہیں چلا ہے کہ وہ کئی چیزیں جانتے والے ہیں پھر میں موجود ہیں۔ صرف یہاں کے چند خاص خاص لوگوں کو پتہ چلا ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ وہ لوگ رسوائی کے استقبال کے لئے ایڈورٹس لگاتے تھے۔ وہ سب اپنے دل باہری ہیں، رسوائی اور سزاؤ کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ہم سرگرمی کو شش کو رہے ہیں، ان سے ملنے والوں کو دعویٰ رکھا ہے۔

ڈاکٹر دیکھی براڈے نے کہا، میرے فرزند! ایس میں کوئی نہیں کہ تم بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو، بہت محترم ہو، بلکہ صحیح بات کہی جائے تو بڑے ہی دلچسپ ناگ ہوتے۔

اس کی بات سن کر ہم سب ہنسنے لگے، اس نے سر ہلا کر کہا: میں یہ جانتا ہوں کہ آپ جب بھی میری بے ہوشی کے پلاسٹک سر جہی کے مرحلے سے گزریں تو اس وقت سونیا سے

ہے، ہم بہر حال اگر بھی حال رہا تو ہم سے ہتھیار کا کارڈ باؤ پر ہوجانے گا اور دستے سر لہن میری توجہ سے محروم ہو گئے۔ صرف تیار ہی طرف تو جہی پتہ سے لہذا میں آج جی سے تم پر پوری توجہ دیتا ہوں اور تمہارے سامنے میں سے عنایت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اب یکم ڈیکم ایک ہفتے تک تم سے ملاقات نہ کریں، میں اپنے تمام تجربات آزما کر ایک یا دو ہفتے کے اندر اس جہی سے کو تبدیل کر دوں گا۔ لہذا میں ایک گھنٹے بعد تمہارے چہرے پر کچھ کام کرنا شروع کروں گا۔

میں نے کہا: ڈاکٹر! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس وقت سات بجے ہیں، آپ دو گھنٹے کے بعد چوچا میں میرے ساتھ کریں، میں تو بچہ تک ذرا ایک ملکہ ضرورت رہنا چاہتا ہوں۔ یعنی جہاں کے وقت کے مطابق پاکستان میں اس وقت بارو بجیں گے، ڈاکٹر بچے مجھے ایک کام انجام دینا ہے۔

ڈاکٹر نے سر ہلا کر کہا: مشک ہے۔ ذرا بچے کے بعد ہی اس کے بعد پھر تیار ہی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

ابھی بات ہے، کوئی ضرورت نہیں ہوگی، اس کے بعد ہی ڈاکٹر نے کہا: مجھے تمہارے چہرے پر کام کرنے کے لئے تم نے نیم بے ہوشی طاری کرنی پڑے گی۔ لہذا آج رات کا کھانا کھانا میں نے کہا: ڈاکٹر! آپ مجھے بے ہوش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

لکھنے کے لئے کئی ڈاکٹر حیرت کے استعمال نہ کریں، میں تیار ہی کے ذریعے خود اپنے آپ پر نیم بے ہوشی طاری کر لوں گا۔

ڈاکٹر نے زانی سے انہیں پھاڑا اور کہے دیکھا: چھو کر میں تو معمولی ہی تھا کہ یہ کام تم سبھی نے بھی سے کر کے ہو گیا۔ پھر تو میرے لئے بڑی آسانی ہو گی۔

لیکن ڈاکٹر میری ایک گزارش ہے، اندھیرے کہ میں میں کم ندرتتا ہوں تو ذلیلہ دماغ کو بہت دیتا ہوں کہ میرے کمرے میں داخل تو میری ہاتھ لگاتے ہیں، سر جہی کے بعد میں میں آئے۔

وقت تک مجھے اے کھانا کی ضرورت ہوگی، جرمی، دیکھ کھانا کہ ڈاکٹر نے کہا: اس کی ضرورت ہے، ہم تیار سے دشمنی نہیں کرتیں، کوئی نقصان پہنچائیں گے۔

یہ بات نہیں ہے، ڈاکٹر! آپ دشمن نہیں ہیں لیکن میں کوئی دشمن آپ کے لیے نہیں کرنا، اور میری بے ہوشی سے اس کا اظہار ہے۔

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا: ہاں، ایسا ہو سکتا ہے، چاہتے ہو؟

میں یہ جانتا ہوں کہ آپ جب بھی میری بے ہوشی کے پلاسٹک سر جہی کے مرحلے سے گزریں تو اس وقت سونیا سے

پاس موجود ہے۔ یہ جب تک نہیں گی، میں ملن رہوں گا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں ہمیں ٹھیک سوائے اپنے آپ میں تیار میں سے جانوں گا۔

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ رسوائی نے بی بی بار مجھے مخاطب کیا، فریاد تیار ہی یا احتیاطی تدابیر مجھے بہت پسند آئی کہ تیار ہی بے ہوشی کے دوران سونیا تیار ہی پاس موجود ہے، واقعی تیار سے دشمنی کا کوئی حساب نہیں ہے، پتہ نہیں کہ اس کو اس طرف سے آنے اور تیار ہی بے ہوشی سے باغفلت سے فائدہ اٹھائے، سونیا کا جو درہما ہے وہ ضروری ہے۔

سونیا نے کہا: تم سب بے فکر ہو۔ میں محافظ بن کر پوری طرح محتاط رہوں گی لیکن سزاؤ اگر میں نہیں ہے ہوشی سے جوشن کی طرف لانا چاہوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

میں نے جواب دیا: میں اپنے دماغ کو بہت دماغ کا کچھ سونیا میرے پاؤں کے ٹوں کو آہستہ آہستہ سہاگے گی تو میری آنکھ کھل جائے گی اور میں بوسے ہوش درجاس میں آ جاؤں گا۔

سونیا نے پوچھا: کیا ایسا کئی چیز کے ذریعے ہوتا ہے؟

کیوں نہیں ہو سکتا؟ ایک بات یاد رکھو کہ جب ڈاکٹر کسی بھی دوا کے ذریعے بے ہوش کرتے ہیں تو بے ہوشی کے بعد دماغ باہل ہی میں نہیں چوہا ناشرہ نہیں ہوجاتا۔ دماغ زندہ رہتا ہے لیکن اس کا جس اتنی کمزور ہوجاتی ہے کہ زندگی اس دماغ کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔

پھر دماغی قوت بحال ہوتی رہتی ہے، یہی حال تمہیں بھی ملے گا کہ اگر تمہیں بھی کے ذریعے ایک خاص وقت مقرر کر دیا جائے کہ اس وقت تک دماغ خالی ہے، تو وہ وقت آئے تک دماغ خالی رہتا ہے، لیکن آہستہ آہستہ غفلت سے شعری حرکت کا پس منظر رہتا ہے۔

تمہارے پوچھا: لیکن پاؤں کے تو سے پہلے والی بات سمجھ میں نہیں آتی؟

میں نے جواب دیا: دیکھئے، جسم کے کچھ حصے ایسے ہیں جو بڑے حساس ہوتے ہیں، مثلاً نفل میں اگر ہاتھ لگائے تو لگتی ہوتی ہے۔ اس طرح پاؤں کے ٹوں کو پہلا یا چارے تو لگتی کہ اس سے پہلے یہ حصے حساس ہیں، انہیں ہاتھ لگنے سے دماغ فوراً ہی لمس کو حساس کر لیتا ہے۔

غافل بننے والا دماغ جو کہ جوشن دماغ کی طرف آتا ہے۔ وہ پاؤں کے ٹوں سے پہلے کے باعث، ایک ذریعہ حساس ہوگا۔ دوسرے کہ پاؤں کے ٹوں کے ذریعے ہی ہوتی ہے، بہت کا اثر بھی ہوگا۔

سونیا نے کہا: مشک ہے، تم جو وقت مقرر کرو گے میں اس وقت ایسا ہی کروں گی، فی الحال کیا خیال ہے۔ تم پاؤں کو تھوڑی دیر کے لئے چھو کر دیکھنا چاہئے۔

تم نے فریاد لگا کر کھڑی ہو گئیں۔ سونیا بھی مسکرائی، مٹی اپنی جگہ

سے اٹھی، پھر بھاگنے لگی۔ رسوائی نے سر ہلا لیا تھا، جب وہ دواں باہر چلی گئیں تو میں نے فائل کو دروازے کو لہڑے سے بند کر دیا۔ پھر سوئی کی طرف پٹا کر مسکراتے ہوئے بولا: تاب کیا خیال ہے۔ اب بھی ڈرگ لہڑے؟

وہ ذرا شرمیلی، ذرا مسکرائی، پھر اپنے جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی: مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو، بی بی، میں جہی کے ذریعے معلوم کر لوں گے ڈرگ لہڑے یا نہیں؟

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: لاواش تم سبھی جہی کے ذریعے میری سرخ پڑھ سکتیں، اس وقت نہیں دیکھ کر میرے دل میں کچھ ہوا ہے۔ رسوائی میں نے سنا تھا کہ ایک بیلکے جس میں بڑی دکھتی ہوتی ہے، آج نہیں دیکھ کر اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہوں، پیار ہی کے بعد تم اور زیادہ حسین، دلنشین ہو گئی ہو۔ تمہارا ڈرگ دماغ ہی بدل گیا ہے۔

میں نے ضابطہ آگے اس کی طرف پڑھا، یاد آ کر وہ لہڑا، اتنے میرے ہاتھ سے گئے۔ اس نے کہا: فریاد! تمہاری کا مطلب صرف یہی تو نہیں ہوتا کہ پہلے سن کے متعلق سزاؤ مجھے ادا کئے جائیں پھر اس کے بعد پتہ چلے کہ کتنا کی جائے گی، یہی جہی زندگی کے متعلق کچھ ضروری باتیں نہیں کر سکتے، ضروری فیصلے نہیں کر سکتے، چاہے اس کو جہی وقت ہے اسے بہن ملانے نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اپنے مستقبل کے متعلق سزاؤ کے فیصلہ کرنا چاہئے۔

تم میری حسرت ہو رہی ہو۔

میں جانتی ہوں۔ پہلے میرے پاس ہی کئی کاظم تھا۔ میرے پاس ایک وقت مٹی میں کے ذریعے میں نہیں اس بات پر مائل کر لیا کہ مٹی کا انسان کو نائل دیا جائے۔ یہ نہیں کہ ابھی موت کا کوئی حسین چہرہ دیکھا تو بس بیٹھنے کا اللہ کر لیا۔ چنگے کے علاوہ کئی کچھ اور تارے، وہ ہوتی ہے محبت، اور محبت کو بھلنے کا علم۔ یہ بات میں مشرب سے کہتی آہی ہوں۔ آج بھی کچھ ہی ہوں۔ لیکن بہت کچھ وقت پتا ہے۔ جو وقت سے پہلے کام ہوتا ہے، وہ اچھا نتیجہ نہیں ہوتا۔ خصوصاً اس معاملے میں سزاؤ کو کچھ نہیں جانا، جو موت کا بہت کچھ بڑا جگہا ہے، میری بات کچھنی کو مشرب کر دو۔

مجھے یاد رہی ہوئی۔ میں نے ذرا ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا: میں نادان نہیں ہوں۔ سب سمجھتا ہوں۔ کچھ لگتے ہوئے تک تمہارا ہنسنے کے بعد دل میں یہ خواہش نہیں چھوٹی کہ لگنے لگ کر وہ کر دیا جائے۔ یہ خواہش دیکھنا ہو، قسب سے میرے دل میں بھی ہے یا نہیں، تم شہی جہی کے ذریعے اکثر دیکھ چکے ہو گے، میں یہ دیکھنے تو نہیں سکتی کہ تم کب میرے دل میں جا سکتے ہو اور کب کسی سوئی پڑھ لیتے ہو، بہر حال میں تمہیں اتنا سمجھتی ہوں کہ مجھ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے، بلکہ



زندگی گزارنے پر مجبور کروں گا؟

سوئیٹا نے انکار ہی سے سکر تے ہوئے کہا: جولو، فیصلہ ہو گیا نہیں، نہ زندگی تیری ہی تو نبی تیں مبارک ہو تم اسی کے ساتھ گھر چلنا ازواجی زندگی گزارا گئے!

تم نے کہا وہ نہیں سوئیٹا! میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میرا مزہ فرار کے ساتھ گھر بیٹا ازواجی زندگی گزارنے کے لیے تم اسی کے ساتھ کچھ نہیں جانتی ہو۔ وہ فلاڈیلا ایک لہجہ ہی والے ہے۔ جو گرائی نہیں جاسکتی۔ بڑے مضبوط الارے کے مالک ہے۔ وہ دونوں کی طرح شادی ہی زندگی گزار لے گا، اس کا مزاج ایسا نہیں ہے۔ وہ دست بن کر اور دنیا جہاں کے رشتے اپنا کر تو رہ سکتی ہے لیکن کوئی ایسا رشتہ تو قبول نہیں کر سکتی جس میں اسے ذہر جو بنا بڑے خواہ لینے مرسے یا کسی سے بھی نہ

رسوئی سے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ بات جہاں جتنی وہیں ہو گی، یعنی آپ اپنے علم کے ذریعے یہ نہیں بتا سکتیں کہ مزہ گھر بیٹا ازواجی زندگی گزاراں گے یا نہیں؟

میں نے تو بتا دیا ہے۔ مزہ وہ ایسی ہی زندگی گزارا سکتا ہے۔ تم اسے ساتھ یا سزا کے معاملے کسی کے ساتھ بھی وہ ایک گھر بسا سکتے لیکن اس کے لئے اس کو آمادہ کرنے دینی ہستی دوسری ہے۔

سوئیٹا نے ہنسنے ہوئے کہا: واہ! آپ کے علم نے تو اور زیادہ انجانا دیا۔ بات کچھ پتے نہیں پڑ رہی ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟

تم نے کہا: بیٹی! اگر انسان اپنی طرح ہی معلوم کرنے کو آمادہ کیا کرنے والا ہے تو پھر اس میں اور خدا میں کیا فرق رہ جائے گا؟ وہ ہم سب کو پیدا کرنے والا ہمارا موجد ہونا چاہئے کہ متاثر کی بجائیں کسی طرح بدل جاتی ہے اور ہمارا علم جو صحیح بات بتا رہا ہے۔ وہ ایک وقت غلط بھی ہو جاتی ہے۔ تاکہ اپنا راستہ بدل لیتے ہیں، اپنا مزاج بدل لیتے ہیں۔ اس لئے میں کوئی بھی یہ علم جانتے والا ہونے لیتے ہیں کہ نہیں بتا سکتا۔

سوئیٹا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: میرا خیال ہے، اب میں چلنا چاہئے۔ حاضر میں ٹرڈنی کے ہاں ہم لوگوں کو رات کے کھانے کی دعوت ہے۔ فرزا تو جا نہیں سکیں گے، لہذا ہم یہ قول کو بول چاہئے: میں نے سوئیٹا سے کہا: ٹھیک ہے۔ تم تمہی اور سوئیٹا کو لے کر جاؤ لیکن سارا تو کچھ تک جہاں پہنچ جانا۔ کیونکہ مجھے تمہاری ضرورت ہے اور جب تک تم ہر شے میں نہ رہیں، اسی وقت تک تم میرے پاس رہو گی!

سوئیٹا نے وقت پر آتے کا مدعا کیا۔ پھر تمہی اور سوئیٹا کو لے کر ساتھ لے کر چلی گئی۔ ان کے جانے کے بعد میں نے وہاں سے گھر آئے۔ پھر بستر پر لیٹ کر ایک سو گریٹ سلگانے کے بعد اس کا کش لگاتے ہوئے میرا ذہن پاس پہنچ گیا۔

میرا ذہن میری پابرت کے مطابق اپنے گھر والوں کے ساتھ کوئی ہی مدعو ہو گیا تھا۔ ان میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔ کوئی درشنے بند کر دیا تھے اور وہ کسی آنے والے سے ملاقات نہیں کر رہے تھے۔ جو بھی آتا تھا۔ اس سے کہہ دیا جاتا تھا کہ وہ میرے سے پہلے کسی سے نہیں مل سکیں گے، اس کے علاوہ ٹیلی فون کی گھنٹیاں بار بار بج رہی تھیں۔ ہر بار ٹیلی فون پر یہی کہہ لیا گیا کہ کوئی میرا زمانے سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی تھی، اس کی خال خال اور خالوں سے دیکھو اور اٹھا کر یہی جواب دیا کہ مزہ گھر میں موجود نہیں ہے۔

میں نے میرا زمانہ کو اسی غلطی میں کیا تھا میں چاہتا تھا کہ پہلے اس ریڈ باور کے پاس جو ہماری نفل زیم کے لئے میں کو معلوم کروں کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے کیا طریقے استعمال کر رہا ہے اور کن کن سے ذرا لے کر نکال رہا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی اب تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی رہ گئی تھی اور اسے معلوم تھا کہ جب میرا زمانہ ہے تو کہہ دیا ہے کہ اسے نہیں آہی رات کر جاتا ہے تو وہ یقیناً مر جائے گا۔ کوئی اسے بچا نہیں سکا

میں جو ہماری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تب پتہ چلا کہ وہ ڈرہائی جان بچانے کے لئے بہت دھڑنگ مچا گیا تھا۔ لیکن اس نے جاوا مانگ ہی چھوڑ دیا تھا۔ جب میرا زمانہ نے اسے موت کی سزا سنائی تھی تب ہی ایک گھنٹے کے بعد وہاں سے ایک ٹیلا اور یورپ کی طرف جانے والا تھا۔ اس کے لئے اس کا طبیعت میں ایک ریڈ وزیرو کرادی گئی تھی۔ اس طرح وہ ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر یہی پارٹی طرف سے کیا گیا تھا کہ یہ ریڈ باور والے یہ بھی جانتے تھے کہ جو ہماری ملک سے باہر چلا یا دنیا کے کسی کو نہ میں بھی پہنچ جائے۔ وہ موت سے نہیں بچ سکا۔ وہ اسے نفلوں میں چلی بیٹھی سے نجات نہیں ملے گی۔ اسی لئے وہ لوگ میرا زمانہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس سے ملنا چاہتے تھے۔ نہ ملنے کی صورت میں بار بار ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں جو ہماری کے دماغ میں موجود تھا۔ اسی وقت جہاں میں ساڑھوں کو بتایا جا رہا تھا کہ ان کا جہاز ایران کی مدد میں داخل ہو گیا ہے اور وہ اب سے آئے گھنٹے بعد جہاز کا ریڈیو پر اترنے والے ہیں۔ میں نے یہ سچی سچی سوچا کہ میں کہاں بیٹھوں؟ تم کہاں تک میاگ کو جانا گے؟ اگر اپنی ضرورت چاہتے ہو تو جہاز پہنچ کر اپنا سفر ملتوی کر دو اور میں اپنی موت کا اظہار کروں!

اس کے دماغ میں اسی سچی سچی آتے ہی وہ ایک دم سے بڑھ گیا۔ اسے کہہ کر اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو دیکھا۔ وہ بھی ریڈ باور کا ایک نام آدمی تھا اور جو ہماری کو اپنی حفاظت میں لے کر جا رہا تھا۔ اس نے جو ہماری سے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ کیا تم نے اپنی موت کو دیکھ لیا ہے؟ کہہ رہے ہو؟

جو ہماری نے ہماری ہماری اثبات میں سر ہلایا اور کہا: ہاں! ابھی سے دماغ میں یہ بات آ رہی ہے کہ میں اپنی جان بچا کر کہیں نہیں جا سکتا۔ لہذا مجھے جہاز پہنچنے ہی اپنا سفر ملتوی کر دینا چاہئے۔ اس آدمی نے جو ہماری کو سمجھتے ہوئے کہا: اگر تمہی اپنی موتی کا رابطہ قائم کرنے والی شخصیت جو ہماری صاحب کے دماغ میں موجود ہے تو میں نہیں مخاطب کرتا ہوں۔ اور نہ ہی تمہی صاحب سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے سے رابطہ قائم کریں۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جو ہماری کی زبان سے کہا: میں جہاں جو ہماری کے دماغ میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں سن رہا ہوں جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کہو!

اس نے کہا: میں جو ہماری کی زندگی چاہتا ہوں اور اس کی زندگی بچانے کا خاطر آپ کی کوئی بھی شرط منظور کرنے کے لئے تیار ہوں:

میں نے کہا: وہ میں کوئی شرط منظور نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: وہ میرا آپزوف دیکھا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو۔ مجھے راز میں ملدہ سوئیٹا کی خدمات کا کوئی تل پکا ہے۔ ہم نے ان کا راز شاد اور اسے تقبال کیا تھا اور نہیں شایان شان سمجھ دینے کے لئے بھی تیار تھے۔ لیکن تقدیر جلنے ساتھ نہیں تھی اور پھر ایسا ہو گیا کہ وہ ایک دور سے بچھڑ گئے۔ میری یہ فرض نہیں ہے کہ آپ کے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ میں پہلے یقین کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ فریڈلین ٹری صاحب ہیں اور اس وقت آپ کا تیار ہر س کے ایک ہسپتال میں ہے۔ میں اسی ہسپتال کے مکرور فرنگ کے واقف ہوں۔ مختصر رسوائی میں وہاں پہنچوں گی اور اس دوران سوئیٹا کو پہلے سے موجود ہیں۔ آپ لوگوں کی پوری تیم دہن ضروری ہوتی ہے۔ میں اور مالک میں اس بات کو ابھی طرح جانتے ہیں، ہم آپ سے کسی نہ کسی جہانے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ یہ امتزات کریں کہ آپ فرزا صاحب ہیں۔ تو یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہو گی یہ!

جوہر ت دیکھی کی باتوں کے دوران مجھ اور مالک کا ادنیٰ و ماہی میں جب سوئیٹا پہنچی تھی تو وہاں جوہر ت دیکھی سے بھی رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ لہذا جسکے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ وہ اپنے بارے میں ہماری موجودہ رازش کے متعلق پوری معلومات رکھتے تھے۔ وہ دونوں خلیوں ایسی تھیں کہ ہر وقت اطلاعات حاصل کرتی تھیں۔ ان کے جسکے یہ عزیب ذرا لے تھے۔ وہ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلنے لگتے تھے۔ ہم معلومات حاصل چاہنا دیکھتے تھے۔

میں نے جو ہماری کی زبان سے اعتراف کیا: ہاں! میں فرزا صاحب سے مل کر کیا کرنا چاہتے ہو؟ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو ہماری صاحب کی زندگی آپ کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور تمہیں سننے سے موت دینا بھی

اتنا ضروری نہیں ہے۔ اگر میں یہ بتا دوں کہ اس سے بھی ایک نام معاملہ آپ سے مل سکتا ہے تو...؟

کیسا اہم معاملہ؟ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے پاس کتابتے ملک کے اہم کاغذات محفوظ ہیں جو کہ جو ہماری کے ذریعے ہائے پاس پہنچے ہیں۔ اگر تم سودا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم وہ کاغذات تمہیں واپس کریں گے۔ اس کے بدلے تم جو ہماری کو معاف کر دو:

میں یہ عرض کر کہ میرے ملک کے متعلق کچھ اہم کاغذات ان کے قبضے میں ہیں۔ فرزا ہی جو ہماری کو چھوڑ کر جوہر ت دیکھی کے دماغ میں پہنچ گیا اور آہستہ آہستہ اس کی سمجھ کو گڑھ لگا۔ پتہ چلا کہ مختلف اوقات میں مختلف قسم کی معلومات میرے ملک سے حاصل کی گئی تھیں اور یہ معلومات نہایت اہم اور راز میں سمجھنے کے لئے ہیں جو کہ اب راز نہیں رہی تھی۔ یہ راز ریڈ باور والوں تک پہنچ گیا تھا اور یہ یقینی ہو چکی تھی کہ نفل زیم کی تھی۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ ان کا یقین اس وقت تک کہ وہ کاغذات لینے کے لئے جو ہماری کے لئے موت کو بدلنا چاہتے

یہ اس سے معاف کر کے ریڈ باور والوں کے لئے کر دیا جائے۔ فرزا کو معاف نہیں کیا جاتا۔ ان کی پہلی اور آخری سزا موت ہوتی ہے لیکن اپنے ملک کے راز بھی اہم ہوتے ہیں۔ میں نے مختصری طور پر سوچنے کے بعد کہا: مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ تم لوگوں کے پاس میرے ملک کے اہم راز محفوظ ہیں۔ جو سکتا ہے کہ تم... چند کاغذات واپس کرنے کے بعد باقی رازوں کو دبا کر رکھ لو اور مجھے ہی کا پتہ نہ چلے!

فرزا صاحب آپ اپنی اپنی کھانے کے لئے کھلی ہتھی کے ذریعے کسی نہ کسی طرح یہ بات معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے پاس آپ کے ملک کا کوئی راز نہیں رکھیں گے۔ جب یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ کے پاس آپ کے کوئی گنگ آپ کے ملک میں سرگرم رہے ہیں تو آپ ایسے ہی پسند نہیں کریں گے۔ لہذا آپ کے کھینچنے سے پہلے ہی ہم نے ریڈ باور کے تمام



وقت تم سے رابطہ قائم کر لو گا۔ تب تم اس شخص کے پاس جا جاؤ  
تم سے ملاقات ہوگی تو میں تمہارے ذریعے اس کے دل میں پہنچ  
جاؤں گا۔

ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ تم ایسا ہی کرو گے۔  
ہر حال میں کل صبح تمہارا انتقال کر گیا۔

اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔  
مذاخروہ۔ اچھا یاد آیا۔ وہ میری اتنی مندر کو رہی میں کہ نہ دتا

جاؤں گی اور میں مندر کو رہی میں کہ تھلے سے پاس پھیریں آؤں گی۔  
پہلے ایسی میری بات اس لئے مانگی تھی کہ وہ خیر و شادمانی دے

دینی تھیں۔ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھیں۔ دشمنوں کا خوف  
معاذ اللہ مجھے نقصان پہنچائیں گے لیکن جیسے انہوں نے تمہاری بی بی

کے کلمات دیکھے ہیں۔ تب سے ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔  
وہ تم پر مہموسہ کر گئے ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر و شادمانی پہنچنے کے بعد

اگر مصیبت نازل ہوگی تو تم ہائے کام آؤ گے۔  
وہ درست کہتی ہیں۔ میں بھلا کیوں نہ کام آؤں گا۔ کیا تمہیں

اس حقیقت سے انکسار ہے؟  
مربات نہیں ہے۔ یہ اتنی کسی طرح خالی کرنا چاہتی ہوں کہ

وہ پھیریں ہیں۔  
اس کی اتنی جلدی بھی کیلئے ہے تم پھیریں اور میں بھی آسکتی ہوں

میں تو ابھی ڈاکٹر کے زیر علاج ہوں۔ مجھ سے ملاقات کر لو گی تو میرا  
چہرہ نہیں نظر نہیں آئے گا کیونکہ بچوں سے بندھا ہوا ہوں گا۔ بہتر یہی

ہے کہ اس حصے میں تم جو کام منٹ کچھ ہو وہ تمہارا کرمی آؤ۔ اپنی  
آنکھوں کے سامنے دشمنوں کو دیکھو اور انہیں ان کے۔ اچھا ایک

پہنچاؤ۔  
ماہی بھی یہی کہہ رہی ہیں اور تم بھی یہی کہہ رہے ہو تو میں بچوں

کی کہ بچے کا کرنا چاہئے؟  
اچھا۔ اب میں جاتا ہوں۔ شبہ نہیں۔ جو بچے تو آج رات

میرے خواب میں لیا۔  
دوستی ہوئے ہوئی۔ تم جانتے ہو کہ میں خواب نہیں دیکھتی

حقیقت کی دنیا میں سانس لیتی ہوں جن کو دل اور دماغ کو دیکھتے ہیں  
وہ کسی آئیڈل کا خواب دیکھتے ہیں۔ میں ایسی تو نہیں ہوں کہ ایسے لوگ

پاتی ہوں۔  
ہاں۔ تم ایسی نہیں ہو اور مجھے بھی ایسا ہی بنانا چاہیے تو؟

بالکل۔ کیونکہ جاہل اور دشمن کی شرارتیں بھی ہے۔ ہم دونوں  
مردوں کو دوستی بنائیں گے تاکہ وہ فیکہ ذوقی حالات مجھے عورت بننے

پر مجبور نہ کریں۔  
میں نے ایک سزا دہریہ میری پھر اس سے نصیحت ہے کہ ہسپتال

کے کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ جاؤ۔ ٹھیک دوڑنے کے ڈاکٹر کی برائے  
بے شک کرے میں آیا اور مجھے لپٹے ساتھ لے گیا۔ ہم دونوں ایک

بڑے سے اسٹنڈنگ ٹیم میں پہنچے۔ دل ڈاکٹر نے ہوشیار  
کہ ابتدائی مراحل سے مجھے گزرنے کے لئے کئی تیاریاں کی تھیں وہ دن

ان تیاریاں پر نظر ثانی کرنے کا۔ مزاحیہ سونیا اپنے دماغ کے  
مطابق بیچ گئی۔ ڈاکٹر نے کام میں مصروف تھا۔ وہ میرے پاس بیٹھا

آہستگی سے لولہ تہمتے سوتی ہے کیا تمہیں کیا ہے۔ وہ بے جا  
ہوت مایوس دکھائی دے رہی تھی؟

میں نے سترانی سے پوچھا وہ مایوس کیوں ہے؟ میں نے تم کو بھی  
کئی فیصلہ تو سنا دیا ہے تھا۔

سونیا نے اپنے شانے اچکا کر کہا ہ پتہ نہیں کیا بات ہے۔  
اس نے ماسٹر ٹیوشن ٹیوشن کے بیان ٹھیک سے کہا یا میں نہیں اور تیرے

دوران میں سے ساتھ کیا کچھ متاثر ہو گیا جس طرح میں ڈاکٹر سرجری کے  
موت مقرر ہو گیا۔

میں نے کہا۔ بیکٹریا کے سوزیوں کو اس کے سڑنے کے بعد میرے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی  
مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے

کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے  
صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔

سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس  
ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔

ہوں تو یہی بہتر ہوگا کہ ہم اپنے طور پر آپ کو یہ پیش کریں؟  
میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ نہیں، ڈاکٹر! میں

اپنی زندگی میں سب سے زیادہ ڈاکٹر سے ہوشیار  
ان تیاریاں پر نظر ثانی کرنے کا۔ مزاحیہ سونیا اپنے دماغ کے

مطابق بیچ گئی۔ ڈاکٹر نے کام میں مصروف تھا۔ وہ میرے پاس بیٹھا  
آہستگی سے لولہ تہمتے سوتی ہے کیا تمہیں کیا ہے۔ وہ بے جا

ہوت مایوس دکھائی دے رہی تھی؟  
میں نے سترانی سے پوچھا وہ مایوس کیوں ہے؟ میں نے تم کو بھی

کئی فیصلہ تو سنا دیا ہے تھا۔  
سونیا نے اپنے شانے اچکا کر کہا ہ پتہ نہیں کیا بات ہے۔

اس نے ماسٹر ٹیوشن ٹیوشن کے بیان ٹھیک سے کہا یا میں نہیں اور تیرے  
دوران میں سے ساتھ کیا کچھ متاثر ہو گیا جس طرح میں ڈاکٹر سرجری کے

موت مقرر ہو گیا۔  
میں نے کہا۔ بیکٹریا کے سوزیوں کو اس کے سڑنے کے بعد میرے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے  
کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے  
کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے  
کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے  
کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

مزدوری بات ہے۔ وہ دن صبح میں اپنے دماغ کو تیز سے  
کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے کھینچنے میں لپٹے دماغ کو تیز سے

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں کہہ کر وہ کسی کی ہونے لگا۔  
سونیا نے کہا کہ تم اس سے مدافعتی رابطہ قائم کر لو اور اس

ملازمی کی وجہ معلوم کر کے سامنے تکیاؤ۔  
ابھی بات ہے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر لوں گا لیکن ابھی

جانا چاہیے؟  
ڈاکٹر نے کہا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد

سونیا نے رسٹ واپس دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر تو ٹھیک  
سے میں ذرا باہر سے آتی ہوں۔ ایک گھنٹے کا اندازہ کرنا کی!

یہ کہہ کر وہ آپریشن عین صبح سے باہر چلی گئی۔ وہ ہسپتال سے  
باہر کی دیکھی نفاذ میں سانس لینا چاہتی تھی اوراد تھا کہ باہر سے اپنی

ریٹرنڈ میں نطفہ پانچہ کے تھامنے آگے آگے سے پانچہ کے کمرے میں  
رہنے لگی۔ مقررہ وقت میں وہ گزرا ہے۔ اس کے بعد پھر ناز

کے پاس آپریشن عین صبح میں وہاں آجائے گی۔  
یہ سوچتے ہوئے پہلے وہ ڈاکٹر کی برائے کے آفس میں

گئی۔ وہاں شیلی فن کا ریسورٹ تھا کہ اپنے بیکٹریا کا نمبر لایا۔ پھر  
ملازم سے یہ پوچھا کہ ریسورٹ کی بی کو دودھ دینے والا دیا گیا ہے

یا نہیں؟ وہاں ملازموں کو کھڑی ہدایات تھیں کہ اس نے ریسورٹ  
دیکھ دیا۔ پھر اس نے دو بار ریسورٹ اور پھر ماسٹر ٹیوشن ٹیوشن کے

نمبر لایا۔ کئے اور اسے تیار کیا۔ وہ پھر دیر کے لئے کسی اپنی ریسورٹ  
میں جا رہی ہے اور ایک گھنٹے سے پہلے ہسپتال میں واپس آجائے

گی۔ اپنے آئیڈل کو دہانت کی جانے کہ وہ بہت زیادہ محتال رہیں  
اور آپریشن عین صبح سے لے کر فراڈ کے آپریشن کر کے کسی کو جانے

کی اجازت نہ دی جلتے۔  
تمام احتیاطی تدابیر کے بعد وہ ہسپتال سے باہر گئی۔ باہر

پارکنگ ایریا میں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے لئے ذرا پیش  
مترجم کی کار مہنگا کی گئی تھی۔ اس کار کے شیشے ایسے تھے کہ اندر بیٹھنے

والا باہر کی دنیا کو دیکھ سکتا تھا مگر باہر سے دیکھنے والے میسٹرم  
نہیں کر سکتے تھے کہ کار کے اندر کون ڈرائیو کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ

کار کے اندر کی طرح کے میکانیزم فٹ تھے۔ تاکہ نظرات کے  
دقت ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچا جاسکے۔

سونیا نے اپنی کار کا دروازہ کھولا۔ پھر اسٹیریئر سٹیٹ  
پر بیٹھ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے لپٹا سٹارٹ کیا اور پارکنگ

ایریا سے نکل کر مین روڈ پر آ گئی۔ وہاں سے وہ ایک شخص کی ڈرائیو  
کے لئے آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ ایک مصروف شاہراہ پر گاڑی

کھڑی تھی۔ اس نے لاکر رخا کر ڈرائیو کرتا تھا۔ ساتھ ہی ڈرائیو  
سے ڈرائیو کوئی جاری تھی۔ ایک گھنٹے میں ٹرن لیا۔ آگے بڑھ کر

اس نے ایک ریٹائرڈ کی طرف دیکھتے ہوئے وہاں گاڑی روکنے  
کی کوشش کی۔ جب اچانک ہی انکشاف ہوا کہ گاڑی کا بریک فیل

ہو گیا ہے۔ انہیں کوڑا ہے اور وہ تیز رفت گاڑی کو اب  
روک نہیں سکتی۔

اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے۔ پیرس کی تمام

۳۱



شاہراہ میں مصروف نہیں تھیں، جس لئے تیرہ چل پڑی تھی۔ وہ قدرے دیران تھی۔ گاڑیاں آتی جاتی نظر نہیں آتی تھیں۔ میرا سر پرشکل یہ آن پڑی تھی کہ وہ راستہ میلوں دودھ گشتی تھا اس لئے جسب رخصتے کا چلائی تھی تھی۔ اس رخصتے سے وہ اس راستے پر ڈرتی جا رہی تھی اور اس وقت مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس گاڑی کو روکا جائے۔

اس کے ماتحت اس کی گاڑی وغیرہ کو بڑی توجہ سے دیکھ کر تھکتے، برکت مند ہونے کا مطلب یہ تھا کہ کسی کی ساری تھی کسی نے یہ کچھ لگا تھا۔ وہ پیش آنے والے خطرات کو سمجھتی تھی۔ اس لئے وہ گاڑی کا ڈرن بجانا شروع کر دیا تھا۔ تاہم پاس سے گزرنے والی گاڑیوں کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو سکیں اور ٹھکنے کی کوشش کریں کہ وہ میوں بار بار اڑیں بجا رہی ہے۔ اس لئے اپنی طرف دیکھ کر کسی کے پیشے کو نیچا کر دیا اور مجھے بھی باہر کی طرف متنازل کر لیا۔ پیل پیل کہہ کر چلتی گئی۔

بہت سارا سٹاپ ہو جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک گاڑی اس کے قریب آ رہی تھی۔ میرا سر نہ دیکھا۔ دوسری گاڑی بائیں طرف سے بھی قریب آئی تھی۔ یعنی اب سونیا کی گاڑی دو کاروں کے درمیان تھی اور وہ دونوں کاروں سونیا کی کار کے مقابلے میں جیاری تھی کہ اور دوسرا تھیں۔ اس میں سے ایک کھالے نے کھڑکی سے جھانک کر سونیا سے پوچھا کہ کیا برا لہجہ ہے؟

سونیا نے چیخ کر بتایا کہ گاڑی کا ہر ایک کام نہیں کر رہا ہے۔ اس کی گاڑی کو روکا جائے۔ تو ہاں بیچ کر تھکی دکھائی کہ وہ آگ سے بیچھی لپے۔ گاڑی دیکھی جاتی گئی۔

پھر سونیا نے دیکھا کہ گاڑی وکی تو نہیں گئی تھی لیکن وہیں طرف والے نے اپنی کار کے سٹیئرنگ کو ایک ٹھکنے سے گھما کر سونیا کی کار کو نذر کا دھکا مارا تھا۔ سونیا جیسے بیٹے لڑتی۔ ایک طرف لڑتے لڑتے لڑتی۔ جیسے یہ سیکھ سیکھ کر چلتی۔ بائیں طرف والی کار نے اس کی کار کو زور کا دھکا مارا۔ وہ بھڑک پڑی اپنی سیٹ پر اُدھر سے اُدھر ہو گئی تب اس کی جھمب میں آیا کہ یہ دائیں بائیں چل سکتی ہے۔ وہ اس کی مدد کے لئے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی اس کی گاڑی کو روکنا چاہتے ہیں بلکہ اس کی کار کے ساتھ اسے بھی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور اسے یہ مارا ڈالتا چاہتے ہیں۔

ان کے اردوں کو سمجھتی ہی سونیا نے کھڑکی کے شیشے کو چڑھا لیا تاکہ دائیں بائیں گاڑی میں بیٹھے والے دیکھ سکیں۔ اب سونیا کے لئے پھر فریڈی نہیں تھا کہ وہ اپنی کار کے سٹیئرنگ کو سختی اختیار کرنے کے لیے فریڈی دائیں بائیں گاڑی والے کو بھی اُدھر سے اُدھر دھکے مارتے ہوئے گاڑی کو بیچ شاہراہ پر لے جانے سے اُدھر شاہراہ

پس شہر سے باہر نشان تھی۔ شاید ایک دو گاڑیاں گزر چکی ہیں اور تو کسی نے اس بات کا کوئی نہیں لیا تھا کہ گاڑی بائیں چلنے والی دو کاروں بیچ والی کار کو دھکے ماری ہیں۔ وہ تینوں ساتھ ساتھ دو طرف ہوئی نظر آتی تھیں۔

سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ کو چھو دیا اور اگلی سیٹ ... پھوڑ کر پھینک سیٹ پر آئی۔ چھٹی سیٹ کے پھلے حصے میں ایک ڈراما سٹار تھا جسے ایک طرف گھمائی ہی وہ سیٹ اذکر طرف دھکنے لگی پھر جزو نظر آیا۔ اس سے پتہ چلا کہ اس خطے سے گزرنے ہوئے کچھ کار کی ڈٹی ایک پہنچا جا سکتا ہے اور سونیا وہ سب سے بھی اس خطے سے گزرتے ہوئے کار کی ڈٹی کی طرف جا رہی تھی۔

اس کی گاڑی کو وہ کہہ کر جسے زبردست دھکے لگ سکتے تھے۔ دائیں بائیں طرف سے ٹھکنے والے کھال جانے والا گاڑی کو شاید بائیں ہی پیکا ڈینا چلتے تھے اور اس کے اندر بیٹھ کر سونیا کو بھی سٹا ایسی طرح ختم کر دیتا جانتے تھے کہ وہ کھال کھال نہ تھکے۔ اپنی گاڑی کے دوڑانے نہ کھال سکے۔ وہ سونیا کو کافی ڈنڈا پہنچانے یا گرفتار کرنے کا جو طریقہ اختیار کر رہے تھے۔ اس سے متاثر ہوتا تھا کہ وہ سونیا کی منڈی اور لٹا کا طبیعت سے ڈر کر نہ صلا میٹوں سے اچھے طرح واقف ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جو عورت دو چار لوگوں کے بس کی نہیں ہے۔ اس کے اصرار پھر جوڑ کر کے یہ حراست میں لیا جا سکتا ہے۔

وہ پچھنی سیٹ کے ٹھکے سے دیکھتے ہوئے ڈٹی میں بیٹھ گئی تھی اور اسے ڈٹی کے لاک کو کھول ہی تھی۔ ڈرامی وہیں اس ڈھکن کھل گیا اور تازہ ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ اس نے سر اٹھا دیکھا تو تیزی سے سامنے ہوئی شاہراہ پچھنی کی طرف نظر آ رہی تھی اور دونوں گاڑیوں کے پچھلے حصے بھی دائیں بائیں نظر آ رہے تھے۔ وہ ڈٹی میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور وہاں سے چھوٹ گئے۔ اس کے لئے اپنے تو لے گئی۔

تیزوں گاڑیوں کی رفت رتیز تھی۔ ایسے میں مخالف سمت سے چلا آگ لگانا خطر سے خالی نہ ہوتا۔ اس لئے چھوٹ گئی سے پہلے اچھے طرح سوچنے لگے اور موقع کا انتظار کرنے کی ضرورت تھی۔ ایسے ہی وقت گاڑی کو ایک زبردست دھکا لگا۔ وہ بے ہوش ہوئی تو اس کا سر ڈٹی کے فلائی دھکنے سے ٹکرایا۔ اس کی ٹھکنے کے ساتھ اسے نڈھ گئے۔ اتنی زندگی گزارنے کی کوٹھ پڑی ہی کہ وہ گئی۔

دوسرے ہی سے ٹھوس ہوا کہ وہاں جہر سے پرہیز ہی ہے اور کار بڑی طرح زخمی ہو گیا تھا اور وہ ڈٹی میں جھکی ہوئی کار پہ تھی اور پچھنے کوڑتی ہوئی شاہراہ کو دیکھتا جا رہی تھی۔ اچانک سے ڈنڈوں سے بچنے کا بس ہی ایک طرف لڑنے لگا

کہاں کو بیٹھتی پر راکھ کر چھوٹ گئے۔ اس کے لئے وہ ڈٹی کے آخری ستر برائی۔ اسی وقت پھر اس گاڑی کو ٹھکنے لگی اور اسی زبردست ٹھکنے کی کچھ ٹنگ لگنے سے پہلے ہی وہ بے ارادہ جیسے چھوٹ گئی ہوئی نفاض میں پھینکی۔ اس کے لئے سے بیچ نکلی۔ اور وہ دوسری ہی لمحے وہ سڑک پر تھی لیکن ایک جگہ ٹھکرانے پر نہیں تھا۔ وہ لڑکتے ہوئے سڑک کے کنارے لگے ہوئے ایک دھکنے کے تھکے لگائی۔ جیسے اس کا سر ڈٹی کے فولاد کے دھکنے سے ٹکرایا تھا۔ دوسری بار دھکنے سے ٹکرایا تو انھوں کے سامنے بائیں اڈھڑا تھا۔ اسی لمحے وہ راست کو نظر نہیں آتا لیکن سڑکوں کے کنارے والی دھکنیاں بھی اس کی نظر سے غائب ہو چکی تھیں۔

وہ ڈٹی کی شکل سے اپنے تپ کو سونپتا ہے۔ ہر پورس سڑک کی طرف ڈھکڑا رہنے لگی۔ تاکہ اندھا کھال کر کسی دوسری گاڑی والے کو اپنی طرف متوجہ کر کے اور اس سے بڑھ چال کر کے لیکن دوسری طرف پلٹ کر ایک قدم آگے بیٹھتے ہی بڑھ چال ہو کر زمین پر گر پڑی۔ جڑا ڈنڈا پر دھارت کے باوجود وہ سڑک کے زخموں کی تاب نہ لاسکی تھی اور اسی سے مڑ کر کہے ہوئے تھی۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ سونیا کو ہسپتال واپس پہنچا جانے سے متاثر وہ اپنے زخمی ماسٹرس ٹرونی نے ہسپتال فن کے کئی کئی کیا جو کرا کے اس سٹیشن نے بتایا کہ کام سونیا ابھی تک نہیں پہنچی ہیں۔ فریڈا صاحب خیریت سے ہیں اور ڈاکٹر بھی براڈلے سے رجوعی میں مصروف ہیں۔

ماسٹرس ٹرونی نے ریسپورڈ کر دیا۔ اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ نام ہسپتال کبھی نہیں پہنچے گی۔ وہ جانتا تھا کہ نام سونیا من ہو جی ہے۔ اپنی فرنی کی مالک ہے۔ ایک گھنٹہ کیا، چار گھنٹے بعد ہی پہنچے تو فرنی ان سے پوچھنے والا نہیں ہے۔ دوسری طرف جب ایک گھنٹہ اور گزر گیا تو تھی اور سونیا نے ہسپتال فن کے ذریعہ رابطہ قائم کیا۔ وہ دونوں سونیا کو لپیڈ روانہ ہوا ہی تھیں اور ٹرونی نے ٹھہر گئے۔ پہلے فریڈا کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھیں اس وقت تک ڈاکٹر کو سڑک پر سے رجوعی سے سامنے ہو چکا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ فریڈا اس وقت بے ہوش پڑا ہے۔ ہنڈہ میں منٹ لوجب ملدو سونیا جان آئی ہے تو انہیں پوچش میں لائیں گی۔ اس کے بعد ان سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

رسوئی نے کہا اب تو ظہن کے جھوٹے کادت سوجھلے وہ سونیا کو لپیڈ پہنچنے کے بعد دوسرے دن فریڈا کی خیریت معلوم کی گئی۔ یہ کہہ کر اس نے ریسپورڈ کر دیا۔ بے جا رہی تھی اور رسوئی کو پتہ نہیں تھا کہ سونیا بے ہوش ہونے کے بعد کس محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں

بچے پوچش میں لائے سونیا کا کیا حال ہو رہا ہے۔ رسوئی کی بی بی جیتی جمال جتی تو وہ مانی بائیں حلقہ کو لگتی لیکن اور وہ دولارا نجان نجان اُدھر کوس طرفی کو کوئی پتہ نہیں تھا کہ سونیا پر کیا گزرتی ہے؟ اور آگے چل کر کچھ پتہ کیا گزرتا ہے یا؟

ہسپتال میں سیری حفاظت کے لئے موت پرہو تھا۔ ڈاکٹر میکی براڈلے نے ماسٹرس ٹرونی کے ایک ماتحت سے کہا: اب مادام سونیا کو یہاں پہنچ جانا چاہئے اور مسٹر فریڈا کو پوچش میں لانا چاہئے۔ زیادہ دیر بے ہوشی مناسب نہیں ہے؟ اس ماتحت نے ماسٹرس ٹرونی سے رابطہ قائم کیا۔ اور اسے ڈاکٹر کا پیغام پہنچایا۔ تب ماسٹرس ٹرونی نے خیریت سے سوچا کہ مادام اتنی دیر تک کہاں جا سکتی ہیں۔ جبکہ وہ فریڈا کو دل و جان سے جانتی ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھتی ہیں۔ پھر یہ غیر ذمہ داری کیسی؟

رسوئی ٹرونی نے اپنے تمام ماتحتوں کو فن کے ذریعہ اور مسٹر فریڈا کے ذریعہ دندہ دندہ تک پیغامات بھیجے کہ کام سونیا جہاں بھی نظر آئی۔ انہیں فوراً ہسپتال پہنچنے کے لئے کہا جائے۔ ایک گھنٹے کے بعد یہ خبر مسٹر صاحبک پہنچائی تھی کہ سونیا لاپتہ ہے اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکی ہے۔ لہذا ان نے حکم دیا کہ ہسپتال پہنچا ضروری ہے کیونکہ اس کے فیئر مسٹر فریڈا پوچش میں نہیں آئی ہے۔

دوسری طرف ڈاکٹر میکی براڈلے بار بار میرے کہنے میں آ رہا تھا اور کبھی میری بیٹھ کر کھٹکتا تھا اور کبھی دل کی جھڑکوں کو سنتا تھا۔ میں اس لحاظ سے نازل تھا لیکن میرا سامنا بیٹا نہ نہیں چاہتا تھا اور میں ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہ گھنٹے کے بعد بیٹی براڈلے نے فن کے ذریعہ میرے کہنے کے ایک ہیٹ ہی اڑھے اور تجزیہ کار ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ اس کے ایک لہجہ سے رائے اس طرح ملی تھی کہ ذریعہ خود کو بے ہوش کیا تھا اور اب بے ہوش میں نہیں آ رہا ہے۔

دوسری طرف سے اس ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اپنے کسی ذریعے سے اسے پوچش میں لانا چاہئے۔ ظہن بے ہوشی میں لے کر خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر میکی براڈلے نے میرے بازو میں ایک انجکشن لگا دیا اس انجکشن کے اثر سے دلخ پر چھائی ہوئی معدہ صحت جاتی تھی اور پوچش سے بے والا پوچش میں آ جاتا تھا لیکن اس انجکشن کا میرے دماغ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں بیستور سے ہوش پڑا رہا۔

آزموہ داداؤں کو بے اثر ہوتے دیکھ کر میکی براڈلے نے ماسٹرس ٹرونی سے رابطہ قائم کیا اور اسے صورت حال بتائی کہ فریڈا

بہت ہی آشوبناک حالت میں ہے۔ ذرا ہی بڑے بڑے ڈاکٹروں سے رجوع کیا جائے اور ہاے شہر میں اگر کوئی طبی جتنی کے متعلق دیکھ سکتا ہو اس سے رابطہ قائم کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ کوئی طبی جتنی کے ذریعے بیرون ہونے کا طریقہ کیا ہے۔

ماسٹر کوس ٹروٹی نے یہ پیمانہ مسٹر کوس پر پیش کیا اور وہ بھی جلد جبر کرنے لگا۔ اس کا خیال ذرا ہی رستوی کی طرف گیا۔ وہ جانتا تھا کہ رستوی جلیبی کے باہر خیال خزانے کا قابل نہیں ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پیچھے تجربات سے لگے کہ کوئی کوئی مفید مشورہ ضرور ملے گی۔ یہ خیال تہمتی ہی اس نے اپنے ایک وفد انوارہ ماتحت سے

رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا کہ مادام رستوی اور جتنی مسٹر ٹرین سے سفر کر رہی ہیں وہ ٹرین جتا ہے مگر سب سے پہلے بیرونی کوس سے کوس لے کر اور وہاں تقریباً پانچ منٹ ٹھہرے گی۔ جہاں مادام رستوی سے ملاقات کر دو اور وہیں بیٹا کو مسٹر فرڈینانڈ خیالی خزانے کے ذریعہ بیرون کرنے میں اور انہیں پیشکش میں لے کر لے کر کوئی دو اور انہیں کو بھی ہے اس سلسلے میں مادام رستوی صحیح مشورہ نہ دے سکتی ہیں۔ ان سے گزارش کی جائے کہ وہ ذرا ہی مجھ سے رابطہ قائم کریں یا اپنا سفر ملتوی کر کے پیرس واپس آجائیں۔ تم ان کو واپسی کے انتظامات پیسے سے کلا

ماسٹر کوس ٹروٹی نے یہ بیانات نہیں لے لیے اور جتنی کے کام بن جائے گا۔ یا تو رستوی مجھے بیرون کرنے سے آگے نہ لے جائیں یا پیرس کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹر جو ایک میڈیکل ایڈوائز کوٹے والے ہیں اور جرح سے بے پروا کرنے والے ہیں۔ وہ مجھے جوش ہیلے آگے لے جائیں پیرس میں کوئی ایسا طبی جتنی کا ماہر ہو گا جو اس علم میں خاصی صلاحات رکھتا ہو تو وہ کوئی مفید مشورہ دے گا۔

یہ سب کی سب بیرونی منتقلی کے دوران ہوتا رہا۔ میں خود انجمنوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا اور خیالی خزانے کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں تو بیس و حرکت پڑا ہوا تھا اور وہاں ٹھہرے بیگانہ ہندو میں جو روز واد مجھے معلوم ہوتی۔ وہ میں اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ میری داستان میں بے ترتیبی نہ پڑے۔

رات کے تین بجے وہ ٹرین بیرونی کوس کے لئے اسٹیشن پہنچ کر روک گئی۔ وہاں ماسٹر کوس ٹروٹی کے ماتحت اس ٹرین کے منتظر تھے۔ انہوں نے ذرا ہی دیر نہ کر کے رٹنٹ کی طرف جا کر کھڑا ہوا۔ وہاں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ جو سب سے پہلے وہاں آئے تھے وہ یہ پیش پڑے تھے تھے اور ان کے پاس سٹراب کی ٹو بیگ کی دو بیگیں اور کوس نظر آ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ رٹنٹ میں بھی جو محافظ سفر کر رہے تھے ان کا بھی حال جیسا تھا۔ جس میں کوس نے خود ہی سفر کر رہی تھی۔ وہ کچھ دنوں کے بعد اتراؤں کا سامان وہاں رکھا ہوا تھا۔ یہ خبر ذرا ہی ماسٹر کوس ٹروٹی کو پہنچائی تھی۔ اس نے سناؤ چند

لوگوں کے لئے کھتے کے عالم میں بیٹھا دیا گیا۔ یہ وہ پہلا تھا کہ اس نے اگر قابی ہے تو یہ مادام سونیا کی ہی لا پڑا ہے۔ یہ کیرکوس سے پہلے وہ ماسٹر کوس ٹروٹی دینی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی اور وہ جان لے کر کہیں نہیں دیکھیں غائب ہو جاتی تھی لیکن جب جتنی اور رستوی کو اس کا اصرار اور ان کا کیا رٹنٹ خالی ملا ماسٹر کوس ٹروٹی کا دماغ تو ذرا ہی بہتر بڑی ماسٹر کوس ٹروٹی گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ماسٹر کوس ٹروٹی نے ماسٹر کوس ٹروٹی کا دماغ کھانسا کھانسا میں ہی ہو سکتا ہے۔ وہ نہ کسی کی یہ خیالی نہ کسی کو وہ سونیا جیسی محبت پر اترتا تھا اور رستوی جیسی جلیبی جتنی جاننے والی محبت کو اٹھا کر ماتا۔

اس نے ذرا ہی ریسور رٹنٹ کا پیرس کے باس سے رابطہ قائم کیا جس طرح سپر ماسٹر کی تنظیم میں ہر ایک کے بڑے بڑے ٹھکانے ایک ماسٹر ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر پارٹیوں کی تنظیم میں بھی ہر ٹھکانے میں ایک باس ہوتا ہے۔ وہاں خطرناک تنظیموں کے ماسٹر اور باس چھٹے ہوتے تعلیم یافتہ برعاش ہوتے ہیں اور ہر ایک سیاسی اور سماجی معاملات میں تفریق کاروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ماسٹر کوس ٹروٹی نے رابطہ قائم ہوتے ہی رٹنٹ پارٹی کے باس سے کہا: ماسٹر خزانہ! میں ماسٹر کوس ٹروٹی بول رہا ہوں۔

دوسری طرف سے جیسے کہلاتے ہوئے پوچھے میں کہا گیا: ماسٹر کوس ٹروٹی کو رٹنٹ پارٹی کے باس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

میں زیادہ باتیں کرنا نہیں جانتا۔ صرف ایک سوال کر رہا ہوں اس کا مختصر جواب دو۔ سوال یہ ہے کہ مادام سونیا اور مادام رستوی کہاں ہیں؟

تجرب ہے کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میں ان کا سر پست کر نہیں ہوں۔ جیسے تمہارے پیسے سے اور تمہارے سوال سے یہ پتہ چلے کہ ماسٹر کوس ٹروٹی کے پاس مادام سونیا تو اس ہی محبت میں کمان کے کپڑے کا ہوا ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے تفصیل سے کچھ بتا سکتے ہو؟

ماسٹر کوس ٹروٹی نے کہا: مادام سونیا پچھلے ماسٹر کوس سے لا پڑے ہیں اور مادام رستوی ٹرین میں سفر کر رہی تھیں۔ بیرونی کوس کے رٹنٹ میں رہتے چلا آج انہوں نے ان کے ساتھ سفر کرنے اور عورت کو اٹھا لیا گیا ہے اور ان کے پاس جتنے محافظ تھے۔ ان کی سٹراب میں خراب اور وہ اطلاع بھی تھی۔

دوسری طرف سے باس خزانہ نے کہا: سمجھ لید بہت کیل کھلو مارا ہے۔ اور اس وقت یہ کھیل تمہارا کھیل ہے۔ اچھی صورت دعوت دے لے ہے ہو۔ ماسٹر کوس ٹروٹی اپنا دل میں یا میری تنظیم کا کوئی بھی ذرا

فرزاد صاحب کو سونیا کو اور رستوی کو چھوڑنے کی اجازت نہیں کر سکتا۔ میں قسم لگا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں عورتوں کے اغوا میں ہم سے کسی کا ہاتھ نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر آج ہم انہیں اٹھا کر کہیں لے جائیں، چھاپا دیں یا مار ڈالیں تو ایک وقت ایسا بھی آسکے گا کہ فرزاد صاحب کا بڑا چیلنر ہو گا تو کہ ہمیں کتنے کی محنت مزہا ہو گا۔ ماسٹر کوس ٹروٹی نے کہا: مادام سونیا کی فرمائشیں اور ان کے اغوا میں ہمیں فرزاد صاحب کے ہاتھوں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے ہیں کیا آپ کی سوجھ بوجھ میں ان کو ہم ایسی نڈائی نہیں کریں گے؟

تو پھر ان دنوں خطرناک عورتوں کو چھوڑنے کی اجازت کس نے کی ہے۔ مسجبت جانتے ہیں کہ مادام سونیا ایک مکار لڑکی کا نام ہے وہ فرزاد کا دایاں بازو ہے۔ جہاں وہاں سے وہ گزرتی ہے، دشمن وہاں وہاں سونیا کے قدموں کی چھاپ سن کر ہتھوڑتے ہیں۔ دوسری طرف مادام رستوی ہیں۔ جن کے متعلق مشورے کر کے ماسٹر فرزاد نے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ کیرکوس ٹروٹی جتنی کے ساتھ ان کو لڑا کر پھر بھی کمال حال ہے۔ کیرکوس ٹروٹی نے یہ کوئی تاراج ہو گا یا ان دونوں عورتوں سے عالم ہو گا جو ایسی حقائق کو دیکھے کہ اس سلسلے میں تم کسی پر شبہ کر سکتے ہو؟

خازنہ کی آواز سنائی دی۔ شہری نہیں بلکہ لائق کر سکتا ہوں۔ قدرتی ہے کہ ہماری تنظیم میں ایسا کیسے دو خطرناک باس تھے۔ فرڈینانڈ میں ایک کیرکوس اور جہاں پیرس میں شہرت ایک تھا۔ جس کی طرف اب میں کام کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پچھلے دن جاری تنظیم سے مل کر کئی اختیار کر لیا ہے اور اس کی وجہ ایک لڑکی ہے۔ جس کا نام جاننا ہے۔

موس ٹروٹی نے کہا: تمہارے اس نقطے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ان کی بابت بتاؤ۔

وہی جانتے جا رہا ہوں۔ فرزاد صاحب مر جانے کی مذکر تے ہیں ہیں اور مر جانے کی ماں پیرس کے امیر ترین عورتوں میں شمار ہوتی ہے اس کے متعلق مشورے کر اس کے پاس آنا مفید قرار نہ لے کر وہ... ایک جزیرے کی مالک بن سکتی ہے۔ بہر حال اس کی بیٹی مر جانے اپنے چار پر لے کر دشمنوں کا پھینکا کر رہی ہے، ان سے انتقام لینا چاہتی ہے بلکہ اپنے پیسے ایک شخص سے انتقام لے چکی ہے۔ یہ بات کیرکوس ٹروٹی اور شہرت ایک کو معلوم ہو گئی ہے۔ یہ دونوں بھی مر جانے کا نشانہ بننے والے ہیں اس سے پہلے پاکستان میں ہلکا ایک بیٹھ کا کر رہا تھا، وہ فرزاد صاحب کی نظروں میں آگیا اس کی جان بچانے کے لئے جس میں فرزاد صاحب کی بہت بڑی مشقیں مانتی پڑیں۔ ان کے ملک کے پانچ ماہ گذارت اور پھر لائے لڑے جاکے پاس تھے جو انہیں واپس لے کر بڑے بڑے نقصانات دیکھ کر کیرکوس ٹروٹی اور شہرت ایک سے سمجھ لیا کہ بڑا بڑی تنظیم میں ان کی حفاظت نہیں کر سکتے گی۔ اور مر جانے فرزاد صاحب کے ذریعے

ان کی زندگی سے محروم کیے گی۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شہرت ایک کو کیرکوس ٹروٹی نے لڑا تھا۔ کہے ہیں کہ کس کے لئے مادام سونیا اور مادام رستوی کو اغوا کیے؟

ہاں! میں بھی سمجھتا ہوں؟ میں ایسا نہیں سمجھ سکتا۔ ان دو عورتوں کی کیا جہاں ہے کہ انہیں خطرناک کام کے لئے قدم اٹھانے میں؟

آپ! انہیں چرچا کر گئیں۔ وہ ایک طرف سے نکت پڑ رہی ہے۔ ہم اور یہ زمین نہ کہ کبھی کام کرنے کے طور پر لیوں سے اور تکنیک سے کبھی طرح واقف ہیں۔ اس سے ہمیں انہوں نے خبر نہ لیا تھا۔ ان پہلے تھے۔ شہرت ایک کا ایک لڑکا جلال ایک بہت ہی خطرناک قسم کا ماسٹر بھی ہے۔ ذہن بھی ہے بہت باصلاحیت ہے اور بڑا ہی ماهر و مہذب ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شہرت ایک کو کیرکوس نے ہم نہیں ہی منتقلی اہمیت سے بھرا ایک اپنا دل اور کیرکوس نے ماسٹر جانتے باپ شہرت ایک کی حفاظت کے لئے ایسی چالیں چلیں گی۔

موس ٹروٹی نے کہا: میں جانتا ہوں کہ شہرت ایک کی بابت جاننا کہاں ہے۔ ابھی مجھے کوئی دلچسپی چھا رہی ہے۔

شہرت ایک سے ہم اپنے طور پر بہت سے اقدامات کر سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جلال ایک تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ کوئی بھی چھپنے نہیں ہے اس لئے بڑا ہی دیر سے اور وہ جانتا ہے کہ کس صورت میں مادام رستوی کی پوری رستوی پڑھی ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس صورت میں ان لوگوں کو ٹھیک کرنا چاہئے۔ پھر اپنے باپ کی زندگی بچانے کے لئے کوئی سودا کرنا چاہئے۔ وہ لیتا مادام سونیا اور مادام رستوی کو کوئی جتنی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جہاں تک یہ خیال ہے وہ صرف سونے بازی کرے گا؟

یہ اس کی سونے بازی گئی جیتے ہیں۔ اس سے کہو کہ تم سے بات



وہ کتنی دیر سے بے پوش ہے؟  
سونیا نے کہا: پہلے مجھے وقت بنا کر تو میں تمہاری بات  
کا جواب دے سکوں گی؟

اس وقت رات کے ایک بجے ہیں؟  
تب تو فرزا دھائی گھنٹے سے بے پوش بڑا ہلہ ہے۔ اب اسے  
پوش میں آجانا چاہیے؟  
اس شخص نے یقین کر کے کہ انداز میں سر ہاتھ ہٹائے کہا۔  
تمہاری بات درست معلوم ہوتی ہے۔ ہم اور جیسے آدمی اتنی دیر  
سے تہلے پاس بائیں کمرے ہیں۔ اگر فرزا دھائی گھنٹے میں ہر تار وہ  
تہلے دھیلے ہائے و ماغوں تکسہ بیچ جانا یقین اب تک ہائے  
ساتھ کوئی ایسی ہاست نہیں ہوتی ہے؟

سونیا نے کہا: اگر اس وقت میری ہیاریت پر عمل نہ کیا گیا  
اور کسی بڑا لڑکے کی سرپرستی نہ چھوڑا گیا تو تم لوگ زیادہ بڑے تک  
غیرت سے نہیں رہ سکتے۔ فرزا کو کسی نہ کسی طرح ہوش آئی جائے گا۔  
اس کے بعد تم لوگ دنیا کے کسی حصے میں بھی جا کر چھپ  
نہیں سکو گے۔ وہ تہلے و ماغوں تک پہنچ کر تمہاری ایسی کی ایسی  
کرتے گا۔  
اس شخص نے ہنستے ہنستے کہا: وہ اسی تو نہیں کر سکتا اس لئے  
وہ بے پوش بڑا ہلہ ہے اندھ بیسے حق نہیں ہیں کہ اسے ہوش میں لاکر  
اپنے ماغوں تک پہنچنا کامرغ دیں؟

سونیا ایک دم سے جھلک اٹھی، اس نے بیچ کر پوچھا: کیا میرا بیٹا  
نہیں پیدا ہوئے؟  
وزہ نور بھی ہنسی:

سونیا کن آنکھوں سے ڈاکٹر کے ایک کی طرف دیکھ رہی تھی  
کی بات سنتے ہی اس نے اچانک ہی اپنا ایک ہاتھ ڈاکٹر کے بلک  
میں ڈالا۔ وہاں سے ایک جھرمٹا سا چاقو نکلا۔ جھرمٹے پھینچے ایک  
گول پیکر لگاتے ہوئے اس شخص کے پاؤں پر اپنی ٹانگ اتنی زور سے  
مارا کہ وہ لڑکھڑا کر پڑا۔ گرتے ہی سونیا نے اس کی گردن بلوچ  
لی۔ پھر اس چاقو کو ڈاکٹر کے منہ کے معلق پر رکھا۔ اس دوران  
کمرے کے باہر کھڑے ہوئے لوگ دھڑلے ہوئے آئے۔ سب نے سونیا نے  
بیچ کر کہا: بر خیر! اپنی جگہ لگ جاؤ۔ ورنہ ابھی میں اس کا اجزہ  
کاٹ کر تمہارے سامنے اس کا لہو اچھال دوں گی؟

تھوڑی دیر کے لئے ایک دم سے تاننا چھا گیا۔ پھر اچانک  
ہی ایک پرکاش نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: اے جانے کیسے جو وہ تم کو اپنے  
باس کا حکم قبول کرتے۔ خواہ مخواہ لے جیائے دوڑ پڑے۔ آدمی  
وہاں بیٹھ کر اپنے ایک ساتھی کے مرنے کا تاثر دیکھیں۔ ہر حکم تک  
سے یہ نہیں دیکھا کہ ایک عورت کا ایک مرد کو کیسے زخم کر تی ہے؟

سونیا نے اپنی اس حیرت سے دیکھا وہ دوڑ کر آنے والے پاس  
ہائے تھے اور دو جا کر غنٹ کو سیٹ پر بیٹھ رہے تھے۔ اس نے جس  
شخص کو اپنی گنت میں لایا تھا وہ آچھی سے لولا مادام سونیا، امریکا  
یاں لوگوں کی زندگی کو اپنی اہمیت نہیں دیکھتے۔ جیسے اس نے ہم پر  
آدمیوں کو کسی سترہ پر تھکے پھینکا تھا کہ میرا بی جان کی پٹیا  
نہیں کریں گے اور جب بھی سترہ فرزا دھائی کو لہر رہیں ٹریپ کریں  
گے ہم ان کے حال میں ہمیں جانیں گے اور اپنے آپ کو مرنے کے لئے  
ان کے حوالے کر دیں گے لیکن جو ہمارا بسکہ ہے، وہاں تک تم یا فرزا دھائی  
نہیں پہنچ سکو گے؟

مجھے تمہارے پاس تک پہنچنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ بس میری  
پر خواہش لہری لہری کر رہی ہے۔ براؤٹے سے میرا رابطہ قائم کر لیا۔ یا میرا  
پینام پینیا دو؟  
مجھے افسوس ہے مادام! کہ میں اس کے کسی حکم کی تعمیل نہیں کر  
سکوں گا۔ بس اپنی جان سے سکو لگاؤ؟

سونیا نے بے بسی سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا، اس شخص نے  
کہا: اس ڈاکٹر کو ہم راستے سے بچا کر لے گئے ہیں اور وہاں لاسٹ کے  
وقت اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ وہ اسے پھیلانے وقت  
مجھ پر ہی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ یہ ہمارا جا کر کسی سے کہہ  
سکتی تو اس جگہ کی نشان دہی نہیں کر سکتے گا۔ اگر کمرے کا توڑی جان  
سے جائے گا۔

سونیا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کمرے وہ اپنے شکار کو چھوڑنا  
نہیں چاہتی تھی۔ لہذا اپنے تاروں میں رکھ کر اپنا کام لیتا چاقو تھی ڈالنا  
چکہ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے ذرا وقت کو ٹالنے اور دماغ کو کسی طرح  
کام میں لانے کے لئے اس سے دوسری بات پوچھی: میں وہاں ایک  
شاہراہ کے کنارے ایک درخت سے ٹھکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔

یہاں مجھے کون لایا ہے؟ کیسے لایا گیا؟ تم لوگ مجھ تک کیسے پہنچے؟  
اس شخص نے کہا: تمہارے دائیں بائیں دوڑتے والی  
کاروں میں ٹریپ کر کے لے آئے تھے۔ بڑی طرح زخمی کر کے وہاں لانا  
چاہتی تھیں لیکن تم نے چال کی کا مظاہرہ کیا۔ وہ لوگ تمہاری کار کو  
درمیان میں پھسلانے ہوئے دوڑ کر چلے گئے اور تم شاہراہ  
پر گر پڑیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ تم ڈگی کے راستے سے نکلی تھیں  
پھر مال چمے صرفت ان دو کار مالوں پر پھر مرنے لگی تھیں  
تیسری کار میں پیچھے پیچھے چلا رہا تھا۔ کار کی پیٹھ لائٹس میں  
میں نے نہیں سترک کے کالے پڑے دیکھا تو اپنی کار میں ڈال  
کر یہاں لے آیا؟  
میں تمہارے پاس سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں سے ہو کر ڈراؤں  
طرح سے خطر و غم سے ڈرے۔ اس وقت وہ بے ہوش بڑا ہلہ ہے۔ میں

اس سے فرزدی باتیں کرنا چاہتی ہوں؟  
ہمارا باپ تمہارے فرزا کے اور دوستی کے سامنے کبھی  
نہیں آئے گا۔ تم جو کہہ بھی کہنا چاہتی ہو، مجھے سے کہو۔ میں  
تمہارا بیٹا اپنے باپ تک پہنچا سکتا ہوں۔  
تم نے پہلے کہا تھا کہ فرزا کو ہوش میں آنے کا موقع  
نہیں دو گے؟  
میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ تم جو بیٹا دو گے وہ  
ہاں تک پہنچا دوں گا۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ باپ کا ہر باب  
کیا ہوگا۔ وہی جو میں تمہیں نے سیکھا ہوں؟

سونیا نے مجبور ہو کر اسے چھوڑ دیا۔ پھر بولی: جاؤ،  
وہ دو جاؤ میری نظروں سے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آئندہ کبھی  
میرا بیٹا پیدا ہوئے تو میں تمہیں کوئی جانی نقصان نہ پہنچے تو  
فرزا کے لیے۔۔۔ کہہ کر وہ زخمی بات یہی سبکی براؤٹے  
تک پہنچا دو کہ اسے ہوش میں لانے کا طریقہ کیا ہے؟  
اس کی باتوں کے دوران وہ شخص اٹھ کر کمرے کے  
دروازے پر چلا گیا۔ پھر اس نے کہا: مادام سونیا، میں حکم  
دیا گیا تھا کہ تمہاری سرپرستی ہونے کے بعد ماٹھ پاؤں باندھ  
کر تمہیں ایک محفوظ مقام تک پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ جگہ کے  
انداز سے کے مطابق وسیع پیمانے پر تمہاری تھکن شروع  
ہوئی اور اس خطرناک تنظیم سے تمہارا تعلق ہے۔ اس کے  
ذرا بے ہوش و وسیع ہیں۔ وہ لوگ یقیناً ہم تک پہنچنے کی  
کوشش کریں گے اور شاید کامیاب بھی ہوجائیں۔ اس  
سے پہلے ہم تمہیں اپنے ایک خاص اڈے تک پہنچا دیتا  
چاہتے ہیں؟

سونیا وہی چاقو مضبوطی سے بچھ کر کھڑی ہو گئی پھر  
بولی: فرزا کوئی میرے ہاتھ پاؤں نہیں باندھ سکتا۔  
اس کی لٹکار سن کر کمرے کے باہر نکلے ہوئے تمام  
پرکاش اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کبھی نے چاقو نکالا اور کسی  
نے دروازہ کھلا لیا۔ پھر ایک دروازہ والے نے کہا: مادام  
سونیا، تم شاہراہ میں جانتیں کہ میں نشانے کا کتابکا ہوں۔  
میری آنکھوں پر پٹی باندھی جائے تب بھی آواز کی سمیت  
بیس نشانے لگاؤں۔ تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ میں ایک غور  
پوش کر دوں گا؟

سونیا نے ہاتھ اٹھائے۔ بیسی تھی ویسی ہی کھڑی  
رہی، اس شخص نے کہا: دیکھو مادام تمہارا یہ بیٹی کوٹ  
بڑا گھبرے دار ہے اور یہ ایک طرف زلہ لدا رہا ہے۔ میرے  
دراڑے سے نکلی ہوئی گرلی تمہارے پیٹھی کوٹ میں سولاج پیدا

کرتے ہوئے گڑ جائے گی۔ اگر تم ذرا بھی حرکت کرو گی تو  
تمہارے زخمی ہونے کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو گی۔  
یہ کہتے ہی اس نے سائیکسنگ کے ہوئے دروازے سے  
خارج کر دیا۔ وہ اس کے لیے سونیا چل تھی وہیں تاکت  
کھڑی رہ گئی۔ پھر اس نے سر کو جھٹکا کہتے ہی پیٹی کوٹ کو  
پھینکا نظر ڈالی تو اس میں سولاج ہو چکا تھا۔

اس شخص نے بڑی سفاکی سے کہا: میں سے رو اور  
سے نکلی ہوئی دوسری گرلی تمہاری کھوڑی میں سولاج کرتے  
گی، اگر تم اپنے فرزا کی خاطر زندہ رہنا چاہتی ہو تو دوسری  
طرف گھوم جاؤ۔ ہم تمہارے ہاتھوں میں نیچے لیاں بنائیں گے  
سونیا نے چند لمحوں تک سوچتی ہوئی نظروں سے اسے  
دیکھا۔ پھر وہ چھٹکسا چاقو ایک طرف پھینکتے ہوئے دوسری  
طرف پلٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دونوں ہاتھوں  
کو پیچھے کی طرف پھینچ کر تھوڑی سی باندی گئی۔  
وہ حرکت کرنا چاہتی تھی مگر وہ طرف سے وہ آدمیوں  
نے اس کے ہاتھوں کو سختی سے پکڑ لیا۔ پھر اس نے نظری  
پٹی کیس تو دیکھا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں بنائی جا  
رہی تھیں۔ اسے پوری طرح بے بس کیا جا رہا تھا۔ آخر میں  
اس کے منہ پر ایک ٹیپ بچھا دیا گیا۔ تاکہ وہ آواز نہ  
نکال سکے۔ پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد ایک  
جاہ آڑیوں نے اسے گاڑے پر اٹھایا اور کپڑے جاملے گئے۔  
تھوڑی دیر بعد اس نے عسوں کیا کہ وہ کھلی نضامیں آگئی ہے  
اور اسے ایک گاڑی کی سیٹ پر ڈالا جا رہا ہے۔ وہ میری  
بے ہوشی کے متعلق سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اسے ایک  
امید تھی کہ اگر اس سے رابطہ قائم نہیں ہوگا تو سونیا اور  
میں جیرک میں موجود ہیں۔ میں ان کے سامنے بھی سونیا سے  
کہہ چکا تھا کہ جب میرے تھوڑے کوسلایا جائے گا تو میں ہوش  
میں آجائوں گا۔

سونیا کہہ باتیں باقیوں اور وہ توقع کر رہی تھی کہ  
نیا یہ دوستی اور کتنی ہوش میں لانے والا یہ طریقہ کسی براؤٹے  
کر گیا ہیں یا پھر خود آگرمی کے پاؤں کو سولانے کے بعد کتنے  
پوش میں لے آئیں۔ سونیا ایسی ہی باتیں سوچ کر خود کر  
تھی شے رہی تھی لیکن طعن نہیں ہو رہی تھی۔

اس وقت اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ وہ کچھ بل  
نہیں سکتی تھی۔ دشمن سے کچھ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ اس کی  
آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ نہیں سکتی تھی کہ  
کسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ جب اس کا سفر ختم ہو جائے

گا جب اس کی آنکھوں سے پتی نکلے گی اور جب وہ اپنے اس پاس کی دنیا کو دیکھ کر کچھ سمجھ سکے گی تو اس وقت میں اپنے قارئین کو اس کی رونا و داناں دل گاؤں گی۔ اہل حال میں اب مرانہ کی داستان شروع کرتا ہوں کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ سارا کھیل کھیلنا جا رہا تھا۔

مرحانہ صبح ساڑھے چار بجے ہندرش میں مصروف تھی ایک ملازم جو ڈائرینگ روم میں سو رہا کرتی تھی اس نے قیمت پر نہ کر کے کہ "بی بی جی" ایک صاحب ٹیلیفون پر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

مرحانہ نے سوچا کون ہو سکتا ہے جو اتنے منہ اندھیرے قرن پر بات کرنا چاہتا ہے۔ مرنو کوئی خاص بات ہو سکتی ہے۔ یہ صبح کو وہ چھتے سے اترتے ہوئے ڈائرینگ روم میں پہنچی۔ پھر اس نے دیسور اٹھا کر کہا: "ہیلو میں مرحانہ لیل دی جی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ میں جو کوئی بھی ہوں تم مجھے نہیں جانتی ہو لیکن میں تمہیں ایک بہت بڑی خبر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اب فریڈا علی میوز سے تمہارا واسعی طور پر رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔"

مرحانہ نے بولنے سے چونک کر پوچھا: کیوں رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا؟

وہ اس لیے کہ فریڈا اس وقت زندہ گی اور موت کے درمیان ہے۔ وہ لیے برکشس پڑا ہوا ہے۔ صرف وہ اور سو نیا جانتے ہیں کہ اسے کس طرح برکشس میں لایا جاسکا ہے اور یہ طریقہ عمومی جانتے ہیں کہ لیکن ہم اُسے برکشس میں نہیں لائیں گے۔ سو نیا کا جہاں تک تعلق ہے اُسے ہم نے گرفتار کر کے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا ہے جہاں پر نہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

یہ تم کیا بھروسہ کر رہے ہو میری سبھی تم نہیں آ رہے۔" جب تک حقیقت کا یقین نہ ہو اس وقت تک سادی بائیں بچوں اس گتھی میں تم فریڈا علی میوز کا انتقال کرتی رہو وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت تک برکشس میں نہیں آئے گا جب تک ہم نہیں چاہیں گے۔ لہذا ہماری ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم چاہتی ہو کہ تمہیں گھنٹے کے اندر فریڈا علی میوز کو برکشس آجائے اور اس کی زندگی بچ جائے تو تم اپنی ماں کو لے کر فریڈا پر کچھ ہتھیار ڈالو۔ تمہیں بیچو گی تو فریڈا کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ گی۔"

یہ کہنے ہی دوسری طرف دیسور دکھ دیا گیا۔ وہ پہلو پہلو کہہ کر گزرتی رہی۔ پھر اس نے بھی دیسور کو ریڈل پر پہنچ دیا اس کے بعد بے چینی سے اوپر ادرھرتے ہوئے سوچنے لگی کہ جو کچھ اس نے ٹیلیفون پر سنا ہے اس میں کمال تک صداقت ہے۔ یہ بات اسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جب فریڈا سے دماغی رابطہ قائم ہوگا۔ وہ ہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ آخر اس نے سوچا کہ جیسے ایک ٹریک کال بک کرانی جائے اور معلوم کیا جائے کہ فریڈا کس حال میں ہے۔ پھر خیال آیا کہ فریڈا کہاں ہے؟ کس پتے پر کس نمبر پر ٹریک کال بک کرانی جائے؟

لہجے وقت مرحانہ کو ایک غلطی کا احساس ہوا اور وہ یہ کہ اس نے اب تک فریڈا سے یہ نہیں پوچھا کہ جیس میں اس کا قیام کہاں ہے۔ پہلے پتہ چلتا تھا کہ وہ ہونل میں ہے۔ پھر پتہ چلا کہ وہ سو نیا کے گھر گیا تھا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کسی ہسپتال میں کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ گا۔ یعنی سمرتری کے مراحل سے گزرنے لگا۔ اس دوران مرحانہ نے نہ تو سو نیا کا پتہ پوچھا تھا اور نہ ہی اس ڈاکٹر کے ہسپتال کا پتہ یا ٹیلیفون نمبر معلوم کیا تھا۔ میں اتنا یاد تھا کہ اس ڈاکٹر کا نام میسی براؤن ہے۔

ہاں سمرتری میں ٹریڈی کے ہاؤس میں بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ ورنہ وہ اس کے ذہنی میسج حالات معلوم کر لیتی۔ بہر حال اس وقت اس کے دماغ نے تھوڑا کام کیا۔ وہ ٹریڈی سے ملتی ہوئی اپنی والدہ کے بندہ روم میں گئی وہاں الماری کھول کر ان کی ڈائری نکالی۔ پھر اس کے اولق اگٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگی۔ ایک جگہ پیرس میں رہنے والی ایک خاتون کا پتہ اور ٹیلیفون نمبر نظر آیا۔ اس نے فوراً ہی وہ نمبر ایک جگہ نوٹ کر لیا۔ پھر اس نے ورق گردانی کی اس کو ایک اور شخص کا ٹیلیفون نمبر معلوم ہوا تھوڑی ہی دیر میں اس نے ایک خاتون اور دو مردوں کے ٹیلیفون نمبر معلوم کیے۔ پھر وہاں سے ملتی ہوئی واپس ڈائرینگ روم میں آئی اور دیسور اٹھا کر ان نمبروں پر ٹریک کال بک کرانے لگی۔

اس دوران وہ اندر ہی اندر میرا انتظار کر رہی تھی میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ دوسری صبح اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اسے قہر تھی کہ یہ رابطہ قائم ہوگا اور میں اسے غائب کروں گا لیکن صبح کے چھ بج گئے۔ گھر والے بیدار ہوئے۔ اس نے اپنی اتنی ساڑھ بانو کو بتایا کہ اس نے فلاں فلاں نمبر پر ٹریک کال بک کرانی ہے۔ اپنی اتنی کو یہ بھی بتایا کہ ٹریک کال کا مقصد کیا ہے۔ ان کی باتوں کے دوران ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے

کی۔ مرحانہ عدتے عدتے ڈائرینگ روم میں گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے صبح کرنا پتی اتنی کو آواز دی یہ اتنی جلدی آئیے آپ کی پیرس والی پڑوس سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔" ساڑھ بانو تیزی سے چلتی ہوئی ڈائرینگ روم میں پہنچی۔ پھر مرحانہ کے ہاتھ سے دیسور لے کر بائیں کمرے گئی۔ اس نے خاتون سے کہا کہ انھیں پیرس کے ایک ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ اس ڈاکٹر کا نام میسی براؤن ہے اور وہ پارانک سمرتری کا بہت ہی ماہر اور مشہور ڈاکٹر ہے۔

ہو یا پیرس والی خاتون نے کہا کہ وہ اس ڈاکٹر کے نام سے واقف ہے لیکن اس کا فون نمبر معلوم نہیں ہے۔ وہ ڈاکٹر کو پتہ کرنا سکتی ہے۔

اس کی اتنی نے کہا: "میں ہولڈ ان کرتی ہوں۔ آپ فریڈا پر دیکھ کر ڈاکٹر میسی براؤن سے رابطہ قائم کر لیں اور ان سے یہ پوچھیں کہ ان کے زیر علاج ایک پاکستانی جوان ہے جس کا نام فریڈا علی میوز ہے۔ وہ اس وقت کس حال میں ہے۔ ہم اس کی نیرت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے خاتون نے کہا: "میرے پاس ایک

ہی ٹیلیفون ہے جس سے آپ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہی ڈاکٹر میسی براؤن سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ تھوڑی دیر بعد میں آپ کو ٹریک کال کروں یا آپ دوبارہ مجھے فون کریں۔"

ساڑھ بانو نے کہا کہ وہ چندرہ منٹ کے بعد اس سے دوبارہ رابطہ قائم کریں گی۔ یہ باتیں ہونے کے بعد رابطہ ختم ہوا تو مرحانہ نے فوراً ہی دوسری کال اسی نمبر پر بک کرانی اور دیر خواست کی کہ چندہ منٹ کے اندر یہ رابطہ قائم ہو جائے تو تیزی سے مدد مانی ہوگی۔

وہ دیسور دکھ کر وہیں پہنچی رہی تاکہ دوبارہ رابطہ قائم ہو۔ زور پر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مرحانہ نے بک کر دیسور اٹھا یا۔ پھر پہلو کہا۔ دوسری طرف سے وہی عارفی پہنچانی آواز سنائی دی جسے صبح ساڑھے چار بجے مرحانہ سن چکی تھی۔ وہ کہہ لیا: "خاتون میں مرحانہ آپ سے رابطہ قائم کیے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ مشرفیڈا آپ سے رابطہ قائم کرنے کے قابل نہیں ہے۔" اب بھی آپ بری بات کو سچ مانیں اور ذہنی میسج سے



کے مطابق فوراً ہی بیرس روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔  
 مرجانہ نے کہا میں نے بیرس ایک ٹرک کال کر  
 کرائی ہے۔ وہیں سے صبح معلوات حاصل ہونے کے بعد جس  
 شایہ خفا سے متعلقے پریل کر سکیں اس سے پہلے میں نہیں  
 آکر آپ بیرس میں کسی کے ذریعہ معلوات حاصل کر رہی  
 ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آپ یقین کریں آپ کو وہی  
 باتیں معلوم ہوں گی جو میں کہہ چکا ہوں۔ ہرجال میں پھر آئے  
 گھنٹے کے بعد فرن کرشن گا۔  
 مرجانہ دسیور دکھا چاہتی تھی کہ دوسری طرف سے آواز  
 آتی۔ ذرا چلیے۔ ایک بات سن لیجیے۔ اگر میری باتوں کی  
 تصدیق ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ مسٹر فراد بے ہوشی کے عالم  
 میں ہیں اور ہمارے سوا کوئی انہیں پرکوش میں نہیں لاسکتا تو  
 آپ کے لیے بیرس جانا لازمی ہوگا۔ ایسے حالات میں آپ  
 کو رنج کے طیلے میں سیٹ نہیں ملے گی۔ ہم یہ معلوات تک  
 کر سکتے ہیں۔ ہم نے ہی آئی اسے کی ایک فلائٹ میں آپ  
 مان بیٹھی کے لیے دو بیس ریڈ کر لائی ہیں۔ یہ فلائٹ پڑھی  
 سے جتدہ جائے گی۔ جتدہ بیچ کر آپ کو برٹش ایئرز کے طیارے  
 میں دو بیس ریڈ ملیں گی۔ آپ اس طیارے کے ذیلے بیرس  
 پہنچ جائیں گی۔ یہ انتظامات ہم نے کر لیے ہیں۔ باقی مسافر کی  
 تیاریاں آپ شروع کر دیں۔ آئے گھنٹے کے بعد میں پھر رابطہ  
 قائم کر دوں گا۔

مرجانہ نے دسیور دکھ دیا۔ آدھ گھنٹے بعد بیرس کی  
 فائون سے دوبارہ رابطہ قائم ہوا۔ اس نے سارہ بانو کو بتایا۔  
 "ڈاکٹر میکی براؤلے کے زیر علاج ایک صاحب فراد علی  
 تیمور ہیں۔ اس وقت وہ بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ یہ  
 بے ہوشی پچھلی رات تقریباً ساڑھے دس بجے سے ہے۔ وہ پہلے  
 تریبھے ہی بائیں نہیں بتا چاہتے تھے لیکن جب میں نے بتایا  
 کہ پاکستان سے ایک خاتون سارنہ بانو اور ان کی بیٹی مرجانہ  
 معلوات حاصل کرنا چاہتی ہیں تو وہیں ایک صاحب نے آپ  
 لوگوں سے دلچسپی ظاہر کی۔ ان کا نام ہوس ٹرونی ہے۔ وہ آپ  
 لوگوں سے فون پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مناسب سمجھیں  
 تو اپنا ٹیلیفون نمبر بھی بتا دیں۔ میں وہ نمبر ہوس ٹرونی کے پاس  
 پہنچا دوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ اور خود ہی معلوات آپ  
 کو مل سکیں۔  
 سارہ بانو نے اپنا ٹیلیفون نمبر بتایا پھر رابطہ ختم کر کے  
 مرجانہ سے کہنے لگیں کہ جرح علاج آسے ساڑھے چار بجے صبح علی  
 تھی وہ صبح ہے۔ فراد پھر پچھلی رات ساڑھے دس بجے سے

بے ہوشی طاری ہے اور وہ اب تک پرکوش میں نہیں آیا ہے  
 کرنی فرس ٹرونی نام کا ایک آدمی ہے۔ وہ تھا رام سنے کے  
 بعد ہم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اچانک بڑے دلچسپ  
 فتوروی دیکر دیکھا وہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔

بیرس کے درمیان بیرس جاننے کے سلسلے میں  
 ہونے لگیں۔ مرجانہ کی خال اور خال کو لینے نہیں دیتا  
 سارہ بانو اتنی جلدی پاکستان سے پہلی جائیں لیکن  
 معاملہ تھا اور وہ جاننے تھے کہ میری اور مرجانہ کی دو  
 کتنی مضبوط اور پائیدار ہے۔ اس دوستی کی ابتدا ہی  
 ہوئی تھی کہ میں اس کے بڑے وقتوں میں کام آتا اور  
 اب پھر پھر وقت آن پڑا تھا پھر مرجانہ کیسے نہ آتی؟  
 اس کے رشتہ دار کیسے انکار کر دیتے کہ مرجانہ کو نہ رہ  
 جانا چاہیے؟  
 سارہ بانو بھی مجھ سے بے حد متاثر تھیں کہ نہ کہ  
 نے ان کی بیٹی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا اور اب  
 کا آ رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنی ساری مصروفیات چھوڑ کر  
 کے ساتھ بیرس جاننے کے لیے باہر تیار تھیں۔ اپنی  
 کے دوران پھر فون کی گھنٹی بجے گی۔ پتہ چلا کہ بیرس  
 ایک صاحب ہوس ٹرونی مرجانہ سے بات کرنا چاہتے ہیں  
 مرجانہ نے دسیور دکھا کر کہا بیٹو میں مرجانہ لول  
 ہوں۔

دوسری طرف سے آواز آئی میں اسٹریس کر رہا  
 کہنا تھا میں اسٹریس لینے کے لیے میرا تعلق ایک ایسی شخص  
 ہے جس کے متعلق مسٹر فراد اچھی طرح جانتے ہیں۔ شاید  
 نے بھی اس شخص کا ذکر کیا ہو۔ ہرجال میں اپنے منہ میں  
 کو رہنا نہیں چاہتا لیکن اتنا بتا دینا خود ہی سمجھتا ہوں  
 بیرس کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ تم یہاں آؤ گی تو تمہیں  
 کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں  
 بتائیں ہاں بلا ناچا رہتا ہوں۔ یہ مسٹر فراد کے ساتھ  
 رہا ہے یہ سب کچھ محض ہتھیاری وجہ سے ہوا ہے۔  
 چاہتے ہیں کہ مسٹر فراد گھنٹے رات سے ہتھ جائیں بڑے ہوش  
 کسی طرح بھی ہتھیاری مدد نہ کریں۔ اس کے لیے انھوں نے ہی جانیں گی۔  
 ماہم سوینا کو اور ماہم رسونجی کو انکار کیا ہے اور انہیں  
 بنا کر مسٹر فراد سے کوئی سوسے بازی کرنا چاہتے ہیں جس  
 ٹیلیفون پر گفتگو سے گنگر نہیں کر سکیں گا لیکن اتنا بتا دینا  
 ہوں کہ تھا کہ بیرس کی پینتا بہت صوبی ہے۔  
 مرجانہ نے کہا: "ابھی تقریباً تین گھنٹے پہلے ایک

نے فون کیا تھا کہ مجھے بیرس جانا ہوگا اور ان لوگوں کی  
 طرف سے میرے اور میری انہی کے لیے طیلے میں نہیں بک  
 کرادی گئی ہیں۔ ہتھیاری روایتی کے انتظامات کر لیے گئے۔  
 لیکن میں جانتی ہوں کہ جس نے یہ انتظامات کیے ہیں وہ ہمارا  
 دشمن ہے۔

ہم شرمس ٹرونی نے کہا: دشمنوں کی پروا نہ کرو۔ بیرس  
 پہنچ جاؤ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ اس نے تمہیں بیان  
 کے لیے کہا ہے اور وہ تمہارے ساتھ کسی جہاں جانا چاہتا  
 ہے۔ ویسے میں نے تمہیں اور خال ہی ای کیوریٹی نہیں ہے۔  
 تھے بناؤ کہ جب بیرس کے ایئر پورٹ پہنچو گی تو اس وقت  
 تھا راباس کا بندو باندھا اور خال ہی بچان کیا ہوگی۔ ویسے میں  
 بیان ان پورٹ کی انخوری کا دفتر سے تمہارے ہاتھ میں معلوم  
 کر سکتا ہوں۔ مسافروں کی فہرست میں تمہارا نام پڑھ سکتا ہوں  
 گج کی رسید پھر انعام پڑھ کر تم تک پہنچ سکتا ہوں لیکن میں  
 براہ راست تم سے ایئر پورٹ پر ملاقات نہیں کریں گی۔  
 دوسری دورے ہتھیاری تحفظ کی جانے گی تاکہ دشمن تمہیں  
 نقصان نہ پہنچا سکیں۔

مرجانہ نے کہا: اچھی بات ہے۔ میری سب سے بڑی  
 بچاؤ یہ ہوگی کہ میں پاکستانی لباس شلو اور کرتے میں  
 ہوں گی۔ میرے لباس کا رنگ بلیک کلائی ہوگا میری سب سے  
 بڑی بچاؤ یہ ہوگی کہ میرے چہرے پر۔۔۔ میک اپ  
 نہیں ہوگا جو کہ مجھ میں بھی میک اپ نہیں کرتی تھیں بالکل  
 لکھ اسٹاک وغیرہ نہیں لگاتی۔ ویسے آپ یہ یاد رکھیں کہ  
 ہم جتدہ سے بیرس آنے والے برٹش ایئرز کے طیارے میں  
 ہوں گے۔

یہ تمام باتیں ہونے کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ فتوروی دوسرا  
 اس سے رابطہ قائم ہونے کا وقت آیا جو ان کے سفر کے  
 انتظامات کر رہا تھا اور انہیں بیرس جانے پر مجبور کر رہا تھا۔  
 اس نے فون پر پوچھا: بیٹو مرجانہ، کیا آپ نے میری کسی بیٹی  
 کو تصدیق کر لی ہے؟  
 "ہاں تصدیق کر چکی ہے۔ فراد پچھلی رات سے بے ہوش  
 چاہتے ہیں کہ مسٹر فراد گھنٹے رات سے ہتھ جائیں بڑے ہوش  
 کسی طرح بھی ہتھیاری مدد نہ کریں۔ اس کے لیے انھوں نے ہی جانیں گی۔  
 ماہم سوینا کو اور ماہم رسونجی کو انکار کیا ہے اور انہیں  
 بنا کر مسٹر فراد سے کوئی سوسے بازی کرنا چاہتے ہیں جس  
 ٹیلیفون پر گفتگو سے گنگر نہیں کر سکیں گا لیکن اتنا بتا دینا  
 ہوں کہ تھا کہ بیرس کی پینتا بہت صوبی ہے۔  
 مرجانہ نے کہا: "ابھی تقریباً تین گھنٹے پہلے ایک

اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں مئے ہاکل ہی بے دست پابنا  
 کر ایک دیکھیں۔۔۔ میں سوار کرا لیا گیا تھا۔ فتوروی دوسرا  
 دیکھیں۔۔۔ میں خود کو محسوس کرتی رہی۔ پھر ایک جگہ وہ گاڑی  
 لگ گئی۔ ریلوں سے چار آدمیوں نے اسے اپنے کانٹے پر  
 اٹھا یا اور ایک بیلی کا پڑ میں سوار کر دیا۔ اس کے اس پاس  
 دو آدمی بیٹھ گئے۔ پھر وہاں سے اس کا سفر بیلی کا پڑ کے  
 ذریعہ شروع ہوا۔ تقریباً چار گھنٹے کے بعد وہ کسی جگہ اتاری  
 گئی۔ وہاں اس کے پاؤں کی بیڑیاں اور ہاتھوں کی جھکڑیاں  
 کھول دی گئیں۔ اس کے بعد اسے ہم ملا کہ وہ اسی طرح  
 آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی لگے اور آہستہ آہستہ آگے  
 بڑھتی چلی جائے۔

اس نے ہم کے مطابق عمل کیا اور پھر دھیرے دھیرے قلم  
 اٹھاتی ہوئی ایک طرف بڑھنے لگی۔ جب وہ تقریباً سو قدم  
 چل چکی تو ایک بیلی کا پڑ کے اشارت ہونے کی آواز  
 سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا پھر جلدی  
 سے اپنی آنکھوں کی پٹی کھولنے لگی۔ پٹی کھلتے ہی اس نے  
 دیکھا کہ بیلی کا پڑ زمین سے بلند ہوا ہے اور ہر ماڑ کرنا ہوا  
 کہیں جا رہا ہے اس نے فوراً ہی اپنے منہ پر سے ٹپ کر  
 ہٹا دیا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ وہ کہاں ہے؟

وہ کوئی بہت ہی ویران سی جگہ تھی۔ بہت دور تقریباً  
 پانچ چھ کالج نظر آئے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے ان کالج کی  
 طرف تھی اور چھینے لگی تھیں کیا بیان کوئی ہے؟ اگر کوئی ہے تو  
 سامنے آئے ہیں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟  
 اس کے آواز میں نے پوچھا: آواز سنانی نہیں دی  
 وہ دوڑتے دوڑتے دکھ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پہلے  
 کالج تک گئی۔ وہاں اس کے کالج پر ایک گتہ لکھا ہوا تھا۔  
 اس گتے پر لکھا ہوا تھا: "نکوش آدیہ ماہم سوینا"

وہ آگے بڑھ کر دروازے کے سامنے پہنچی۔ ادھر ادھر  
 غماظ نظروں سے دیکھا۔ اب اسے نہیں ہو گیا تھا کہ کس  
 ویران علاقے میں اس کے سوا کوئی آدم زاد نہیں ہے۔ اس  
 نے دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر کے چلیفون  
 کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے ایک  
 کمرے میں پہنچی۔ وہاں سٹیڈیو میں پر ایک چلیفون دکھا ہوا تھا  
 اس نے دسیور دکھا کر کان سے لگا لیا تو آواز آئی: "بیٹو بیٹو  
 ماہم سوینا"  
 سوینا نے کہا: میں سوینا لول رہی ہوں۔ یہ میرے  
 ساتھ کیا ہوا ہے؟ مجھے کہاں لایا گیا ہے؟

تھیں ایسی جگہ پہنچا گیا ہے کہ وہ جگہ دنیا کے نقشے میں نظر نہیں آئے گی۔ جو لوگ تھیں تلاش کرنے نہیں سکتے وہ اس جگہ کے آسمان پر سے تو گزر جائیں گے لیکن زمین پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ جن نے دیکھا ہو گا کہ وہاں اچھے اچھے گھنے و سخت ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ تمام کاغذ و پتھر چھب گئے ہیں۔ ہمارا میل کا پڑ جہاں آڑا تھا وہ جو صورت ہم جانتے ہیں۔ کوئی دو سزاؤں پہنچ نہیں سکے گا۔ پہنچنا چاہے کہ تو ہم اس کے لئے کی دکاوت بن جائیں گے۔

تم مجھے بیان لا کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟  
 "ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ کیا حاصل کرنا ہے۔ وہاں اتنا ضرور ہے کہ فریاد سے کچھ سورا کرنا ہے۔ جب وہ برکش میں آجائے گا تو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔  
 سونیانے کہا تم جا ہو تو فریاد ابھی برکش میں آ سکتے ہیں۔"

وہاں آسکتے ہیں لیکن ابھی ہمیں چند دوسرے جہانوں کا انتظار ہے۔ جو تھکے پاس پہنچنا ہیں جاؤں گے اور تھکا ساتھ وہاں مختلف کاغذوں میں رہیں گے۔  
 تم کن جہانوں کی باتیں کر رہے ہو؟ کون ہیں وہ لوگ؟

"ذرا مبرکرو۔ وہ پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس وقت تم آدمی کو وہاں پہنچانے میں کھانے پینے پہنچانے اور زندگی کی دوسری ضروریات کے تمام سامان موجود ہیں۔ تم لوگوں کو کبھی بات کی کمی نہیں ہوگی۔  
 سونیلنے کہا: پتھر سا بھی دیکھو نہ دکھنا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اس قسم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہوں تو کس طرح رابطہ قائم کر سکتی ہوں؟

"رابطہ قائم کرنا ہرگز تو کوئی شہ نہ ہو گا۔ تھکانے ٹیلیفون میں وائس نہیں ہے کہ تم پتھر کھانے سے رابطہ قائم کر سکو۔ میں بھی ضروری جگہوں کا تو اس ٹیلیفون کے ذریعے تم سے بات کر لوں گا۔ اچھا لگا دانی؟  
 یہ کہنے ہی دوسری طرف سے ریسپونڈ رکھ دیا گیا سونیانے نے غصے سے اپنے ہاتھ کے پیسرہ کو دیکھا۔ چہرے کے ٹریل پر بیخ بیامان کے بعد وہ کراچ کے ایک ایک کوسے میں جا کر دیکھے۔ وہاں تھکی زندگی کی ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ لیکن اور اسٹریڈم میں جھانکنے کے بعد پتھر چلا کر وہاں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی نہیں ہے۔  
 پتھر وہاں سے نکل کر دوسرے کاغذوں کی طرف تھی۔

اسے وقت گزارنا تھا اور یہ سوچنا بھی تھا کہ کس طرح ہر کہیں کہیں سے... دکھائی دینا تھا۔ ایسے ہی وقت پہلی کا پتھر سے رابطہ قائم کر سکتی ہے یا ڈاکٹر کی بریل سے یا ماہر شہر کی ٹروٹی وغیرہ کو کس طرح مجھے برکش میں لانے کا طریقہ پتھر سے۔ یہ سوچنے کے بعد ان وہ دوسرے کاغذوں کے اذکار دہن سے کافی دُور پہنچنے کے بعد لڑکی تو دیکھا کہ وہ ماتی کی ہی امداد دیکھتی رہی۔ وہاں ہی ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ تقریباً ہر کراچ میں چھ ماہ کا کارڈم ہونے کو آتا ہے۔ نئے نئے تھکیں دُور سے دیکھتے ہی بے لانا سونیانے کے منہ سے نکلا: رسوٹی، جتی۔

وہ وہاں سے اس کاغذ میں واپس آئی جس کے دروازے پر اس کے لیے خوش آمدید لکھا گیا تھا۔ کاغذ کے اندر پہنچنے کے بعد وہاں آئی اور دہن سے سونیل سے پتھر تھی جتی کر ٹیلیفون پر نظر پڑے، جی ہاں اس کے معاش میں یہ بات آئی آہستہ آہستہ ان کی طرف آ رہی تھیں۔ پہلی کا پتھر میں آنے ٹیلیفون کا کٹیشن کمان سے آیا ہے۔ پھر یہ کہ جلی کے بریل سے ملے فریاد پہنچے ہاتھ میں لایا اور لیے ہوئے تھے۔ سونیانے دُور ہو جتی تھے۔ پہلی کے بار بھی کہیں سے آئے تھے اور اس کے ذریعے وہ اس مقام تک پہنچ سکتی تھی۔ جہاں سے آئے تھے وہاں پہلی کا پتھر میں سورا ہر گئے۔ پتھر وہ پہلی کا پتھر زمین کو چھو کر بلندی کی طرف پر داز پہنچائی کی جا رہی تھی۔

وہ کٹیشن کو دیکھتے ہی کراچ کے باہر آئی۔ وہاں آگے لگا ہوا وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ انہوں نے اس کے پھلے حصے میں اس نے دیکھا۔ دروازے کے ساتھ ایک کدو اور ملائے میں تین کدوئوں کو لیے بارہ دہکار چھوڑ دیا تھا۔ کا پائپ لگا ہوا تھا اور وہ پائپ زمین کے اندر چلا گیا اور پتھر سے لیے ایک چیلنج تھا کہ میں انہیں وہاں سے نکال تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ زمین و آسمان کی کمی ہے۔ وہاں بیکر میں اپنے آپ کو رہی بے ہوشی کے عالم سے نہیں یہ دائرہ بگ کہیں دُور تک تھی ہے۔ لیکن زمین کے۔ نکال باہر دیا تھا۔

سونیانے رسوٹی کے آسرو پتھر تھکتے ہوئے کہا: اسے تم اوپر سے اس دائرہ بگ کا سراغ نہیں لگا یا جا سکتا پتھر دُور ہو رہی۔ فریاد کے ساتھ تم نے بھی کہنے دکھتے معیبتوں اوپر سے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ ان کمان سے آگے کون کون سے خطرات اور کیسے کیسے خطرات اور دشمنوں سے مقابلہ میں کس سمت گئے ہیں اور کتنی دُور تک گئے تھے۔  
 وہ سوچتے ہوئے کراچ کے اندر آ گئی۔ رات بھر رسوٹی کے کمان پہلے کی بات آگیا ہے۔ کیونکہ اس جاگ رہی تھی۔ سونے کا اب بھی ارادہ نہیں تھا۔ جب وقت فریاد شادشا نہ بڑنا تھا کہیں چیلج سے یہ توقع ہوتی وہ میرے متعلق مطمئن نہ ہو جاتی اسے زمین نہیں آسکتی کہ فریاد ہمارے سر پر موجود ہے۔ باہر میں فریاد کی کٹیشن اس نے تھکن آنے کے لیے جانے کی ضرورت محسوس کر رہی تھی تاکہ اس کی حفاظت کون نہیں اب فریاد بالکل ادا اس کے لیے جلی میں چلی گئی۔

پتھر بارہ دہکار اسپتال میں پڑا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ چائے پینے کے بعد برکش ہے اور اسے برکش میں ہی رہا سکتے ہیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو دُور دُور کہیں پہلی کا پتھر کی آواز سنائی۔ کیوں؟ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ کاغذوں کی پہنچ رہی تھی۔ وہ جلدی سے جہاں جہاں میں رکھ کر کراچ سے آؤ تو اس معاملے میں تھکی ہوئی سی دیر کے لیے بل جانا تو میں آئی۔ ماہر صبح کا ہکا ہلکا سا اجالہ ٹھیل رہا تھا۔ دن کی کئی فریاد کی دہکار کے لیے وہاں پہنچ جاتی اور پتھر زمین میں میں پتھر چلا کر وہ کتنے سرسبز ملائے میں آ گئی ہے۔ دُور کے بے ہوشی کے عالم سے نکال لاتی۔  
 تھی نے اس کی پیٹھ کو چھینکتے ہوئے کہا: بیٹی میں جیسے تالیں بچھا ہوا تھا۔  
 وہ سرسبز گھاٹ پر پہنچی۔ جلی ہوئی کراچ سے اس کے لیے پہلی میں پہلے جلی بچھا جی جوں میرا علم کتا ہے کہ فریاد ابھی آئی آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر اُدھر دُور دیکھنے لگی۔ وہ وہی حال محسوس میں مبتلا ہے گا۔  
 کے جھنڈ کی وجہ سے پوری طرح آسمان نظر نہیں آ رہا تھا۔

نہیں مارنے کا تم اطمینان رکھو۔  
 جتی اور سونیانے تھکیاں دیتے ہوئے کراچ کی طرف جانے لگیں۔ تھکیاں اس وقت۔ جب وہ لوگ اس میران علاقے کے کاغذ میں تھیں۔ میں اسپتال میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ مجھے برکش میں لانے والی تمام دواؤں میں پتھر نہایت موثری جا رہی تھیں۔ صبح سات بجے ڈاکٹروں کا اجلاس ہوا جس میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ سونیانے کو واپس لائے تاکہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے انکیشن کے ذریعے میرے جسم میں خورداک چھینوئی جلائے اور میرے پاس ہمیشہ کوئی نہ کوئی موجود رہے۔

ڈاکٹروں کے اجلاس کی رپورٹ معلوم کرنے کے لیے ہنٹر موز ٹروٹی اسپتال کی طرف جا رہا تھا۔ وہ راستے میں سونیانے کے بیٹے کے سامنے گاڑی سے اتر گیا۔ اس نے سوچا کہ بیٹے میں جا کر ملازموں سے معلوم کرے شاید سونیانے کی کئی خبر کئی ذریعے سے آئی ہو۔ وہ بیٹے میں پہنچا تو ساری ادھر سے ادھر مابین مابادوں کوئی پتھر ہی تھی۔ موز ٹروٹی کو دیکھ کر اس کے بیٹے کو تھی۔ اس نے ملازموں سے سوالات کیے۔ پتھر مابادوں کو دیکھا۔ ساری اس کے بیٹے کو دیکھی۔ تھی۔ کار میں بیٹھے ہوئے موز ٹروٹی نے سامنے کی طرف دیکھ کر کہا: جاؤ، واپس جاؤ۔ کیوں میرے بیٹے کو آ رہی ہو؟ سامنے رک گئی۔ اس نے کار کے دونوں دروازوں کی طرف دیکھا۔ لنگے دروازے کی کھڑکی کے پاس برکش ٹروٹی بیٹھا ہوا تھا اس لیے کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ادھر کی دوسری سیٹ خالی تھی۔ اچانک سامنے چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھڑکی سے کوزہ دہری سیٹ سے ہوتے ہوئے کار کی پچھلی سیٹ پر پہنچ گئی۔

موز ٹروٹی نے پٹ کے کچھل سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے سامنے سے کہا: کمال ہے تم بہن جلتے سھمان کی طرح میری کا دین آ گئی ہو۔  
 یہ کہہ کر اس نے اپنے اسٹیئرنگ کی طرف توجہ دی۔ پتھر کا واسطہ لگا کر اسے آگے بڑھانے ہوئے سوچا یہ فریاد کی محبت ہے اور سونیانے بھی اسے بڑے پیار سے رکھتی تھی لہذا اسے اپنے ساتھ اسپتال لے جانا چاہیے۔ یہ اپنے ہاتھ کو تلاش کر رہی ہے۔ اگر اسے فریاد کی ایک جھلک دکھادی جائے تو کیا ہرج ہے۔  
 وہ سوچتا ہوا اور کاد ڈرا ہو کر تازہ ہوا اسپتال پہنچ گیا۔ لیکن سامنے کے ساتھ اسپتال میں داخل ہوتے وقت اسے

یاد رہے کہ سرجیکل بعد فریڈ کے چسکے پیرچا بجا بلا سٹر  
کی پیشانی چینی ہوئی ہیں۔ دو صورت سے پہچانائیں جانا  
ہے۔ پھر ہبلہ بی بی لیا پچھانے گی۔ یہ سوچتے ہی اس نے  
سامی کو گود سے آنا دیا۔ چہرے دھکانے جیسے ہوتا عباد  
یہاں۔ یاد آدھر ویٹنگ روم میں بیٹھی رہو۔ میں ابھی  
ہوں۔

کہ وہ ڈاکٹر میکی برائے کی طرف چلنے لگا۔  
سامی اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مرنے لڑنی  
کو املاش کی لہوٹ بتائی اور مایوسی ظاہر کی کہ فرنا کبھی  
بھی واپس نہ آئے۔ فرنا پرش میں نہیں آ رہا ہے۔ سو نیا کا  
بیان پہنچانے بعد فریڈ ہی ہے۔

ماسٹروس ٹرونی نے فریڈ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش  
ظاہر کی۔ ڈاکٹر میکی برائے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے  
ساتھ چلتے ہوئے فریڈ کے کمرے کی طرف چلنے لگا۔  
دورانے کے پاس پہنچ کر مرنے لڑنی ٹھٹھک گیا اس نے  
پلٹ کر دیکھا تو سامی بیٹھی آ رہی تھی اس نے ایک سستے  
گارڈ کو کہا کہ اس بی بی کو کھانے لے کر کمرے میں نہ جانے۔

اس کو یہ جاہت ہے کہ وہ ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں  
داخل ہوا۔ پھر اس سے پہلے کہ سامی اندر داخل ہو۔ اس  
نے دروازے کو اٹھ سے بند کر دیا سامی کے داخل ہونے  
کے دانتے سرد ہو کر لیے۔ دوسری طرف گارڈ نے سامی کو  
آٹھا لیا تھا اور ایک وارڈ بوائے کے حوالے کرتے ہوئے  
کہہ دیا تھا کہ اس بی بی کو اسپتال کے باہر چھوڑ آؤ۔

وارڈ بوائے نے سامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔  
سامی مہل رہی تھی اور اس کی گرفت سے کلنا چاہتی تھی لیکن  
مارڈ بوائے نے اسے ایک ٹھیلے میں ڈال دیا۔ پھر اسے  
اسپتال کے باہر لے چلنے لگا۔ یہاں اس وقت جمہور تھا۔  
اپنی سامی کو اپنے پاس بلانے نہیں سکتا تھا میرے اپنے  
جو میرے کام آسکتے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے دشمنوں کی  
گرفت میں جا رہے تھے۔ سو نیا، رسونٹی، جی اود اب مر جانے  
کی باری تھی۔

ڈاکٹر میکی برائے نے پیری ہنس دیکھ کر فریڈ کو دوسری طرف  
ماسٹروس ٹرونی کھڑا ہوا بچے غم سے دیکھتے ہوئے کہہ دیا تھا۔  
"ڈاکٹر شاہد تم نہیں چلنے کہ یہ فریڈ عملی تمہارے تنظیم  
کا سب سے بڑا دشمن ہے اود اس وقت یہ کیسی بے بسی  
ہے بارہ وار دہکار پڑا ہوا ہے۔ ہم چاہیں تو اسے چینیوں کی  
طرف مسل سکتے ہیں۔"

ہا کہٹنے لم چھاتے تو چھوٹے مسل کیوں نہیں دیتے؟  
ابھی کیا بات ہے کہ اسے بجائے کہ کرکشن کی جارہی  
ہے ہارڈ اسٹیر مارا لیسے ذہنی اور دلیر دشمن کی قدر کرنا  
سوتے میں کبھی وارڈ میں کرنا جاتا۔ جمہور بنا کر کس کو نیا  
چاہتا۔ اس کا کم ہے کہ فریڈ عملی تمہارے چلنے کے بارے  
اپنی آخری کرکشن بھی صرف کر دی جائے۔

ڈاکٹر میکی برائے نے مسکراتے ہوئے کہا یہ  
فریڈ کے ساتھ دو بارہ روز گزارنے کے بعد بہت حد تک  
تھیں اور پتھاری تنظیم کو کچھ چکا ہوں۔ پتھاری تنظیم  
تخریب پسند ہے جبکہ فریڈ کو تعمیری کام کرتا ہے اور  
کے بڑے احسانات چھ پر بھی ہیں۔ آپ کچھ گئے ہوں  
کہ جو بلیک میلنگ کا مواد آپ لوگ میرے خلاف ستر  
کرنے کے لیے لکھے ہوئے تھے وہ فریڈ نے میرے حوالہ  
کر دیا تھا۔

ماسٹروس ٹرونی نے سر ہلا کر کہا: "ہاں مجھے معلوم  
چکھا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ایک بات میں جی سمجھ سکتا ہوں اور  
وہ یہ کہ سٹیر مارا تانا دلیر نہیں ہے جتنا کہ ذہنی ہے۔  
جاننا ہے کہ اگر سٹیر فریڈ کو اس لیے پرش کی ہے تو اس  
سے کسی نے جی قتل کیا یا اس کی زندگی چلنے کی کوٹھ  
نہیں کی تو وہ سے وہ زبردست تہرے ہے جی پتھاری کو  
سے باہر تھیں۔ ایک اودام سو نیا، دوسری اودام کہ  
اگر وہ دونوں جی سٹیر فریڈ کے ساتھ بیک وقت آپ لوگوں  
گرفت میں ہوتے ہیں اود آپ لوگوں کے تابریں میں نہیں تو  
تھیں سے کتا ہوں کہ آپ ان تینوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں  
یہ شرط کی مجال ہے۔ جب تک وہ دو دوسرے اڈھروں میں  
اڈھ فریڈ کو کم بارہ دشمن جو اس کی طرف لے پرش کا باعث  
ہن لے رہے ہیں۔ نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے۔"

اسٹرنے پہلے تو اسے گھرو کر دیکھا۔ پھر فریڈ ہی مسکرا  
ہئے لڑنے تو غم غم سمجھ رہے ہو۔ ہم فریڈ سو نیا اور رسونٹی  
کو کبھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہم تو نہیں اپنا دوست بنا  
دکھنا چاہتے ہیں۔ بہ حال اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں  
کیونکہ یہ ہمارا اور فریڈ وغیرہ کا معاملہ ہے ہم ایک ڈاکٹر ہوں  
لہذا اپنے معاملات کو دیکھو کیا اسے انجانہ کے نتیجے میں  
پہنچا دی گئی ہے؟"

"ہاں یہ میرا معاملہ ہے۔ میں سمجھوں گا کہ تھراک بک  
پہنچا نا ہے اور کب نہیں۔ چلیے باہر ملیں۔ یہاں ہم لوگوں

بڑا وہ دشمن سب تھیں ہے۔ ایک نمس کا بی ہے۔  
یہ کبہ کر وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ ڈاکٹر میکی  
بڑا لے کر کمرے میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے  
فون کے پاس آکر دیکھا۔ دو دوسری طرف سے کیا گیا کہ  
وہ ماسٹروس ٹرونی سے بات کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر میکی  
بڑا لے نے دیکھا مرنے ٹرونی کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے  
دیکھا لے کر کہا: "ہیلو میں ماسٹروس ٹرونی برل نہا ہوں۔"  
دوسری طرف سے آواز آئی: "میں جو کرنی جی بول  
رہا ہوں۔ تم تعارف کے باوجود پہچان نہیں سکو گے۔ اس  
لئے کہ میں..... تھا ہے لے، اجنبی ہوں تھیں فون اس  
لئے کیا ہے کہ میں فریڈ کے پرش میں آنے کا راز جاننا  
ہوں۔"

مرنے ٹرونی نے جلدی سے پوچھا: "تم کیسے جانتے ہو۔  
تباؤ کہ فریڈ صاحب کس طرح پرش میں آسکتے ہیں؟"

"اتنی جلدی نہ کرو پہلے میرے سنو کہ مجھے یہ معلومات  
کیسے حاصل ہوئیں۔ ایسے کہ پتھاری اودام سو نیا اور لوم رسونٹی  
اود اس کے ساتھ ایک بڑی عورت، تینوں ہماری قیدی ہیں  
ہیں۔ اودام سو نیا نے کہا ہے کہ سٹیر فریڈ کو پرش میں لانے  
کا طریقہ ہم لوگوں کو بتا دیا جائے لیکن ہم یہ کیوں بتائیں؟"  
اسٹرنے ہنسنے لگا کہ کہا: "یہ کیا بچو اس ہے۔ اگر تم بہت نا  
نہیں چاہتے تھے تو پھر فون کیوں کیا؟"

"یہ بتانے کو کب ہم چاہیں گے اس وقت سٹیر فریڈ کو  
پرش میں لے آئیں گے۔"

"تم کب ایسا چاہو گے؟"

"اس وقت جب مر جانے پر میرے پہنچ چلنے گی۔ شرط  
یہ ہے کہ وہ پورا اور پتھاری تنظیم کو کوئی بھی فریڈ مر جانے  
کے دانتے میں نہ آئے۔ مر جانے کی شرطی نہ کرے اسے ہم جہاں  
جی لے جانا چاہیں۔ ہمارے دانتے کی رکاوٹ نہ بنے۔ جب  
ہم بڑی اس اڈلی کر اپنی گرفت میں لے کر اپنے ایک  
فائل اسے پہنچا دیں گے تو اس کے بعد سٹیر فریڈ کو پرش  
میں لے آئیں گے۔"

مرنے ٹرونی نے کہا: "ہم وعدہ کرتے ہیں کہ پتھاری سے  
دانتے کی رکاوٹ..... نہیں نہیں گے اور راضی خوشی مر جانے  
کو کھانے چلے کریں گے لیکن تم ابھی اور اسی وقت بیان  
اگر فریڈ صاحب کو پرش میں لے آؤ یا وہ طریقہ بتا دو۔"  
"میں نہیں ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ وعدے اور  
قہر پر اعتماد کریں۔ تم جی ہم پر معاش ہو۔ ہم جی ہم پر معاش

میں اود ہمارے دشمنوں کی زبان کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ اس  
لئے وقت کا انتظار کرو۔ اود اس بات کا خیال رکھو کہ  
مر جانے اور ہمارے راستے میں کوئی نہ آئے۔ یہ وارنگ ہے۔  
اگر اس کے خلاف عمل ہو تو فریڈ کبھی پرش میں نہیں آئے  
گا اود بے ہوشی کے دوران اس کی موت واقع ہو جائے گی۔"  
"ہم کیسے یقین کریں کہ جب مر جانے پتھاری حواست  
میں پہنچ چلے گی تو تم فریڈ صاحب کو پرش میں لے  
آؤ گے؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں اور ہمارے اس سائے کھیل تھانے  
کا قصہ بھی یہی ہے کہ ہم مر جانے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم  
فریڈ صاحب کو اس لیے پرش میں لائیں گے کہ ان سے  
کچھ سوچنے بازی کر لے۔ فریڈ صاحب سے وعدہ لیا جائے  
گا کہ وہ آئندہ مر جانے سے قطع تعلق کر لیں اود اس کے معاملے  
میں کبھی مداخلت نہ کریں صرف اتنی سی شرط مان لینے پر ہم  
سو نیا اور رسونٹی کو آزاد کر دیں گے۔ یہیں فریڈ، سو نیا اور  
رسونٹی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہیں میں کی ضرورت ہے  
وہ آج شام تک اپنی ماں کے ساتھ پیرک پہنچ چلے گی۔"  
"انٹا کہہ کر دوسری طرف سے دیکھا کہ وہ لگا۔ ماسٹرس  
ٹرونی نے بھی دیکھا کہ ہونے سوچا کہ مر جانے کے  
معاہدے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے اود دشمنوں کو اس بات  
کا پورا موقع دینا چاہیے کہ وہ مر جانے اود اس کی ماں کو اپنے  
ساتھ لے جائیں۔ وہ مجھے چلنے کی خاطر مر جانے کو جہنم میں دھکیلنے  
کے لیے تیار ہو گیا تھا۔"

شام تک کوئی قابل بیان واقعہ پیش نہیں آیا۔ اب  
سبھی کو مر جانے کی آمد کا انتظار تھا بلکہ انتظار اس بات کا تھا  
کہ مر جانے دشمنوں کے جہاں میں پہنچے اور وہاں پرش میں  
لا یا جائے۔ وہاں اس دوران مہلاتے میں سو نیا، رسونٹی اور  
جی وہ دن بڑی بے چینی سے گزار رہی تھیں اور سو نیا کو تو  
جیسے فرار نہیں تھا۔ رات بھر گلنے کے باوجود وہ اب جی  
سو نیا نہیں جا رہی تھی اور یہ سب سوج رہی تھی کہ کس طرح اس  
مہلاتے کے متعلق معلومات حاصل کرے یا اس جگہ تک پہنچے  
جہاں سے پھیل کا نکاش آیا ہے۔

جی نے سمجھا یا: "بھئی اس طرح دماغ کام نہیں کرے گا۔  
دماغ کو اودام و سکون کی جی ضرورت ہوتی ہے۔ تم پہلے اسے  
آرام پہنچاؤ۔ ٹھنڈی دیر کے لیے سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گی تو  
خود کو تازہ دماغ حسوں کو دینی۔ پتھارے ستر کی کیفیت جی تمہارے  
جائے گی۔"





دماغ سے بخور و دیر بعد میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے اندر بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اتنی طویل بے ہوشی کے بعد اضمحلال لازمی تھا۔ میں نے ادھر ادھر دے گھٹا کر دیکھا۔ برنگھٹانے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ میرا سر بجا رہا ہے۔ میں بیہوش کا لہرہ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے میں اتنی سخت نہیں تھی کہ میں اپنا سر اٹھا کر لیٹنے قدموں کی طرف دیکھا۔

ایسی وقت فرس شاید اذیت دیکھتے اور گھٹتے بڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔ اس نے ہلکانی سے چیخ کر کہا: "اے بی بی تو سر فریاد کے پاؤں کو جھارت رہی ہے۔ یہاں جاؤ تو ہاں سے" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بی بی کو مارنے کے لیے دوڑی۔ سائی ہاں سے اچھل کر بستر پر آئی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ نرس اس کے پاس دھڑکنے ہوئے آنا چاہتی تھی تب میں نے تقاضا سے کہا: "پلیز، نرس اس بی بی کو کچھ نہ کہو۔ آگے میرے پاس بیٹھ دو"۔

بری آواز سننے ہی نرس ایک دم سے جھٹک گئی۔ اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک دم سے اچھل کر وہاں پلٹ کر دوڑنے لگی۔ وہاں کے کاردار نے کھولتے نئے باہر چلی گئی۔ وہ یہ خبر سب سے گئی تھی کہ میں برکش میں آچکا ہوں۔ اگرچہ میں برکش میں آ گیا تھا۔ تاہم میرا سر آہستہ آہستہ بچا رہا تھا۔ کچھ سوچتے سمجھتے کوئی نہیں جانتا تھا۔ غیر شعوری طور پر مجھ پر ہاتھ لگا۔ میں اسپتال میں ہوں اور ڈاکٹر کی برائے بے چارہ شکر مری کے ذریعے میرے سر پر کچھ کام کیا ہے اور میں ایک ریلین کی طرح لیٹا ہوا ہوں اس وقت مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ میں پچھلے رات سے بے ہوش پڑا تھا اور اب دوسری رات شروع ہو رہی ہے۔ اس وقت میرے دماغ پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ دھند چھیننے کے بعد میں اپنوں کر یاد کر سکتا تھا۔

میرے کمرے کا دروازہ پھر ایک بار کھلا۔ اس کے ساتھ ہی دھڑکنے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔ مجھے اپنے ڈاکٹر کی برائے بے چارہ نظر آیا۔ اس کے بعد ہوس ٹرنڈی دکھائی دیا پھر وہ فرس دار ڈولے اور دو ایسے ایسی تھے جو متعلق تھے یعنی وہ ہوس ٹرنڈی کے ماتحت تھے۔ ڈاکٹر نے سر قریب آنے ہی مجھے خوشی سے دیکھا۔ میرے ہاتھ کو تھامنا پھر میری منہ پر آنکھیاں دکھ کر پوچھا: "تم برکش میں آ گئے۔ تعینکس گاؤں کو کیسے ہوش میں آئے؟"

گئی۔ میں نے پوچھا: "ڈاکٹر میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا اور وہ۔ وہ سونیا کمال ہے؟" ڈاکٹر نے کہا: "تمہاری بے ہوشی کو اب چوبیس گھنٹے ہونے والے ہیں۔ تم نے پتہ نہیں سونیا کو کیا کچھا یا تھا اور اپنے دماغ کو ٹریبل میٹی کے ذریعے کسی بدلیات دی تھیں کہ ہم سب پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے اور دماغ کے سب رقبہ کو خطرات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سونیا، رسوختی فائبر ہیں۔ وہ سنوں نے انھیں انوکھلا ہے اور مٹھاری کوئی تیز رسوختی جی ہے جس کا نام میریڈ ہے۔ وہ جی ٹریپ کی کہ رہی ہے۔"

یہ کہہ ڈاکٹر نے اپنے سر کو جھٹکا۔ پھر کہنے لگا: "سورہی مجھے ابھی بھٹالے سامنے یہ سب باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ دیکھو تم ابھی دماغ پر زونہ دو، سونیا، رسوختی کی کھوڑو۔ ابھی تمہیں ذرا پرسکون لیٹنے کی ضرورت ہے۔ سسر جلدی سے جاؤ اور سسر فریاد کے لیے دو دھلے اور دیکھو اس میں گل کو زخمی ملا دینا۔ بری آپ نے اپنی آنکھیں بند کر کے سوچا کہ میں نے کو برکش میں لانے کے لیے اپنے دماغ کو کیا بدلیات دی تھی اور سونیا کو کیا کچھا یا تھا۔ مجھے فوراً ہی یاد آ گیا۔ بڑا مجھے برکش میں لانے کا سہرا سالی کے سر تھا۔ اگرچہ میں سالی کو بدلیات نہیں دی تھیں۔ وہ ایک بے زبان جاڑو تھی۔ پتہ نہیں کہاں سے آئی تھی۔ کیسے آئی تھی جبکہ وہ سونیا کے بنگلے میں تھی اور اسے کیسے پتہ چلا کہ میرے کمرے کو جانتا جاوے۔ اگر میں جانوروں کے دماغ کو کھاتا تو سالی کی حرکتیں کر بھی سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دماغ پر زونہ سے بے ہوشی گئی۔ ایسی سنناٹ کے دوران میں نے سونیا کے دماغ سے رسوختی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی: "سونیا جلدی تھی۔ مجھے بھی میرے گال پر اپنی زبان پھیرتی تھی۔ مجھے پراو کبھی میرے قدموں کو چھاتی تھی۔ اس کی یہ عادت اس وقت کام آگئی تھی۔ اس نے اپنے طور پر اپنی جان کے مطابق میرے پاؤں کے تلوے کو چھایا تھا اور مجھ بہت بڑا احسان کیا تھا۔"

مجھے ڈاکٹر کی آواز سنانی ہی وہی دیکھو فریاد تمہارا، ہماری آنکھیں بند کر کے سوچو کہ جس طرح غمناک و مشقت کھیلے دماغ کو لڑنا اور محنت مند رکھنا ضروری ہوتی ہے اسی طرح خیال خوانی کے لیے وقت کی ایک طویل بے ہوشی کے باعث دماغی طور پر نکو اور پریشانی میں نہیں ہوں۔ میں صرف اتنا سوچ رہا ہوں کہ

برکش میں کیسے آیا؟" یہ کہہ کر میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ برکش میں آنے کی شروعات تھی اور اس شرط کو سالی نے کس طرح پورا کیا ہے۔ ڈاکٹر، ہوس ٹرنڈی اور وہ سے رنگ سالی کو پڑی جوانی سے دیکھتے تھے۔ ہوس ٹرنڈی نے کہا: "لعنت ہے مجھ پر۔ یہ تو زہر بار بار اس کمرے میں آپ کے پاس آنا چاہتی تھی لیکن میں نے ہی اس کا راستہ روکا تھا اور اسے اسپتال سے باہر چھکا دیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ اسے اپنے سر پر بھٹا کر اس کمرے میں لانا۔ افسوس!"

ڈاکٹر نے کہا: "اگر پہلے سے ہر بات معلوم ہو جائے تو انسان کبھی نہ پھینکتے۔ سسر فریاد ویسا آدی جو ٹریبل میٹی جانتا ہے۔ وہ جی کھاتا زبردست دھوکا کھا چکا ہے۔ یہ معنی اس لیے کہ سستی کی بات یہ صاحب بھی نہیں بیان کھتے تھے۔ نرس دو دھک کا کلاس ایک ٹرسے میں رکھ کر لے آئی۔ دو ڈاکٹر نے مجھے سہارا لے کر اٹھا یا اور بستر پر بچھا دیا۔ سسر نے ایک منٹ سے دو دھک کا کلاس لگا دیا۔ میں مجھے برکش کا بیٹا تھا۔ جلدی جلدی دو دھک کو ملنے سے اتانے لگا۔ اپنے کے دوران میں نے سوچا کہ میں نے سونیا کو جو بدلیات دی تھی اس کے عمل کیوں نہیں کیا۔ وہ کہاں تھی؟ اس کے ساتھ یہی جوابیاں پیش آئی ہیں؟ مجھے اس کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔"

سورہی کے دوران ہی میں نے گھاس خالی کر دیا۔ پھر مجھے آرام سے لٹا دیا گیا۔ لیٹتے ہی میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی۔ میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا تو سالی کو میرا سر دیکھتے لگا۔ دماغ کے اندر سننا بہت ہی ہونے لگی۔ ایسی سنناٹ کے دوران میں نے سونیا کے دماغ سے رسوختی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی: "سونیا جلدی تھی۔ مجھے بھی میرے گال پر اپنی زبان پھیرتی تھی۔ مجھے پراو کبھی میرے قدموں کو چھاتی تھی۔ اس کی یہ عادت اس وقت کام آگئی تھی۔ اس نے اپنے طور پر اپنی جان کے مطابق میرے پاؤں کے تلوے کو چھایا تھا اور مجھ بہت بڑا احسان کیا تھا۔"

اس وقت اپنے قریب تھے۔ ہوس ٹرنڈی کی آواز سنانی ہی وہ کچھ کہہ رہا تھا لیکن دماغ میں ایسی سنناٹ جاری تھی کہ اس کی بات بچے نہیں پڑتی تھی۔ یہاں پہنچ چاہے آنکھیں بند کیے پڑا تھا شاید میرے سر سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ تب ہی ڈاکٹر کی برائے بے چارہ ہوس ٹرنڈی میرا خیال ہے کہ آپ ابھی فریاد صاحب سے باتیں نہ کریں۔"

ڈاکٹر کی اتنی ہی بات سننے کے بعد میرا دماغ اس طرح دکھنے لگا جیسے کوئی میرے دماغ کو رسوختی میں لے کر کھڑا ہو۔ پتہ نہیں ان میں کیا باتیں ہوئیں اور ڈاکٹر کا کتا رہا بہت دیر بعد جب میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا تو کمرے سے سب جا چکے تھے صرف ڈاکٹر میرے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی اس نے اٹھ کر میرے ہاتھ کو چھیننے ہوئے کہا: "پریشانیوں کی بات نہیں ہے۔ طویل بے ہوشی نے تمہیں ڈراما نرول بھی کر دیا ہے۔ اور کمزور بھی۔ ابھی تم نارمل ہو جاؤ گے ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

میں ڈراما سکر یا تب احساس ہوا کہ میں پوری طرح سکڑا نہیں سکتا کیونکہ میرے سر کے لیے پارٹر کی پٹیاں ایسی لگائی تھی کہ میں کو ہوش کھلے ہوئے تھے۔ ان کے تھنے سانس کے لیے کھلے کھتے تھے اور آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں مگر اس طرح کہ میں آنکھیں پوری طرح نہیں کھول سکتا تھا۔ منہ بھی پوری طرح کھول نہیں سکتا تھا۔ کھلنے چینے کی مدد تک منہ کھل جاتا تھا۔ منہ کھلنے سے ہوش کے اس پاس کے تھنے سکرٹے تھے اور ڈراما حسیٹ کا احساس ہونا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "اپنے سر کے باہل سپاٹ لکھنے کی کوشش کرو۔ میں نے ہوس ٹرنڈی فریاد سے کہہ دیا ہے کہ تمہیں یہاں آکر کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ تب تک تمہارا جسم اور دماغ باطل ملامت میں نہیں ہوگا۔ اس وقت تک کوئی تم سے بات نہیں کرے گا۔ میں جی جا رہا ہوں، یہاں ایک نرس موجود ہے گی۔ تم اس کے ذریعے مجھے بلا سکتے ہو یا اپنی کوئی ضرورت پیش کر سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ پھر لیٹ کر بلا جیسے ہاں پر جلی کیا بھٹالے پاس مجھے یہ باتیں لے جانے؟ "سالی کو میرے پاس ہی رہنے دیکھئے۔"





آتر رہا ہے۔ اس کی روشنی دور تک پھیل رہی ہے اور وہ ہم سے زیادہ سے زیادہ سوکڑے کاغذ سے بھر رہا ہے۔ کس جھلک کے دوڑنے روشنی اور آواز کے باعث قریب نہیں آئیں گے آپ دیکھ رہی ہیں کہ پہلی کا پڑکا شور کتنا ہے۔

ایسے شور سے دندنے دوڑ بھاگتے ہیں۔  
 روشنی نے اس کے بازو کو جھنجھوڑنے میں لگا کر چرکے بھی ہوتھوڑا بار بار مانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ جڑوگ پہلی کا چرکے ذریعے بیان آئے ہیں وہ یہ ہیں آکر دوکٹ گئے۔  
 میں تمہیں باہر نہیں جانے دوں گی۔

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ ایک زمانہ تھا۔ جب وہ ایک دوکٹ کی دشمن تھیں۔ کبھی وہ دشمن بنتی تھیں۔ کبھی حالات سے مجبور ہو کر دوست بن جاتی تھیں۔ اس وقت بھی ایسے ہی حالات تھے لیکن اب ک بات اور تھی۔ روشنی بالکل بدلی ہوئی تھی۔ یوں معلوم ہونا تھا جیسے وہ پیرا نیال چھوڑ رہی ہے۔ پھر سے تعلقات توڑ دینا چاہتی ہے اور سونیا سے میرا رشتہ جوڑ دینا چاہتی ہے۔ شاید اسی جذبہ کے تحت وہ سونیا سے محبت کرنے لگی تھی اور شاید یہی لیے اس نے سونیا کو باہر کسی خط سے میں کونے سے روکا تھا۔

سونیا نے منتنے منتنے ہونے کہا۔ مجھے مانے دو۔ ایک انا ہے سو جا رہی ہیں کسی ایک بیمار کو تو تم ہونا چاہیے۔  
 روشنی نے انکار میں سر جھلاتے ہوئے کہا۔ نہیں تم بیمار نہیں ہو رہی۔ پھر فرادو کی دوا ہو۔ فرادو کی پہلی دوا اور شاید دوسری دوا بھی نہیں ہوگی۔ پتھارا اور اس کا جوڑا ایسا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ میں ٹیلی جیسی کا سہارا لے کر فرادو کے شانہ بشانہ چل سکتی ہوں مگر تم تو ٹیلی جیسی کے بغیر ہی پڑھو رہا ہو۔ اس کے ساتھ گزرو جاتی ہو تم مجھ سے زیادہ باکمال ہو۔ میں اس بات کو آج تسلیم کر رہی ہوں اور افسانہ کہتی ہوں کہ فرادو پر صرف پتھارا تھی ہے۔ میں تمہیں بہن کہتی ہوں اور اس لئے سے تمہیں باہر کسی خط سے میں کونے کی اجازت نہیں دوں گی۔

سونیا نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر تھیکے ہئے برلی نے تم مجھے بہن بنا رہی ہو تو بہن کے دل کو بھی سمجھو۔ میرا دل بہت بڑا ہے۔ اس میں صرف فرادو نہیں تم بھی سما سکتی ہو۔ میں عورت ہوں اور عورت کے دل کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ عورت ایک باہر سے محبت کرتی ہے

مرنے دم تک اس کی محبت کر دل سے نکال کر نہیں پھینک سکتی تم فطرت کے خلاف بات نہ کرو میں اچھی سمجھتی سمجھتی ہوں کہ فرادو ایک روگ ہے۔ ایسا روگ جو رنگ بہا ہے تو بچھا جاتا نہیں ہے۔

چھوڑو جلدی سے روشنی کو لپٹنے سینے سے اگر کرتے ہئے برلی نے وہ یہ موقع کبھی اور ہے اور پھر کسی بحث میں الجھتی ہیں۔ آؤ کھڑکی سے دیکھیں کو کون آ رہا ہے یہ کہتے ہی وہ دونوں کھڑکی کی طرف بڑھیں۔ اب بھی ان کے پیچھے چلنے لگیں۔ تینوں نے کھڑکی کے باہر دیکھا۔ پہلی کا پڑکا زمین پر آ کر چکا تھا۔ اس کے گرد گرتے ہوئے نیچے پھم لپے تھے۔ سر جھ لٹاٹ کی روشنی کا باعث اس کے چاروں طرف اچھالا تھا۔ کھڑکی سے خارج نظر آ رہا تھا۔ پہلی کا پڑ سے پہلے دو مسخ جڑان نیچے آئے اٹھلے نے دیوالی رو پہلی کا پڑ کی طرف تان کر کھینچا جس کی زد میں ایک دو تیز آرتے ہوئے نظر آئی۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ پھر اس کے پیچھے دو مسخ جڑان نیچے آرتے گئے۔

مٹی نے کہا۔ دو عورتیں اور آگئیں۔ بھلا یہ کون سکتی ہیں؟  
 ان کی بات ختم ہوتے ہی تینوں نے جو تک کوراؤ دیکھا۔ آنے والی دو تیز ہونے ایک مسخ جڑان کو اٹھا کر دو مسخ جڑان پر پھینک دیا تھا اور دیوالی رو پھینک کر تیز فوجان کی گردن کو تیر پھے سے دوڑ کر کھڑکی پر چھٹی تھی۔  
 نے اچھل کر کھاتا میں سمجھتی تھی۔ یہ مرجانہ ہو سکتی ہے۔  
 یہ کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف گئی۔ دروازہ ایک جھلکے سے کھولا۔ پھر وہ باہر نکل کر پہلی کا پڑ کی طرف دوڑنے لگی۔

وقت تک پہلی کا پڑ کا پھینکا تیزی سے اس کے گرد گرتے گرتے لگا تھا۔ سونیا دوڑتی چرتی جا رہی تھی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک ذرا متحکماً گئی۔  
 نے دیکھا۔ وہ دو مسخ جڑان چرتے چرتے گئے تھے۔ ان کی واٹس نام پڑی ہوئی تھیں۔ باقی دو جڑان مرجانہ سے الجھ رہے تھے۔  
 حلا کرنے کے لئے آتے تھے اور مار مار کر کھا کر پیچھے ہٹ جاتے مرجانہ نے پتہ نہیں کس طرح انہیں بھی نشانہ کر دیا تھا۔ وہ زمین پر پڑے ہوئے دیوالی کی طرف بڑھنا چاہتے تھے مگر مرجانہ

وقت تک پہلی کا پڑ کا پھینکا تیزی سے اس کے گرد گرتے گرتے لگا تھا۔ سونیا دوڑتی چرتی جا رہی تھی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک ذرا متحکماً گئی۔  
 نے دیکھا۔ وہ دو مسخ جڑان چرتے چرتے گئے تھے۔ ان کی واٹس نام پڑی ہوئی تھیں۔ باقی دو جڑان مرجانہ سے الجھ رہے تھے۔  
 حلا کرنے کے لئے آتے تھے اور مار مار کر کھا کر پیچھے ہٹ جاتے مرجانہ نے پتہ نہیں کس طرح انہیں بھی نشانہ کر دیا تھا۔ وہ زمین پر پڑے ہوئے دیوالی کی طرف بڑھنا چاہتے تھے مگر مرجانہ

پھرتی سے ان پر اس طرح حلا کرتی تھی کہ وہ دیوالی کی جھلنے کسی دوسری طرف جا کر گرتے تھے۔

سونیا سکھانے لگی۔ اسے اٹھان سہا گیا کہ مرجانہ کو اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگی لیکن یہ اٹھان نہ غلط تھا۔ سونیا کو اس وقت غلطی کا احساس ہوا جب پہلی کا پڑ زمین سے ملنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ پہلی کا پڑ کو یہاں رکنا چاہئے تھا۔ وہ تیزی سے دوڑنے لگی لیکن اب وہ ڈھلا ہوا پڑکا تھا۔ پہلی کا پڑ بہت جلدی پڑ گیا تھا۔ اس نے زمین پر پڑے ہوئے ایک دیوالی کو اٹھا کر بے تحاشہ ملنے کی طرف نازنگ کی لیکن پہلی کا پڑ اس نازنگ کی زب سے نکلنا چلا گیا۔

دوسری طرف نازنگ کی آواز سن کر لڑنے والے لڑکے گئے تھے اور سونیا کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ دو جوان جو مرجانہ اور اس کی ماں کو تھری بنا کر لڑتے تھے۔ انہوں نے فرادو ہی اپنے دونوں ہاتھ اور اٹھا لئے تھے اور سب سے ہرستہ انداز میں سونیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے پتھارا کی تمام مرجانہ پوز مرجانہ نے اشارات میں سر جھلاتے سونیا سے کہا۔ تو پھر جلدی سے زمین پر پڑے ہوئے دیوالی کو اٹھا لو۔ ہم یہاں ہفتے ہیں یہ ہتھیار ہمارے کام آئیں گے۔

مرجانہ نے تینوں دیوالیوں کو زمین پر سے اٹھا لئے ہوئے پھیلے۔  
 تم کون ہو؟  
 "میرا نام سونیا ہے۔ کیا فرادو نے کبھی میرا ذکر نہیں کیا تھا؟"  
 ان کی بار تبارا ذکر کیا تھا۔ لیکن میں تمہیں چہرے سے نہیں پہچانتی تھی، آج دیکھ رہی ہوں۔

سونیا نے ان قیدی جڑانوں سے کہا۔ تم لوگ اپنی اور ان لاشوں کی کمرے کا نقوش کی پیشان انا کر چالے چالے کر دو۔  
 انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ چھوڑی دیر لید سونیا اور مرجانہ دونوں کو قیدی بنا کر کالج میں لے آئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ساتھ ہی آگئیں۔ پھر وہاں ایک کمرے میں لے جا کر سونیا ان قیدیوں سے سوالات کرنے لگی کہ وہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ کون سی جگہ ہے جہاں انہیں لاکر رکھا گیا ہے؟

ان دونوں قیدیوں نے کہا کہ وہ ماٹرنل سٹول کو نہیں جانتے وہ کر لے کے فٹ سے ہیں اور اپنا معارفے کر کے لپٹے ہوئے کام کرتے ہیں۔ لپٹے لپٹے کام اور معارفے کو دیکھتے ہیں، کام کی نوعیت کو سمجھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔  
 سونیا نے کہا۔ دیکھتین نہیں آنا کہ ہمارے دشمنوں سے ہتھارتی صرف کام اور معارفے کا ہے۔  
 ہم مجبور ہیں کو کوئی محبت اپنی سہانی کا پیش نہیں کر سکتے۔

دلینے ہم نے پہلی کا پڑ کے ڈرا پور کو بات کر کے ہونے سنا ہے کہ آپ لوگوں کے جو دشمن ہیں وہ آپ لوگوں کے لئے خود بھی نہیں آئیں گے اور نہ کبھی براہ راست بات کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا کوئی آدمی شہیلی نہیں جانتا ہے۔ اگر وہ لوگ ملنے آئیں گے یا اپنی آواز سنیں گے تو کھلی ہتھی کا شکار ہو جائیں گے۔ اسی لئے وہ ہیں معارضہ سے کر کام کرتے ہیں۔

سونیا نے اسے کبھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہ سوجا پھر پڑھا۔ اچھی بات ہے۔ یہ باتیں تو کسی مذہک ٹیلی کی جا سکتی ہیں کہ تم لوگ کر لے کے درمیان چرکین تو ہم کو نہ پہلی کا پڑ میں سفر کرتے وقت یہ کہنا چاہو گا کہ کہاں سے یہ پہلی کا پڑ روڈا کر آ رہا ہے ان آسے۔ تم لوگوں کو اس علاقے کا علم ہونا چاہئے۔

ایک قیدی نے کہا۔ مادام! آپ مجھ کو داریں۔ مجھ کو سمجھ سکتی ہیں کہ ہمارا سفر اندھیری رات میں شروع ہوا اور یہاں اندھیری رات میں آکر ختم ہوا۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کہاں سے گزرے ہیں اور کس علاقے پر سے گزرنا کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ میں اتنا علم ہے کہ ہم نے خشکی میں دیکھی اور سردی بھی دیکھا ہے۔ اسی کو ہم ہم نہیں جانتے کہ کتنی دیر تک پڑا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں کیونکہ ہمارے ہاتھوں میں گھڑیاں نہیں تھیں ہیں۔

تمہارے تائید میں سر جھلا کر کہا۔ یہ بات دل کو گھتی ہے کہ اندھیرے میں انہیں کچھ نظر نہیں آیا ہو گا۔

مرجانہ نے کہا۔ لیکن میرے دل کو ان کی بات نہیں لگتی جب ان سے معارضہ طے ہوا اور جب انہیں کام بتایا گیا تو یہ بھی بتایا گیا کہ کہیں کس علاقے میں ہے جا کر چھوڑ لے۔ یہ انہوں کی طرح تو یہاں نہیں آئے ہوں گے اپنا سہارا اور آگے پیچھے کے فطرت کو سمجھنے کے لئے انہوں نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا ہو گا۔

سونیا نے تائید میں سر جھلا کر کہا۔ تم درست کہتی ہو۔ یہ باتیں سیدھی طرح بتائیں نہیں لیں گے۔ انہیں کوئی مار دینا مناسب ہے۔

وہ دونوں نے سونیا کو اور کبھی مرجانہ کو دیکھنے لگے۔ کیونکہ وہی دو زبردست عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ پھر ایک نے کہا۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔

سونیا نے پوچھا۔ وہ کس بات کے لئے معاف کر دوں معافی کی کوئی وجہ تو ہوتی جاسکتے۔

انہوں نے سر جھکا لیا۔ ایک نے کہا۔ ہم کیا کہ سکتے ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ بس یہ سادہ سادہ کام ہے۔ اسے نشانہ کر کے آئیں گے۔ یہ سوجا پھر نہیں تھا کہ معصیت نہیں چاہیں گے۔  
 ان! تم لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ کوئی اور مظالم عورتیں ہیں۔ ان پر رحم کرنا، ان کے ساتھ انسانی جلدی کرنا کوئی ضروری

نہیں ہے۔ انہیں جہنم میں پھینک کر آدھا بنا عاوضہ وصول کر۔  
 علیحدہ آج تہ نہ دیکھ لیا کہ سعادت کس قدر تھیں ہوتی۔ یہاں صرف  
 حضرتیں ہی اور میری حضرتیں تھیں ہاں کیا کر دین گی۔  
 دوزخ کو لیتیں جو گیا کہ انہیں زندہ نہیں چھوڑ جائے گا جب  
 موت لائیں جو گیا کہ پھر وہ موت سے کیوں نہ لڑتے۔ ہر  
 انسان زندگی کی خاطر موت سے لڑتا ہے۔ بس یہی لئے انہوں نے  
 یہاں تک سونیا اور جہان پر اہل کر رکھا۔ وہ دوزخ تیار نہیں تھیں  
 اس کی انہیں تو تہ بھی نہیں تھی اس لئے دھوکا کھائیں وہ دوزخ  
 کے اندر سے رہا اور گریے۔ وہ دوزخ قیدی رہا اور اٹھانا  
 چاہتے تھے مگر تھی کسی مدد کا کافی تھی۔ اگرچہ وہ دوزخ غافل تھیں  
 لیکن ایک جھٹکے سے نہیں بھی گئی تھیں۔ انہوں نے انہیں رہا اور  
 اٹھانے کا موقع دیا۔ ان کے مزہ اور کد پر لٹ جاتی پھر انہیں  
 بالی سے پکڑ کر اٹھایا اور لاؤ لڑا لیسے گھولنے مانگے کہ وہ پھر  
 کرسیوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ اب وہ صدمت سے رہا اور دوزخ کی  
 طرف دیکھ رہے تھے۔ جو چند دم کے فاصلے پر زمین پر پڑے  
 ہوتے تھے اور جنہں وہ حال نہیں کر سکتے تھے۔ سونیا اور جہان نے  
 ان رہا اور دوزخ کو اٹھانے جوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر سونیا نے  
 کہا: ہم نہیں یہاں زندہ نہیں رکھ سکتے۔  
 وہ دوزخ انہیں جوڑ کر گرا گھولانے لگے۔ سونیا نے کہا: بھوکو  
 مت کر۔ میری بات سنو۔ یہاں غلام درشن ہے اور یہ لاش چلنے  
 کچھ حصے تک کھانے کا کافی ہو گا۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس میں تم دوزخ  
 کا بھی حصہ بڑھ جائے۔ میرے کہہ نہیں گویاں بھی نہیں ماریں گے۔  
 ان دوزخ کے چہرے پر ایک طرح سے اطمینان چھلکے لگا۔  
 سونیا نے کہا: لیکن ہم تمہیں ان کا سچوں میں رہنے کی اجازت۔ یہی  
 نہیں دیں گے۔ ابھی اور اسی وقت تم دوزخ اپنے ساتھیوں کی آڑیں  
 اٹھا کر یہاں سے چلے جاؤ۔ بدبھری تمہیں تمہیں تمہیں جو اور جہاں سے  
 بھی تمہیں راستہ باکتے ہو کسی آبادی کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں  
 کانا پانی اور پناہ ملانے گی۔  
 ایک قیدی نے متوک چلنے ہونے کہا: مگر یہ تو بڑا ہی  
 گناہ چکل ہے اور یہاں لیتنا چکل دینے ہوں گے۔ وہ فریو۔  
 ہوں گے کا کیا مطلب ہے؟ ہیں۔ ہم ان دوزخ کی  
 آواز میں سنتے رہتے ہیں۔ تم ہمیں باہر جانوں کی آواز میں سنا اور وہ  
 دوزخ سے بڑی خوشی سے نہیں خوش آدھوں گے۔  
 دوسرے قیدی نے کہا: نہیں۔ ہم پر رحم کر۔ ہم تمہیں اتنی رات  
 کس جگہ میں نہیں جانتے گے۔  
 جہان نے کہا: ہاں تو باجی بھی بیٹے گا۔ چلو اٹھو یہاں  
 ہیں تشدد پر مجبور نہ کر دو۔

سونیا نے کہا: پھر وہ جہان! ابھی ہم اتنی اس کرے میں  
 قید کرتے ہیں۔ تم میرے ساتھ باہر چلو۔ میں تم سے کچھ مزہ دیکھنا  
 کرنا چاہتی ہوں۔  
 یہ کہہ کر وہ باچوں عورتی باہر آئیں۔ انہوں نے دوزخ کے  
 بند کر دیا کھڑکی کے پاس رسوئی کو کھڑا کر دیا تاکہ وہ دیکھتے ہے، کہ  
 دوزخ قیدی اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں اور جہاں بیٹھے ہیں، وہ یہی  
 بیٹھے رہیں۔  
 رسوئی ان کی کھڑکی کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔  
 مٹی جہان اور سونیا دوا دوزخ کے پاس سے میں گئی۔ پھر سونیا نے کہا۔  
 میرے ساتھ میں ایک آئیڈیا ہے اور وہ یہ کہ ان دوزخ قیدیوں کو کھڑکی  
 میں چھوڑ دیا جائے تاکہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر دوزخ نہیں  
 پھینک دیں۔ پھر اپنے راستے پر چلتے ہوئے کسی آبادی تک پہنچ  
 جائیں گے لیکن یہ کہ کسی آبادی کا راستہ سونیا نے میں لہذا میں  
 رہا اور دوزخ کے ساتھ قید کر دیا اور وہ راستہ دیکھ کر یہاں تک صبح  
 یا شام تک وہیں آ جاؤ گی۔  
 مٹی نے کہا: یعنی ایسی طاقت کی بات نہ کر۔ اپنی اذیت  
 راست میں تم دوزخ میں کے پیچھے ایک بار اڈو لے کر جاؤ گی۔ بھی ہو کر  
 بھی کھاتی ہو۔ دوشن سے نہیں، کسی بھی دوزخ کے کا شکار ہو سکتی ہو  
 یہاں تک اذیت میرے میں کوئی دفعہ تم پر حملہ کرے گا تو تم سبے میں جو  
 جاؤ گی۔  
 جہان نے بھی مٹی کی تائید کرتے ہوئے کہا: ہاں! انہیں اتنی  
 رات کو تنہا نہیں جانا چاہئے۔ اگر تھاری یہ تمہیں مناسب ہے۔  
 ہم کسی راستے کا تلاش کر سکتے ہیں تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ  
 چلوں گی۔  
 مٹی نے جہان سے کہا: تم دوزخ میں پہل ہو۔ میں تمہاری  
 بڑی ہوں اور جہاں میری مرضی کے بغیر تم دوزخ کوئی فیصلہ نہیں  
 کر سکتے۔ سونیا نے کہا: مٹی! آپ مجھے کی گورنری کریں۔ یہاں چلو  
 چلے لاکر آئیں۔ ہم کب تک یہاں قید رہیں گے؟ آخر میں یہاں  
 سے نکلنے کا راستہ تو ڈھونڈنا ہی ہو گا۔  
 شیک ہے۔ جب وقت آئے گا تو مناسب طریقے سے  
 ڈھونڈا جائے گا۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ اس اذیت رات  
 میں تم دوزخ مجھ اور رسوئی کو یہاں کا شیے میں بند کر کے علی جاؤ۔  
 وہاں خود کو نظر ات میں ڈالو اور یہاں ہالے لئے بھی ہر لحاظ  
 ہے کہ جھکی دینے یا جھکی رگ اگرچہ یہاں پڑے ہیں کیا نقصان  
 پہنچائیں گے۔ اذیت تو بہر حال اذیت ہی ہو گا۔ اور اذیت ہی۔ میں  
 تم لوگوں کا اجازت۔ تمہیں دوزخ کی۔

سونیا پریشان ہو کر چلنے کے انداز میں ان سے دوا نقد  
 گئی۔ یہاں کی طرف وہاں آتے ہوئے ہوئی۔ مٹی! واقع سے  
 انان کو نقد اٹھانا چاہئے۔ اگر نڈاس مجھے سے غلطی نہ ہو تو وہ  
 جلی کا پیر شیے ہلکے چھینے میں ہوتا۔ اس طرح ہم اس میں بیٹھ کر  
 یہاں سے نکل سکتے تھے۔ لیکن وہ نہ گیا۔ دوشن ہالے ہاتھ میں ہیں  
 ان کے ذہنی ہم اس قید سے نکل سکتے ہیں۔ ہم لوگوں کو یہ کہو کہ  
 مل لینا ہو گا۔ آپ جو ملے سکا لیں۔ میں آپ کو لیتیں ملان ہوں  
 کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دوزخ کے اندر لوگوں کو آپ اہد  
 رسوئی بند کر کے اذیت بھی رہیں۔ جب تک ہم نہیں آئیں گی دوزخ  
 مت کھرنے گا۔  
 میں جانتا تھا کہ یہ بحث طول پکڑ لے گی۔ سونیا اپنی عذر پر  
 قائم ہے کہ اذیت کا ناقصی ہر روز کرے گی۔ لہذا اسے ملازمت  
 کوئی پڑی۔ میں فوراً ہی ایک قیدی کے ساتھ میں پہنچ کر اس پر  
 قابض ہو گیا۔ پھر میں نے سکر اور کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے  
 کہا: بیو! رسوئی۔ تجھے پھانسی دی ہو۔ میں پوچھ میں، آپ چکا ہوں۔  
 رسوئی نے ایک دم سے چوٹ کو کھڑکی کے پار کر کے  
 اذیت قیدی کو دیکھا جس کے اذیت میں سایا ہوا تھا۔ میں نے اس قیدی  
 کے جوڑوں سے منگوتے ہوئے کہا: میں تمہارا فرزند ہوں اور تم  
 سے مخاطب ہوں سونیا، جہان اور مٹی اس کو کہتے ہیں باورہ  
 جہاں میں سے پڑا ہوں بحث کر رہی ہیں۔ میں وہ مسئلہ حل کر  
 دیتا ہوں۔  
 میری بات سنتے ہی رسوئی نے کھڑکی کے پاس سے لوٹ  
 کر واپس ہوتے ہوئے کہا: مٹی! اور عورتی سے آئیے فرزند  
 کو پوچھ ہو گیا ہے۔ وہ ہم سے مخاطب ہے؟  
 یہ سنتے ہی وہ متزل دھڑکی ہوئی رسوئی کے پاس آئی  
 پیچھے جہان نے پوچھا: کہاں میرے سوا وہ؟  
 رسوئی نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا میں نے اس شخص کے  
 ذہنی مسکراتے ہوئے کہا: بیو جہان! بیو سونیا! مٹی! ادب!  
 مٹی پوچھ میں آپکا ہوں ادب! آپ لوگوں کے سامنے ماز ہوں۔  
 اذیت چاہیں؟  
 میری آواز، میرا لہجہ پوچھتے ہی وہ باچوں تیزی سے  
 چلتے ہوئے کہے کہ دروازہ کھول کر اذیت میں اداس شخص کو گھیر کر  
 کھڑی ہو گئی۔ سونیا نے پوچھا: تم پوچھ میں کیسے آئے؟  
 ٹھنڈے جواب دیا: تم تو مجھ اور مٹی تھیں لیکن میری سالی  
 نے بڑا کام کیا ہے۔  
 میں نے سالی کے متعلق بتایا تو وہ سب مسکراتے لگیں۔ میں

نے کہا: بہر حال ابھی ان دوزخ کا مسئلہ اس طرح حل ہو سکتا ہے  
 کہ انہیں اپنے پہلے فیصلے کے مطابق یہاں سے باہر کر دو اور ان سے  
 کہہ کر اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا کر یہاں سے چلے جائیں۔ میں  
 ان کے داخل میں جھاک کر دیکھ چکا ہوں۔ یہ اس علاقے کے متعلق  
 کچھ نہیں جانتے اور نہ ہی کوئی ایسا راستہ جانتے ہیں کہ یہاں سے نکل  
 کر اپنے آدمیوں تک پہنچ سکیں۔ لہذا سونیا تمہارا ناقصی کرنا مقبول  
 ہو گا۔ مزہ خماہ خفتن ہو گی اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ رات کا وقت  
 ہے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرام کرو اور انہیں جانے دو۔  
 مٹی نے کہا: بیٹے! ہمیں اطمینان دینا چاہئے کہ یہ دوزخ  
 رات کو کسی وقت وہاں آ کر ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گی۔  
 مٹی! آپ اطمینان رکھیں۔ میں بہت قند تک ان کے  
 دماغ میں موجود ہوں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کہاں جلتے ہیں؟ اور  
 کیا کرتے ہیں۔ جب یہ رات سے ہو تک جائیں گے اذیت ان کا سچوں  
 کا راستہ بھول جائیں گے تو میں ان کے ساتھ سے نکل آؤں گا بلکہ  
 میں خود انہیں جھاکا دوں گا۔ بہر حال میں اس کے ساتھ سے نکل رہا  
 ہوں۔ انہیں کا بھی سے نکال دیا جائے۔  
 یہ کہہ کر میں سونیا کے ساتھ میں پہنچ گیا۔ پھر گورنری میں کھل  
 میں تنہا سے پاس ہوں۔ اب میں یہاں سے عورتی سے نکال اور یہ دفعہ  
 ختم کر دو۔  
 سونیا نے انہیں رہا اور دکھاتے ہوئے کہا: اب تم دوزخ  
 یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی  
 اٹھاؤ۔ یاد رکھو، اگر کھٹ کر آؤ گے تو میں بے دریغ کوئی مار  
 دوں گی اور کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گی۔ چلو اٹھو، صبا گو  
 یہاں سے۔۔۔۔۔  
 اس کی ان باتوں کے وہاں میں سے کھلا اور  
 مارٹر کوس ٹھٹنی نے آ کر کہا: فطر فریاد! دیری ساری کوئی رعایت  
 کر دوں لیکن گورنری فون آپ کے نام ہے۔ وہی شخص آپ  
 سے بات کرنا چاہتا ہے جس نے مادام سونیا اور مادام رسوئی کو  
 اخوا کیا تھا۔  
 میں نے مارٹر کوس ٹھٹنی سے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ  
 ریسپونڈ اٹھا کر اس شخص سے بات کریں۔ میں اس کے پاس  
 پہنچے جاؤں گا۔ مجھے یہی فون پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے  
 مارٹر کوس ٹھٹنی کے پاس سے وہاں چلا گیا۔ میں نے رسوئی  
 سے کہا: یہاں میرے نام ایک ٹیلی فون ہے اور وہی شخص فون پر  
 بات کرنا چاہتا ہے جس نے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے۔ میں  
 معذور ڈی دیر کے لئے غیر حاضر ہوں گا۔ میری واپسی تک ان

دو فنون قیدیوں کی طرف سے سختی طرہاً بنانا

یہی بات۔ میں نے مرزا کے دماغ میں پہنچ کر اسے سمجھائی  
اس کے بعد میں دماغی طور پر اسے بوس لڑائی کے پاس پہنچ گیا۔  
اس وقت وہ ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ گیا تھا اور وہی فن کا  
رہنما اور اشارہ دیتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر ناقص ہونے کا کہا۔  
"ہیلو! میں فرزاؤں اور ہوں؟"

دوسری طرف سے آواز آئی: "آ! امیر فرزاؤں۔ آپ جوش  
میں آگے مالا مال ہوں آپ کے جوش میں آنے کا سانس جانتے تھے  
اور اب ہم یہ بتانا چاہتے تھے کہ کیا جو بار کا کام ہو گیا ہے۔  
مرزا نے اداس کی ماں ہلنے کا وہی اٹھی ہے؟  
میں نے پوچھا: وہ ماں پہنچ گیا ہوں؟"

دوسری طرف سے ہلے ہوئے شخص نے آواز آئی: پھر  
اس نے کہا: وہ جہاں ہیں وہاں تک تھاری سوچ کی پر فراز نہیں  
ہو سکتی۔ اگر تم دماغ میں پہنچ بھی جاؤ تو اس علاقے میں نہیں پہنچ  
سکتے، جہاں انہیں رکھا گیا ہے؟

۱۰۔ اچھا، تو سونیا، رومنٹی اور محبت کو بھی وہیں رکھا گیا ہے؟  
"ہاں، ساری صورتیں وہیں ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ  
کی ٹیلی میں صرف صورتیں ہی نمودار ہیں۔ ایک بھی مرد نہیں ہے؟  
ہاں، میں نے محض عورتوں کو اس لئے رکھا ہے کہ تم میرے  
دماغوں کو عورتوں کے دماغوں سے ہی جوتے پڑتے ہو؟"

"میں کوئی سپر مائٹر یا ماسک میں نہیں ہوں کہ تھاری عورتوں  
سے مرعوب ہو جاؤں گا۔ یہ عورتیں تھلے لے کر دوسریں جاتی  
گی۔ میں ایسی چاہتا ہوں گا کہ تھاری عورتیں جتنی باہل ہی ایک رنگ لاد  
میتھیا رہیں کہ وہ جلتے گی؟"

۱۱۔ فضل کو اس کرنے سے بہتر ہے کہ تم اپنا مقصد بیان کر۔  
میں اب ریسپورڈ رکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد دماغ کے ٹیڈی فنون پر  
گفتگو کروں گا۔ تم بھی ریسپورڈ رکھ دو۔

یہ کہہ کر میں نے مائٹروں لڑائی سے ریسپورڈ رکھا۔ وہ اب  
دوسری طرف اس نے ریسپورڈ کر دیا۔ کہہ کر اسے سلسلہ منقطع کرنے  
کی آواز آئی تھی، اس نے ہیلو بلیو کہہ کر پکارا۔ میں نے اس کے دماغ

میں پہنچ کر اس کے ریسپورڈ کو ٹیڈی کر دیا۔ پھر اسے دوسری  
طرف بلا دیا۔ دوسری طرف ایک اور شخص سونے پر بیٹھا ہوا تھا  
پی رہا تھا۔ اس نے پوچھا: کیا سونیا سے باتیں ہو چکی ہیں؟  
شیراب پینے والے شخص کی باتیں سن کر میں اس کے دماغ  
میں پہنچا۔ اس کی زبان سے میرے فنون کرنے والے کو مخاطب کیا: چلو  
میں فرزاؤں جہاں پہنچ گیا ہوں۔ اب باتیں کرو؟

اس نے چومک کر اپنے شرابی ماسٹی کو دیکھا۔ میں نے کہا۔  
"جو کھنگلی بات نہیں ہے تم تو میرے کارنامے نہ بچے ہو گے۔  
اب جاؤ تم کو نہ ہو؟ اور تیار نام کیا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر اپنے ماسٹی کو دیکھتا رہا۔ پھر لولاہ میں  
کیے یقین کروں کہ تم فرزاؤں ہو؟ تم تو میرے دست ہو؟

"ہاں! دوست تو ہوں لیکن ابھی فرزاؤں کے قبضے میں ہوں۔  
بہتر ہے کہ تم کام کی باتیں کرو۔ اگر یہ ثابت چاہتے ہو کہ فرزاؤں اپنی  
موجودگی ثابت کرنے کے لئے وہ اس طرح ہوسکتے ہیں۔ لا بھی تھانے  
لائے گا وہی ٹیڈی کے اندر تم جری طرح زخمی ہو جاؤ گے؟"

اس نے نکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: نہیں، نہیں، میں  
یقین کر رہا ہوں میرا نام حلال بیگ ہے۔ اور میں سخت بلگ کا بیٹا  
ہوں۔ وہی سخت بلگ جو مرزا نے کا باپ ہونے کا دعویٰ کر لیا ہے  
اس کے واسطے کہ طاقتور مرزا نے میری سوتیلی بہن ہے اور اس کی کل  
میری سوتیلی ماں ہے۔ یہ آپس میں ہم ہم رشتہ داروں کی باتیں ہیں  
تینوں میں کوئی سے الگ بنا چاہئے؟"

یہ کہہ کر وہ اپنے شرابی دوست کا منہ کھینک لگا۔ میں اس کے  
دوست کے دماغ سے غلطی کیا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر پہنچ  
لے سٹائل بلو تھا۔ اس کے شرابی دوست کو اس وقت دیکھا اس کا  
پہنچا تھا۔ سبب میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تھا۔ وہ سر کو جینک  
کو لولاہ پڑ نہیں مجھے اچھی لگا جو گیا تھا۔ کیا میں کچھ بگ لہا تھا؟  
اس کے جواب میں حلال بیگ نے کچھ کہا۔ لیکن میں اپنی  
معلومات حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ سٹائل ڈیو لید میری  
نے اس شرابی کو اپنا معمول بنا کر حلال بیگ سے کہا: تم حلال بیگ  
نہیں ہو۔ تیار نام جان عالم ہے۔ مگر لوپ میں آکر تم آدھے  
انگریز اور آدھے مسلمان ہو۔ اپنے نام جان عالم کو تم نے جن عالم  
بنا کر رکھا ہے اور تم ایک ایسے شخص حلال بیگ کے لئے کام کر رہے ہو۔  
مجھے تم نے دیکھا نہیں ہے نہ ہی اس کی آواز نہی ہے۔ تم کھڑکے  
ذریعے نہیں پہنچا مات۔ بلا مانت اور احکامات ملتے ہیں اور تم  
ان کے مطابق عمل کرتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں بھاری معاوضہ ادا  
کیا جاتا ہے، جبکہ تم میرے ملنے کا کام بیٹھو۔ اس وقت  
سے تم اپنے بڑی بڑوں سے جدا ہو کر صرف اس ڈر کے کہ میں  
تھانے دماغ کے ذریعے تھلے بیوی بچوں تک پہنچ جاؤں

اور ان کے ذریعے تمہیں ایک ٹیڈی فنون کروں۔ تھاری کمزوری سے  
فنا نہ اٹھا کر حقیقت معلوم نہ کروں جبکہ حقیقت تم خود نہیں  
جانتے مجھے تو حلال بیگ سے کام ہے۔ ہر کھٹے کو اس کے پاس  
پہنچا پہنچاؤ۔ میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں؟  
اس نے کہا: فرزاؤں صاحب! جب آپ تہی باتیں معلوم

کر چکے ہیں کہ میں حلال بیگ کو پہچانتا نہیں ہوں۔ اس کی آواز میں  
نہیں سن سکتی ہے تو پھر میں آپ کی باتیں اس کے پاس کیسے پہنچا  
سکتا ہوں؟  
اس طرح کر بیٹھے اب کمال اپنی بات اس کے پاس

پہنچاتے ہوئے  
وہ انکار میں سر ہلا کر لولاہ میں آج تک ایسا رابطہ قائم نہیں

کر سکا کہ اپنی بات اس تک پہنچا سکوں۔ بیچکھڑے تعلقات ہیں  
وہ جب چاہتا ہے ایک تحریر کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتا ہے  
ایک اور ٹھکانہ بنا کر کسی کی تحریر کو بھیجنا دیتا ہے پھر میں  
اپنی بات اسی وقت لکھ کر اسے بھیج دیتا ہوں۔ اب جب  
میں وہ ٹھکانہ بنا کر نہیں آئے گا اس وقت تک میں آپ کی  
بات وہاں نہیں پہنچا سکوں گا؟

اس کی بات تم جوتے ہی ٹیڈی فنون کی گھنٹی بجنے لگی وہ  
فرزاؤں کے اٹھنے کو بھی لڑائی کے پاس گیا اور ریسپورڈ اٹھا کر لولاہ بیٹھ گیا  
میں جو تیار ہوں بلو رہا ہوں؟

دوسری طرف سے آواز آئی: اچھی بات ہے سونیا!  
ہاڑا ہلی کا پٹر اس علاقے میں پہنچ گیا تھا اور دونوں ماں بیٹی  
کو وہاں اتار دیا تھا۔ لیکن وہ مرزا نے بہت ہی خطرناک ثابت  
ہوئی۔ اس نے دوستی کو مارا اور فالسا ہے اور باقی دو کو تیرا  
بنا کر رکھ لیا ہے۔ جیلا کا پٹر کا پائلٹ بڑا ہی حاضر دماغ تھا وہ  
فرزاؤں جہاں سے نکل گیا گا کیا اپنے ہیشال کے ڈاکٹر کو وہ  
مسٹر تا دیا تھا کہ فرزاؤں طرح جوش میں آسکتا ہے؟

میرے تانے سے پہلے ہی سونیا دوش میں آ گیا تھا کیا  
فرزاؤں سے باتیں کرنا چاہتے ہیں؟

"نہیں، ہم فرزاؤں سے کہو کہ وہ ان عورتوں سے دماغی  
رابطہ قائم کرنے اور انہیں سمجھانے کے لئے آدھوں سے اٹھنے  
کی کوشش نہ کریں۔ دردناک حقیقت میں بہت بڑا ہو گا۔ اچھی  
نکل کر پھر باتیں کرے گی اور میری ماں کے جودہ فرزاؤں ادا کرے ہے  
ہو۔ اگر ہم چاہتے تو انہیں سمجھو کہ مار ڈالو؟"

جان عالم نے کہا: میں ایسی مستی دماغی سے اپنے  
معاہدات میں گفتگو کر کے آپ کا ذکر کرتا ہوں:

دوسری طرف سے کہا گیا: ابھی میرا ذکر نہ کرنا میں بتائے  
دیتا ہوں کہ وہاں سونیا اور مرزا کے دماغوں میں چائے دیا اور ادا  
کا توں کی پیشانی اٹھی ہے اور یہ بات چائے کے پڑشانی کا  
پلوش ہے۔ فرزاؤں سے کہا جائے کہ وہ اپنی عورتوں کو سمجھائے اور  
ان سے کہہ دے کہ رولاؤں اور کاروں کی پیشانی اسی جگہ رکھنی چاہیے  
جہاں سے وہ اٹھا کر لے گئی ہیں۔ جب دوسری بار ہلی کا پٹر وہاں

پہنچے گا تو ہم وہ تینوں جہاں میں لگے سشرط ہے کہ اس کی بل  
ہلی کا پٹر وہاں پہنچے گا تو کم از کم سونیا اور مرزا کو ہلی کا پٹر سے  
پانچ سو گڑ کے خالصے پر رہنا چاہئے۔ یہ باتیں سونیا ہی سمجھا  
سکتا ہے؟

جان عالم نے پوچھا: ہاڑا ہلی کا پٹر وہاں دوسری بار کب  
جائے گا؟

یہ میں نہیں جانتا کہ کب جائے گا۔ جب حلال بیگ کی طرف  
سے احکامات ملے گے تو میں آپ کو بتاؤں گا۔ اسی کے مطابق  
آپ فرزاؤں کو بتائیں گے کہ ہلی کا پٹر وہاں کب پہنچ رہا ہے اور  
کب مرزا اور سونیا کو ہلی کا پٹر سے دور رہنا چاہئے اور جہاں اتار  
دیئے جائیں؟

جان عالم نے کہا: ہمارے دوسری مرزاؤں کے دماغوں مارے  
گئے، دو قیدی بنا لئے گئے۔ ان قیدیوں کی وہی کے سلسلے میں کوئی  
بات نہیں ہوگی؟

"نہیں، کوئی بات نہیں ہوگی۔ حلال بیگ کو اطمینان ہے کہ وہ  
دو قیدی جہاں ہی طرح بالکل انجان ہیں۔ جس طرح ہم حلال بیگ کے  
ہاتھ میں پڑے ہیں جلتے ہیں اسی طرح وہ قیدی بھی سونیا اور مرزا  
کو حلال بیگ تک نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ اس علاقے کے باہرے میں  
بھی میرے حکومت فرزاؤں نہیں کر سکیں گے۔ وہ ان عورتوں کو تھوڑا  
ماتے جہاں گے باہر کسی طرح ان سے بچ کر وہاں سے بھاگ جائیں  
گا اور جنگل میں پھٹکے رہیں گے؟"

وہ دونوں فنون پر باتیں کر رہے تھے اور میں سن رہا تھا  
پھر جان عالم نے ریسپورڈ کر دیا۔ میں نے اس کے شرابی دوست کی  
ذہان سے پوچھا: تھانے کے پاس حلال بیگ نے تمہیں کب سے یہ معاملہ  
کے کرنے کے لئے کہا ہے کہ میں مرزا اور اس کی والدہ کے معاملے میں  
"ہاگتہ اڑاؤں؟"

"ہاں! حلال بیگ یہی چاہتا ہے؟  
اگر میں یہ وعدہ کروں کہ مرزا کے راتے میں نہیں آؤں گا  
تو سونیا اور رومنٹی کو کب آزاد کیا جائے گا؟ اور انہیں کسی طرح میرے  
پاس پہنچا جا سکتا ہے؟"

"یہ تمہیں نہیں جانتے۔ حلال بیگ نے میں صرف اتنا ہی کہا تھا

دوسری طرف سے کہا گیا: ابھی میرا ذکر نہ کرنا میں بتائے  
دیتا ہوں کہ وہاں سونیا اور مرزا کے دماغوں میں چائے دیا اور ادا  
کا توں کی پیشانی اٹھی ہے اور یہ بات چائے کے پڑشانی کا  
پلوش ہے۔ فرزاؤں سے کہا جائے کہ وہ اپنی عورتوں کو سمجھائے اور  
ان سے کہہ دے کہ رولاؤں اور کاروں کی پیشانی اسی جگہ رکھنی چاہیے  
جہاں سے وہ اٹھا کر لے گئی ہیں۔ جب دوسری بار ہلی کا پٹر وہاں





اب وہ ساڑھ بانو تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے پہلے تو سرخاڑی ایک ہی مصیبت تھی۔ دوسری جبری مصیبت سونا بھی موجود ہے۔ ان دو مصیبتوں کو روکنے کے لئے ہمارے پاس کو پیسہ نہ جانتے گا۔ اس سے کہو کہ ساڑھ بانو کو حاصل کرنے کا خیال اپنے دماغ سے نکال دے؟

جان ماہنے کا نام میں صرف آپ کا اتنا جواب سنانا چاہتا ہوں کہ آپ کے ہسپتال سے باہر نکلنے کے یا نہیں؟  
 اپنے پاس سے کہنا کہ ایک جہز سے پر ملا سٹری کپٹان جبری مری ہیں، میں ایسی حالت میں باہر نہیں نکل سکتا۔ لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتا۔ پتے چھے وہیکر کوڑھ جاتیں گے۔ عورتیں مجھ سے کڑھائیں گی۔ میز چہرہ ایسا ہے کہ مجھے ایک کمرے میں ہی عیوض رہنا چاہئے؟

ہاں کو ساری باتوں کا علم ہے کہ اس وقت آپ کا چہرہ کیسا ہے؟ انہیں آپ کے چہرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ بیسے بھی ہیں، وہی حالت میں آپ کو وہاں پہنچا یا بیٹھے گا۔ آپ ان یا نہیں جواب دیں؟  
 میں نہیں میں جواب دیتا ہوں؟

”ہاں نے کہا تھا کہ انکا رکی صورت میں آپ کو ایک نسطے سے آگاہ کر دیا جائے اور وہ خطہ یہ ہے کہ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس دوران ملا تے کے کاپیوں پر ہلی کا پٹر کے ذریعہ فائوٹو شیل میکیے جائیں گے۔ اس طرح تمام کاپیوں میں آگ لگ جائے گی۔ وہاں جو مہینوں کا راشن رکھا ہوا ہے، سب پر یاد ہو جائے گا۔ ان عورتوں کے سروں سے صحت ہٹ جائے گی۔ وہ دوران جنگوں میں بھیکتی رہیں گی۔ موٹی بیاسی مریں گی اور یہ آپ کے صحن انکار کرنے کی وجہ سے ہو گا؟“

”ہتھارہاں مجھے تو کوئی نادان بچہ لگتا ہے۔ اس نے میرے سلطنتی شہر کی لیا ط بھی دی ہے اور خود جالیں چلنا نہیں جانتا ہے۔ اس نادان پتے سے کہو کہ اگر کاپیوں میں آگ لگائی گئی اور ان عورتوں کو راشن سے محروم رکھا گیا تو ان کے ساتھ ساڑھ بانو بھی موٹی مریں گی اور اگر وہ کوشش تو پھر شہرت بیگے و سلال بیگے کہ ان کی وہ خبیثہ دولت نہیں ملے گی جس کے لئے وہ میں سال سے تریں رہے ہیں؟“

حسن وقت میں اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا اول بلا تھا۔ اس وقت وہ ایک میز کے پاس بیٹھا نیا بھاری باریں کھتا جا رہا تھا۔ میرا تمام جواب کھنے کے بعد اس نے اس کا مذکورہ نتیجہ کیا مہر لپٹے کرے سے باہر گیا۔ باہر سے یہ مے میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ افسانہ نگار لگا ہو گا۔ اس نے اس کو گھنگے

کو وہ کا ڈنڈے یا۔ گونگا لے کر باہر گیا جہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے جان عالم کے دماغ میں اس کا کئے نہ کوڑھ مارے میں نے جان عالم سے کہا: ایک بات تو یہ ہے۔ اپنے نام پر رکھو، میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جواب میں سے یہی جواب دینا؟

جان ماہنے اس گونگے کو تائی بجا کو مہر لایا۔ لیکن بہر کار کی طرف جان ماہر میر جان عالم نے دوڑ کر لے کر پھرتا ہوا اور اشارے سے سمجھانے لگا کہ کھڑکی سے باہر اور اسے نظر پرانہ لگا اور کھٹنا باقی رہ گیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ کا خدا اس کے ماتحت سے واپس مکان کے اندر جانے لگا۔ اس کے کمرے میں پہنچنے تک بہر فرار ماسٹر بوس ٹروٹی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا کہ میرے سر فلان گلہ ایک مکان کے سامنے کا کھڑکی ہوئی ہے۔ میں نے کہا: تیا تے ہوئے کہا: میں اس شخص کو باتوں میں بھجوا رہا ہوں۔ آپ فوراً اپنے آدھوں سے کہیں کہ دوسری ڈور سے اس کا کار کاغذ نہ کریں۔ میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے لئے اس آدمی کو اسکوں گا۔

یہ کہہ کر پھر میر جان عالم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کمرے میں گیا تھا اور میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر تھاپے کر لے کر اسے اندر بھاڑا اور وقت کا انتظار کرتا رہ کر اس کو رجا میں تو میں اسے دماغی طور پر آزاد کر دوں۔ اس وقت میرا کافی میں گھڑی نہیں تھی۔ شاید یہ ڈاکٹر کی بی بی ٹی نے آپ کو سے پہلے اتاری تھی۔ انڈر ڈس نسط کے مریں سے میں نے اس کو سے پر تھاپے کیا آپ کے آدمی وہاں تک پہنچ گئے ہیں؟  
 ”ہی ہاں! وہ لوگ اس مکان کے قریب ہیں اور اس کا دیکھ چکے ہیں؟“

یہ معلوم ہوتے ہی پھر میر جان عالم کے پاس پہنچ گیا۔ سکینڈ کے لئے میں مونس ٹروٹی کے پاس گیا تھا تو میر جان عالم دماغ تیری گرفت سے آزاد ہو گیا تھا۔ وہ کھڑا ہوا سوچ رہا کہ اب تک وہ کمرے میں چپ کیوں ہے اور قراہوں اس کے میں کیوں نہیں لوں رہا ہے۔ میں نے اس وقت اس کے دماغ کو گرت میں لیا تو وہ کمرے کے باہر گیا اور اس ہتھ لپٹے ہوئے، اس کو گونگے کے حوالے کر دیا۔ گونگا لے کر اپنی کار میں گیا اور اسے اشارت کر کے آگے بڑھ گیا۔ جب کار چلے آگے کلکی تھی میں نے جان عالم کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم چوٹ کر لینے آس پاس دیکھنے لگا۔ اس کی کچھ نہیں آدہ کچھ ضروری دیر پہلے وہ کمرے کے اندر تھا۔ پھر مکان سے باہر نکلے میں اسے حیران و پریشان چھوڑ کر لینے کمرے میں واپس آ گیا۔

میں کھڑکی سے دیر پہلے چاہ لیا رہا۔ پھر میری سوچ نے پر واز کی، اس وقت سونا مرا عازہ، رسوئی، بی بی اور سناٹو بانو کھنے سے فاسخ ہو چکی تھیں۔ اب کوئی برتن دھو رہی تھی، کوئی چینی کھائی کر رہی تھی اور کوئی لیسٹری چادریں جھک کر وہ بارہ سپاہی تھی۔ سب ہی کام میں مصروف تھیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ سب ہی ایک کایٹیج میں رات گزاریں گی۔ سونا اور مرا عازہ نے یہ طے کیا تھا کہ ان ٹیڈوں کو کایٹیجوں میں سلانے کے بعد وہ صحت پر مٹی جائیں گی۔ اور دن رات گزاریں گی۔ خند تے کی تو سون کی ورنہ جا تھی رہیں گی۔ میں نے انہیں اس وقت مخاطب نہیں کیا۔ یہ سوچا کہ جب وہ وہاں صحت پر جائیں گی تب میں سونا اور مرا عازہ کو تباؤں کا کھلا لیک کے محیط سے کیا جائیں گے۔ وہاں اور وہ لوگ کس قسم کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور ساڑھ بانو کی خبیثہ دولت حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

میں وہاں سے پھر دماغی طور پر ہسپتال میں واپس آیا اور ڈاکٹر کی بی بی ٹی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے کہا: میڈل ڈاکٹر! میں فریڈویل نہ رہا ہوں؟  
 ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا: دماغ کے اندر ادھون لو گے۔ یولو میں سون رہا ہوں؟  
 ڈاکٹر! ابھی میری باتیں اس دن میں سے ہوئی ہیں جس نے رسوئی اور سونا کو اٹھوایا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مجھے بھی وہاں پہنچائے۔ پتر نہیں وہ کون سا علاقہ ہے؟ ہر حال میں ہسپتال سے باہر نہیں جا سکتا۔ اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو کیا اور مجھے اپنی مرضی کے خلاف جانا ہوا تو میری اس شاکس مرضی کا کیا ہو گا؟“

ڈاکٹر نے جواب دیا: کچھ نہیں ہو گا کیونکہ میں نے تمہارا جہز پر پھانسی مرضی کا ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ بہت شگرت کرنا راستہ اختیار کرنے اور علیحدہ سے ملے نہیں اصلی صورت میں وہ اس لئے کھنے میں نے کچھ نئے تجربے کیے ہیں اور ایک ہی آپریشن میں تمام جہز پر پھانسی کے پھیلاں چڑھادی ہیں۔ یعنی ہتھاری انہیں ناک کے نیچے اور تھامے ہوئے نظر ہوئے ہیں۔ یہ پڑھ ادا آئیں پہلے ہی سے ہتھاری اپنی ہیں۔ فائوٹو کے ذریعے میں مجھے انہیں فریڈویل نہیں۔ سوئٹ بھی فریڈویل کے ہی تھے باقی جہز پر چھوڑا سٹری ہتھ ہے اس میں ایک ہفتے میں انارڈوں کا ہتھارہ چہرہ طرز پر ہگا۔ کچھ یقین ہے کہ ایک ہفتے میں میں ہتھاری صورت واپس ملاؤں گا۔ اگر ناکامی ہوئی تو شاید ایک ماہ لگ جائے گا؟  
 میں نے پھر کہا: کیا ایک ہفتے کے دوران آپ سیکر چر کا معائنہ کرتے ہیں گے؟“

معائنہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ملاقات ہوگی تو میں لو پھی دکھانا چاہوں گا۔ اس کے لئے کسی عددا کی یا امتیاط کی ضرورت نہیں ہے؟

ڈاکٹر! آپ مجھے امتیاط بتا دیں کہ یہ پوسٹر کی پھیلاں کس طرح میسر ہو رہے ہیں؟ پھیلاں جاتی ہیں۔ اور ہر پھیلائے کے بعد کیا امتیاط کی جائے گی کہ میرا چہرہ بگھڑنے نہ پائے؟  
 کوئی بھی ڈاکٹر تمہارے جہز سے پوسٹر کی ان پھیلاں کو کٹا سکتا ہے۔ میں ایک لوش تھیں دنوں کا سب سے پھیلاں پھیلائی جائیں گی تو جہز سے اس لوش کو کاٹا جائے گا۔ فیصہ چہرے کے بعد تو دقتی لگے گی۔ بالکل سلام ہوگی۔ پھر یہی لوشن کاغذ سے مزید فرق پڑے گا؟  
 ڈاکٹر! مجھے آپ وہ لوشن سے چھینے اور میں ضروری ہدایات ہوں تو میں ان پر عمل کروں گا؟

”ٹھیک ہے۔ میں ایسا کروں گا لیکن امتیاط ایسا کیطائے گا ورنہ تمہاری کوشش ہی ہوئی چاہئے کہ تم ان دماغوں کو ٹائے لوشن کرو اور اس سے کوئی ایسا کھرتہ کرو کہ مادام سونا اور مادام رسوئی رہا ہو جائیں اور تمہیں ہسپتال سے باہر نہ جانا پڑے؟“

”ٹھیک ہے۔ میں ہی کوشش کروں گا؟“  
 میں نے وقت کا اندازہ لگایا کہ میں ٹروٹی کا آدمی اس گونگے نامہ کر کا بھی کرنا تھا لیکن ان کسی خاص مقام تک پہنچا ہوگا۔ یہ صبح کو میں نے محسوس ٹروٹی سے لالہ خاتم کیا۔ وہ میری اشتہار کے رہا تھا۔ اس نے کہا: وہ کار میں کا اتفاق کیا گیا تھا ایک ایسے جگہ کے علاقے میں جا کر ٹروٹی ہے جس کے دیکھ کر ہم پہلے سے ملنے میں نے پھر جہاد وہ دن ہے؟“

”وہ رپورٹ پاور کا سابقہ پاس ہے۔ اب وہ پاس کے ہتھ سے ہٹ گیا ہے یا شاید ایسا ہے۔ آج کل رپورٹ پاور کا جو پاس ہے اس کا نام سٹار تو ہے۔“  
 مجھ اس سے کوئی عرض نہیں ہے۔ آپ اس کا نام بتائیں، جو ملتا دیا گیا ہے؟  
 اس کا نام شہت بیگ ہے؟

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اب ہم کسی حد تک حلال ایک کے قریب پہنچنے والے تھے۔ میں نے کہا: کیا آپ ... شہت بیگ سے ملنے تو نہ پور کھنگو کر سکتے ہیں؟  
 ”ہی ہاں! پہلے ہی میں ایک آدھ بار اس سے بات کر چکا ہوں۔ میں ابھی اسے رنگ کرنا تھا؟“  
 ٹھیک ہے۔ اب باتیں کریں۔ میں چپ چاپ سنا رہا ہوں گا؟

وہ ریسورٹ اٹھا کر اس کے تیرٹھواں کورہ تھا۔ معتویٰ بر  
 لچرا لبط تانم ہو گیا۔ کسی عورت کی آزاد سنی دی ماسٹر مری  
 نے کہا: یہ مسر حشمت بیگ سے ہو کر ماسٹروں کی تعلیم کا ماسٹر بنی  
 اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔  
 لیسے ہلا آج آن کہنے کے لئے کہا گیا۔ میں ہولڈ آن نہیں کر  
 سکتا تھا کیونکہ میں اس عورت کے دماغ میں بیچ کیا تھا جس نے  
 فون ایڈیڈ کیا تھا۔ اب وہ دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔ وہ ایک  
 خواب گاہ تھی۔ دن میں حشمت بیگ ایک آرام دہ صحنے پر نیم دراز  
 تھا۔ اس کے ماتھے میں مشرابے کا گلاس تھا۔ اس نے کہا: ماسٹر کو  
 لاؤں ہے۔ وہ آپ سے مزوری باتیں کرنا چاہتا ہے۔  
 وہ بڑ بڑاتا ہوا اٹھ گیا۔ کیا مصیبت ہے۔ میں جانتا ہوں  
 کہ یہ فرزا اور مرزا نے کھیلنے کی کوئی بات ہوگی۔ میرے کمران کی  
 مادام سونیا کو بھی تو افسوس کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی گفتگو ہے۔  
 وہ بڑ بڑاتا ہوا اپنی فون کے پاس آیا۔ ماسٹر نے ریسورٹ اٹھا  
 کر کہا: بیو! میں حشمت بیگ بول رہا ہوں؟  
 ماسٹر کوس ٹروٹی نے کہا: "مسر حشمت بیگ! اتنے تم باہر  
 مادام سونیا کو پھیر کر چاہتا ہوں کیا ہے؟"  
 "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں مادام سونیا کے پاس سے  
 بھی نہیں گزرا ہوں؟"  
 "آپ خوب ٹ نہ بولیں۔ بس کے انفرام آپ کے بیٹے  
 کا ہاتھ ہے۔"  
 "اے! وہ اچھا تو ایسا کہو۔ میرے بیٹے کو کچھ کیلے جا کے ڈنار  
 میں تو نہیں ہو سکتا؟  
 "کیوں نہیں ہو سکتے۔ تمہارا اور تمہارے بیٹے کا مفاد ایک ہی  
 ہے۔ سنا ہے کہ سائزہ بالو ایک سائیر ترین عورت ہے۔ اس کے  
 ساتھ تینہ دولت کی ایک لیلیٰ نے والی دستاں کر دی ہے۔  
 لکھے ہیں لوگ اس سلسلے میں سائزہ ہاتھ سے ملے ہیں اور پتے ہیں۔  
 کیسے کیسے مفرے بناتے ہیں۔ تم باپ بیٹوں نے جو مفرے بنالیہ  
 اس پر لکنا شروع کر دیا ہے۔"  
 حشمت بیگ نے کہا: "وہ زیادہ باتیں کرنے سے کیا فائدہ ہے؟  
 تمہیں صرف مادام سونیا کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس کا تعلق جاری  
 تنظیم سے ہے۔"  
 "میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ تم مرزا اور اس کی ماں کو  
 حال کرنا چاہتے ہو۔ پھر سونیا اور دوستی کو کیوں پکار رکھے؟  
 "اس لئے کہ وہ دونوں مرزا کے لئے اہم ہیں۔ انہیں  
 یہ خیال بنا کر میں فرزا سے سوئے باڑی کر سکتا ہوں۔  
 "کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ فرزا تمہارے

دماغ میں بیچ جائے گا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"  
 "مجھے خوف ہے اور صرف فرزا کا ہی نہیں مرزا کا بھی  
 سنا ہے۔ وہ بہت ہی خطرناک قسم کی فائبر ہے۔ اس نے جانے  
 ایک اور معاش بھارت کا بہت بڑا حشر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے  
 میں جو ریڈیا اور باس تھا اس کے لئے تو موت کا وقت بھی  
 مقرر کر دیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے ان عورتوں میں سے کسی  
 کو یہ خیال بنا کر نہ رکھا تو میرا بھی انجام بہت بڑا ہوگا؟  
 "میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ سترسٹرا کے دوست کی  
 رہو۔ دشمنی بہت بھگی پڑے گی۔ تمہاری راتوں کی نیند اڑ جائے گی  
 تم کو نہیں لگے گی۔ زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ عقل سے کام لو۔"  
 "اے! مجھے عقل سے کام لیا ہے۔ میں نے اور میرے بیٹے  
 کو جان بیکٹے ہی نے کیا ہے کہ ہم باپ بیٹے ایک دوسرے کو  
 بات نہیں کریں گے۔ یہی ملاقات نہیں کریں گے اور ایک دوسرے  
 جو جانتے والے ہیں ان سے بھی کترا کریں گے۔ یہ ہم اس وقت تک  
 کرتے ہیں کہ جب تک کہ فرزا زندہ ہے۔ جاری آخری کوشش  
 یہ ہوگی کہ وہ زندہ نہ ہے۔ ماسٹر کوس ٹروٹی! میں تمہیں ایک  
 بہت بڑی آفر دینا چاہتا ہوں۔ آخری بڑی آفر کہ تمہارا سپر ماسٹر  
 سن کر خوش ہو جائے گا۔"  
 "ذرا مجھے بتاؤ۔ میں بھی خوش ہونا چاہتا ہوں؟  
 "آخر یہ ہے کہ اس وقت فرزا دحم لوگوں کے رحم و کرم؟  
 ایک ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ اسے جانے کولے کر دو۔ ہم اس کے  
 دلے میں تمہاری تنظیم میں شامل ہو جائیں گے۔ تم نہیں جانے کہ پورا  
 بیٹا ہلاک ہو گیا۔ کتنا خطرناک قسم کا فائبر ہے۔ اور بہت باصلاحیت  
 بھی ہے۔ اس نے سترسٹرا سے جسے جسے لیسے خفیہ اڈے قائم کر کے  
 ہی کہ تمہاری تنظیم کا کوئی فرو تا حیات بھی دن تک نہیں بیچ سکتا۔  
 اگر فرزا اور مرزا کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو ہم ایسے تمام  
 اڈے سپر ماسٹر کے کولے کریں گے۔ میرے بیٹے کو اگر کسی ملک کا ماسٹر  
 بنا دیا جائے تو ہم ہینڈ سپر ماسٹر کے نادار بن کر رہیں گے اور ہماری ذات  
 سے انہیں بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم سائزہ بالو  
 حال کی ہوتی ہے شہادت دولت میں اس کے کولے کریں گے۔ ورنہ ہم  
 دولت کے لئے نہیں بلکہ اپنی زندگی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہم جانے  
 ہیں کہ جب تک مرزا فرزا کے قریب ہے کہ اس وقت تک تمہارا  
 کیریئر بیل اور گھر بھی نہیں سے نہیں سوسکیں گے۔"  
 ماسٹر مری ٹروٹی نے سوچنے کے انداز میں کہا: "میں! تمہارا  
 آفر تو بہت اچھی ہے اور میں بہت اچھے وقت پر تم سے فون  
 گفتگو کر رہا ہوں۔ اس وقت فرزا اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ میں نے  
 ڈاکٹر سے معلوم کر لیا ہے۔ اور میں اس بات کا اطمینان ہے کہ کون

ملی بیٹی کے فیصلے ہماری باتیں نہیں سن رہے؟  
 حشمت بیگ نے کہا: "ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی  
 تمہیں بھگ کر رہا ہوں؟"  
 یہ کہہ کر اس نے سلسلہ منقطع کیا۔ پھر ڈاکٹر کی ریلوے کے نمبر  
 ڈائل کئے۔ فون کی گھنٹی بجے، یہی کسی ریلوے ریسورٹ اٹھا گیا۔ اس کے  
 ساتھ ہی میں ڈاکٹر کے دماغ پر تھا ہن ہو گیا۔ اور مسر حشمت بیگ  
 نے کہا: بیو ڈاکٹر! میں سترسٹرا کو تمہارا ایک بہت ہی بڑا دوست  
 ہوں۔ پاکستان سے آیا ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔  
 ڈاکٹر کی زبان سے میں نے کہا: "دوسری بار اس وقت مسر فرزا  
 سو رہے ہیں۔ انہیں ڈاکٹر نہیں کیا جا سکتا۔"  
 حشمت بیگ نے کہا: "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان سے فون پر  
 ہی ملاقات لرائے جائے۔ میں فرزا کی باتیں کرنا چاہتا ہوں؟"  
 ڈاکٹر نے کہا: "سوری مسر! آپ کو نام نہان گھنٹے کے بعد فون  
 کر سکتے ہیں۔ اس وقت ممکن نہیں ہے۔ ہم اپنے مریض کو ڈاکٹر نہیں  
 کریں گے۔"  
 یہ کہتے ہی ڈاکٹر نے ریسورٹ کر کے باہر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں ڈاکٹر  
 کے دماغ سے نکلا گیا۔ اب وہ حیران ہو گیا کہ اس نے فون کے پاس  
 ہا کر ریسورٹ اٹھانے کے بعد پھر ریسورٹ کیسے کر لیا تھا۔  
 میں اور مری ٹروٹی کے دماغ میں بیچ گیا۔ "ذرا دیر بعد ہی  
 فون کی گھنٹی بجی۔ کوس ٹروٹی نے ریسورٹ اٹھا کر بیو کہا۔ خوش بیگ  
 کی آزاد سنی دی۔ ماسٹر آپ نے دست کا تھا۔ فرزا اس وقت  
 گہری نیند سو رہے اور وہ ہماری باتیں نہیں سن سکتے۔  
 مری ٹروٹی نے کہا: "اچھا تو تم میری بات کی تصدیق کر رہے  
 تھے۔ کوئی بات نہیں۔ اس طرح ایک دوسرے پر اعتماد ہو سکتا ہے۔  
 اب جانے درمیان تو کھرتے ہو گا کہ وہ صرف ہلکے درمیان ہو گیا۔  
 اس کی جھجک فرزا کے کاؤں تک نہیں پہنچے گی۔"  
 حشمت بیگ نے فرمایا: "تو پھر کیا کہتے ہو۔ فرزا اور مرزا نے  
 پھر سونیا اور دوستی تمہاری ہی کی منتظر ہے؟"  
 "میں متفرد ہے۔ یہ کہ پھر تو ہم فرزا اور سونیا سے خوفزدہ  
 ہو کر رہیں گے۔ دوستی قائم کرنے کا پہلہ سترسٹرا سے اور اب میں اگر ان کا  
 کچھ دیکھا کرے تو اسے بھری کے وقت ان سے دوستی رکھیں گے۔  
 اگر آپ کا بیٹا ہلاک ہو گیا۔ انہیں ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو  
 پھر سونیا سب کے سروں سے بہت بڑی مصیبت پیش کرنے  
 دار ہو جائے گی۔"  
 "تو پھر تم راضی ہو؟"  
 "میں تو راضی ہوں لیکن مجھے سپر ماسٹر کی وضاحت ہی بھی حاصل  
 کرنی ہوگی۔ یہ اتنا بڑا منصوبہ ہے کہ میں تمہارا اس کی منتظوری نہیں

ہے سکتا۔ مجھے موقع دیا جائے کہ میں اپنے پاس سے بات کر سکوں۔  
 "حشمت بیگ نے کہا: "بات کر لین مجھے جواب کب ملے گا؟"  
 "آپ تو جانتے ہیں کہ فرزا جب تک جاگتا ہے گا۔ ہم  
 آپس میں باتیں نہیں کر سکیں گے۔ جب میں دیکھوں گا کہ فرزا دوسری  
 بار کسی وقت سو رہے تو میں آپ کو مطلعی فون کے ذریعے غائب  
 کروں گا۔ اس وقت تک سپر ماسٹر سے میری بات چیت ہو چکی  
 ہوگی۔"  
 "حشمت بیگ نے۔ میں اس وقت کا انتظار کر سکتا ہوں۔  
 ماسٹر مری ٹروٹی نے فرمایا: "تمہارے سترسٹرا اور مرزا اور  
 ہماری سونیا اور دوستی کا تبادلہ کیسے ہوگا۔ یعنی سونیا اور دوستی  
 پاس کیسے نہیں گی اور تم ہسپتال سے فرزا کیسے لے جاؤ گے۔ یہ  
 بات ہے جو چاہیے ہے۔ ہمیں سپر ماسٹر کو طریقہ کار بتا سکیں۔  
 حشمت بیگ نے سوچتے ہوئے کہا: "طریقہ کار کیا ہوگا۔ اس  
 پر بہت اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرزا  
 کو جانے کے بعد اس کا علم ہو جائے یا کسی طرح وہ جانے کے ماخوذ میں  
 چھا سکے کہ ہماری خواہشیں کو سمجھے۔ میں اس پر بھی غور کرتا ہوں۔ کوئی  
 طریقہ کار لیسے بیٹے سے بھی پوچھتا ہوں۔ اس کے بعد جب وہ بارہ  
 تم مجھے فون کے ذریعے مخاطب کرے تو میں کچھ دیکھ بتا سوں گا۔ اس  
 وقت تک کے لئے ہم نصرت ہوتے ہیں۔"  
 ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔ ماسٹر مری ٹروٹی نے ریسورٹ رکھتے  
 ہوئے اپنی سوچ کے فیصلے کہا: "مسر فرزا! کیا میں ٹھیک جا رہا ہوں؟"  
 "بہت اچھے جا رہے ہو۔"  
 "مسر فرزا! جب میں نے حشمت بیگ سے گفتگو کی تو یہ  
 توقع نہیں تھی کہ وہ اس قسم کی آفر لے گا۔ اب یہ لیٹنا اسی آفر کے  
 بعد چھینے جائے گا۔"  
 "ہوں، آپ ذرا دیر انتظار کروں۔ میں حشمت بیگ کے  
 پاس جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟"  
 یہ کہتے ہی میں حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے بیڈ روم  
 میں گیا تھا اس نے بیڈ روم میں آتے ہی اپنے ملازم سے کہا: "تو  
 غبر مولا۔ غبر مولا کی بات سن کر وہی ملازم مجھے لیٹا تھا کہ حشمت بیگ  
 اپنے بیٹے سے فون پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اب حشمت بیگ کو اس  
 فون کا انتظار تھا۔  
 فون کی گھنٹی بجی گئی۔ اب اس کا بیٹا ہلاک ہو گیا اس سے  
 باتیں کرنے والا تھا۔ میں اور مری ٹروٹی طرح طرح سے حشمت بیگ کے  
 ریسورٹ اٹھا کر کہا: "بیو! میں حشمت بیگ بول رہا ہوں؟"  
 "حشمت بیگ دوسری طرف سے چھیکھاں جھلنے کی آواز آئی۔  
 تقریباً تین بار چھیکھاں بھی تھیں۔"

وہ بیٹے! میں بوجھ گیا۔ ابھی ماسٹر کوس ٹروٹی سے فرزاد سنیا، رسوٹی مرجانہ ادراس کی ماں کے سٹیلے میں میری کافی طول گفتگو ہوئی ہے۔ میں سنا نہیں آفریدی ہے کہ اگر مرجانہ ادراس کی ماں کو ہلکے ہلکے کر دیا جائے اور فرزاد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو میرا فرزند اور سوئی کاسپر بلاشر کے حالے کیوں گے۔ اس کے علاوہ ہم ان کی تنظیم میں شامل ہو جائیں گے صرف اتنا ہی نہیں۔۔۔

بگ نہیں بچے سکون ہم ہر حال جب آپ اگلی درشتت کیلئے علی فرزند کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے تو اس کے بیٹے کی طرف سے کوئی مدد بھی نہ ہو سکتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے ان کی سازشوں کا علم نہیں ہوگا۔ ہر حال دیکھتے ہیں کہ وہ کتنا ذہین ہے۔ اور کیا کرنا ہے؟

مگر فرزاد امیر لڑا ہے کہ میں کم از کم ایک ہفتے مکان لوگوں کو بات چیت کے ذریعے مٹا دوں۔ اس دوران آپ کے چہرے پر ہر سر جھری کی ٹھی ہے اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آئے گا اور ایک ہفتے بعد ہر شکر کی شانیں ہٹا دی جائیں گی۔ آپ اپنی اہلی صورت میں آ جائیں گے۔ اس کے بعد رابطہ کی بات ہوگی کہ آپ ادر مرجانہ اور مر جانے کے سونیا ادر سوئی اور مر جانے کی ادر اس طرح یہ تبادلہ ہوگا۔ اس پر ہم اسی دوران اچھے طرح نوکر کر کے ادر کوئی ایسی ترکیب سوچیں گے کہ مر جانے کے ساتھ ساتھ بیٹے کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں نے سو ٹروٹی کی بات کی تاہم ادر اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ سام اچھی ہوئی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ میرا بھی بند کر کے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ رات کے باہر بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ کالے کاند

ملا بیٹیں دیکھی ہیں۔ ہم نے اپنے کان فون خوب جاتی ہے۔ اور تم اسی طرح بائیں کرتی رہیں تو سونیا بھی سکوی۔ سو جاو جاو صبح آدھ دم اٹھو؟

سونیا نے انھیں بند کر دیں اور سوئی کی کوشش کرنے لگی۔ مرجانہ کے ادر سے پہلے ہی تھے۔ سونیا سکون عرصوں کو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ فرزند ذہنی طور پر جاتی تھی۔ سونیا بھلا ہے یہ نہیں جلا کہ وہ کپ سوئی ہے۔ اسے فرزند اگلی تھی یا محنت فرزند کا دھوکا دیا گیا۔ اس کی سبک کھل گئی۔

مغفل دیکھا دکھو۔ متبادرہا ہر مچا میں قبر تک نہیں چھوڑوں گی چلو اب کاکی بائیں کرو۔ اس وقت ہمت پر مدہ دولوں تنہا تھیں۔ اس لئے سورج کے ذریعے بات کہنے کے بجائے ڈراوٹی آواز میں بائیں کر رہی تھیں تاکہ سونیا کی بات مرجانہ سن لے اور مرجانہ کی بات سونیا سن لے اور میں تو بے زبان سورج کے ذریعے گفتگو کر رہی رہتا تھا۔ پھر میں نے مرجانہ کو اپنا معمول بتایا تاکہ اس کی زبان سے وہ ساری حوات پیشی کروں۔ جو آپ تک بھجے حال ہوئی تھیں۔ میں نے سو ٹروٹی اور درشتت بگ کے درمیان ہونے والی طول گفتگو بھی ان لوگوں کو سنائی ادر ان کے مغفلوں سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ وہ دونوں سورج میں پڑ گئیں۔ پھر سونیا نے پوچھا۔ اچھا تو وہ تھیں اور مرجانہ کو کمال کرنا چاہتا ہے؟

بھگے تو وہ حال کرتے ہی ہلاک کر دے گا۔ در حال لئے صرف مرجانہ ادر اس کی امان کی ضرورت ہے؟

سونیا نے کہا۔ ایسی بات ہے تو اس کی بات مان لی جائے۔ وہ اتنا جاگ اور تھرتھرتہ نہیں سمجھا کہ تنہا سے پاس پہنچتے ہی نہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایک خطرناک جوڑ کھینچا جائے۔ میں نے کہا وہ میں تو راضی ہوں۔ اس طرح تبادلہ ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اور ٹک کسی کو ٹھٹھٹا ہے۔ ہر حال میں ٹروٹی کا پرغزوہ بھی مناسب ہے کہ مجھے کم از کم ایک ہفتے تک ہسپتال سے باہر نہیں نکلنا چاہئے اور وہ ایک ہفتے تک سخت بگ کو خلع ہوا ہوں۔ سناتا ہے گا۔ تاکہ میرے چہرے سے شیان اتر جائیں اور میں اپنی اہلی صورت میں آ جاؤں۔ اس کے بعد میں باکل آنا دو کر دشمنوں سے منٹ سکوں گا؟

ان کے سروں پر کھڑا آسان تھا۔ سونیا کر کے نظر اگے تھے وہ چپ چاپ رہتی ہوئی گہری گہری سالیں لئے ہی تھی۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کہیں اسی آواز میں آتی تھیں جیسے کوئی جھکی جواز روڑا تاہم آواز نہ رہا۔ پھر اسے مرجانہ کی سرگوشی سنائی دی۔ سونیا کی فرزاد یاد آ رہے؟

سونیا نے چپک کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ ادر میرے میں وہ ملنے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ اسی وقت میں نے یکے بعد دیگرے دونوں کے ماضوں میں پہنچ کر کہا۔ میں بہت دیر سے سوچ رہا ہوں۔ در لڑاں ایک منٹ سے بظہر اکر اڑھٹھیں۔ مرجانہ سنبھلا کر ادر سے کہا۔ وہ... وہ سندر باد! یہ تہباری سونیا تھیں بہت یاد کر رہی تھی؟

اور تم یاد کر رہی تھیں؟

سونیا نے عین کپ کر کہا۔ چلے جاو یہاں سے۔ ہتھی شرم نہیں آتی۔ بچکے سے کہیں آئے تھے؟

آئے گا فافہ بھی کیا ہوا ہے میرے تو ہوش اڑے ہوئے تھے۔ ابھی پیشی میں آ کر تم لوگوں کو کھال ب کر رہا ہوں۔ ویسے ایک بات ہے سونیا تم اب تک ناقابل شکست ہی ہو لیکن مرجانہ تو تمہیں زبردستی لے؟

سونیا نے کہا۔ میں ٹروٹی کا مشرہ موقبل ہے۔ واقف تھا ہے اپنے اہلی ٹروٹی میں آئے تک مشنوں کو کسی طرح مٹانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ تم چبڑوں سمیت ہسپتال سے باہر آ جاو۔ پھر کسی ایسی معیت میں پڑ جاؤ کہ کوئی چلیاں اٹھائے دلا ڈال کر بھی نہ دھلاو تہا ہر چہرہ کہ سے کچھ جو کر رہے؟

مرجانہ نے بھی تائید کی کہ فرزاد! ہتھی بہت تھا در مٹا چاہئے اتنے مرخص کے بعد تم اپنے اہلی ٹروٹی میں آ کر دیکھو۔ متبادرہا ہر مچا چاہئے جھوٹا نہیں چاہئے۔ ٹو انکڑوں کی اپنی تو تیر فرزند ہے۔ خزاہ ایک ہفتہ لگے ایک سال۔ تم ہماری فکر نہ کرنا۔ ہم یہاں بیٹھے خزاہ میں ہیں؟

سائزہ بانو سے حال پوچھنے والی وہ تمام نفعہ دولت ہمیں ہم ان کے حوالے کر دیں گے۔ ماسٹر کوس ٹروٹی ذرا سنی ہے لیکن اپنے ہر ماٹھے سے اس کے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مشکل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ڈراوی ایک دست سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ اور بھی یہی جوڑ رہی ہے۔ فرزاد کسی وقت ہلکے ہلکے ماضوں میں صدمہ کھائے گا۔ لہذا طے پایا ہے کہ جب فرزاد دوسری مرتبہ سونیا کے گا تو اس وقت ماسٹر کوس ٹروٹی ہم سے رابطہ قائم کرے گا اور پھر ماسٹر کے خیال سے آگاہ کرے گا۔ اس لئے میں تم کو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن تمہاری طرف پر آگاہ کرو۔ ایک بات اور وہ یہ کہ فرزاد کو کسی طرح ہلکے اس نفعہ دولت سے ہمیں بیٹھا بیٹھا ہے۔ اس کا مندر بہت ذہانت سے بنائے کی ضرورت ہے۔ فرزاد کو شہ نہیں ہونا چاہئے۔ اصل سے یہ موقع نہیں دینا چاہئے کہ وہ کسی کے علاج میں صدمہ کھ جائے اور پھر کو کھائے۔ بس کوئی ایسی تدبیر ہو جائے کہ فرزاد اور مرجانہ اور سنی باہر ہلکے ہلکے آ جائیں۔ سندر باد کو ہم قسم کر دیں۔ سندر باد کی دولت ادر عیاد ہا ہا میں چاہئے ادر مرجانہ ہلکے ہلکے شاہ سے پاس پھنے کھنے مجھ سے ملے۔ جب فرزاد اس دنیا میں نہیں ہے تو فرزاد اور سنی ہر ماٹھے میں سونیا اور سوئی کو ذوق نہیں چھوڑے گا۔ یہ فیضان اس کے لئے معیت ہے جو ہے۔ میں چاہئے کہ وہ بھی معیت میں اور یہ معیت ایک جھنگلی ختم ہو سکتی ہے۔ بیشر کی تم کوئی مدد ہی تدبیر ہو جو ادر ایسی ذہانت کا مظاہرہ کہ وہ فرزاد کی ذہانت دھری کی دھری دھیلے؟

یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے لئے چپ رہا۔ پھر اس نے کہا کہ میں مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ کیا میں کسی دوسرے دل کے؟

جواب میں میں بار چھوڑوں کی آواز سنائی اور درشتت بگ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دیوار کو کڑکڑایا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب۔۔۔ ہلال بگ کو ہا ہا بگ بھی کہنا ہوگا۔ وہ تو بگ کے ذریعے کہہ گا اور وہ تو بگ ہی جواب دہی ہے کہ بگ جلد ہی مل جائے گا۔

میں نے ماسٹر کوس ٹروٹی کے پاس پہنچ کر کہا کہ وہ دونوں بیٹے بہت محتاط ہیں اور ہلال بگ سے میں طرح رابطہ قائم کرنے کا طریقہ کار ناقابل اکیلی ہے۔ بس کہ وہ جسے میں فی الحال بول بگ





راستے کو پہچاننے کی کوشش کرنا چاہئے لیکن راستہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جھل جھل سی جھل تھا۔ درخت ہی درخت نظر آ رہے تھے۔ اور وہ درختوں کے سائے میں ابرو ادرے سے گزرتے جا رہے تھے پتہ نہیں ان لوگوں کو راستہ کیسے معلوم ہوا تھا۔ اچانک میری نظر اس شخص کی کلائی پر پڑی جس نے مجھے گرفت میں لیا ہوا تھا میں نے دیکھا کھڑکی کے بجائے اس کی کلائی میں تھیل سنا نیز ہا تھا اور اسی تھیل سنا کی رہنمائی میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوٹے دوڑاتا جا رہا تھا۔

میں نے پتہ چھانڈا آخر ان کی گھڑ ساری کہاں تم ہوئی؟  
 وہ جاں نثم ہوئی وہ بھی گھٹا جھل ہی تھا اور ادرے اور میری جھالیاں بھین انہی جھالوں کے درمیان وہ راستہ تھا۔ جا رہے آدھیوں نے ایک بڑے سے پتھر کی سل ٹھانی تو ایک زین نظر آیا۔ جو زمین کے اندھلا گیا تھا۔ اسی رینگے کے راستے ہم ماں بیٹی کو پہچان کر رکھا گیا ہے؟

کیا یہ پریمکش و ماں جو خود ہیں؟  
 پتہ نہیں بیٹے! میں نے تو کئی بار آدھوں میں، پانی مانگا مگر کسی بہانے سے مجھ سے لاپرواہی نہ آیا اور نہ ہی جوابا کئی آواز سنائی دی۔ یہاں اتنی فحش تازیکی ہے کہ ہاتھ کو لٹکے سمجھائی نہیں دیتا ہے؟

میں نے پوچھا درجانہ کے سر میں جہاں ضرب لگائی گئی تھی، کیا وہاں سے خون بہ رہا ہے؟  
 پہلے بہ رہا تھا۔ بخواب سوکھ گیا ہے۔ زخم پر پٹی لگا رہی ہے؟

میں نے انہیں منورہ دیا۔ آپ آہستہ آہستہ اس کے چہرے کو ادرے گردن کو سہلاتی رہیں۔ وہ جلد ہی ہوش میں آگئے گی۔ میں ابھی سریناکے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ! اطمینان رکھیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں لینے دوں گا۔

میں نے سوچا کہ پاس پہنچ کر دوڑوں ماں بیٹی کی رُو درنائی سوچانے پریشان ہو کر پڑھیا وہیں کیا کروں؟ کیسے نہیں تلاش کروں؟ کاش کہ میرے پاس بھی ایک تھیل سنا ہوتا۔

اگر تھیل سنا ہوتا تب میں تم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ اس لئے کہ سفر کبھی سیدھا یا ایک سمت نہیں ہوتا۔ تازہ ہوتی رہتی ہیں۔ اسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ گھنے درختوں کے سائے میں کبھی ادرے اور کبھی ادرے سے گزرتے تھے۔ یقیناً بہتیں دل ہی بہتیں ہر طرف ہی لوگ سبھرتے تھے کہ ان کی منزل کس طرف ہے اور وہ صرف مشرق و مغرب شمال اور جنوب کو تھیل سنا کے لیے کبھی بھرتے تھے؟

سوچانے کہا۔ ماٹرسوس طرفی اور سخت جنگ کے درمیان مذاکرات جاری تھے اور وہ لوگ ابھی کسی آخری فیصلے نہیں پہنچتے تھے۔ پھر یہ حرکت جلتے خلات کین کی تھی؟ وہ منجانب سارہ باز کو اڑھاویوں کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے نہ سخت جنگ اور اس کے بیلے جلال یکے سیکھ لیا ہے کہ میں مالا جا رہا ہوں لے وہ اپنے خود پر اپنے متفرقوں پر عمل کرتے ہیں۔

ہاں! ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ میں مجبور ہو کر ہتھیار سے باہر نکل آؤں؟

اب کیا ہوگا۔ جیسا کیا کرنا چاہئے۔ تم تو ہتھیار ابھی نکل نہیں سکتے؟

صرف تین دن رہ گئے ہیں تین دن کے بعد میرے چہرے پر ٹھیاں اتار دی جائیں گی۔ لیکن ان تین دنوں میں اسی کا کیا ہوگا؟ تو بڑی دہشت زدہ ہو رہی ہیں۔ مرجانہ پرشوش میں آئے گی اس کی طرف سے اتنی فکر نہیں ہے۔ وہ خود کو ادرے اپنی اسی کو سونپا لی لیکن ہم یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں گے کہ وہ یہ بار بار کہتا رہتا ہے کہ وہ لڑنی کے ایسے حالات میں مجھ سے خاک و کوش میں نہیں میرے اندر بچوں کی بھی ہوتی ہے کہ میں دیوار اور کاروں کو اس کی پشت لے کر نکل پڑوں اور جنگل میں انہیں ڈھونڈنے ڈھونڈنے پس پڑ ہی ہوں۔ اتنا چلوں اتنا بھرتوں تو اس تک گھر گھر پڑوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ تم کس قدر بے چین ہو لیکن تم تمہاری اور کون کونہا چھڑ کر نہیں جا سکتیں۔ وہاں تو مرجانہ سے بڑی امیدیں وہ حالات سے نشت لے گی لیکن جہاں تم اور دستوں تو بائیکل ہیں ہی اور کبھی کسی نے وہاں ان پر حمل کیا تو وہ دونوں اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکیں گی۔ تمہیں اس کے پاس ہی رہنا چاہئے؟

یہ باتیں تمہارے میں مجھ ساتھ ساتھ بانو کے پاس پہنچا کرتے وقت پتہ چلا کہ مرجانہ پرشوش میں آئی ہے۔ اس وقت وہ کہتی تھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ہے مرجانہ! آہستہ آہستہ آہستہ میں تمہارے پاس ہوں۔ کیا حال ہے تمہارا؟

میرے سر پر اتنی سمٹ ضرب لگائی ہے کہ مجھے کبھی ہوا چھو میرا سر جھٹک گیا جو۔ میرا سر اس وقت بڑی طرف سے ڈھک رہا ہے؟

بڑاشت کرنا ہی ہوگا۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے؟ وہاں ڈاکٹر ہے نہ وہاں ہیں؟

وہ لڑنی کے میرے استاد دانشور کی تھے مجھے تکلیف پہونے کی حالت سنائی ہے اور میں بڑاشت کر سکتی ہوں؟

شاید اسٹا۔ آہستہ آہستہ اسٹا کے بیٹھے کی کوشش کر۔ جی کوئی دیوار ہو تو ٹھیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔

اس نے میری دلداریاں پر عمل کیا۔ قریب ہی ایک پتھر کی دیوار میں وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ادرے کی گہری سانس لینے لگی۔ میں نے کہا۔ میں تمہارے دماغ میں نہ کہ تنہا یہ لگا لگا لگا لگا ہوا ہے جس طرح محسوس کر سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم کمزور نہیں ہو۔ تم اب بھی دشمنوں سے محنت بردار کوشی ہو لیکن میری تکلیف ایسی ہے کہ کھانے کی محنت نہیں ہوتی ہے۔ ہتھیار اس طرح لڑنے دینی کہ سوچ کے ذیلیے بھی نہیں باقی کرنا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔

لہذا تم کچھ نہ بولو۔ کبھی جی میں تم سے کچھ کہہ رہا ہوں گا اور جب ذرا سی بہت ہو تو ہر ضرورت کی کوشش کرنا اور دیوار کے سہارا چینی رہنا۔ دیوار کو ٹھونک کر اندازہ کرنا کہ جہاں ہے، وہ کتنا بڑا ہے یا ہند خانہ ہے اور اس کا کوئی دروازہ کون پر ہے۔ اندھا ہونے کے لئے روشنی دان میں کسی کو پنجر تو ضرور ہوگی۔ تلاش کرنے سے کچھ نہ بچے گا کی بات مزہ معلوم ہوگی؟

میرا اسٹوڈنٹ ہے ہی وہ آہستہ آہستہ لٹھنے لگی۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو؟ ابھی ذرا آرام کرو۔ اپنے سر کی تکلیف پر تیار ہواؤ؟

مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔ دیوار سے اپنی پیٹ لگا لگا آہستہ آہستہ تکلیف سے کہتا ہے سوئے گا پتھر کی تھی۔ پھر وہ سیدھی کھڑکی ہوئی۔ اسی وقت ساتھ ساتھ بانو نے اس کے پاؤں کو پیٹتے ہوئے پوچھا۔ بیٹی! یہ تم کیوں اٹھ گئی؟ کہاں جا رہی ہو؟

مرجانہ نے سوچ کے ذیلیے مجھ سے کہا کہ فریاد ادا کی گویا وہ کوہ فوسفاتہ نہ ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہتا رہتا ہوں۔ ابھی دیواروں کے سہارے چلتے چلتے ان کے پاس واپس پہنچ جاؤں گی؟

میں نے ساتھ ساتھ بانو کو سمجھایا کہ انہیں نہیں ڈرنا چاہیے۔ وہ چاہے کوئی ڈر میں سمجھتی رہ رہ کر لیدر جانے جا پس آجائے گی۔ ماں! آخر ماں ہوتی ہے۔ انہوں نے ملدی ہے کہ وہ نہیں بیٹھے! میں بالکل نہیں ڈرتی۔ یہاں ایسی میٹھی میٹھی سبوں کی۔ تم مرجانہ کے ساتھ رہو۔ میری فکر نہ کرو۔ دیکھو اسے تنہا نہ چھوڑو نا!

میں نے انہیں مست کی دی۔ آپ! اطمینان رکھیں۔ میں آپ دونوں میں سے کسی کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ تمہیں اس کے پاس رہنا لگا بھی آپ کے پاس۔ دونوں کی خبر لینا رہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں؟

اس دونوں ساتھ ساتھ بانو نے اس کے پاؤں کو چھو رہا تھا اور مرجانہ نے دیوار سے لگی ہوئی آہستہ آہستہ تکلیفیں برداشت کرتی رہتی نظر نہ ہونے پر ہمتی جاری تھی۔ دیواریں ٹھک رہی تھیں کبھی استیلاوار پر پتھر محسوس ہونے کبھی ٹپ ٹپ۔ ایسا لگتا تھا کہ اندر ہی

اند زہین کو کھو دکردہ ہترخانہ نیا یا گیا ہو۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھا اشتراک تار لگا کر وہ آگے بڑھتے بڑھتے دیوار کے اس کنارے تک پہنچ گیا۔ وہاں سے دوسری دیوار شروع ہوئی۔ جیسا کہ ایک کمرے کی دیوار کی ہوتی ہے کبھی کبھی ایک دیوار سے لگ کر چلنے کے چاروں سمت چلتے والے کو مرنہا پڑتا ہے۔ مگر مرجانہ بڑی دیر تک چلنے کے بعد بھی کسی سمت نہ ملتی۔ وہ دیوار اس طرحی چلی گئی تھی۔ تب میں نے اس سے کہا یہ مرجانہ! ارگ جاؤ۔

وہ رگ گئی۔ پھر زندہ حال ہو کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگی میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کسی سٹناٹ ہے اور اس طرح اس کے زخم سے نہیں اٹھ رہی تھیں۔ اسے کچھ سببوں میں آواز تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہی ہے؟ جیسے وہ بے فحش کے عالم میں ادا سے لگ کر اتنی ڈور چلی آتی تھی اور چلے آئے میں اس کے ادا سے کا دخل نہیں تھا۔ ایس اس کی طبی طبیعت اسے وہاں تک پہنچ لائی تھی۔ میں نے اسے آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اسے سمجھا دیا کہ بس آگے نہ بڑھے۔ پہلے اپنے آپ کو سنبھالے، واپس جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کی اتنی کو اس کے پاس ہی پہنچا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں ساتھ ساتھ بانو کے پاس پہنچا۔ پھر انہی کے مرجانہ سمجھتی رہ جا کر ٹھک گئی ہے اور بیٹی ہوتی ہے۔ آپ اس کے پاس آ جا میں؟

بیٹھے! میں اس اندھیرے میں کیسے جاؤں؟ وہ کہاں ہوگی؟

میں نے کہا۔ اگر آپ اپنے پاس والی دیوار پر بیٹھ لیا کر آگے بڑھیں گی تو آپ کو داہیں طرف چلنا پڑے گا اور اگر اس دیوار کے بائیں طرف ہو کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولتے ہوئے چلیں گی تو پھر بائیں طرف چلتے ہوئے آپ اپنی بیٹی تک پہنچ جائیں گی؟

وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوجھنے لگی کہ دیوار کس سمت ہے۔ انہوں نے کوہر نہ کرنے کے بعد بیٹی کے پاؤں کو پکڑا تھا۔ وہ سوچتے ہوئے ایک طرف ٹھکتے گئیں مگر ٹھکتے کے باوجود دیوار میں ملی۔ میں نے پرتش ان پر کہہ دیا! آئی! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ کوہر جا رہی ہیں؟ دیوار تو آپ کے قریب ہی ہوئی چلی ہے؟

ہاں بیٹا! ابھی تو ادھر ہی تھی؟ وہ دونوں ہاتھوں سے ادھر ادھر ٹٹولتے گئیں پھر کچھ آگے بڑھ گئیں۔ پڑھتے ہی ان ہاتھ دیوار سے لگ گیا۔ تب میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا! بیٹھا



لئے دم کرو۔ ہم مان بیٹی پر ظلم نہ کرو :

ان کے لڑنے کے دوران دوا کیوں نہ آجیں وہ طرف سے پھرایا۔ مگر انہیں ایک طرف لے جانے کے وہ تڑپنے اور پھیلنے لگیں، پیچھے نگیں دیکھے چھوڑ دو۔ میری بیٹی کے پاس مجھے جانے دو خدا کے لئے ہم مان بیٹی پر ظلم نہ کرو۔ تم جو چاہو گے میں جلتی ہر بات ہر ظالم پر لڑا کروں گی۔ لیکن میری بیٹی اس وقت بہت کمزور ہے اس لئے تم مجھے تمہیں آتی ہیں وہ خدا کے لئے مجھے جانے دو میں جانتا تھا کہ سائزہ بانو کو گرفت میں لےنے والا ابھی آواز نہیں سنائی گئی۔ اب انہیں بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ میں فوراً ہی سائزہ بانو کے دماغ میں قابو ہو گیا۔ جلتے جلتے ایک ایک انہوں نے الٹی قوا بازی کھائی۔ وہ طرف سے انہیں گرفت میں لیا گیا تھا۔ ان کی گرفت کیلئے دماغ میں ڈھکی ڈھکی رہی۔ وہ سوچ بھی نہیں کھتے تھے کہ ایک اور طریقہ صرف قوا بازی کھانے کے کتب دکھا سکتی ہے گرفت دھکی دھکی سائزہ بانو نے دونوں اٹھوں کو زور سے جھکا دیا۔ وہ دونوں لوگ کھڑے ہوئے شاید پچھلے پھلے گئے تھے کیونکہ اب وہ سائزہ بانو کے پاس نہیں تھے۔ اندھیرے میں کم ہو چکے تھے۔

میں نے سوچا کہ میں سائزہ بانو کو اپنا معمول بنا کر ان کے دماغ پر قابو لیجوں تو گریبا کر سکتا ہوں۔ میں اسی طرح کتب تو دکھانے لگا تھا اور سچاؤ کے لئے کوششیں کر سکتا تھا لیکن جوانی حملے اس لئے نہیں کر سکتا تھا کہ سائزہ بانو دماغ پاؤں کی نازک تھیں اگر وہ گھٹنے یا کراٹھے کے اٹھ جائیں تو دشمنوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

پھر حال سائزہ بانو کو میٹروں سے نجات دلانے کا بھی ایک راستہ تھا کہ میں ان کے دماغ کو اپنا لوں اور انہیں گم کر جائے دوں۔ لہذا سائزہ بانو کے اس اندھیرے میں اس وقت سماجی طور پر تو سائزہ بانو تھیں لیکن سماجی طور پر میں کھڑا جاتا تھا اور دشمن مجھے ڈھونڈ رہے تھے اور میں پیچھے کی طرف ہٹتے ہوئے ان سے کرا رہا تھا۔ تاکہ وہ میرے قریب آئیں۔ نہ سائزہ بانو کے ساتھ سے مجھے لڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ پیچھے ہٹتے وقت سائزہ بانو کا بدن دیوار سے لگ گیا۔ یعنی میں جو دماغی طور سے ٹکی ہو جاتا تھا۔ میں دماغی طور سے وہیں لگ گیا تھا وہ دونوں کھڑا ہوا سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ دوسری طرف سے بھی خاموشی تھی۔ شاید وہ لوگ اندھیرے میں تلاش کر رہے تھے کہ تھکا کہاں گیا؟ معقولی طور پر سوچنے کے بعد مجھے اچانک ہی خیال آیا کہ میں ان لوگوں سے سائزہ بانو کو بچانے کی حماقت کر رہا ہوں۔ حماقت اس طرح کہ مجھ پر دیکھنا چاہئے کہ وہ لوگ سائزہ بانو

کو کھال لے جاتے ہیں۔ لیکن اس سرنگ سے باہر کسی کے جہاں حماقت بیگ یا بھول بیگ اس وقت تک نہیں چھوڑا معلوم کر سکیں۔ اس کے لیے وہ یقیناً صرف سائزہ بانو کو اٹھا کر چاہتے ہوں گے

یہ سمجھتے ہی میں نے سچاؤ کا ارادہ دماغ سے نکال دیا۔ وہیں سے سائزہ بانو کی آواز میں پھوٹ کر نکلا۔ وہ دیکھنا بھڑکنا قریب نہ آئے۔ وہ نہ بہت گراؤ گا۔

ایسا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ میری آواز سن کر سمت میں آئیں اور مجھے پکڑیں۔ یعنی سائزہ بانو کو اٹھا کر سے لے جائیں اور یہی جواب آواز سننے ہی وہ اندھیرے سے کا اندازہ کرتے ہوئے وہیں پہنچ گئے۔ میں سائزہ بانو کے پی موجود رہا۔ کیونکہ اگر میں اس دماغ کو آزاد چھوڑتا تو راستہ دہشت زدہ ہو جاتا۔ پھر جیتنے والے نگیں۔ جب ان کو مجھے (سائزہ بانو کے ہم عمر) گرفت میں لیا تو میں نے زیادہ چاہنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بس یہی معقولی بہت ضروری معقولی ہی چھین دیا۔ کیونکہ میرا اس کے بعد چپ رہا۔ اس طرح وہ زندہ رہتی ہوئی۔ اب وہ لوگ سائزہ بانو کو اٹھانے کے لئے سرنگ سے گزرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔

مجھے مرانا ہی ہے یہی فرانس میں ہو رہا تھا۔ میری بڑی آرزو تھا کہ میں اپنی اس دوست کی خاطر کبھی اس طرح اپنی جان لوٹا دوں۔ میں اس کے لئے کیا کروں؟ بے چاری سرنگ کے کونے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اور اس کے سچاؤ کا کوئی راستہ نہیں دیکھتا تھا۔ میں ایک ہی امید تھی کہ سائزہ بانو کو جانے کہیں سرنگ سے باہر نہیں اور کسی حد تک بے نقاب پھر ان سے کیل کیوں جا سکتا ہے۔ اندوہ اور مر جانا کبھی اس لئے سرنگ سے باہر لے جایا گیا کتا ہے۔

وہ لوگ چلتے ہی جا رہے تھے۔ وقت نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہوا ہوا تھا۔ آخر ایک لمحہ پہنچ کر وہ لوگ گئے۔ انہوں کو زمین پر کھڑا کیا۔ ایک نے پیچھے سے ان کے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا تھا۔ دوسرا کھینچا گیا۔ میں نے سائزہ بانو سے اس شائق کی آہیں سننے کی کوشش کی۔ بلی کی دھب کی آواز سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز اور ہی طرف جارہی تھی۔ کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرا شخص زینے پر چڑھ گیا۔ میرے ہی میں آیا کہ میں ایک باہر پھر سائزہ بانو کے میں گھس کر اس شخص کو ماروں اس سے نجات حاصل کروں۔ یہ سڑھیاں چڑھتا ہوا اور ہاگہر خود ہی باہر نکلنے کا راستہ تھا لیکن یہ حماقت ہوئی۔ اس لئے میں نے مبرے کام کیا۔

معقولی ہی میری ہر لیدر گھڑا ہٹا کی آواز سنائی دی۔ جیسے پتھر کی ریل شائی جاری ہو اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ پہلی ہلکی روشنی اب سرنگ کے اندر آ رہی تھی۔

اس روشنی میں ایک اور ظالم چھوڑا زینہ نظر آیا اور کسی شخص کے پاؤں نظر آئے جو ادری زینے پر تھے۔ اس کے بعد باقی حصہ اب اس جگہ سے باہر چلا گیا تھا جہاں سے وہ پتھر پڑا گیا تھا۔ میں نے سائزہ بانو کی آنکھ سے اور ڈھونڈ دیکھا تو زینے کے نیچے جیسے میں زمین پر ایک جھڑسا پتھر پڑا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں ایک تصویر آئی۔ میں نے پوری قوت سے سائزہ بانو کے کیم کو استعمال کرتے ہوئے اس شخص کی گرفت سے لے کر پھینک دیا۔ پھر ذرا ہی بیک کر پتھر کا ٹھکانا یا بس سے پہلے کہ وہ شخص اٹھنے کے بعد سائزہ بانو کی طرف بڑھتا، سائزہ بانو کے دونوں ہاتھوں نے پڑی تھی۔ اس پتھر کو اس کے سر پر سے مارا۔ اس کے سر سے ایک کراہ بھلی اور وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تمام کر بیٹھ گیا۔ سائزہ بانو فوراً ہی بلیٹ کر زینے پر چڑھ گئی۔ اسی وقت پھر اس نے پڑی آواز پہنچی تھی۔ پھر زینے پر چڑھنے کی آواز بھی آ رہی تھی اور پھر سے کسی نے پتھر چھوڑا اور عورت اٹھائی ہے زندہ کر رہی ہے۔

جو شخص ادری ہتھے پر کھڑا ہوا تھا اس نے آہٹکی سے کہا: ہم اندھیرے میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکے۔ اب آپ اپنی تو بیچے جا کر اس روشنی میں لے آئیں کہ کوئی جانے والا ہے؟

وہ پھر مزاحیہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جا کر اس کا منہ دیکھو : اس سے پہلے کہ وہ شخص ادری زینے سے بلیٹ کر نکلے آتا سائزہ بانو زینے پر سے چھینتے ہوئے اور جلنے لگیں : اللہ کے واسطے سے حال پر دم کرو۔ میری بیٹی بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ لے یعنی امداد پہنچاؤ۔ یہ انسانی فرض ہے۔ خدا کے لئے باکل ہی دوسرے زینے جاؤ۔

سائزہ بانو کو ادری آستے بیکہ بات کرنے والوں کو چپ سے لگتی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی آواز سائزہ بانو کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔ یا سائزہ بانو کے ذہن سے جو تک نہیں پہنچی ہے وہ پھر سے کون بن گئے۔ اور ہی زینے پر کھڑے ہوئے شخص نے نیچے جھٹک کر سائزہ بانو کی طرف دیکھا۔ اسی وقت میں نے سائزہ بانو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک منٹ سے بول کھلا کر ڈھنگلنے لگی۔ زینے پر سے گرنا چاہتی تھیں کہ پھر میں نے دماغی طور پر انہیں سنبھالا اور اپنا کواں برسرہ رکھ لیں۔ پھر میں نے ان کے دماغ میں کھپا۔ اسی ڈراؤ کو دیکھا۔ اب تک میں نے آپ

کے دماغ کو اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ دشمنوں پر یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ میرا آپ سے یا مر جانا سے رابطہ ہے۔ آپ یہی نہیں کہ مرنا آپ لوگوں سے دور رہا ہے اور تقریباً چھ گھنٹے سے اس نے ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔

سائزہ بانو نے پتھر چھوڑی میری بیٹی کہاں ہے؟ کسی ہے؟ "اب مر جانا کی فکر باکل نہ کریں۔ وہ بخیر رہے ہے۔ آپ اس وقت گھڑا بٹ پریشانی اور خوف کا اظہار کرتی رہیں۔ یہ دشمن آپ کو جہاں لے جانا چاہیں، اطمینان سے چلی جائیں لیکن ایسی حد و چہرہ کرتی رہیں جیسے آپ بیٹی کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہوں۔ میں آپ کی بیٹی کے ساتھ رہوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مر جانا کی سلامتی کے لئے میں جیسا کہہ رہا ہوں، ویسا ہی کریں۔ فوراً گھڑا بٹ اور پریشانی کا اظہار کریں :"

سائزہ بانو کو پریشان تھیں ہی اور خوفزدہ بھی۔ اس لئے پریشانی اور خوف کا اظہار کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ میں اپنی پھر گڑا اور ہاٹیں کھانے والے دوا دیوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچا۔ جس کے دماغ میں پہنچا وہ اور پھر ہاٹوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس چار آدمی ادب سے ہاتھ باڈے کھڑے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس کے دماغ میں، میں پہنچا، وہ ان کا سر نہ تھا۔

سرنگ کے نیچے پر سے اس کو ادری ہاٹوں میں سے لے کر آدھی نے اشارے سے کہا کہ وہ صحت نیچے پر ہے۔ اگر دیکھ لیا جائے کہ کون ہے؟

وہ سر نہ آگے بڑھا اور اس نے وہیں سے جھانک کر اندر کی طرف دیکھا۔ سائزہ بانو کا چہرہ روشنی میں آ گیا تھا۔ صحت نظر رہا تھا۔ تب جھانکنے والے کے دماغ نے کہا : اہ! یہ تو بہت اچھا ہوا۔ سائزہ بانو اٹھ آئی ہے۔ میں اسی کی ضرورت تھی :

اس سرب کے ساتھ ہی اس نے زینے کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے اشارہ کیا کہ سائزہ بانو کو پکڑ کر ادری لے جائیں۔ اس کے اشاروں پر چل گیا۔ اس شخص نے سائزہ بانو کا ہاتھ پکڑ کر ادری کھینچتے ہوئے اشارے سے کہا کہ وہ چپ چاپ ادری چل آئے۔ سائزہ بانو کے سر پر ہی تھیں۔ کبھی بیٹھ رہی تھیں، کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔ پھر وہ ادری آئیں۔

چار ماتحت آگے بڑھے۔ ان میں سے ایک نے سائزہ بانو کے منہ پر کھڑا ہاتھ دیا۔ پھر اٹھوں پر بھی بیٹی ہاتھ دی گئی۔ پھر دوا دی انہیں وہ طرف سے پکڑ کر جھاڑیوں کے پار لے جانے لگے۔ وہ شخص چپ چاپ کھڑا انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ



لوگ بہت دور نکل گئے اور لڑنے لڑنے چو گیا کہ ساتھ باؤ کے کاؤں تک اس کی آواز نہیں پہنچے گی تب اس نے اطمینان سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا: ساتھ باؤ کو تو تم لوگ اندھیرے میں بھی ڈھونڈ کر لے آئے۔ اس کی بیٹی مرحبانہ کہاں ہے؟

اس آدمی نے جواب دیا: مگر کیشو! آپ جلتے ہیں کیوں کہ اپنی جان بھینٹی پر رکھ کر گئے تھے۔ کس ایک ذرا سا اطمینان تھا کہ مر جانے لڑی طرح زخمی ہے۔ شاید کس دم لڑائی ہوگی۔ ہم اس کی ممان کو اسانی سے اٹھا کر لے آئیں گے۔ لیکن اندھیرے میں پہچاننا بہت مشکل تھا۔ جب اندھیرے میں پہنچے کسی کے نہ جانے کہ اٹھتا تھا اور وہ اڑتا تھا۔ یہاں سے قریب آئی تو بڑی عرصی ہوئی تب ہم نے سمجھا کہ وہ ساتھ باؤ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مرحبانہ اتنی عادی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوگی۔ اسی اندازے کے مطابق ہم ساتھ باؤ کو اٹھا کر لے آئے۔ لیکن مرحبانہ کے متعلق کچھ کہ نہیں سکتے کہ وہ اس وقت اس اندھیرے میں سرگم میں کہاں لڑی ہوگی؟ کیشو نے کہا: اس لڑکی کو بھی زندہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ جوں تک اس کا ہاتھ اور مر جانے کو بہت زیادہ نقصان نہ پہنچا جائے۔ اس حد تک اسے کمزور بنا یا جائے کہ وہ زندہ رکھنے پر جان نہیں دے۔ اس سرگم کے انداز میں ہم نے لے کر جانا چاہا۔

کیشو کے ماتحت نے کہا: ہمیں اپنے ساتھ اور چار بہترین مہم کے فائبروں کو لے جانا چاہیے۔ کیونکہ مرحبانہ کی رپورٹ جاری ہے۔ ساتھ ہی اس نے اپنی کارٹر کے پاس دیکھتے ہی دیکھتے وہ آدمیوں کو چاک کر دیا تھا۔ اور باقی دو کو قیدی بنا لیا تھا۔ اس سے پہلے کاریکارڈ بھی بڑا خراب ہے۔ ہمیں بہت محتاط ہونا چاہیے۔

کیشو نے کہا: ہم خواہ مخواہ گھمراہے ہو۔ مر جانے لڑی طرح زخمی ہے۔ اس قابل بھی نہیں ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا سکے۔ اگر وہ اس قابل ہوئی تو اپنی جان کے لئے ڈھال بنائی بہر حال ہونا چاہیے۔ آدمیوں کو ہلا لو۔

اسی وقت میں نے کیشو کے مانع میں کہا: مجھے لینے ساتھ فرسٹ ایئر کا سامان بھی لے جانا چاہیے۔ لیکن مرحبانہ کے زخموں کی مرہم بھی کرنی ہوگی۔ ایسا نہ کیا جائے گا تو ہم اسے زندہ رکھ نہیں سکیں گے۔

کیشو کا ماتحت حصار لڑوں سے گرتا ہوا جا رہا تھا۔ کیشو نے اسے پھرا دیا کہ وہ اور لڑیں؛ دیکھو فرسٹ ایئر کا سامان اٹھا کر لے آؤ۔ وہاں اس لڑکی کی مرہم بھی کرنی ہوگی؟

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ میری وقت مرحبانہ کے پاس

ہینچے گیا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اب وہ کپوش میں آئی ہے یا پھر وہ اب بے موش نہیں تھی۔ کسی قدر موش میں تھی۔ لیکن سر آپ میں نہیں تھی۔ اس کی عقل کا نہیں کر رہی تھی۔ وہ ہر لمحہ سمجھ رہی تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ سر کی تکیوں پر رکھی تھی کہ اب وہ تکلیف ایک طرح سے اشد بن گئی تھی۔ درد کے نشے میں تھی۔ اس پر ایک عجیب بے خودی کا عالم تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھتی تو اندھیرے میں کتنے ہی بے طبقہ پڑے آتے۔ کبھی اس کا ماتھ بجھنے لگتا تھا اور کبھی کبھی اس کے سر پر لگتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا: مر جانے! میں فرزند ہمارے پاس ہوں۔ ذرا بہت سے کام لو۔ میں سمجھا بھی معلوم کیا ہے۔ دشمن ہمارا مرہم پٹی کے لئے چاہا آئے ہلکے ہیں۔

اس کی کمر سوچنے کے کہا: کون ہے؟ کون ہو؟ کون ہو؟ آؤ، میسٹر پاس آؤ۔ میرا ہاتھ بچو لو۔ مجھے کہیں بھیجا دو۔ مر جانے! میں اتنی دُور ہوں کہ تمہیں لینے بازوؤں کی مدد نہیں سکتا۔ درخت میں ساری دنیا سے سالکے مہمان تھے۔ انہوں نے انہیں اس کی طرف سے پہنچا کر چھپا لیتا۔ کوئی نہیں دیکھتا نہ پا سکتا۔ میں صرف خیال ترائی کے ذریعے ہی تھلکے پاس پہنچ سکتا۔ اس کی سوچ نے ذرا سنبھل کر کہا: اؤ! فرزند تم کو۔ تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ دیکھو اب میں اس دنیا سے والی ہوں۔ تم جو ڈی ریر کے لئے آکر پکڑ لو۔ اب میں آخر کار تم سے کیا لوں کہ تمہارے بازوؤں میں مرنے کو بھی چاہتا ہوں۔

آہ، کہاں ہیں تھلکے بازو؟

ایسا کہتے وقت اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کا سر طرف کو ڈھک گیا۔ وہ اگے سے مڑھا ہوا ہو گیا تھی۔ اب وہ اپنے کے ذریعے سمجھ کر لو لٹا نہیں چاہتی تھی۔ میں بھی خاموش رہا۔ آئے والوں کا انتظار کرنے لگا۔ اچھے خاصے انتظار کے بعد فرسٹ ایئر کے ساتھ سانی ڈی پیر اس تاریک سرگم میں مارچ کی روشنی ادھر سے ادھر لہرائے لگی۔ وہ دشمنی آہستہ آہستہ دیکھتی ہی دیکھتی ہوئی مرحبانہ کے قریب پہنچے گی۔ مگر مرحبانہ کو دیکھنے والے لوگ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ کیشو کے مانع میں تھا اور اس کی مدد سے مگر ہاتھ تھا۔ کیشو نے فرسٹ ایئر کے چہرے پہنچا نا نہیں جا رہے۔ کیشو کے آستون بہہ رہا تھا کہ وہ خون تمام چہرے پر پھیل گیا تھا۔ اس کے بال بھی خون سے تر ہو گئے تھے اور آب وہ خون اور بالوں پر جم رہا تھا۔ وہ عجیب سی نظر آ رہی تھی۔ کیشو سوچنے لگا: ایسے تو اس لڑکی کے زخموں پر نہیں لگائی جا سکتیں۔ پہلے اس کے سر کو دھونا ہوگا، زخم کو

کون ہوگا۔ اس کے بعد مرہم پٹی ہو سکتی ہے۔

یہ سوچے کہ اس نے اپنے ماتحتوں کو اٹھانے سے کہا کہ مر جانے کو اٹھا کر اوپر لے جائیں۔ وہ لوگ سے اٹھا کر لے جانے لگے۔ اب یہ آکر وہ مر جانے کو غار سے باہر ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں کبھی نہ گھبراؤ۔ اٹھا کر مر جانے کو فریج کے اندر بچھنا گیا۔ پھر پانی کر اس کے بالوں کو اچھی طرح دھوا گیا۔ چہرے پر سے خون کو صاف کیا گیا۔ زخموں کو بھی اچھی طرح صاف کرتے رہے۔ وہ راجی رہی۔ تکلیف بڑھتی رہی۔ لیکن وہ لوگ بڑی بڑی اور مرہم پٹی کر لے رہے تھے۔ دائیں لگا کر پٹی باندھنے کے بعد اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا گیا۔ پھر وہ لوگ اس کے ہرٹس میں آئے کا انتظار کرنے لگے۔

وہ پوچھتا ہی ہی تھا۔ لیکن لوہنے کے قابل نہیں تھی۔ آنکھیں کھولنے سے سمجھتا ہی نہیں چاہتا تھا۔ مرہم پٹی کے بعد ذرا آرام ہوا تھا وہ اسی طرح لیٹی رہنا چاہتی تھی۔ پھر انجکشن نے اثر رکھا تو اس کی تکلیف کچھ کم ہونے لگی۔ تب اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھلیں۔ وہ اندازے میں لیٹی ہوئی تھی لیکن سر کا پھل پھل کر لڑائی زخمی تھا۔ وہ چپت ہو کر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ اسے دیکھ کر اندازہ ایک حصہ نظر آ رہا تھا۔ سامنے ہی ایک شخص بیٹھا تھا اور اس کے پیچھے دو آدھری کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے اٹھ کھولتے ہی پوچھا: میری کمانی کہاں ہیں؟

کیشو نے جواب دیا: تم لگتے نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہیں اور ہم نے انہیں بہت بیک کام لیا بنا کر بھیج دیا ہے۔ وہ پچھلے دنوں بہت ہی تھکتے تھے۔

کیشو نے ایک عجیبے دشمن کا نام سننے ہی مرحبانہ کو فہم کرنے لگا تھا۔ اسی وقت میں نے اس سے کہا: دیکھو! مرحبانہ اپنے دماغ میں ایک ڈراما سننے کو پہلے ہونے دو اور نہ نہیں بہت نقصان پہنچاؤ۔ بہت کمزور اور ہتھیارا دماغ اس وقت تک غلط بات کاٹنے نہیں چکے گا۔ بائبل پڑھو۔ میں ہتھیاری ہی کے ساتھ ہوں گا۔ نہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

مر جانے کی سوچ نے کہا: تو پھر تم میرے پاس کیوں ہو؟

نہیں جاؤ۔ ہوں مگر وہ کہہ کر جب تک تمہارے سر کا زخم چھرا ہو جائے اور تم اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو۔ اس وقت تک دشمنوں کے غلط کوئی حرکت نہ کرنا میرا انتظار کرنا۔ اس دن کا تمہاری کچھ کیا جائے گا۔

اس نے کہا: اب تم سے میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے دشمنوں کے ہر ایک قدم کو تم نہیں اٹھاؤں گی۔ اب تم ان کے پاس جاؤ۔

میں اس سے رخصت ہو کر ساتھ ہلاؤ کے پاس پہنچ گیا۔ کافی دیر سے میں نے ان کی خبر نہیں لی تھی۔ ویسے اطمینان تھا کہ انہیں کوئی ملالی نقصان نہیں پہنچاتا گا۔ کیونکہ ان کی بے انتہا دلالت کی دشمنوں کو ضرورت تھی اور وہ مر جانے کو انعام سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے ساتھ باؤ کی زندگی ضروری تھی۔

جب میں ساتھ باؤ کے پاس پہنچا تو وہ ہلکا پلٹریں پہلی ہوئی تھیں اور ہلکا پلٹریں کا پٹریں اس کی سمت پر لڑا کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چلیاں کھول دی تھی۔ متر پر سے بھی کپڑا ہٹا لیا گیا تھا۔ میں نے کہا: ائی! میں حاضر ہوں۔ وہ اس لئے ہوئی کہ اب تک آپ کی بیٹی کے پاس تھا۔ اس کی مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اب وہ آرام سے ایک بستر پر لیٹی ہوئی ہے تو میں ملکن ہوا آپ کے پاس آیا ہوں۔

ان کی منانے تڑپ کر پوچھا: میری بیٹی یا کل خیریت سے ہے نا؟

اب کل خیریت سے ہے۔ آپ ذرا بھی نگر نہ کریں؟

تم کہہ لے ہو یا مجھے ہلا لے ہو؟

میں پچھتاؤں ہوں ہی۔ آپ سے بھرتی ہوئی دل لگتا۔ وہ آفات میں سر ہلا کر لڑیں! دل! تم ایک ہے۔ ابھی مجھے پتہ چل جائے گا کہ میری بیٹی خیریت سے ہے یا نہیں۔

میں نے پوچھا: کیسے پتہ چلے گا؟

انہوں نے جواب دیا: جو دشمن مجھے یہاں سے لے رہے ہیں۔ انہوں نے اس شرط پر میرے منہ پر اور آٹھ برسے پٹی کھول دے کہ میں شورو نہیں چھڑاؤں گی اور کسی کو مرانے نہیں پکاراؤں گی۔ تب مجھے پیرس پہنچنے ہی میری بیٹی کی آواز سنانی ملے گی۔ اور مجھ سے بات کروائی جائے گی۔ یوں مجھ سے اس کی خیریت کا علم ہو جائے گا اور اگر میں شورو چھاؤں گی تو کسی کو مرانے لئے پکاراؤں گی تو پیرس پہنچے ہی مجھے میری بیٹی کی لاش کی تقریر دکھائی جائے گی۔ میں سمجھا اس کی لاش کا لہنگہ بھی نہیں لگا سکتی۔ میرے اندر مقرر تھی ہی پڑا ہوا جاتی ہے۔ میں نے ان کی ہر بات مان لی ہے اور اس نے اطلاع کر لیا ہے کہ کسی کو اپنی دیکھنے کے لئے نہیں پکاراؤں گی۔ میں صرف اپنی بیٹی کی سلامتی چاہتی ہوں اور اسی امید پر اپنی بیٹی سے ڈی پیرس جاری ہوں۔ لڑوں پہنچنے ہی اس سے رابطہ قائم ہوگا اور اس سے باتیں ہوئیں گی۔

آپ کو پتہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو پیرس میں کہاں لے جائیں گے؟

"یہ مجھے نہیں معلوم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرے ہی ننگے ہیں لے جائیں گے اور مجھ سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ میری وہ حقیر ذات

کہاں ہے جس کا چرچا عام ہو رہا ہے ؟

میں نے کہا: میری معلومات کے مطابق آپ کو شہت بیگ کا ساہن بنا کر لے جایا جا رہا ہے ؟

پس منہ پریشان ہو گئیں۔ میں نے کہا: پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، میں جانتا ہوں کہ وہ ذلیل آدمی ہے لیکن میں آپ کے ساتھ موجود ہوں گا تو وہ آپ کا کچھ نہیں لگاڑ سکے گا :

بیٹے! مجھ پر تو یہ بات صادق آتی ہے کہ خٹکوں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسمان پر گئیں۔ میں اتنی دشمنی کے ساتھ سے مراد حق رہی ہوں کہ میں اپنی ذات کو لے کر اسے کسی اور جگہ پریشان نہیں ہوتی جب سے میں ماں بنی ہوں۔ میں نے مرعاجہ کو جنم دیا ہے۔ تب سے میری زندگی کا مقصد ایک ہی ہے۔ میری بیٹی اور اس کی سلامتی، میری تم سے الٹی ہے کہ اس کا ساتھ میں نہیں چھوڑ دوں۔ میری نیک بائبل مذکورہ ہو سکے تو ہر لمحہ اس کے ساتھ نہ کر اس کی حفاظت کرتے رہوں۔ دشمن لے ملے ہٹلے ہٹلے ہوتے ہیں اور مجھ سے ذرا بھی کوئی غلطی ہوئی یا میں نے کسی بات کو غلط سے انکار کر دیا تو وہ مرعاجہ کو ذمہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح قتلے ان کی تیسرے نکال کر لے جاؤں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ مجھ پر بڑا احسان ہوگا اور میں سکون سے مرحوں گی :

وہی آپ کے دشمن مرعاجہ تھے۔ آپ مرعاجہ کی بات نہ کریں۔ زرد ہونے کی باتیں کوں۔ آپ کی بیٹی بھی زندہ سلامت ہے گی اور بہت عرصے میں ملان بیٹی کو ملا دے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ میں تین دن نیچے جہیز سے کی پیشی کھلنے میں باقی رکھنے ہیں۔ اس کے بعد کھینچنے کے میں دشمنوں کا کیا مشر کرنا ہوں ؟

میں انہیں سستی ہے کہ روایں مانا جاتا تھا تھا کہ ان کی سوج کے ذریعے پتلا چلی، چلی کا پڑی پرواز تھی جو ہر ہی ہے۔ ان کی سوج نے کہا: یہ جلی کا پڑی عمارت کی چھت پر اتر رہا ہے اور چونکہ میں یہاں سے ایک بار گزر چکی ہوں۔ اس لئے ان شہر کو پہچان رہی ہوں۔ یہ تو دم ہے :

میں نے پوچھا: آپ کو پتا ہے کہ یہ جلی کا پڑی کہاں کہاں پرواز کرتا ہے اور کہاں تک پہنچتا ہے ؟

جب مجھے جلی کا پڑی بیٹھا پایا گیا تو اس وقت میری آنکھیں بند تھیں۔ پرواز کرنے کے بعد بہت دیر تک میری آنکھیں برقی ہوئی رہی۔ چھوڑے جلی کھل دی گئی۔ تب میں نے دیکھا کہ جلی کا پڑی سمندری صف سے گزر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد شہر کی کاہت آیا اور اب آدم کاوشی صف ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اٹلی کسی شہر سے پرواز کرتے ہیں اور مندر کے چھوٹے حصے کو عبور کر کے بحرہ روم میں داخل کسی جزیرے سے پہنچتے ہیں۔ جہاں آپ لوگوں کو قید کیا گیا تھا اور جزیرہ ہے " جانے دو۔ کوئی سی جگہ ہو۔ تم مرعاجہ کے پاس رہو۔ " آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں ابھی اس کے پاس سرسبز آ رہا ہوں، وہ آنکھیں بند کیے آدم سے لیتی ہوئی ہے۔ اور ابھی کسی طرح بھی مرعاجہ نہیں کرنا ہے۔ اسی لیے میں مختصر سا سفر آپ کے ساتھ گزار رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے پاس کس طرح کے بعد دشمن آپ سے کچھ باتیں کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر میں سے بیٹھا نام کر رہا ہوتا ہے اور جان جہاں ایک صف میں مرعاجہ پڑی ہوئی کی باتیں سنتا میرے لیے حد ضروری ہے۔ اگر اس ایسا کوئی معجزیہ ایسا ہی ہو تو میری بیٹھنا اور جان جہاں ساتھ باقی رہا ہے۔ پھر میں اس پر دو گرام کے مطابق دو تون گار تو آپ لوگوں کی حفاظت کرنا دشوار ہو جائے گا :

وہ صبر میں اس وقت تک وہ سبھی کا پیاس کا پیرا اس کی چھت پر اتر گیا تھا۔ ادب سا رہا دو دو حافظوں کی گزرا اور وہ اپنے الگ الگ پہلی کا پیر سے اترتی تھیں ساتھ ہی کھلی ہوئی چھت پر جان اپنے ماتحتوں کے ساتھ گھڑا ہوا تھا۔ اس نے ساتھ باؤ کو دیکھ کر گنگو کر کے میں ایک منٹ کی دیر کو یوں بیٹھا جا کر وہ ہی لوب سے کہا: بیٹو! ماں، میں جان عالم ہوں اور میری بات کرنے والا مرعاجہ کے ساتھ دو سو سے نیچے میں تھا اور اب یہاں تک آپ لوگوں کے رابطہ کا ذریعہ بنا ہوا ہوں۔ زرد ہونے کو اس مجھ سے نکل کر مرعاجہ کے میں پہنچ رہا تھا۔ کو آپ کے ساتھ لایا نہیں جا سکتا۔ آپ لوگوں سے لکھنا چاہتا ہوں۔ اس نے بازو پھینک کر بیٹے اسے نہیں ہی جا سکتی صرف مجھے ہی ترخانہ کا بکر لایا گیا ہے اور پھر وہاں سے آئیں گے کھول دیں پھر اس نے کہا: "دیکھو تمہاری ایک بھاری مصلحت کے لیے میں ایسا کر رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کو مرعاجہ کے ذمہ لے کر لے گیا ہے۔ لو اس سے ہوتی ہیں بہر حال آئیے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں: " باؤ کو :

ساتھ باؤ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "تم میں پہنچتی ہی پہنچتی ہیں سے بائیں کرنا چاہتی ہوں؟ اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت جان عالم نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں، اس کا بھی کوئی نہیں ہے کہ مرعاجہ کے ساتھ باؤ نے اس سے بائیں کرنا چاہتی ہوں؟ اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

جب مرعاجہ نے ٹائٹل دیا تو میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

وہ تو گنگو چھت سے اتر کر زمین پر گرتے ہوئے اتر گیا تھا۔ اس کے پاس ایک اور معلوم کرنا پڑا کہ وہ ساہن بنا کر لے جایا جا رہا ہے اور وہ ایک کمرے میں بیٹھے اس دوران میں جان عالم کی سوج بول رہی تھی۔ آپ کہاں ہیں بغیر تم سے میں یا نہیں؟ اور وہ ایک کمرے میں آئے۔ وہاں ساتھ باؤ کے لیے جانے والے لوگوں کو کھانے کا انتظام کرنا ہوا۔ وہاں تک کہ ان کے ساتھ ایک ایسا خاص انتظام کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں تک کہ ان کے ساتھ ایک ایسا خاص انتظام کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں تک کہ ان کے ساتھ ایک ایسا خاص انتظام کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

میں نے کہا: "اس شخص نے کہا: "اٹھنے کی ضرورت ہو چکے ہیں۔ نیچے ایک کمرے میں چلیں۔ وہاں آپ کی بیٹی لائے ہوں گا :

کے قابل ہو جائے گی؟

پھر میں نے سوچا کہ سارہ باؤ کے متعلق بتا کر وہ پیرس پہنچنے والی ہے۔ سوچانے کے متعلق ستی ہی لیکن مرزا کے متعلق سوچتی رہی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تمہارا حیا جان تو مرزا کی طرف نکلا ہوا ہے؟ وہ ایک مردانہ ہجر کے بولی، ابھی اولڈ سے فٹنگ پائرسٹر میں سے بیٹھے ہوئے تھا۔ یہ مرزا ہی نہیں ہے۔ شی ہے؟ وہ مگر اکر لولی، ہاں شی ہے مگر یہ کے طور پر بھی بہت اچھی لگتی ہے۔ تم کو کھلنے ہو گے؟

”یہ جملے کوڑھنے کا موقع نہیں ہے، میں اس کی طرف سے پریشان ہوں“

”میں بھی تم پریشان نہیں ہوں میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہاں تمہی اور دوستی کو رول اور لوگ روس دفتر دھنے کو اس کی تلاش میں نکل جاؤں۔ مجھے امید ہے کہ میں اسے نہیں دیکھیں تلاش کروں گی“

”نہیں سوچنا چاہتا ہوں میں آؤ۔ وہ ایک کیپ میں آرام کر رہی ہے۔ اسے دو ایسٹن ہی ہے، وہ جلد ہی اپنے ہاؤز پر گھڑی ہو جائے گی۔ پھر وہ ایک ایفہ، وہ ڈویڈی، وہ سٹون کا مطلق بند کرنے گی۔ اطمینان رکھو۔“

”ذرا سارہ باؤ کو پیرس پہنچنے دو، دیکھتے ہیں کہ آئندہ کیا ہوتا ہے؟“

”دو ہفتے چھ ماہ آئی ہیں، ایک تو یہ کہ حشمت بیگ کو بیٹا حلال بیگ بختور کو ڈوبیں، مرزا کا اور بہت خطرناک حکم کا فائلز سمجھتا ہے۔“

”اس سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ جلد سے جلد سارہ باؤ کو اپنے قاتلوں کو مرزا کے مرزا کو سارہ باؤ نے الگ دیکھے اور ان کی ہمت سے کیسے کر خفیہ دہشت کمپنی چاہتا ہے۔“

”دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح وہ تمہیں بھی جو کر رہا ہے کہ تم ان کی مدد کے لیے جوش و جذبہ لے لو اگر ہسپتال سے باہر نکل آؤ۔“

”ہاں، تم صحیح سمت میں سوچ رہی ہو۔ وہ یہی چاہتے ہیں، چلال آج کی رات گزرنے کے بعد میرے پھر کے پشیل کھلنے کے لیے صرف دو دن رہ جائیں گے اور انشاء اللہ وہ دونوں ہی گزری جائیں گے۔“

”میں نے اس سے باتیں کرنے کے بعد بھی اور سوچتی سے ملاقات کی، اور انہیں بھی تمام حالات بتائے۔ روتھی سے نکالنے کا اظہار کیا تو وہ کرتے نہ گئی، اب وہ میری باتوں میں آنے والی نہیں تھی۔ اس نے شہید کی سے تمہیں کر لیا تھا کہ روتھی جلدی مکن ہو سکے گا۔ وہ میری دنیا سے دور چلی جائے گی، اگر اس کے پس میں موتا تو وہ اتنی دور چلی جاتی کہ

میں نہ جان توانی کہ ذرا بھی اس کے پاس پہنچتا لیکن ابھی وہ مجبور تھی، جگلی میں پھینکنے کے لیے ایک بار نکلی تھی تو کلاب سے سوئی دوسری بار پھینکنے سے بھی ڈرے ہوئے منہ کیا تھا سو لینے بھی اتنی تھی کہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔ جس سے ان لوگوں کی اور فریادی کی پریشانیوں بڑھ جائیں۔

یہ باتیں روتھی مجھے نہیں کہہ سکتی تھی، لیکن میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا پھر حال ساقی تو ایک کے بعد دوسرے کوڑھنے ہوئے تھے اور سارہ باؤ کے بعد روتھی میرے لیے ایک مسئلہ بننے والی تھی پھر سرتیا کے پاس بیچ کر کہا، سوچنا بھی میں چاہتا ہوں یہ خیالات پڑھ رہا تھا، وہ اب تمہی اس موقع کی تلاش میں ہے۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں یہ نہیں جانتی کہ وہ کڑھ زیادہ ہو گا یا کم، پیرس کے دوستی کا علاج بھی ہے اور اسے اسی صورت میں روکا جاسکتا ہے کہ دل میں یہ بات بٹھا دو کہ تم صرف اس کو چاہتے ہو اور اس کی بن کر رہو گے۔“

”سوچنا میرے صائب میں مجھ سے ہوتے ہیں، لیکن ہلکے چاروں طرف میں اور ہم ایک دوسرے سے اس طرف ہوتے ہیں کہ میں ابھی پیار و محبت کی باتیں کر رہی نہیں سکتا اور گا بھی تو میرا بہت سادقت ضائع ہو گا۔ مجھے ہر لمحہ اور جسے تو ان کے پر دن پر پرواز کرتے ہوئے پہنچا رہا ہے، صرف تم سب کے لیے حقائق تدابیر سوچنی پڑتی ہیں، اور وہ سن ڈو ہیں، ان کا تو ڈر بھی کرنا پڑتا ہے۔“

”سوچنا محسوس رہی میں اس سے رخصتی ہو گا، حالات سے گزرنے سے تھے، وہ حالات ایک نئے نمونہ پر آئی۔“

”جب سارہ باؤ پر پیرس پہنچ جائیں، اس سے پہلے تو اس آرام اور انہوں کی خبر گیری تھی، یہی سوچ کر میں چاہتا ہوں، پیرس گیا اور اس سے پیار و محبت کی باتیں کرنے لگا۔ اسے ذرا دلائے لگا کہ میں یہاں سب سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، گئی تو یہ واقعہ کسی کام کے قابل نہیں ہے، گا میں یہاں

سوں گا اور ہمیشہ تمہی اراکھوں میں مبتلا رہوں گا۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”جہاں مرد اور عورت کے تعلق کو پڑا نہیں سمجھا جاتا ہے، کہ اس علاقے میں میرا دن ہے کوئی یہاں پوچھتے نہیں، اُسے کا کارنامہ بانو کیوں پتہ چلی ہی۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“

”نہیں، میں جھوٹ نہیں بول سکتا، حشمت میں شادی سکتا۔ تو میں ایسا لیا ہوں، کہنے کے بعد بات نہ بتا سکتا ہوں۔“

”میں نے پیرس سے بہت دور چلی جائے۔ اس کا خاص خیال ہے کہ وہ فریادہ کو کوئی پتہ نہیں ہے پھر دوسرے پیرس سے اس نے فیصلہ لیا ہے کہ وہ تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن یہاں دور مرزا حشمت کی باتوں سے اور میری باتوں سے روتھی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔“

”میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ پیرس سے زیادہ اسے چاہتا ہوں، ہمارا یہاں کے وقت یا کبھی غفلت کے وقت وہ نکل کر جا کر سکیں گی؟“

”ہاں یہ پریشانی تو ہے مگر کچھ کچھ تو اس کے بارے میں سوچنا ہو گا۔“

”میرا یہ خیال ایک ہی بات آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہی شادی کا وہ نہ کرو،“





نئے زندگی کا ایک اچھا خاصہ جگنو میں گزارا تھا۔ اس کے علاوہ ایک سو ایسے جو نماز روزہ رو کر گئے تھے جو اتھاروی علاقے میں دوسرے اور تیسرے نمبر کے تھے۔ ان سب کو بدنام سونا بدنام مروتی کی تصویریں دکھادی گئی تھیں۔ مرزا کی تصویریں کئی تھیں اس کا عین تیار کیا تھا اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ اہل احوال اس کے سر پرچی بندھی ہوگی۔

دوسری صبح منہ اندھیرے ہی وہ تمام ہم جو زوجوں پر دستک روانہ ہو گئے، دوپہر تک ان کے طرف سے نہ سانس نہ ذریعے اطلاع ملتی رہی کہ وہ کس طرف سفر کرتے ہیں اور کہاں کہاں پہنچے ہیں۔ وہ یوں کرتے تھے کہ کہیں ایک جگہ جگنو میں پہنچا پڑا اور دیکھتے تھے۔ اور پھر خود ہی دور جا کر ایسے وقت، پھل اور پھول دیکھنے کی کوشش کرتے تھے جن کی نشاندہی سونیا اندھیرے ہی میں کرتی تھی، لیکن جب ایسی جگہ ملتی تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے۔ اس طرح شمالی افریقہ پہنچ گئے۔ شام تک اس ہم جو پارٹی کے لیڈر نے مارشل روٹی کی

میں نے اسے مخاطب کیا "میلور جان تمہیں پختے پختے چھرتے دیکھ کر کتنے خوش ہو رہی ہے" اس نے جواب دیا "ہاں اب میں لوگوں کو چٹا پھرنا کرنا چاہتی ہوں۔ سوچ رہی ہوں کہ کیا کیا جائے۔"

"ابھی کچھ سوچو، زخم کو تھوڑا اندھیر جلانے دو، جب تم کوئی عملی کوشش کرو گی، تو جھاک ڈوبو گی یا مار پیٹ ہوگی، کچھ سوچو۔"

ایسی بات ہوگی کہ کھرتے وہ زخم بھر کر مرزا ہو جائے گا۔ تھوڑی تکلیف بڑھ جائے گی۔ اس لیے ڈرا کر ہم کو رہیں نہ ان اختلافات سے کہیں بڑگ تھوڑی کٹاؤ میں میں پیرا سائیکس کی تنظیم سے تعلق رکھنے والے افراد سب کی کارپس کے جگنو میں پرانا کر رہے ہیں اس کے علاوہ کل تک ان کو گھوڑے مل جائیں گے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جگنو میں دوڑتے پھریں گے کہیں نہ کہیں وہ تم کو پا لیں گے۔ اس لیے ابھی بانگ آرا ہے، جو امداد ان لوگوں کو دیا جائے شہر بھرے نذر کو تم فراموش کی کوشش میں ہو۔"

وہ کڑی کوشش سے ٹیک لگانا چاہتی تھی لیکن مسکے پھلے حصے میں تکلیف ہونے لگی اور آہ خرابی بھی پھینکتے ہوئے لہتی پھرتے تھے۔ ایک کبیر بیدل اور گھوٹی تلاش کر رہی تھی اب جو تھکا نام ایک اد بڑھ گیا ہے اور وہ ہے جلال بیگ۔ یہ سب اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس نے جس طرح میرے سر کے پیچھے ضرب لگائی ہے، میں سے کبھی نہیں بھول سکتی میری جگہ اگر کوئی اور لڑائی ہو تو پھر پکی ہوگی، اتنی شدید پھوٹ بھی برداشت نہ کرتی، میرا تو بچو میری کہہ گیا ہے۔ میں کسی دن اسے ہلا کر رکھ دوں گی۔"

"خفت برداشت کرنے کی کوشش کرو۔ غصے کی زیادتی سے سر دگنے لگتا ہے، تمھارے سر کی تکلیف بڑھ جائے گی۔ ایک بات یاد رہے تمہیں۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ اندھیری رنگ میں جب تم پریم ہے ہوشی طاری تھی، اور تم یوں محسوس کر رہی تھیں کہ اب تمھارا دم ٹپکنے والا ہے، اور تم شاید زندہ نہ ہو سکو تو تم نے آخری ساتوں میں کسے پکارا تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"میں یاد دلانا ہوں، تم نے پلانو کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ تم میرے بارہوں میں دم توڑنے چاہتی ہو اور میں تمہیں تیلیاں سے ہا تھکا۔"

"جو رہنے کہیں کچھ سے ایسی باتیں نہ کرو، میں ایسا کہہ نہیں سکتی میرا مزاج کچھ اور ہے۔"

"بیٹنگ مزاج کچھ اور ہے، لیکن جب آخری وقت آتا ہے اور زندگی دور ہوئی دکھانی دیتی ہے اور موت سامنے کھڑی ہوتی ہے

تو ایسے وقت اپنے اچھوں کے قریب بل جلتے ہیں، تمھارے بھی بدل گئے تھے۔ تم یقین کرو یا نہ کرو؟"

"لوہنہ میں کچھ یقین کر رہی نہیں کسی کوئی اہدائت کرو؟"

"اہدائت یہ کہ سونیا تمہیں بہت یاد کر تی ہے تمھارے لیے بہت بے قرار ہے اور بار بار روتی اور مٹی کو چھو کر تمھاری تلاش میں لگتا ہے جیسا ہے میں نے بڑی مشکوں سے لے رکھ رکھا ہے۔"

"سونیا میری سوت ہے۔"

"ہوں، مروتی بھی سوت نظر آتی تھی، تم نے اسے وہاں بند کر لیا۔ میں نے پکارا تھا؟"

"بس روتی، دیکھو کچھ بات کہتی ہوں کہ روتی میں ہے، جوں سے کیوں جو بات سونیا میں ہے وہ بات میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی۔"

"مجھے یوں کہہ کر تم نے تو سونیا کا عقیدہ بڑھانا شروع کر دیا ہے۔ اچھی میں جا رہا ہوں لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ تم کہاں سے خراب ہونے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی؟"

اس نے مجھ سے وعدہ کیا۔ میں دو ماہی طور پر اپنے ہسپتال کے کمرے میں وہاں آیا میرے دن اور رات ہسپتال کے کمرے میں گزارے تھے، رینٹے ہونے میں کسی ذمہ داری وقت گزری با تھا، آخر وہ دن آ گیا، اسی کی دوسری صبح ڈاکٹر نے کہا تھا کہ میں اپنا اسمبلی چہرہ دیکھ سکتی گا، اس دن ہم جو پارٹی کے جوان بہت محدود وقت دیتے، انہیں گھوڑے دستیاب ہو گئے تھے اور سیلون وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تمام دن جگنو کی خاک چھاتے تھے اور سیلون دور تک کو سڑا تھا، میں ان میں بھی جگنو کی نظر آتے تھے یا ہسپتالوں کی کچھ آبادی دکھائی دیتی تھی، اس آبادی میں لڑائی پھوٹی اگر فری ملنے والے ہی تھے، ان سے پوچھا گیا کہ کہاں کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں پارٹی خرچ کھڑی کے کچھ ہے ہوں اور وہاں مفروضہ شتم کے پھول او پھول نکلے ہوں، ان میں سے ہوں، ان میں سے مرا لے ہوئے تیار کیا۔

وہ مارا دن بڑی مصروفیت میں گزارا، لیکن کئی کامیابی نہ ہوئی، جنھیں تلاش کیا جا رہا تھا، وہ یہ نہیں بھیجی میں کہاں چھپے ہوئے تھے۔ زیادہ بھی نہیں تھا، کوئی اور جگہ تھا، کچھ یہ نہیں چل رہا تھا، ہر ماہ سا لڑ کر گات رات لگتی۔

ہسپتال میں میری وہ آخری رات تھی، بسکی براڈ لے ڈائری کلینر میرے شانے کو پھینکتے ہوئے کہا، "وش ڈو لڈلنگ کل صوبی ایمپلائمنٹ کا دن ہے، میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کتنا تجرہ کار اور کامیاب سرت ہوں، تم کل اپنا اسمبلی چہرہ دیکھو سکو گے، ادا کے، اب صبح طاقت ہوگی، مثبت بخیر۔"

وہ مجھ سے نصیحت ہو کر چلا گیا، میں بھی جلد سو جانا چاہتا تھا، لیکن اپنے فرائض بھی نبھانے تھے، میں نے سائہ بانگی تری، پھر مرزا نے طاقت کی اس کے لیے سوچنا، روتی اور مٹی کے پاس پہنچ گیا رات کے وقت، مروتی کا کچھ کہت پڑا کئی تھیں، جیسا نے کہا تھا کہ سونیا روتی مروتی میں اہو وہ جگہ کہہ رہی تھی، میں نے کئی خطرہ ہو گا تو وہ سونیا کو اٹھا رہی تھی۔

سونیا روتی خاتون کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی، خود جگنا چاہتی تھی، لیکن مٹی نے سبھیما باجی، ابھی ایک تو تم رات جگا کر دی، دوسرے یہ کہ دشمن آگے تو تمھیں سونے کی خدمت بھی نہیں ملے گی، یہ نہیں کیا حالات ہیں، لہذا جب تک کوئی خطرہ نہ ہو تمھیں اور تمھیں چاہیے اس وقت تک میرا دور مروتی کا فرض ہے کہ ہم باہری باری جاتے ہیں، اور پھر وہی ہے، تم ہمارے لیے بہت تھیں، پھر مروتی میں بھی ہے، مروتی اور مٹی نے اسے سمجھا، ہمارا سلام دیا، روتی بھی یہ کہہ کر مروتی کہ ایک نیچے کے بعد بھی اسے بیدار کروں گی، پھر مروتی چہرہ دے گی اور مٹی جو سماں گی، بے کر کرنے کے بعد اب مٹی جاگ رہی تھیں اور وہ دو دن سو رہی تھیں، اب تک اس کا کچھ کے اطراف رات کو بھی حضور محسوس نہیں ہوا تھا، عرف بجلی اور نندوں کی آواز میں کبھی مروتی سنائی دیتی تھیں، وہ بھی دور ہوئی چلی جاتی تھیں، کوئی دشمن مات کو بھی اٹھ نہیں آیا، اسی لیے مجھے بھی اطمینان تھا کہ یہ راست بھی آرام سے گزر جائے گی، یہ سوچ کر میں نے اپنے دلخ کو ہدایات دیں اور صبح پھر پھرتے تک کے لیے پھینکے نذر کر لیں۔

صبح کے پھرتے گئے، دماغ نے ہدایات پر عمل کیا میری کھلیں کل گئیں، میں نے محسوس ہی دیکھ چھت کو گھورتے رہنے کے بعد سوچا، بیٹے کسی کی خبر لینا ہے، سائہ بانو کے اطراف صحت چہرہ تھا، وہ محفوظ تھیں، مرزا میری ہدایات پر عمل کر رہی تھی، اور ڈاکٹر ہونے سے گزرتی رہی تھی، اس کے سر کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی تھی، صرف زخم رہ گیا تھا، جس کا علاج ہو رہا تھا، اور علاج کے دوران جو تکلیف ہو کر آتی ہے، وہاں بھی کمر جاتا ہے، شہتے شہتے برداشت کر سکتی تھی، ہر حال مجھے مرزا نے ہی اب اتنی فرائض نہیں تھی، لہذا میں سونیا اور مروتی اہم مٹی کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں پہنچنے ہی پہ جگنا معاملہ ٹھوڑے سے صبح پانچ بجے سے ہی سونیا کو مٹی نے اٹھا دیا تھا، اور اسے بتایا تھا کہ کچھ گئے اس پاس کچھ گھومنا نظر آ رہے ہیں، سونیا نے جلدی سے اٹھ کر دیکھا تو کچھ نئے سے تقریباً سڑک کے فاصلے پر پتھر بٹا پھر گھومنا نظر سے ہو گا، کچھ کے چاروں طرف گولودھے، کوئی درخت کے پیچھے تھا، کوئی درخت کے کٹے بالکل سونیا کے سامنے جیسے تن کر چلی کر رہا تھا کہ کیچے آؤ۔ دیکھی جلتے گا۔

سویا خاموشی سے چاروں طرف پھرتا رہتا ہے گھومتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اب تک کسی بھی دشمن نے دو ٹوکلا رہتا اور تیری کالج کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی، وہ سب خاموشی سے ناپے تھے، سویا نے آہستگی سے کہا: "مجھے اب روتی کو لے کر بیٹھ کرے میں چلی جائیں اور کھڑکی کے سامنے نہ جاؤں۔ شاید وہ فائرنگ کریں۔ باقی میں یہاں غمٹ لوں گی جلدی کریں!"

مٹی اور سوتی پھرت پھرت پر مبیغہ میں پھر وہاں سے دیکھتے ہوئے پیٹے جانے لگیں۔ مٹی اس وقت محنت سے بیگ کے پاس بیٹھ گیا وہ اب تک کبھی نہیں سو رہا تھا۔ مٹی نے اس کے واضح کوئی بھی طریقہ نہ چھوڑا ڈالا۔ وہ ایک دم سے بیغ مار کر اٹھا اور لپٹا رہتا رہتا مے ہوئے ابھر پھر پڑنے لگا۔ میں نے غصے سے سوچ کے ذریعے کہا: "ذلیل انسان سارہ بانٹنے ہیں دن کی جھلکتی تھی اور تو اس پر راضی ہو گیا تھا۔ پھر سویا وغیرہ کو یوں پریشان کیا جا رہا ہے۔ مجھ سے آدمی کالج کو کیوں پھر بیٹھے ہیں؟"

محنت سے بیگ نے وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو چھلتے ہوئے کہا: "خدا کے لیے مجھے ایسی مزا میں نہ دو میرا دام آخر چھینا جاتا ہے۔ میں سوچتے تھے کہ قابل نہیں، چتا!"

مٹی نے کہا: "فریڈمیری بات کا جواب دو۔ ورنہ میں اس سے بھی برا سلوک کروں گا!"

اس نے کہا: "میں تم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا کہ لوگ کالج کو گھیر رہے ہیں اور ان کے ساتھ تیرا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا کیونکہ میرا بیٹا جلال بیگ اپنی مرضی کا مالک ہے اور وہ اپنے منصوبے کو سمجھتا ہے۔ تم مجھے حق تو اس وقت دو۔ میں اپنے بیٹے سے کسی طرح رابطہ قائم کر کے اسے سمجھاؤں گا کہ مہلت کی مدت ختم ہونے تک وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے۔"

مٹی محنت سے بیگ کو پھوڑ کر سویا کے پاس پہنچ گیا وہ پھت پڑتا کھڑکی پر تھی۔ ریڈیو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور اٹھلی ٹیبل پر پڑی دکھی ہوئی تھی۔ اس نے حق تو یہ دیکھ کر اتفاق کرنے کے بعد لگا کر کر پوچھا: "مگر کون ہوا دیکھا جانتے ہو؟"

مٹی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے سر اٹھا کر اوپر پھت کی طرف دیکھتے رہے۔ سویا نے پھر پوچھا: "میں آخری بار پوچھتی ہوں۔ دوستی کے لیے آئے ہو یا دشمنی کے لیے۔ اگر جواب نہیں دو گے تو میں گولی چلا دوں گی!"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گھوڑے سوار ایک ایک کر کے پلٹ گئے۔ جیسے منہ پھر کر جا رہے ہوں۔ لیکن ذرا دیر جا کر وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے پھر انہوں نے وہیں طرف گھوڑوں کو گولی

یعنی سب ایک دوسرے کے لگے پیچھے ہو گئے۔ اس کے بعد اگر دالے گھوڑے سوار نے پھیلوں کے انداز میں پھرتے ہوئے گھوڑے کو لگام سے مارا۔ اڑ گیا اور اسے دوڑانے لگا۔ گھوڑے نے تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔ اس کے پیچھے دوسرے گھوڑے بھی دوڑنے لگے۔ سوینا نے دیکھا۔ اب وہ پھر گھوڑے سوار ذرا دالے سے فاصلے پر دوڑ رہے تھے۔ اور کالج کے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ اگر دائرہ بنا کر ادھر سے ادھر پھرتے تو جیسے جیسے پڑتا تھا وہ چاروں طرف گھوم گھر نہیں دیکھ سکتی تھی کہ کون سا گھر سوار کس طرف جا رہا ہے۔ بس اتنا پتہ تھا کہ وہ جہر بھی جا رہا ہوا ہے۔ دائرے میں چکر کاٹنے کے بعد پھر سامنے کی طرف آئے گا۔ وہ کھڑکی پر کمر کی حرکتوں کو دیکھنے لگی۔

میری بھی سچ نہیں آیا کہ وہ لوگ کالج کے چاروں طرف آتی تیری سے گھوڑے کیوں دوڑ رہے ہیں۔ پھر ایک ہلکے ہی سا ہی پھوڑ میں لگی۔ اچانک ہی روتی کا ایک چندا لہرا ہوا پھت کی طرف گیا اور سویا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس سے پیچھے کہ سویا جھٹکتے اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ پھر وہ پھت کے کنارے سے بڑھ کر آ کر برآمدے کی پھت پر آئی اور وہاں سے لڑھکتے ہوئے نیچے آ کر اگلاں پر پڑی۔

وہ سویا تھی۔ کوئی انداز ہی صورت نہیں تھی کہ اچانک مٹی سے بڑھ کر اگلاں پھت پر سے لڑھکتے ہوئے آ کر زمین پر گرنے کے باوجود تجربیات سے اسے کو پھوڑ کھا ہوا تھا۔ اس پر اس نے عمل کیا پھر ریڈیو اس نے چھوڑا نہیں تھا۔ اس پر گزرتے ہی مہتر طبعی اور کالج کی پہلی تو اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ فرس پر پہنچتے ہی پہلے تکلیف کا احساس کیا۔ مگر دشمنوں کی موجودگی نے فراموشی اس احساس کو ختم کر دیا۔ خدا اور حقہ اس کے دماغ میں پھر گیا۔ مگاری اور ذرا ت جوں کی خصوصیت تھی۔ وہ اپنا کام لگانے لگیں۔ گرتے ہی اس نے کر دت بدلنے ہوئے اندھا حند فائرنگ کی۔ وہ بار گولی چلائی۔ گولی گولی کا گانچھی جس نے چندا ڈال کر مٹی سے کھینچی تھا۔ وہی گولی کا نشانہ بن کر گھوڑے کی پیٹھ سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔ مگر گھوڑے نے ایک تھوس کو پھوڑا اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا۔ اور گھوڑے نے کڑھیاگ کیا تھا۔ روتی اس آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی وہ حالت کو سمجھتے ہوئے فراموشی پھر گئی تھی اور دوڑتے ہوئے اس گھوڑے کو کھانے کی کوشش کرنے لگی۔

اسی وقت پیرے دوپٹے کی ناز ہوئے۔ سویا کے قریب سے گئی گولیاں گزریں۔ اس کے بعد ایک گولی کھڑکی کا شیشہ توڑتے ہوئے اندر گئی۔ روتی کی پنجمن سائی وہی پھر دوسرے ہی نے اندر سے فائر شروع ہوئی تھی گولیاں چلا رہی تھیں۔ سویا کو موقع دے رہی تھی

وہ دوڑتے ہوئے اس خلی گھوڑے تک پہنچ جائے، جو دوسرے گھوڑے سوار تھے۔ وہ سوینا کے قریب نہیں آ رہے تھے۔ کو پھوڑا اندر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ پھر جو امان لوگوں نے جھنڈا کرا کج کی طرف فائرنگ کی تھی ان کو فائرنگ سے رکھا جائے۔ لیکن اس وقت تک سوینا گھوڑے تک پہنچ ہی نہیں اور چھیل کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گئی تھی۔ سوار ہوتے ہی اس نے گرنے والے شخص کے پاؤں کو رکاب سے آزاد کیا۔ اور پھر گھوڑے کی لگام کھینچنے ہوئے ایک ہی سے جنگ کی طرف پھرتے لگی۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگ کالج کا خیال چھوڑیں۔ کالج کی طرف فائرنگ نہ کریں اور اس کا تعاقب کریں تاکہ اسے فریڈا کر لیا جائے۔ یا لاک کیا جائے سوینا نے موت کو اپنے پیچھے لک لیا تھا۔

سوینا کی تدبیر اپنی جگہ درست تھی۔ لیکن سب کے سب دشمنوں نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ تین گھوڑے سوار اس کے پیچھے چھلگے باقی تین میں ایک تو سوینا کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا۔ دو رہ گئے تھے۔ وہ دونوں کالج سے ذرا دور ٹھہر گئی اور سوتی کے خلاف موجزن بننے لگے۔ میں پریشان ہو گیا کہ کہاں دیکھوں اور کس کے پاس رہوں۔ اور سوینا کے پیچھے موت دوڑی چلی جا رہی تھی دھڑکتی مٹی اور سوتی بھی دو دشمنوں کے ہم دم ہو رہیں۔ بے چاری مٹی تہا تک تک فائرنگ کرتی لگتی کہ کاتوں تک تک کام آتے پھر یہ کرمی ریڈیو کا استعمال تو جانتی تھیں۔ لیکن ان کا نشانہ درست نہیں تھا۔ دوسری طرف سوتی اس معاملے میں بالکل کوئی تھی اس نے ریڈیو کو ابھی پورا بھی نہیں تھا۔

میں دونوں طرف سے ابھا ہوا تھا۔ اس لیے ہلک چھینتے ہی کبھی سوتی کے پاس اور کبھی سوینا کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ وہ تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی پیچھے سے دشمن فائر کرتے تھے لیکن گولی اسے شٹ ہڈیاں سے نہیں گنتی تھی کہ دوڑتے رہتے گھوڑے کی پیٹھ پر مہتر گزرتا نہ مہتر نہیں لگتا جاسکتا تھا۔ دوسرے یہ سوینا وہ کہ گھوڑے کی گردن سے لپٹ جاتی تھی اور وہاں گھوڑے کی کھنکھیوں میں طرف اور کبھی بائیں طرف کرتی تھی۔ گھوڑا مختلف سمت دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ جس سے دشمنوں کا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کس لیے سوینا کا گھوڑا کس سمت جاتا ہے۔ جب حال وہ بڑی ہوشیار سی ہے اور پوری جان و دماغی سے تعاقب کرنے والے دشمنوں کو اپنے پیچھے لگانے ہوتے تھی۔

میں چند لمحوں کے لیے اسے چھوڑ کر سوتی اور مٹی کے پاس پہنچا۔ وہ دونوں کمر کے اندر تھی ہوئی تھیں۔ کھڑکی دروازے بند تھے اور وہ کبھی اس کھڑکی سے کبھی اس کھڑکی سے دشمنوں کو دیکھتی تھیں۔ جواب نظر نہیں آ رہے تھے۔ پتہ نہیں کہاں لگ رہے گئے

تھے۔ بر اندیشی تھا کہ وہ کالج کے پھلی طرف سے جب چاہ اس کمرے کی طرف بھی آسکتے ہیں۔ اور دروازے کو توڑ سکتے ہیں۔ مگر وہ کیا کر رہے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ اور یہی میں پہلی بیٹھی کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا۔ کاش کہ میں ان کو لگنے دیا مٹوں تک پہنچ سکتا۔ وہاں اسٹنی چھلی ہوئی تھی کہ پتہ نہیں سمجھ لیا ہوا تھا۔ میں پھر چند لمحوں کے لیے انہیں چھوڑ کر سوینا کے پاس پہنچ گیا۔ گھوڑوں کی دوڑ جاری تھی، وہ آگے بڑھتے گھوڑے دوڑتے جاتے تھے سوینا پھر رہی تھی کہ اس کا تعاقب کرنے والے اس کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ وہ آگے کی طرف بھی دیکھتی تھی اور کبھی کبھی گردن گھما کر پیچھے دیکھتی تھی۔ آگے اس لیے دیکھتا پڑتا تھا کہ بہت سے درخت ایسے تھے جن کی شاخیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ اور وہاں سے گزرتے وقت اس کو مڑھیکا کر کرنا پڑتا تھا۔ اگر وہ سر اٹھا کر گھوڑے پر بیٹھی رہتی تو شاخوں سے ٹوٹ کر زخمی ہو کر گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے گر پڑتی۔ اسی لیے اسے آگے پیچھے کیا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ پھر اس کا تعاقب کرنے والے بالکل ہی قریب پہنچنے لگے۔

وہ جانتی تھی کہ طرف پھرتا پھرتا ہوا کہ اندھا حند فائرنگ کرتی تھی۔ اپنے دشمنوں کو پھلکا ہٹ میں مبتلا کر سکتی تھی۔ لیکن اس کے حساب سے ریڈیو اس طرف دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ اور باقی گولیاں کر کی بیٹی میں بندھی ہوئی تھیں۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ وہاں سے گولیاں نکال کر ریڈیو لے کر پھر جاتی۔ اس نے دوڑتے دوڑتے چشم زدن میں کچھ فیصلہ کیا۔ پھر ریڈیو کو اپنے دانتوں میں دیا تاکہ کم کو ڈھیل دیتے ہوئے اور اڑا لگاتے ہوئے تیزی سے گھوڑے کو لگے دوڑانے لگی۔ سامنے ہی ایک ایسا درخت آ رہا تھا جس کی شاخ نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس نے کاب سے اپنے پاؤں کر ڈھیل کر لیے۔ جیسے ہی وہ شاخ قریب آئی اس نے فوراً چھیل کر اس شاخ کو پکڑ لیا۔ اس کے نیچے سے گھوڑا اٹکل کر چلا گیا۔ اسی تیز رفتار میں باقی تین گھوڑے سوار بھی آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب انہوں نے آگے گھوڑے کو خالی دیکھا تو انہوں نے اپنے گھوڑوں کو لگام دی لیکن وہ گھوڑے کے تھکے ہوئے کھڑے کھڑے چلے گئے۔ اس وقت تک سوینا اس شاخ کو چھوڑ کر نیچے زمین پر آئی تھی۔ اور ریڈیو کے کواہت میں لے کر کھڑکی سوتی تھی جیسے ہی وہ تھیل گھوڑے سوار کے اندر پلٹا ہی جاتے تھے کہ اس نے تواتر فائرنگ کی۔ دو گولیاں چلیں اور دوسرا گھوڑے سے نیچے گرے۔ تیسرا مھاگ کر ہوا ایک مھاڑی کے ہتھے چلا گیا۔ کوئی کہ سوینا کے ریڈیو میں تیزی لگی نہیں تھی۔ وہ بھی دوڑتی ہوئی ایک درخت کے پیچھے مٹی پھر اپنے ریڈیو لے کر پھر کو بھرتے لگی۔

میں پھر چند سیکنڈ کے لیے کالج میں پہنچ گیا۔ روتی اور مٹی

دشمنانہ انداز میں انھیں بھی بڑھانے لگا کہ ان کے پیسے دکھ رہے تھے۔ وہ لکڑی سے بہت کھ دیوار سے ملی ہوئی تھیں اور وہ بھی کبھی کبھار سے جیسا کہ جی تھے، کان لگا کر آہٹ ہونے کی کوشش کرتی تھیں۔ مگر کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دونوں دشمن واپس چلے گئے ہیں۔ یا لکھ کر نے میں مصروف ہیں۔

میں نے رسوئی کو مخاطب کیا تو اس کی جان میں جان آئی۔

میں نے کہا: "تم پریشان نہ ہو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

وہ بولی: "ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے سورج کے ذریعے تھیں دیکھا تھا، مگر پھر راجواب نہیں ملا۔ میں اب بھی تمھارے غافل ہوں۔"

وہ میں غافل نہیں ہوں۔ سو نیا بھی مصیبت میں ہے۔ دشمن کی کاپی لکھ کر رہے ہیں کبھی میں اس کی طرف جاتا ہوں کبھی تم لوگوں کے پاس آتا ہوں تم لکڑی کو کہہ دو ریالو اپنے ہاتھ میں رکھو اور کادوس کی پیشکش اپنے شانے سے نکالو۔"

لیکن فریاد میں شرمندہ ہوں کہ ایسے حالات میں مجھے ریالو کا استعمال نہیں آتا ہے۔

تم فکر نہ کرو جب کوئی افتاد آپرے گی تو میں تمھارے مددگار پروری طرح تھیں جو جان کا بچر تھا۔ ہاتھ ریالو کو بھی طرح استعمال کر سکیں گے اور شانے میں بھی ہوگا۔ تم فکر نہ کرو جو کتا ہوں اس پر عمل کرو۔ میں ابھی سو نیا کی جہاز سے آتا ہوں۔ سو نیا درخت کے تنے سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ اور دوسرا سراگے کر کے اپنے شانے دور دیکھ رہی تھی۔ دور ایک تھیلائی کے پیچھے گھوڑے کی جھنگ نظر آ رہی تھی۔ اس گھر سوار نے اپنے گھوڑے کی نگاہ کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا تھا۔ کیونکہ بانی گھوڑے سے بھاگ گئے تھے۔ اسے خدا سے تھا کہ اس کا گھوڑا بھی نہ بھاگ جائے میں نے سو نیا سے پوچھا: "تھیں اس دور تنے کی پیچھے کھڑی رہتی ہے؟"

"میں اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ ایک منٹ گزرے گا۔"

"معاذے کا وقت ایک منٹ بہت جوتابہ۔ ایک منٹ میں دن کچھ سے کچھ گزرنا ہے۔ بچر جھنگ ہے اگر وہ اندھے منہ لیٹ کر بیٹھا ہوا تھا اس پر سے ایسی جگہ تبدیل کر کے گا تو تھیں پتہ نہیں چلے گا۔ تھیں آہٹ نہیں ملے گی تم فوراً اس پر لیٹ جاؤ اور اسی طرح ایسی جگہ تبدیل کرو۔"

وہ اندھے منہ لیٹ کر بیٹھنے کے لیے بیٹھ گئی۔ اس کے پیچھے ہی تھیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی آئی اور درخت کے تنے کے ساتھ ہی اسے پھرت ہو گئی۔ جہاں ابھی وہ کھڑی تھی۔ وہ تڑپ کر گھاس پر لیٹ گئیں۔ وہاں سے بڑھ چکے ہوئے درخت کے تنے کے دوسری طرف پہنچ گئی۔ وہاں پہنچ کر بھی وہ لیٹ رہی اور دوسرا سرا

اٹھا کر دیکھنے لگی۔ جیاد طرف اونچی اونچی گھاس تھی۔ بیٹھے والے ایک دوسرے کو نظر نہیں آتے تھے۔ وہ دھرتے ہوئے دل سے دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ ہر طرف سنا سنا چھایا ہوا تھا۔ درخت کے تنے بھی خاموش تھے۔ وہاں پہنچ جہاں رہتی تھی۔ بالکل گہری خاموشی میں چائے جی دور سے ہولے ہولے کرنے کی آواز سنائی دی۔ سو نیا نے کان لگا کر سنا۔ لیکن وہ نہیں آیا کہ وہ آواز کتنی دور سے آ رہی ہے اور کس سمت سے آ رہی ہے۔ یہ دشمن کی طرف سے دھوکہ بھی ہو سکتا تھا۔ اس لیے وہ کان لگا کر آواز کو بہت محتاط ہو کر سن رہی۔ ریالو اور پراس کی گرفت مضبوط تھی اور ریگر پرانگی بھی ہوتی تھی۔

ایک ڈاکا دینے والے اہر دل کو دھکا دینے والے نظر انداز کر لیا ایک جگہ گھاس میں چلنے ہی ہوئی۔ پھر ایک انسانی جسم نظر آیا۔ وہ وہی دشمن تھا۔ آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر اس طرح کھڑا ہوا کہ اس کی گھڑی گئی تھی۔ وہ ڈانگلا تے ہوئے قدوں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سو نیا نے اس پر فخر نہیں کیا کیونکہ اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ وہ ڈانگلا تے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے اب اس کی لڑکھڑایا پھر آواز دہن گھاس پر گر پڑا۔

سو نیا کی سوراخ نے جہاں سے پوچھا: "یہ کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "تم اس پر بڑھ چکے وقت مسلسل فائرنگ کر رہی تھیں۔ شاید فائرنگ کی زد میں وہ آ گیا ہے۔ آگے بڑھ کر کچھ مگر کھڑی نہ ہونا۔ اسی طرح بیٹھتی ہوئی آگے بڑھو۔"

وہ گھاس پر بیٹھنے سے اس طرف بڑھنے لگی۔ جہاں وہ شخص آواز دہن مگر اٹھا۔ وہ دشمن کی جالی میں پوسکتی تھیں سو نیا جالی کی نہیں تھی۔ وہ اتنی محتاط تھی کہ کسی بھی لمحے ہلکے پھلکے سے فائر کر سکتی تھی۔ پھر جالی وہ آہستہ آہستہ دیکھنے سے اس کے قریب پہنچ گئی وہ واقعی مردہ پڑا ہوا تھا۔

میں نے سو نیا سے کہا: "اب وقت خالی نہ کرو۔ ڈراؤ اس کے گھوڑے کو لو اور کالج واپس پہنچو۔ میں اور رسوئی خطرے میں ہیں وہاں جو دو گھوڑے سوار رہ گئے تھے۔ ان کے متعلق پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کیا کرنے والے ہیں۔"

سو نیا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جادوں طرف دیکھتے ہوئے گھونکی طرف بڑھنے لگی اور اندازہ کرنے لگی کہ وہ کس طرف سے آئی تھی۔ اور وہ کالج کی سمت ہو سکتا ہے۔ پھر وہ بولی: "فریاد۔ یہاں ستموں کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ چاروں طرف ایک ہی جیسے ڈب ڈب جہاں اور معمول نظر سے ہیں۔ سو نیا نے اس کی طرف سے اتنی ہی "تم گھوڑے پر چاروں جادو پھر اس کے بعد دیکھو کہ درخت کی وہ شاخ کہاں ہے۔ جس پر تم دوڑتے ہوئے گھوڑے سے بڑھ چکل کر لٹک گئی تھیں۔ وہ شاخ اگر نظر آجائے تو سمجھ لو کہ اس

سے مخالف سمت سے آ رہی تھیں۔ اس لیے تھیں مخالف سمت سے جانا چاہیے۔ اسی طرح راستے کا تم اندازہ کرتی رہو گی تو کالج تک پہنچنا ہوگا۔ میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے یہ سب جہاں جہاں اور سو نیا کے پاس پہنچا۔ اسی وقت باز جگ کی آواز سنائی دی۔ ایک ایک لکڑی کا کاشیہ توڑ کر اندر بیٹھی۔ اسی وقت مجھے ڈانٹنیسی بڑھانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے نہیں بھول کر دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مستر فریاد۔ اب وقت ہو گیا ہے۔ میں آپ کو آپ کل جہاں واپس کرے گا۔ آپ ہوں۔"

میں نے کہا: "ڈاکٹر اس وقت میرے ساتھ ہی مصیبت میں ہیں۔ وہاں میرا دماغی طور پر تو دور سنا ہے۔ ہر طرف ہی ہے۔ اگر آپ مجھے ڈاکٹر بنائیں تو میں چھپ چاپ انھیں بند کر کے لیتا ہوں۔ ہاتھ پر میرے چہرے کے ساتھ جو کر لہنے کرے کہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم اپنے کام میں مصروف رہو۔ میں اپنے زخم کو ناپتا رہوں گا۔ کبھی آن۔"

میں انھیں بند کر کے چھپ چھپ کر کالج میں پہنچ گیا۔ جہاں جی جی جی اورنگ کر رہی تھیں۔ میں رسوئی کے دل پر باقی ہو گیا تھا۔ اسی وقت سوئی فریش پر بیٹھ گئی۔ پھر فریش پر دوڑوں ہاتھ اور پاؤں کے بل بیٹھتے ہوئے دوسری طرف کھڑکی کی طرف جانے لگی۔ وہاں اس نے دیوار لٹانے کو کھڑکی کے پار دیکھا تو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ جی نے لیٹ کر اس سے کہا: "مٹی تم وہاں نہ جاؤ۔ تم دشمنوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

رسوئی نے سکرار کہا: "مٹی! اس وقت میں رسوئی نہیں۔ فریادوں۔ اب یہ واقعہ ریالو کو استعمال کر سکتی۔ اور دشمنوں کی پانوں کو سمجھنے کے لیے آپ اطمینان رکھیں۔"

وہ خوش ہو کر لولیں: "بیٹے! یہ تم نے اچھا کیا کہ میرے ہاتھ آگے۔ میرا دل بڑا گھبرا ہوا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ تم آ جاؤ اور ہاتھ تم مجھے بتایا تھا نا۔ وہ دن اور تازہ بخ مجھے رہا ہے۔ آج تمھارے چہرے سے پشیمان اترنے والی ہیں۔ تم اپنا اصلی چہرہ پالو اور میری پیشکش کو درست ہو گی۔"

"مٹی! آپ کے علم کا جواب نہیں ہے۔ اس وقت ڈاکٹر ملے گا۔ ہاتھ میرے چہرے سے پشیمان آ رہا ہے اور میں آپ کے ہاتھ کو چوم رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے اصل روپ میں آتا ہوں۔ پھر ملے گی۔ میں اس سے نکل کر اس جگہ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی یہ خواہش ضرور پوری ہوگی کہ آپ مجھے میرے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھیں اور آپ ضرور دیکھیں گی۔"

ایسا کہنے وقت میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی

آواز سنئی۔ رسوئی نے فوراً ہی کھڑکی کے پار دیکھا۔ اس شخص ہاتھ میں ریالو لیٹے اور سنا ہوا جہاں ہاتھ تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے نشانہ لکھا۔ اس نے فائر کیا لیکن اسی وقت وہ شخص کھڑکی کے فریم سے باہر چل گیا۔ یعنی لگا ہوں سے اوچھل ہو گیا۔

وہ کالج لکڑی کے تختوں سے بنا گیا تھا۔ اس کا فرش بھی لکڑی کے تختوں کا تھا۔ چلنے سے ہلکی سی آواز پیدا ہوتی تھی۔ میں نے رسوئی کی سماعت کے ذریعے آواز سنئی۔ کوئی نہ آواز کے تختے پر آگیا تھا اور آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید باہر اس کر کے کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا جس میں مٹی اور رسوئی موجود تھیں۔

تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی۔ باہر سے کسی کے چلنے کی آواز نہیں آئی۔ پھر ایک جگہ مٹی سے بیچ ماری۔ انھوں نے کھڑکی کے پار ایک شخص کو دیکھا۔ اس کا ہاتھ بڑھا کر رسوئی کا نشانہ لے رہا تھا۔ مجھے فوراً ہی اس کا نشانہ لے کر اپنے ریالو سے گولی چلائی مگر کھٹ کی آواز کے ساتھ ریالو روانی رہا۔ تب تھیں اس کا ہوا کہ وہ چھبیر کی پھولیاں استعمال کر رہی ہیں۔ انھیں چھبیر کو بھرا ہوا ہے۔ نشانہ ایک اب وقت نہیں تھا۔ میں نے رسوئی کی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے کی وجہ سے میں نہیں آتی تھی اور نہ ہی میں رسوئی کی آنکھوں سے اس دشمن کو دیکھ سکتا تھا۔ کھڑکی کے پار کھڑا ہوا نشانہ لے رہا تھا۔ اسی الجھن میں مٹی دوڑتے ہوئے چھبیر ہوتے آئیں اور رسوئی سے بیٹھ گئیں۔ اسی وقت تھا کہ میں نے گولی چلائی اور مٹی کے صلے سے بیچ نکل گئی۔ گولی ان کی پیٹھ میں پورے ہو گئی تھی۔ جہر دوسرا فائر ہوا۔ دوسری گولی بھی انھیں لگی۔ اس وقت تک میں مٹی کو ایک ہاتھ سے سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے فائر کرنا چاہتا تھا لیکن اتنی دیر میں وہ شخص نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ آہم میں نے اسے دیکھا۔ وہ کھڑکی کے لیے کھڑکی پر سے دو فائر کیے۔ اس کے بعد مٹی کو اپنے سینے سے لگایا۔

وہ تڑپ رہی تھیں۔ ڈو جی ہوئی نظروں سے رسوئی کے چہرے کو لنگ رہی تھیں۔ میں نے کہا: "مٹی! یہ آپ نے کیا کیا۔ آپ کو رسوئی سے آگے نہیں لیٹنا چاہیے تھا۔"

"بیٹے! یہ تیری امانت ہے نا۔ میں نے ایک وقت میں دو فرائض انجام دیے۔ تیری امانت کی حفاظت کی اور تجھے ڈاکٹر بنائی۔ تو اس وقت رسوئی نہیں فرما رہے۔ میرا بیٹا ہے اور میں تجھے نہیں دیکھتے ہوتے بھی دیکھ رہی ہوں۔"

میں نے بڑے کر بے اور بیٹے دکھنے کہا: "مٹی! یہ کیا ہو گیا مٹی! آپ میرا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی تھیں۔ دیکھئے! شاید ڈاکٹر نے میرے چہرے کی آخری پٹی بھی لاری ہوئی اور میرے





بچے بعد درجے سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے تو تم اپنی جان بچا کر اس کنبہ میں واپس آگئے ہو۔  
 وقتاً فوقتاً میرے سر ہلکا ہوا کرتا ہے۔ میں یہ سہانہ کر سکتا ہوں۔ اچھی تدبیر ہے۔

میں نے کہا کہ سونیا! اس وقت جنگل میں بھٹکا رہی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کیسے یہاں تک پہنچ سکتی ہے؟  
 ”آپ سونیا سے کہہ دیں کہ وہ ٹھوٹے کی لٹاکم کو دیکھ کر چھوڑ دے۔ اگر وہ لٹاکم کو اپنے قابو میں رکھے گی اور اسے ادھر سے ادھر موڑتی ہے گی تو گھوڑا ادھر سے ادھر چلے گا۔ اگر گھوٹے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کب کی طرف چلے گا یا پھر اس کا کج کی طرف آئے گا۔ وہ سے ایک جگہ وہ پہنچ جائے گی۔“  
 ”فقہا بہت بہت شکریہ میں اچھی جا کر سونیا کو یہ بتا دیتا ہوں۔“  
 ”کہتے ہی میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے مشورہ دے دیا۔ گھوڑے کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے اور اس کی لٹاکم اپنے کنٹرول میں نہ رکھے۔ وہ گھوڑا خود بخود اسے یا تو کج کی طرف یا کبھی کبھی اس کی طرف لے جائے گا جہاں مر جانے پر تیار ہے۔ سونیا میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ مٹھاس کے پاس سے پھر رسوئی کی طرف واپس آیا۔ اس وقت وہ شخص اسے کہہ رہا تھا: ”یہی اہم کام جاتا ہے۔ کیا یہاں تمہارا جوگی ہے؟“  
 رسوئی نے مسرا اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر نظر اٹھ کر جھکا کر فریضی پر پڑی ہوئی ٹی ٹی لٹائی کو دیکھا۔ اس کے بعد وہ بڑے کرب سے بولی: ”مہنے مجھے کیوں زندہ دیتے ہیں۔ مجھ پر اگر اس کا کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی مار ڈالو۔ میں زندہ رہ کر تکلیف ہی ہوں۔ اب زندگی کا بوجھ مجھے بے برداشت نہیں ہوتا۔“

وہ شخص رسوئی کو حیران سے دیکھنے لگا کیونکہ اس میں رسوئی کی زبان سے کچھ اور باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے سوچ کے ذریعے سمجھا دیا۔ ”دیکھو رسوئی! یہ لوگوں میں جیسا نہیں نہ کرو۔ تمہیں زندہ رہنے کا تم اگر جان بوجھ کر موت کو دعوت دو گی یا کسی ہلے ہلے مرنا چاہا تو میری اجازتوں میں بہت اہم اضافہ ہوگا۔ مجھے جو اچھا لگا وقت باقی ہے میں ایک ساتھ گزارا ہے، اس کا واسطہ لے کر لیتا ہوں کہ کوئی ایسا دم نہ اٹھاؤ جس سے تیری یہ نشانی بڑھ جائیں۔ میرا چہرہ مجھے داپھیل مل گیا ہے۔ لیکن مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں اسے اٹھیں کھول کر آئینہ دیکھوں۔ میں تجھ سے پاس آنا چاہتا ہوں۔ تم وعدہ کرو کہ میرے مشورے پر عمل کرو گی اور اپنی حفاظت آپ کو روگی۔ میں یہاں سے پہلی کامیابی کے ذریعے جلد جلد روانہ ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ وعدہ کرو کہ تم میرا منتظر کرو گی۔“

”فریاد“ تمہیں سونیا اور مر جانے کی حفاظت کرنا چاہیے۔ وہ دونوں خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ میں تو پھر بھی ان کے مقابلے میں

مخوف ہوں اور ایک کالج میں ہوں۔ یہاں اب کوئی شخص غلطی نہ کرے۔ مجھے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔  
 ”میں خیال خوانی کے ذریعے سمجھی کہ پاس تھا۔“  
 ”میں بہت معلوم کرنا ہر مہماں، حتیٰ الامکان سب کی کوشش کرتا ہوں لیکن سب سے پہلے میں تمہارے کوشش کروں گا۔ چلو وعدہ کرو کہ میرا منتظر کرو گی۔“

اس نے سر جھکا لیا۔ اس کی سوچ میری طرف ہی تھی اور وہ میرا انتظار کرنے پر تامل ہی نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ نہیں کہا۔ اس کے جو خیالات نے مجھے بتا دیا کہ زبان سے اس شخص سے کہا نہ دیکھو۔ یہ فریاد کی ہی تھی۔ بے حد عزت کرتا تھا۔ میں چاہتی ہوں اٹھیں بڑے اصرار کیا جاتے۔ ان کے لیے قبر گھودا رکھنے کے لیے نیا کپڑا اور کے لیے یہاں کوئی صندوق تلاش کرو۔ اگر فریاد کو جو تیرے تو وہ اپنے ساتھ کفن و دفن کے انتظامات کرتا۔ آخری بار دیکھ لیتا لیکن اس بات کی امید نہیں ہے کہ وہ جلد یہاں آسکے۔ مٹی کی آخری رسومات ہمیں ادا کرنی ہوں گی۔

اس نے ریلواری ہوٹل میں بیٹھ کر کہا: ”مہنے تمہارے ساتھ یہ انتظامات کر دیتا ہوں۔ یہاں شاید اسٹور میں کچھ دوا بھی ملے گی۔“

رسوئی نے ایک اسٹور کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اوپر میں نے آنکھیں کھول کر ہسپتال کے کمرے میں دیکھا۔ وہ ایک تڑپا ایک وارڈ ہوتا ہے۔ ماسٹروس ٹروٹی اواس کے دور میں موجود تھے۔ مجھے آنکھیں کھول کر اٹھنے دیکھ کر وہ لوگ ہوتے۔ پھر ماسٹروس ٹروٹی نے سجدی کی جسے مجھے ہمارا میرا چہرہ مجھے داپھیل مل گیا ہے۔ اس کے بعد ہی فریاد آئی۔ کیا دام سونیا اور دام رسوئی خیریت سے تو ہیں نا؟  
 یہ کہتے ہوئے اس نے آئینہ میری طرف دیکھا۔  
 میں اپنا اسٹور چھوڑ دیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں خوشی سے ہوجاتا۔ نیا چہرہ ملنے کی خوشی میں جتنی مٹا لیکن اس وقت ایسے نہیں تھے۔ میں نے ماسٹروس ٹروٹی کو تمام حالات بتا دیے۔  
 جب چاہا ہوتا تھا۔ پھر میں نے کہا: ”اب میرے لیے تمہارے انتظام کریں۔ جنگل میں سفر کرنے کے لیے جو ضروری سامان ضرورت ہے۔ وہ سب میرے لیے جمع کر دیں۔“  
 ”جوانا چاہتا ہوں۔“

”کہہ کر میں آئینہ ایک طرف رکھ کر بسنے پر سے اٹھنے نے یہاں کہا کہ مجھے خطاب کیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ

میں نے راتے میں سامی کو پیاسے سے ملاتے ہوئے کہا میری جان میں ایسی ہی ہم میں جا رہا ہوں جس کے نہ راستوں کا پتہ ہے منزل ان نشان۔ میں تمہیں کہاں سے جا سکتا ہوں۔ تمہارا خیال کھنا میرے دل سے ہوتا ہے۔ میرے ہاں سے تم میری داپھی تک ماسٹروس ٹروٹی کے پاس رہو۔“  
 سامی ساؤن کہہ کر اپنا چہرہ میرے سینے پر ادر کبھی میرے دل پر ڈالنے لگی۔ وہ مجھے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن مجھ کو یہ نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے اسے کہا: ”ماسٹر! جس طرح سونیا اور رسوئی کے میرا گرا رہنے سے اس طرح اس جلی سے بھی مجھے بہت لگاؤ ہے۔“  
 ”یہاں اس سے جدا نہیں ہوتا اور یہ بھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن بات مجھ کو کہہ رہے ہیں اس لیے میں اسے آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔“  
 ”یہاں میری امانت تمہارے دل پر ہی حفاظت رکھنے کا ہے۔“

”جناب! آپ کا حکم مجھ سے لے لیا ہے جیسا کہ سپر ماسٹر نے کہا ہے۔ ہم اس جلی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔“  
 ”یہ کہہ کر اس نے ڈیش بورڈ کے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور کسی ریاضت کیا کہ کیا پوزیشن ہے جو دوسری طرف سے کہا گیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ آپ لوگوں کا تعاقب کر رہی ہے۔ ہم نے اس کا رگوانی نہیں رکھا ہوا ہے۔ ذریعے دشمن بہت زیادہ تیزی اور طرزی دکھا رہا ہے۔ آپ نے تو دیکھا ہی ہے کہ آپ کے ٹیلیفون کے ریسپونڈ انڈر سونیا آ کر نکلتا ہے جو کسی شخص نے آپ کے بیانات لڑنے کرنے کی یہ چاہتا تھا تھا۔ یہ لوگ بڑی گہری اور ڈیڑھ جلیں جلی ہے ہیں۔“  
 ”مہنے دو۔“ ماسٹروس ٹروٹی نے کہا۔ ”میں تمہیں یہ دیکھنے دے گیا ہوں۔“

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا: ”میں اپنے بہت بہت محتاط ہوں اور آپ سے مجھیں درخواست کرتا ہوں کہ آپ بوجھ و بوجھ نہ کریں۔ میرا جو بھی ماتحت آپ کے پاس ہوں آپ انہی کے ذریعے چیک کر لیا کریں تاکہ آہ و کسی مقام پر دھوکا نہ دے۔“  
 ”میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔“

99

میری بات ختم ہوتے ہی کاٹے بچھے کہیں دور آ کر چلا گیا۔ سائٹنگ دیا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اسی وقت موس ٹروٹی نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو آن کیا اور پوچھا: ”کیا بات ہے؟“  
 جواب ملا: ”ماسٹر! جو تمہارا آپ لوگوں کا تعاقب کر رہی تھی اسے میں نے ریلواری نشانہ بنایا اور اس کے ٹارگٹ پر کھڑا کر دیا۔ ٹارگٹ نشانہ کرنے والا اس اچانک اٹا سے شاید گھر گیا۔ اسے تک سبھا نہ سکا اس لیے سڑک کے کنارے کھڑے ہوئے ایک ٹرک سے وہ کار ٹھوکا گئی ہے۔“

موس ٹروٹی نے دیر ہی لڑکھڑکھ کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ جب ہم اس کے منگے میں پہنچے تو وہاں بڑے سخت حفاظتی انتظامات تھے۔ کوئی انہی کسی طرح بھی میرے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ وہاں پتہ ملا کہ میرے سفر کو شروع کرنے کے لیے کہاڑم کو دھکے دینے لگیں گے کیونکہ کئی طرح کے انتظامات کرنے تھے۔ جنگل میں رہ کر وہاں بیٹھنے بسنے کے دوران کھانے کا سامان خریدی تھا۔ اس کے علاوہ ایسے ہتھیار اور ایسا سامان جو وہاں کام آسکتے تھے ان سب کو ساتھ لے کر جاتا تھا۔ جب دھکے ٹھک انتظام کرنے کی بات آئی تو میں نے ایک کمرے میں پہنچ کر اسٹور موس ٹروٹی سے کہا: ”مجھے ذرا تنہا چھوڑ دیا جائے۔ میں پھر آپ سے آکر ملوں گا۔“

موس ٹروٹی سمجھ گیا کہ میں تنہائی کیوں چاہتا ہوں۔ اس لیے وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے اسی وقت رسوئی سے رابطہ قائم کیا دیکھا تو وہاں بھی کو ایک تابوت میں دفن یا جا رہا تھا۔ اوپر دھکے ملنے والا تھا۔ یعنی اب رسوئی کو اس کا کالج میں تنہا رہنا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا: ”رسوئی! تم ذرا بھی ٹھنک نہ کرو۔ میں یہاں سے پہلی کامیابی کے ذریعے اس جنگل میں پہنچنے ہی والا ہوں۔ کسی نہ کسی طرح تمہارے کالج تک پہنچ جاؤں گا۔ تم حوصلہ رکھو۔“

وہ بڑی ادا سے طنز پر انداز میں بولے: ”تم حوصلہ نہیں کرو گی تو کیا کروں گی کہ ڈرٹی رہوں گی تو ڈرتے ڈرتے مرنا ہوگا۔ کیوں نہ پھر حوصلہ کر کے زندہ رہنا سیکھ لوں؟“  
 ”شاباش! جیسا ہی انداز میں سوچ کر وہاں چند گھنٹے تک تنہا رہو۔ میں کسی نہ کسی طرح پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

اسے اچھی طرح تسلیم کرنے کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچا۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق گھوٹے کی لٹاکم چھوڑی تھی۔ اب وہ کھڑا اسے کسی سمت لیے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: ”تم کھڑا رہی ہو۔ کچھ اندازہ ہو رہا ہے یا نہیں؟“  
 ”مجھے کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔ ہاں یہ جو میری کلانی میں گھڑی بندھی ہوئی ہے۔ یہ بظاہر کلمے جو میں نے لپٹنے دشمن کی ایک کلانی سے آداری تھی۔ اسے دیکھ کر پتہ چلے گا کہ گھوڑا کتنی ہی جگہ مرنے کے باوجود

98

زیادہ تر مشرقی سمت دوڑنا جلا جلا رہے تھے۔  
 ایسا کہتے ہوئے وہ گھوڑے کی لگام کو کھینچنے لگی۔ میں نے  
 پوچھا: "کیا بات ہے؟"  
 اس نے دور ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا: "وہاں ایک پہاڑی کی  
 نصف بندی سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ وہ جگہ بہت دور  
 ہے۔ کاش میرے پاس دو رہیں ہوتی تو میں وہ دیکھ سکتی۔ وہاں اونچے اونچے  
 درخت ہیں اور پہاڑیاں اونچی ہیں جسے شاید چتریل چٹانیں بھی ہوں گی۔  
 چتریل کی وجہ سے وہ جگہ بھی ہوتی ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ وہاں  
 بکھرے لوگ ہیں اور انہوں نے آگ جلائی ہے۔ سچی دھواں اٹھ رہا ہے۔"  
 "سونا، تم نے گھوڑے کی لگام کو کھینچ کر نفل کی۔ اسے لگام کا  
 جھٹکا لے کر بانگ دو اور دیکھو کہ وہ اسی طرف جا رہا ہے یا نہیں؟"  
 سونانے میں کیا گھوڑے کو آگے بڑھا یا اور لگام کو ڈھکیں  
 لئے دی۔ وہ گھوڑا اسی سمت دوڑنے لگا۔ بھر دھواں اٹھ رہا تھا۔  
 پھر سونانے گھوڑے کی لگام کھینچی۔ میں نے پوچھا: "اب کیا ہوا ہے؟"  
 وہ بولی: "انگے پہاڑی کے سامنے کھلا میدان ہے، اگرچہ گھوڑا  
 دوڑتا ہوا وہاں سے گزرتے گا تو اوپر سے لوگ جھمکتے ہوئے دیکھ  
 لیں گے۔ مجھے اس راستے سے نہیں گزرنا چاہیے۔"  
 "یہ تمہارا اچھا کیا۔ ایسے رسوئی کی یاد کرنے والے اس آدمی نے  
 کہا تھا کہ وہ گھوڑا یا تو کالج کی طرف جاتے گا یا پھر اس کی طرف  
 جہاں مر جانے پر تیار ہے۔ تم وہاں دو اٹھو۔ میں مر جانے کے پاس جا کر معلوم  
 کرنا ہوں کہ وہ جہاں پہنچے ہیں۔ وہیں میں سے دھواں اٹھ رہا ہے  
 یا نہیں؟"  
 یہ کہہ کر میں مر جانے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نیچے کے باہر ایک  
 ایڑی چتریل پہنچی ہوتی تھی۔ میں نے کہا: "میلو مر جانے، میں یہ معلوم  
 کرنا چاہتا ہوں کہ جس کی کیمپ میں تم ہو کیا وہاں کھل گیا بلاتی کئی  
 ہے اور وہاں سے دھواں اٹھ رہا ہے؟"  
 اس نے دور ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ہاں، ان لوگوں نے  
 ہر ایک کا نشانہ کر لیا ہے۔ اس کا گوشت جھونڈنے کے لیے ایک جگہ آگ  
 روشن کی ہے لیکن نکڑیاں گیلی ہیں اس لیے بہت زیادہ دھواں اٹھ رہا  
 ہے۔ یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ کھلائی کا گیلہ بڑھو جو تھے۔ دھواں  
 تھوڑا ہو تو پھر گوشت جھونڈا جائے لیکن تمہیں کیسے معلوم ہو گا کہ وہاں سے  
 دھواں اٹھ رہا ہے؟"  
 "مجھے نہیں، سونا کو معلوم ہو جائے۔ وہ تمہارے قریب پہنچ  
 گئی ہے۔"  
 مر جانے خوش ہو کر کسی پر میری سیڑھی لگتی دیکھا وہ واقعی سونا میرے  
 پاس آگئی ہے۔ کہاں سے وہ ہے؟"  
 "وہ اچھا کافی فاصلے پر ہے مگر دور سے یہ دھواں دیکھ رہی

ہے۔ اب میں اسے جا کر بتاؤں گا کہ وہ تمہارے قریب پہنچی ہے۔  
 پہلے تم وہاں کا حشر فرمائیے تاکہ وہ کسی جگہ نہ لے۔ کیا درختوں کے  
 جھنڈے میں ہے یا اس پاس چتریل چٹانیں ہیں۔ کہتے ہیں جسے میں اور  
 کہتے لوگ ہیں اور وہ کن ہتھیاروں سے مسلح ہیں؟"  
 اس نے جواب دیا: "بھر پہاڑی کی ڈھلان ہے۔ اور چتریل  
 چٹانیں ہیں۔ باقی ہر طرف دھوڑ دھوڑنگ ہر لائی ہے۔ اچھے چتریل  
 ہیں اور کھٹی بھاریاں ہیں۔ یہاں چار نیچے ہیں۔ پہلے دس آدمی تھے جن  
 میں سے چار آدمی ایک جھنڈے پہلے گھس گئے ہیں۔ اس وقت چھ آدمی  
 ہیں اور ان کے پاس ریلو اور کارٹوں کی بیٹیاں ہیں۔ دوسرے  
 ہتھیار بھی ہیں۔ مثلاً تیرکان پھرسے تلواریں اور نیزے میں جاڑا  
 گوشکار کرنے کے لیے بڑے بڑے رستے اور چنگیے ہیں۔"  
 میں نے پوچھا: "اور کچھ؟"  
 وہ ریلو اور دھوڑ دھوڑنگ دیکھے لگی۔ پھر بولی: "ہاں، کچھ گھوڑے  
 ہیں۔ میرے انداز کے مطابق چار یا چھ گھوڑے اور اس سے کچھ  
 زیادہ چتریل جو مسلمان لائے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔"  
 "اچھی بات ہے، تم اپنی جگہ کبھی چھوڑنا چاہیے۔ ہر کوئی حرکت  
 نہ کرنا درنہ کرنا ہو جائے گی۔ میں سونیکے پاس جا رہا ہوں۔ وہ بہت  
 جلد تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ ہم کوئی منصوبہ بنا لیتے ہیں۔"  
 یہ کہہ کر میں سونیکے پاس آگیا اور اسے وہ ساری باتیں بتائیں  
 پھر اس سے کہا کہ وہ درختوں کے جھنڈے میں سے ہوتے ہوتے اس  
 پہاڑی کی نصف بندی تک پہنچنے کی کوشش کرے کیونکہ میدان راستے  
 سے وہ نہیں جا سکتے گی۔ اس نے گھوڑے کو آگے بڑھانے سے روک دیا۔  
 "تمہارے دماغ میں کوئی تدبیر ہے کہ وہاں میں پہنچ کر کیا کروں؟ اور  
 مر جانے کو وہاں سے کیسے نکال لوں؟"  
 "متم یعنی دور تک اس گھوڑے پر سوار ہو کر جا سکتی ہو جاؤ۔ اس کے  
 بعد تمہیں پیدل ہی جانا ہوگا کیونکہ گھوڑے کے تپان کی آواز ان کے  
 کانوں تک پہنچیں گی۔ تم درختوں کے اس کی کیمپ کے قریب پہنچ  
 سکتی ہو پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہاں کا حشر دیکھ کر ہی تمہارے ذہن  
 میں کوئی تدبیر آئے گی۔ ان چیز آدمیوں کی پوزیشن بھی معلوم کر سکتی کرو  
 گھر ہیں اور تمہیں ان کے حشر سے گرنے سے بچاؤ۔"  
 میری باتوں کے دوران سونا تیز مزے سے گھونٹے کو دوڑاتی رہی  
 میں اسے چھوڑ کر چھوڑی دیکھنے کے لیے رسوئی کے پاس چلا گیا۔ وہ سنا  
 تھی۔ مجھے چھوڑی چھوڑی دیکھ کر میرے بعد اس کا خیال رکھنا پڑا تھا۔  
 اس وقت وہ کالج کے اندر اچھا کھلتی تھی۔ اس نے دوڑنے اور کھڑکیوں  
 کو بند کر دیا تھا اور ایک کرسی پر بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اپنی زندگی کا حساب  
 کر رہی تھی کہ وہ کن حالات سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے اور اب  
 اس کا کیا ہے؟

میں اسے چھوڑ کر اس آدمی کے دماغ میں گیا جس نے رسوئی کی  
 جان بچاؤ تھی اور صبح کی کھنکھن کا انتقام کیا تھا۔ وہ رسوئی سے  
 نعت ہو کر کھلا کیمپ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہونا تھا لیکن  
 اب میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ دریں کالج  
 کے قریب درختوں کے جھنڈے کے پاس ہے اور دوسرے کالج کی طرف  
 بچ رہے۔ اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ ایک بے بارود کارٹر کی کوڑھیا  
 چھوڑ چلا جائے۔ اسے چھوڑتے وقت اسے اپنی بیٹی کا خیال آ رہا تھا  
 وہ اس کے ذہن تک پہنچتے۔  
 میں نے اس کی سوچ میں کہا: "دوست، تم صحیح منہوں میں  
 ان ہوا اپنی بیٹی کے حوالے سے پرائیویٹوں کے دھوڑ دھوڑنگی  
 چھتے ہو۔ میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور دیکھاؤں گا۔ اگر تم نہیں  
 مانا ہوتے ہو تب میرے کہ رسوئی کے ساتھ وہاں کالج میں رہو۔ اس کا  
 حشر ہو رہا ہے۔ اسے دیکھو کہ اسے تمہارا نام کیا ہے؟"  
 "مجھے ہر دیکھتے ہیں۔ میں رسوئی کے پاس نہیں جا سکتا۔ یہاں  
 اتنی دور اس لیے چھپا ہوا ہوں کہ شاید میرے آدمی اور کھرا نکلیں اور مجھے  
 رسوئی کے خلاف کوشش سے دیکھیں گے تو میرے بھی دشمنی میں  
 جاہیں گے۔ میں یہاں اتنی دور چھپ کر رسوئی کی حفاظت کر سکتا ہوں۔  
 اگر کوئی اسے نقصان پہنچانا چاہے گا تو میں یہاں سے دفاع کر سکتا ہوں۔  
 میرے پاس ریلو اور کارٹر کی تو کیا موجود ہیں؟"  
 ہر دو کی باتیں سن کر مجھے مر جانے کی باتیں یاد آئیں۔ ابھی پتھوڑی  
 روپٹنے مر جانے کا تھا کہ اس کی کیمپ میں دس آدمی تھے۔ ایک جھنڈے  
 پر بیٹا آدمی کہیں گئے ہیں۔ جو سونیکے کہ وہ چار آدمی اور چھری آ  
 رہے ہوں۔ اس کی حالت سے مر جانے بڑی اور تشدد سے کام لیا تھا  
 اور وہی سے رسوئی کی نگرانی کر رہا تھا۔  
 میں اسے چھوڑ کر سونیکے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھونٹے کا ساتھ  
 چھوڑ رہی تھی۔ اس نے لگام کو ایک درخت سے باندھ دیا تھا اور گھوڑا  
 لائے سے جھانک رہے اور چھری اور چھری سے وہاں پہنچو تو یہ گھوڑا کام آسکے  
 لئے تھا۔ کہا: "ہاں، گیلیا ہوں۔ اب تم یہاں سے پیدل چلو۔"  
 اس نے اپنے دو ٹولوں اور ٹولوں کے چھپرے دن کو جیک کیا۔ وہ  
 چھپرے ہوتے تھے۔ اس نے ان دونوں کو درختوں سے ہوسٹریں رکھ دیا۔  
 انہوں نے ایک بیٹی اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ اس نے دوسری بیٹی  
 شائستہ نکالی۔ پھر ایک بڑے سا توڑے کو لہرائی کہ میں اس کی بیٹی کے  
 ہاتھ بڑھتے ہوئے بولی: "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مر جانے کے  
 ایک وہاں سبھی شخص کے دماغ تک پہنچ سکو۔"  
 "نہیں۔ وہاں سب گھونٹتے ہوئے ہیں۔ کوئی مر جانے کے سامنے  
 اپنی نہیں لے لیتے۔ ان کے دماغوں تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔"  
 تم مر جانے کے ذریعے انھیں چھوڑنے کی کوشش کرو۔ جو سونیکے

ان کے منہ سے کچھ آوازیں نکلیں۔ وہ کچھ بولنے پر مجبور ہو جائیں تو  
 میرا مر جانے آسان ہو جائے گا۔"  
 مجھے یاد آیا کہ اس کی کیمپ کا بولیڈر تھا میں اس کے کب لے لیا  
 کوس چکا تھا اور اس کے دماغ میں بھی پہنچ چکا تھا۔ اس کا نام کیشو  
 تھا۔ میں نے اپنی یادداشت پر زور دے کر اس کے کب لے لیا  
 کرنے کی کوشش کی۔ چھوڑی وہ رسوئی کرنے کے بعد بھی میں اسے  
 یاد نہ کر سکا۔ میں نے مر جانے کے پاس پہنچ کر اسے درختوں کو چھیرنے  
 کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا: "میں بھی بار کوشش کر رہی ہوں لیکن  
 وہ سب گھونٹتے ہوئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ یہ لوگ گھونٹتے نہیں  
 ہیں۔ مجھے بہت دور جا کر ایک دوسرے کے چھپرے کے قریب ہو کر  
 سر کر سکتوں ہیں کچھ کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کے سامنے ناشقانہ  
 انداز میں مسکرائے کی کوشش کی تاکہ وہ میری طرف مائل ہو جائے لیکن  
 وہ مجھ سے دوڑ گیا۔ اسے سب لوگ تمہاری مثل ہی تھے۔ ڈرتے ہیں۔"  
 "اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی تدبیر سے بچان کی زبان نہیں کھلی  
 سکتی ہے؟"  
 "ایک تدبیر ہے اور وہ یہ کہ میں ان میں سے کسی کی یا تو شرع کروں۔  
 تب وہ جھپٹے پھلتے وقت بے اختیار دوڑ کر چھپرے بولے گا۔"  
 "نہیں، اسی حرکت نہ کرنا۔ تمہارے سر کا خم چمب۔ تم نے  
 اگر کسی پر حملہ کیا تو ان کے حوالے تمہارے لیے نقصان دہ ہوں گے  
 تمہیں نہایت اطمینان سے اپنے زخم چھرنے کا اتفاق کرنا چاہیے۔ اب  
 وہاں جو کچھ بھی ہوتے وہاں ہے۔ تم سونا پر جو روڑو وہیں پھیر  
 اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اب وہ تمہارے قریب پہنچے ہی والی ہے۔"  
 میں سونیکے پاس آگیا۔ وہ چری چری جھانک رہی دوسرے  
 کے انداز میں تیزی سے پہنچ تھی اور کبھی آہستہ آہستہ چلنے لگتی تھی۔  
 میں نے اسے بتا دیا کہ درختوں کو چھیر کر ان کی آوازیں سننے کی کوشش  
 ناکام ہوگی۔ تقریباً پندرہ منٹ اور وہ ایک جگہ لگتی۔ وہ دھواں  
 یا کھل قریب سے نظر آ رہا تھا اور درختوں کے جھنڈے کے پاس خالی رنگ  
 کے نیچے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا: "تم منڈان تک پہنچی تھی ہو۔ مر جانے  
 وہیں ہے۔ اب تمہارا ایک اور ہے؟"  
 "میں ان لوگوں کو باقی طرف بلانا چاہتی ہوں۔ اس کے چنگل میں  
 آٹھ چوٹی کیسی ہے؟ یہ جہاں چھپرے پھرو گی اور دھواں سے چھپرے لگے۔  
 دھواں نے کا دستور ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو کر مختلف  
 سمتوں میں جاتے ہیں۔ اپنے شکار کو چھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔  
 اس طرح میں انھیں الگ الگ شکار کر سکتی ہوں۔ کیا خیال ہے؟"  
 "تمہارا خیال سونو صدی درست ہے۔ تم ان تدبیر پر عمل کرو  
 لیکن ایک بات یاد رکھو۔ جو بھی شکار لھانے سے سامنے آئے پیدل ہی  
 زبان کھولنے کی کوشش کرو۔ اس پر حملہ کر کے اسے فوراً ہی ختم کر دینا





میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "موس ٹروٹی تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ میں جنگل میں بیچ کر اپنے ساتھیوں کو تلاش کیے لئے میں کامیاب ہوا تو تمہارے اس احسان کا بددھنور چیکو کی گانہ اس نے صفا تمہارے لیے ہاتھ بچھاتے ہوئے کہا "میں نے آپ کا احسان نہیں کیلئے بلکہ آپ کو اپنا پاس کچھ کر خدمت کی ہے۔ بیان نہیں کر سکتا کہ اس خدمت سے مجھے کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بہر حال اب وقت ہو چکا ہے۔ آئیے۔"

ہم جنگ سے باہر نکل کر ایک بڑی سی کاریں بیٹھ گئے۔ اس کے نشیٹے بٹ پر فوٹے تھے۔ ہمارے آگے پیچھے مسلح کارڈز کی گاریاں تھیں۔ ان کارڈز میں ہمیں ایک کاپیٹر کا پیکٹ اور دو چھ مسلح جوان بھی تھے جو میرے ساتھ تھیں کاپیٹر میں سفر کرنے والے تھے۔ پورے انتظامات کے ساتھ ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔

راستے میں میں نے دیکھا۔ موس ٹروٹی ٹرانسپورٹ کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے باہر نکلا تھا ہاتھارے سے معلومات حاصل ہو رہی تھیں اور وہ انھیں ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ اس کے مطابق اس کے ماتحت عمل کر رہے تھے اور ہماری نگرانی کرتے چلے جا رہے تھے۔

میں نے صبح سے اب تک ساتھ ہانوسے دائمی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ یقیناً پریشان ہوں گی۔ یہ سوچتے ہی میں نے ان کے مارش میں بھاگ کر کہا "سیلو امی، امی آپ کا بیٹا فراد علی تھوڑے عرصوں کو دلچسپے دماغ میں میرے بل واپس کو کسی کھولنے لگیں۔ پھر سیدھی بیچ کر لوہیں بیٹے! میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ مجھے کھیر تین چل رہے کہ میری بیٹی کہا لہنے اور کسی ہے؟"

"میں آپ کو بھی خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ آپ کی بیٹی دشمنوں کی قید سے آزاد ہو گئی ہے اور اس وقت وہ جنگل میں ہے کسی آبادی تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ انشاء اللہ جلد آہستہ سے علاقہ آ کر ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو رہی تھیں۔ پھر کچھ سوچ کر کہیں "بیٹے! کہیں تم مجھے جھوٹی تسلیاں تو نہیں دے رہے ہو؟"

"نہیں امی! ہم آپ سے کچھ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں خود اس وقت پیرس چھوڑ کر کسی جنگل کی طرف جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ میں بہت جلد روانہ کر آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔"

وہ دعا تین جینے لگیں۔ میں نے کہا کہ آپ ایک مات کا خاص خیال رکھیں۔ میری تمام موجودگی میں اگر کوئی دشمن آپ کو کسی طرح بھی بہکائے یا آپ کو اپنے ہینگل سے باہر لے کر پھینک دے تو آپ فوراً ماسٹر موس ٹروٹی سے رابطہ قائم کریں۔ وہ بہر حال آپ کی حفاظت کرے گا۔"

"بیٹے! تمہارا یہ ماسٹر میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ اس کے

آوی ہینڈ میری کوچنگ کے چاروں طرف پہرہ دیتے رہتے ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ میں یہاں بہت محفوظ ہوں۔ اور تمہاری بدانت کے مطابق کبھی کسی کی باتوں میں اگر لپٹے ہینگل سے باہر نہیں جاتاؤں گی؟"

ایسا کہ میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا مجھے ایک بڑا زبردست ہینگل لگا تھا۔ میں کار کی پچھلی سیٹ پر بڑھ کر گیا تھا۔ یہ چلا کر گاڑی کسی گاڑی سے ٹکرائی ہے۔ پھر اڑا ایک ہی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس کے بعد کچھ نظر نہیں آیا چاروں طرف دھواں ہی دھواں پھیل رہا تھا۔ ماسٹر موس ٹروٹی کی آواز سنائی دی "فرار صاحب آپ متاثر نہیں۔ ہم آریو۔ ٹکے احاطے میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ اپنے پاس بیٹھے ہوئے باقی گاڑی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ وہ سی وقت بھی موقع پھر آپ کو اس گاڑی سے نکل کر لے جانے کا اور اس دھواں سے گزرتا ہے اور اپنا کاپیٹر تک پہنچے گا۔ ہم یہاں دشمنوں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ سے فخر میں ہے۔"

میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے گاڑی کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر سر گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ وہاں بھی دھواں ہی دھواں نظر آ رہا تھا۔ پھر جل نہیں رہا تھا کہ کون کس کی طرف فائرنگ کر رہے۔ اچھا فہمسا ہنگامہ بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک طرف کا دروازہ کھلا پھر میرے باؤں گاڑی نے میرے ہاتھ کو کھینچا "آئیے جناب! میں آپ کو لے چلتا ہوں۔"

میں اس کے ساتھ کا سے باہر نکلا گئے۔ دھوئیں میں سے گزرتے ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ میرا ہاتھ کھینچتا ہوا ایک طرف چلے جا رہا تھا۔ میں اس کے ہاتھ کے شانے پر دروڑتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد ہم دھوئیں کے بادلوں سے نکل گئے۔ باہر پہنچے بھی جیسے واقعی باد چھٹ گئے ہوں۔ راستے ہی پر اس کی پٹی نظر آ رہا تھا۔ میں سیر جیساں چڑھتا ہوا کاک ٹیک کے اندر گیا۔ میری پچھلی والی سیٹ پر چار مسلح جوان تھے۔ اس کے آگے والی سیٹ پر دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ پہلی گاڑی کا بائوٹ پہلے ہی آگے بیٹھا ہوا تھا۔ کاک ٹیک بند ہو گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پیچھے سے گرش شروع کی۔ تھوڑی دیر بعد پہلی گاڑی نے ہمیں کچھوڑ دیا۔ اور فضا میں بلند ہونے لگا۔

میں نے ماسٹر موس ٹروٹی کے دماغ میں بھینک کر لوچھا "سیلو ماسٹر! آپ خیر رہتے ہیں؟"

"جی ہاں! آپ آہستہ آہستہ ہے؟"

"میں اس وقت سیلی کاپیٹر میں ہوں اور سیلی کاپیٹر میں چھوڑ کر بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ دشمن آپ کو تھوڑی جرنی مسٹر فراد!"

خینک ہونا مسٹر! سب آپ کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ میں یہاں پہنچ سکی ہوں۔ کو تلاش کرنے کے لیے بیچوں گا۔"

فرار صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی بیٹے سے گاہ کرتے رہیں۔ میں یہ جینیٹ آپ کا منتظر کرتا ہوں۔"

میں آپ سے یقیناً رابطہ قائم کرتا ہوں گا۔ آپ سے بھی پرہیز ہے۔ وہ یہ کہ جو دشمن سرنام اس قسم کا ہنگامہ کر سکتے ہیں اس کے ساتھ باؤ کو حاصل کرنے کے لیے بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ان میں خیال رکھیں۔ وہ ان کے چاروں طرف پہرے کو اور "ہاں۔"

میں نے فکرمیں۔ میں یہاں سے چلنے کے بعد خود کھینک کر اپنی نگرانی ہوں گی ہے اور پہرے کو کسی طرح مزید سخت بنائے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

میں موس ٹروٹی سے رخصت ہونے کے بعد اپنے آس پاس کے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ سب لپٹے ہی لوگ تھے۔ میں انھیں دیکھنے کے لئے کمرے میں دیکھ کر ہنگامہ سے باہر نکلا تھا۔ یہ جگہ تو چھان تھی اور لڑتے ہنگامے اور اتنی رکاوٹیں ہونے کے باوجود سیلی کاپیٹر میں مجھے پہلے پہنچنے لگے تھے۔ میں ملہن ہو کر باؤ کے باؤ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں چھوڑ کر پراسمان لاڈ کر رہے تھے اور سیلی کاپیٹر میں لگا میں غلغلے وہاں سے گزرتی تھی اور کافی فاصلے پر کبھی تھیں۔ میں نے سونیا سے کہا "یہاں ہے۔ ہم کھر جا رہی ہو؟"

میں نے جواب دیا "یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ کہاں جا رہی ہوں۔ تو اسے کو ایک درخت سے بانڈھ کر آتی تھی۔ اس گھوڑے کے ہاتھ تک پہنچ سکتی تھی لیکن اس سوس کے جب ہم وہاں پہنچے تو وہ انت زار نہیں تھا۔ اس کے کہتے ہی گھمٹے ہوئے تھے۔"

میں نے کہا "یہ تو توئی کو کہے جانا چاہتا تھا۔"

"یہ مطلب ہے کہ تم کالج کی طرف نہیں جا رہی ہو؟"

میں نے کہا "نہیں! میں اندازاً چل جا رہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم دونوں وہاں پہنچنے کے لیے تھوڑے تھوڑے دشمنوں کے زرخے میں چلے آئے ہیں۔ گوشش کر رہی ہوں کہ کچھ ٹکے جھڑھیں۔"

میں نے کہا "میں ان کی تلاش میں ہو کر گری دوڑ رہی ہوں اور میں بھی کر رہی ہوں۔"

میں نے کہا "میں بھی تم لوگوں کے پاس پہنچنے ہی والا ہوں اور یقیناً یہاں کاپیٹر کہاں آئے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کر لوں گی۔"

یہ کہہ کر میں نے فرغانہ سے کہا "تمہارے۔ یہ تکلیف ہے کہ پتا دو سکڑ کر لوں گی! میں بالکل خینک ہوں۔ اب یہ تین پہلے جینیٹ تکلیف نہیں ہے۔ یہ کبھی کبھی سب سے اچھی ہے۔ یہ قدرتی فوجی ہوا میں کی۔ اچھی سونیا میرے زخموں کو صاف کرنے کے بعد مرحوم کی گانے کی "تمہاری اپنی تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ میں نے انھیں تسلی دی ہے۔ ویسے وہ بہت محفوظ ہیں۔ تم ان کی پروا نہ کرو۔ ہم گوشش کر رہے گے کہ تم جلد ہی ان کے پاس جاؤ۔"

"میں تو چاہتی ہوں کہ میری اپنی فہم مل جائیں۔ میں ان کے پاس رہوں لیکن ان کے پاس کہہ سکتے کہ مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہیں چھوڑ کر وہاں چل جاؤں۔ ہم سب ایک ساتھ جائیں گے۔ اطمینان رکھو۔"

یہ کہہ کر میں ان لوگوں سے رخصت ہو گیا اور روسی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بیچاری ایسی کالج میں تھی۔ کھلتے کہ وقت گزر چکا تھا لیکن وہ نہیں کھا رہی تھی۔ ایک ٹوٹتی کمرے کمرے کا صدر تھا۔ دو سبے تنہائی اور پریشان تھی۔ میں نے اسے سمجھا یا کہ صدر کرنے پر پریشان سے پریشانیاں دور نہیں ہوں گی۔ میں جلد ہی اس کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ لہذا اسے کچھ کھانا پکانا ہے۔"

میں اسے سمجھا ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی وہ ایک دم گھبر کر اٹھ گئی اور اسے کانپنے لگی۔ میں نے کہا "گھبرو نہیں میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ اگر کوئی خطر ہو تو تمہارے اندر کوئی طرح سا مارا کسی خطرے کا مقام بدلاؤں گا۔ خون نہ کرو۔ پھر چھو کہ کون دستک لے رہا ہے۔"

اس نے خطر نظر آتی ہوئی آواز میں پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "جینی! میں ہوں! میرا نام ہر وہ ہے۔ اچھی میں تمہارے ساتھ تھا۔ تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ مجھے نہ جانا۔ میرا دل نہیں مانگا کہ میں انھیں یہ بارود کا کچھوڑ کر جاؤں۔ اب تک میں ڈر جنگل میں بیٹھا ہوں کالج کی طرف دیکھتا ہوں وہ سے رہا تھا۔ اچھی تک تمہارا کوئی دشمن نہیں آیا ہے۔ میں نے سوچا کہ چھوٹ گئی ہے۔ تھوڑا سا خنک سے پاس آ کر کھاؤں گا۔ اس کے بعد چلا جاؤں گا۔"

میں نے رسوائی سے کہا "میں ہر دیو تو اچھی طرح سہیاں گیا ہوں۔ وہ دوست ہے۔ تم دروازہ کھولو دو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ رسوائی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور یہاں لو کالج میں داخل ہو کر دروازے کو اندر سے بند کرنے لگا۔ میں نے ہر دو سبے کہا "روسوائی بہت ادا ہے اور پریشان ہے۔ اس نے کھانا نہیں کھا ہے۔ تم گوشش کرو کہ یہ کچھ کھائے۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا۔"

رسوختی اس کے لیے کھانا نکلنے لگے مگر میں بھی تو ہر دو بھی اس کے پیچھے کچن میں پہنچ گیا۔ مخموری وہ بعد اس نے کھانے کا ڈبہ کھولتے ہوئے بیانی میں ڈال کر گرم کیا۔ پھر اسے پلیٹ میں نکال کر ہر دو کے سامنے رکھ دیا۔ ہر دو نے کھانے کی طرف دیکھا۔ پھر اس ہوا کر ایک سرد آہ بھری۔ رسوختی نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ بولا: "میری بیٹی تھکے برابر ہے۔ اس وقت وہ یاد آ رہی ہے۔ جب میں کھانے بیٹھا ہوں تو میرا دل اس کے منہ میں رکھا ہے۔ اس کے بعد خود کھاتا ہوں۔"

وہ بولی: "مجھے افسوس ہے بابا، کہ آپ اپنی بیٹی سے کچھ بڑے ہوئے ہیں۔"

وہ نہیں میں پچھرا ہوا نہیں ہوں۔ میری بیٹی تو میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔"

رسوختی نے چونک کر دیکھا۔ ہر دو نے سر ہلا کر پوچھا: "کیا تم میری بیٹی نہیں ہو؟"

"ہاں بابا! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ نے جس طرح میری جان بچائی ہے اور جس طرح یہاں میری حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ تو میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ آپ ایک باپ کا فرض ادا کر رہے ہیں۔"

"تو بھرتی مجھ سے بیٹی ہونے کا فرض ادا کرو۔ میرے ہاتھ سے کھاؤ۔"

"نہیں بابا! یہ اول نہیں چاہتا میں نہیں کھائوں گی۔"

"پھر تو میں بھی نہیں کھا سکوں گا کیونکہ میں اپنی بیٹی کو کھلائے بغیر کبھی نہیں کھاتا ہوں۔"

موصول ہونے لگا۔ میں نے اپنے بازو پیٹھے ہوتے جوان کو دیکھا جو ٹرانسکو کو مینٹل کر رہا تھا۔ اس نے آئے آن کر کے اپنا کوڈرز اور نام بتایا اور دوسری طرف سے جواب سننے کے لیے ایک دوسرا بن آن کر دیا۔

دوسری طرف سے ماسٹروس ٹرانسکو کی آواز سنائی دئی وہ کہہ رہا تھا: "جب سے پہلی کا بیڑے پر پرواز شروع کی ہے اس وقت سے اب تک کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا ہے۔ کنٹرول ٹاور سے کئی بار پہلی کا بیڑے کے بائیک کو مخاطب کیا گیا لیکن بائیک یا نکل خاموش ہے۔ معلوم کرو کہ کیا بات ہے؟"

رہنے سے ہی ہماری نظریں بائیک پر گئیں۔ وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ ایک جوان نے اس کے شانے کو پکڑ کر ہولے سے بچھوڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا یا اس کے جواب میں بائیک کا ایک ہاتھ اٹھا۔ اس میں ایک تھکا ہوا کاغذ تھا۔ وہ کاغذ ہماری طرف خاموشی سے بڑھا رہا تھا۔ میں نے اس سے وہ کاغذ لے لیا۔ پھر اسے کھول کر پڑھا۔ لکھا ہوا تھا: "مجھے کچھ کہنے یا بھیجنے سے پہلے میرے قدموں کی طرف دیکھو۔ وہاں ایک زبردست قوت کا ہم بندھا ہوا ہے۔ اس کا کنٹیکشن میرے دائیں پاؤں کے پیچھے ہے۔ میں اس میں پر ہلکا سا دباؤ بھی ڈالوں گا تو ایک دھماکہ ہوگا اور وہ پہلی کا بیڑے کے ساتھ بھرتی پڑے گا جیسی کہ میں اگلا اپنی جان داؤ پر لگا کر میاں بیٹھا ہوا ہوں۔ ہم لوگ اپنی خیر مشاؤ۔ اگر زندگی عزیز ہے تو مجھے یا نکل نہ پھیرنا اور نہ ہی بات کرنے پر مجبور کرنا۔"

میں نے پھر پوچھے بیٹھے ہوئے مے فظوں تک بڑھا دیا۔ ان لوگوں نے بھی پڑھا پھر میں نے اس کے اندر ایک سنسنی سی چیز لکھی۔ اب ہم سب اس ٹکڑے میں مبتلا ہو گئے کہ اس بائیک کے ساتھ کیا کریں۔ اگر ہم بیٹھے سے اس کے سر پر ایک کاری ضرب لگاتے تو وہ بے حوش ہو جاتا۔ تب ہی بات نہ بنتی ہوئی کہ ماہکلتے ہی اس کے بدن کو جو جھکا گیا۔ اس جھکنے سے باؤں کے نیچے والا مین دب جاتا۔ اس کے ساتھ ہی دھماکہ ہوتا اور ہم سب سے کوئی چمڑہ نہ بنتا۔ ہم تکلفت اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر ایک جھکنے سے اپنی طرف یعنی پیچھے کی طرف کھینچ سکتے تھے۔ یہ سب سے اس کے باؤں کو کیا گئی تھانے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس نے جسمی سیٹ مانڈھا ہوا تھا۔ اسے کھینچنے سے پہلے جسمی سیٹ کو کھولنا پڑتا اور اسے کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی وہ ہوشیار ہو جاتا اور اپنا دھمکی پھیل کر بچتا۔

ہلکے بڑی طرح چھٹے ماسٹروس ٹروڈی نے اپنے تمام فطری استعمال کر کے پوری ذہانت سے میری سلامتی کے لیے بڑے ہی مکل انتظامات کیے تھے اس کے باوجود دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو گئے تھے۔ میں نے ماسٹروس ٹروڈی کے سامنے میں جھانک کر دیکھا وہ ٹرانسکو کے سامنے بیٹھا ہمارے جواب کا منتظر تھا۔ میں نے سوچ کے لیے کہا: "ہیلو ماسٹر! میں فراڈ بول رہا ہوں۔ یہاں پوریشن بہت ہی نازک ہے اور ہم سب کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ بائٹل دشمن کا آدمی ہے۔"

ماسٹروس ٹروڈی نے شدید جرات سے پوچھا: "کیسے ہو گیا۔" مجھے تو اپنے طور پر بڑے سخت انتظامات کیے تھے پھر یہ کہا پ شیل بیٹی کے ذریعے اپنے اہل دشمنوں کے دماغوں کو پڑھ سکتے تھے پھر یہ دھوکا کیسے کھانے پڑا؟

"ماسٹر حالات ایسے تھے۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ بسلی پورٹ تک پہنچنے ہی دشمنوں نے کیسے ہنگامے کیے تھے۔ کیسے جھکا ہو رہے تھے۔ گولیاں تیل رہی تھیں۔ دھوئیں کے بادل چیلنے لگے تھے۔ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ ایسے میں ہی غیرت ہے کہ ہمارے پیچھے صحیح صحیح ماسٹروس ٹروڈی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں صرف ایک بائٹل بدل گیا ہے اور شاید ان کا بھی منصوبہ تھا کہ اس طرح بھگانے کے دوران صرف بائٹل کو تبدیل کیا جائے۔"

ماسٹروس ٹروڈی نے کہا: "یوں۔ تبھی کنٹرول ٹاور والوں کو بائٹل کی آواز نہیں مل رہی تھی۔ وہ اس لیے خاموش تھا کہ اگر کچھ ہوتا تو تم اس کی آواز سن کر چونک جاتے اور پرواز سے پہلے ہی مختلا ہو کر اسے دروج لیتے۔"

"ماسٹر ان دشمنوں کی پلاننگ کا یہ حصہ بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ جب بھگانے کے دوران ہم بسلی کا بیڑے میں سوار ہوں گے تو ایک دوسرے کو ہوش نہیں رہے گا۔ پھر یہ میرے آس پاس جو مسلح محافظ ہوں گے۔ میں زیادہ سے زیادہ اتنی کو دیکھوں گا۔ آگے بیٹھے ہوتے بائٹل کی طرف شاید ہی میرا دھیان جائے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے وقت پرواز کرنے سے پہلے کنٹرول ٹاور کے قواعد کا پابند ہونا نہیں پڑتا۔ وہاں دشمنوں سے بچنے کے لیے پرواز لازمی ہوگی تھی۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنا بہت زیادہ ہنروری نہ تھا۔ اس لیے اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔"

"اب کیا ہوگا، فراڈ صاحب پو؟"

"ہم سوچ رہے ہیں کہ کیا کر سکتے ہیں؟"

"کیا آپ اسے بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتے؟"

"میں اس نے ایک تجربے کے ذریعے دیکھ دی ہے۔ اگر اس کی بات پر ہم نے عمل نہیں کیا تو وہ بسلی کو پکڑ کر تباہ کر دے گا۔ اس کے پاؤں کے نیچے ایک ٹن ہے جس پر ہلکا سا دباؤ پڑنے ہی سے ہلکا ہوگا اور پھر یہ بسلی کا بیڑے گا نہ ہم میں گئے۔"

"کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی پو؟"

"ہم ہر طرح سے اپنے ذہن کو آزمائے ہیں۔ تدبیر کی بیج رہے ہیں مگر اب تک کچھ نہیں آیا۔ جب کچھ مجھ میں نہیں آئے گا تو پھر اس بائٹل کے رحم و کرم پر ہونا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ ہمیں کمال پہنچاتا ہے۔ ویسے یہ اطلاع آپ کو ایک گھنٹے بعد کیوں ملے گی ہمارے بسلی کا بیڑے کا بائٹل رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے؟ ہاں ماسٹر نے کہا: "میں سارہ ہائیکریس کیا ہوا تھا اور ہمارے کنٹرول ٹاور میں جو آدمی ذہن انہیں یہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ وہ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ جب مجھے تیار کیا تو تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اس کے باوجود میں نے وہ بسلی کا بیڑے آپ لوگوں کے تعاقب میں بھیجے ہیں لیکن میں صحیح سمت کا اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ آپ خود اپنے قطب نما کو دیکھ کر سمت بتائیں۔ میں نے قطب نما کو دیکھ کر بتایا: "ہمارا رخ جنوب مشرق کی طرف ہے۔"

ماسٹر نے کہا: "جیکہ بسلی کا بیڑے کا رخ جنوب کی طرف ہونا چاہیے پروگرام کے مطابق وہ اسپین کے اوپر سے گزرنا ہوا اور ذیق کے جنگلوں میں بیٹھنے والا تھا۔ اب اگر یہ جنوب مشرق کی طرف جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسپین کی بجائے اٹلی کی طرف جا رہا ہے۔"

میں کبھی کبھی ماسٹر کا اس کے بائیں پاؤں کی طرف دیکھتا تھا اور سوچا رہا جاتا تھا کہ کیا کر لیں۔ اگر اس کا داغ میری منہ میں ہوتا تو میں بڑی آسانی سے اس کے بائیں پاؤں کو وہاں سے ہٹا دیتا۔ پھر وہ لاکھ کوشش کرتا تب بھی پاؤں کو زمین پر نہ جا سکتا مگر بنیادی بات یہ تھی کہ اس کا داغ میری منہ میں کیسے آتے وہ اسے چھڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اسے زبردستی بائیں کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر ذرا بھی اس کے خلاف کوئی بات ہوتی تو پیک جھینکے ہی موت ہم پر جھپٹ پڑتی۔

موت کا سوچ اس کے قدموں میں تھا۔ زندگی ہلکے ہاتھ میں تھی۔ ہم جب تک خاموش بیٹھے رہتے یہ زندگی ہماری ہوتی۔ ہم چپ چاپ بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ اپنی ذہانت کو آزما سکتے تھے اور ہمارے تھے لیکن کوئی تدبیر کھانی نہیں مل رہی تھی۔ وہ اس طرح ہم کو بیٹھا ہوا تھا کہ اسے اس کی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا تھا۔





ایک طرف سے کہ آیا جلال بیگ کا ایک مطالبہ اور ہے وہ یہ کہ سائزہ بانو میرے یہ ہٹا دیا جائے اور ستمت بیگ کو اس خاتون سے آزادی کے ساتھ نکلنے کی اجازت دی جائے میں نے کہا "ابھی تو یہ ممکن نہیں ہے جب تک ماںوں میں ایک دوسرے سے نہیں ملیں گی اس وقت تک سائزہ بانو کے پاس ایک پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا گا"

کھلنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور ایک دوسرے کمرے میں آئے وہ بال ٹاکر تھا۔ وہاں تھیں تو صفحے پیچھے ہونے لگے۔ سب لوگ صوفوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ میرے انہیں کافی کی بیالیاں چٹن کر رہے تھے۔ میں نے بھی ایک بیالی اٹھالی۔ وہاں کے ایک رئیس نے کہا "جناب! آپ یہاں آئی گئے ہیں کیوں نہ ایک رات یہاں دم میں گزار لیں۔ ہم آپ کو یہاں کی سیر کرائیں گے۔ صبح ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے"

"میں تو تمہوں کے دم و دم پر ہوں۔ یہ تمہیں وہ مجھے کب چلنے دینے گئے۔ اگر میری عمر بھی ہو تو میں ابھی یہاں سے جانا لینے کروں گا کیوں کہ میں اپنے ساتھیوں کے بغیر نہیں رہ سکتا چاہے وہ کسی جگہ میں جوں یا جہنم میں۔ میں بھی وہیں رہنا پسند کروں گا"

ایک دولت مند نے دوسرے دولت مند سے کہا "آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ آپ فراد صاحب کو دم کی سیر کرائیں گے جب کہ میرے علم میں یہ بات ہے کہ اس بڑے بیگ کے اندر داہر باہر بڑا سخت پرہیزگاریاں گئے۔ شاید فراد صاحب کو اس عمارت سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ملے گی"

میں نے کہا "عمار توں پر ادا انسانوں پر پرے لگاتے جا سکتے ہیں دلوں پر آج تک کسی نے پرہیز نہیں لگایا میرے دوست نے میری زبان کا فرض ادا کرنے کے لیے مجھے اس شہر میں گھومنے کی دعوت دینی میں ان کا شکوہ گزار ہوں۔ اگر جلال بیگ نے پرہیز لگایا ہے تو کوئی بات نہیں۔ چھوڑ دینا کی میں کبھی یہاں آیا تو اپنے دوست کی اس خواہش کو ضرور پورا کروں گا"

وہ شخص جو سبلی کا بیڑے کے پاس میرا استقبال کرنے کے لیے آیا تھا وہ دیکھ کر ہلکا ہوا۔ "اگرچہ آپ کے لیے اس عمارت سے باہر جانے پر پابندی ہے تاہم یہ عمارت آپ کے لیے ایک وسیع دنیا ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ اس کمرے سے نکل کر کسی بھی کمرے میں جا سکتے ہیں۔ آپ کو بڑے بڑے بال ملیں گے۔ یہاں تعمیر بھی ہے یہاں سماں بھی ہے۔ شراب خانے بھی ہیں اور ہمارے خانے بھی

یہاں کے کمرے میں ہوشیار بارگھن میں بیٹھ کر اپنے منظر میں ایک بڑا ہلال ہے اور اس کے آس پاس بھی مختلف کمرے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ آدمی انہیں چھوڑ بیٹھنا ہے اور واقعی ان میں گھوم سکتا ہے۔ یہی ایک کمرے میں رات کے دس بجے اندھیرا کر دیا جائے۔ وہاں شتر کا ٹھکانہ اور دولت مند لوگ ہوتے ہیں جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو سب ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں جو جس کو پا لیتا ہے وہی اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

میرے ایک میزبان نے پوچھا "نائبہ فراد صاحب کو آپ سن و شب بٹھائے رہا ہیں؟" میں نے کہا "آپ نے شب کا انصاف کر دیا۔ اس وقت نہ کوئی خبر ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کون کا رہا ہے اور کون صرف عورت ہی نہیں ایک بھول میں بھی ہوتا ہے۔ چاند ستاروں میں بھی ہوتا ہے۔ قدرت نے اس دنیا کے ہر ذرے میں جن کو کچھ اور جواب ہے۔ بس دیکھنے والی نظر چاہیے"

دوسرے میزبان نے کہا "فراد صاحب! آپ کے بدلے میں پوچھ کر سنا ہے اس سے آپ مختلف باتیں کر رہے ہیں مگر آپ یہاں کتنے دن کو دیکھیں تو میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف ماںوں کے اندر بھی نہیں چھوڑے گئے۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ کون کی طرف اٹکل اٹھائیں گے وہیں آپ کا ساتھی ہوگا"

میں نے انکدام میں سر ملاتے ہوئے کہا "مجھے ان باتوں سے قطعاً دلچسپی نہیں ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ میرے ساتھیوں میں جھگڑا رہے ہیں۔ میری بہت سی بیویاں ہیں جو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ایسے صدمات سہہ کر میں کسی لغزش میں دلچسپی نہیں لے سکتا۔ مجھے انہوں سے کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکتوں گا"

میرا استقبال کرنے والے میزبان نے کہا "واقعی آپ اپنے ساتھیوں کے لیے یہ میزبان ہوں گے۔ دیئے آپ یہاں کی دلچسپیوں میں شریک ہوں یا نہ ہوں یہاں سے آپ کا سفر آدھی رات کو شروع ہوگا۔ اس وقت تک تو آپ کو کوئی نہیں کہیں، ٹھنڈا بیٹھنا یا اناج اناج ہونا۔ آپ مناسب عرصے کو اس کمرے سے نکل کر عمارت کے مختلف حصوں میں جا کر تفریح کریں

اور رونا چاہیں تو آپ کے لیے ایک کمرہ مخصوص ہے، وہاں آرام کر سکتے ہیں۔ یہاں باہر ہوں جب بھی میری ضرورت ہو تو آپ سب مل بیٹھیں گے تو میں مجھے بلایا میں حاضر ہو جاؤں گا" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے دولت مندوں نے مجھے

مجھے لیا۔ کافی کی خالی پیالیاں رکھنے کے بعد ہم وہاں سے نکلے اور اس عمارت کے مختلف حصوں کی طرف جانے لگے۔ پہلے ہم ایک بہت ہی خوبصورت باغیچے میں پہنچے وہ واقعی ایسا باغیچہ تھا جسے ہمیشہ یاد رکھا جا سکتا تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور خوشبودار پھول تھے۔ جیادہ پوریاتی تھی اور اس پر بالی میں ایک مہنگی پھول لٹے رقص کر رہا تھا۔ یہی ایک مہنگی پوریاتی دسے رہی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو کتنی ہی قاصدائیں رقص کرتی ہوئی مور کے آس پاس اڑ رہی تھیں اور اس کے ساتھ چاہنے لگیں۔ ان پر پھولوں کی قیال برس رہی تھیں۔ سامنے ایک فادر پارے سے ہی خوبصورت انداز میں رقص کرنا چاہیاتی کو ادھر سے ادھر اچھا لگا رہا تھا۔ حوصلے میں سفید راج ملبس تیر رہے تھے۔

بڑا ہی دلچسپ منظر تھا۔ میں اس نظارے میں محو ہو گیا ایک میں ہی نہیں بلکہ اس نظارے کو بھی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک میرے کانوں کے قریب سرگوشی سنائی دی "جناب! بچہ سے شیلی بیٹی کے ذریعے رابطہ قائم کریں۔"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک رئیس میرے پاس ہی کھڑا ہوا تھا اور دوسرے میں یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ بھی اس نظارے میں گم ہو گیا ہے۔ مجھے یاد آیا اس کا نام ڈومارک اکتھ تھا اور مجھے اس کا لٹ لوجھی یاد تھا۔ میں نے فوراً ہی دامنی رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا "ہیلو مرٹھ ڈومارک! کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "جناب! میں بہت عرصے سے اس موقع کی تلاش میں ہوں کہ تمہاری میں آپ سے بات کرنے کا موقع ملے مگر یہاں سبھی لوگ آپ کے آس پاس جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک کی خواہش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ رہے۔ آخر میں نے مجھ کو ہر آپ کو مشورہ دیا ہے۔ آپ کا شکر کریں کہ آپ نے مجھ سے دامنی رابطہ قائم کیا۔ اب میں آپ کو ایک فریڈی بات بتاؤں اور وہ یہ کہ میرے پاس جلال بیگ کی ایک تصویر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ تصویر کے ذریعے کسی کے دماغ میں بھی پہنچ جاتے ہیں"

میں نے خوش ہو کر کہا "مرٹھ ڈومارک! اگر ایسی بات ہے تو تم مجھ پر بہت ڈراما سنان کر دو گے۔ اس تصویر کو پانے کے بعد میں جلال بیگ کا ایسا شکر کروں گا کہ دوسرے دن اسے دیکھ کر کانپ اٹھیں گے اور اس تصویر کے ذریعے میرے اور میرے ساتھیوں کی موجودہ مصیبتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ کہاں ہے وہ تصویر؟"

"وہ میرے گھر میں ہے" میں نے ذرا ماس بوجھ کر کہا "اے، وہ تصویر تمہارے ساتھ یہاں لائے تو کتنا اچھا ہوتا ہے"

"جناب! مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ یہاں قیدی بنا کر لائے جائے ہیں اور ہم لوگوں سے لگایا تھا کہ ہم میرانی سے فرار ہوں اور کرنے کے لیے اس عمارت میں جا سکتے ہیں لیکن تمہارے ہم جانتا تھا کہ ہماری سخت چیکنگ ہوگی اور یہی ہوا۔ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں کمرے سے باؤں تک ٹھوٹا لیا گیا ہے۔ اس کے اندر تک دیکھا گیا ہے کہ ہم کوئی ایسی چیز تو نہیں لے جا رہے ہیں جو جلال بیگ کے مفاد کے خلاف ہو۔ اسی لیے میں وہ تصویر اپنے ساتھ نہیں لایا"

میں نے قائل ہو کر کہا "تم نے اچھا کیا کہ تصویر یہاں لیکر نہیں آئے۔ اطمینان رکھو میں وہ تصویر حاصل کروں گا"

"آپ وہ تصویر مجھ سے کیسے حاصل کریں گے؟" میں اس کی بات کا جواب نہیں دے سکا لیکن دوسرے میزبان نے مجھے مخاطب کیا تھا "وہ کہہ کر باہر چلا گیا۔ بہت سی کڑو لیں جلال بیگ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ہم سے وعدہ کر رہا تھا کہ ہم نہیں سے جو بھی آپ کو اس کے مطالبات ماننے پر راضی کرے گا وہ آئندہ اسے بیگ میں نہیں کرے گا اور جو بھی بیگ میں لگا کا مواد ہے وہ سب اسے واپس کرنے گا"

میں نے مسکرا کر پوچھا "اچھا تو آپ! اسی کو کوشش میں ہیں کہ میں اس کے مطالبات مان لوں اور آپ کا صلہ ہو جائے" وہ بولا "ہم میں سے ہر شخص ہی کو کوشش کر رہا ہے جب تک آپ اس عمارت میں رہیں گے، ہر شخص کی زبان پر یہی ہوگا کہ آپ جلال بیگ کے مطالبات مان لیں"

میں نے کہا "یہ دنیا واقعی بہت خود غرض ہے۔ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کا نقصان نہیں دیکھتی۔ آپ اپنے فائدے کے لیے جانتے ہیں کہ میں لائے سے ہٹ جاؤں اور وہ جلال بیگ مان بھی کو نقصان پہنچائے؟"

وہ دوا شرمندہ سا ہو کر بولا "یہ بات نہیں ہے۔ ہر مان میں ہر کا بھی نقصان نہیں چاہتے ہیں۔ آپ تو ہم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ آپ کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ ان ماںوں کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے اور ہم جلال بیگ کی بیگ میلنگ سے محفوظ رہیں"

"اچھا! میں سچا ہوں کہ ایسا کون سا طریقہ ہو سکتا ہے؟" یہ کہہ کر میں سوچنے کے بہانے خاموش ہو گیا۔ ادھر وہ

بھی ہوا تو میں نے ڈراما کے دو مامی رابطہ قائم کر کے ہوتے پوچھا نہ باں یہ بتاؤ کہ تم نے وہ تصویر اپنے گھڑیوں کہاں رکھی ہے پتہ

اس نے جواب دیا: میرے کمرے میں ایک دیوار کے ساتھ آہنی چوڑی کے اندر یہ بہت سے اہم کاغذات کے بونے ہیں۔ اچھی کاغذات میں ایک تصویر جلال بیگ کی ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ جلال بیگ کی ہی تصویر ہے؟

”جی ہاں میں پورے یقین سے کہتا ہوں۔ یہ چھپر سی پینٹے کی بات ہے۔ ان دنوں جلال بیگ اتنا غلط اور اتنا بڑا باس نہیں تھا کہ اسات بریوں کے پیچھے رہ کر احکامات صادر کرے اور اسے ماتحت اس کی تعمیل کرے۔ پہلے وہ خود ہی بیگ میٹنگ کے سلسلے میں ہمارے سامنے آیا کرتا تھا۔ پہلے اس کے ذرائع اتنے وسیع نہیں تھے۔“

میں نے پھر ایک سوال کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اچانک ہی اس کے گھڑیوں میں سے کون سے اور وہ آہنی دور تک اپنی پہنچ سکیں گے کہ جلال جانتا تھا کہ یہ ہتھیاروں کو پہنچا دیتا ہے جیسا کہ میرے سامنے انہوں کو چنگل میں پہنچایا گیا ہے؟

”میری معلومات کے مطابق جلال بیگ نے امراتہ کی حکومت سے رابطہ قائم کر لیا ہوا ہے اور وہ اس سے اسے بری امداد حاصل کر رہی ہے۔“

اس کی باتیں سنتے ہی میرے ذہن میں کچھ حقائق روشن ہو گئے۔ سب سے پہلے میں آیا کہ جلال بیگ اتنا پرامن اور کیسے بن گیا تھا اور اتنے وسیع ذرائع کہاں سے اسے نصیب ہو رہے تھے۔

میں اپنی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ میرے ذہن نے مجھے یہ طبع کیا تھا کہ اب میں کن صلاحیت پر اختیار کر سکتا ہوں۔ میرا جانا اور سارے باؤ کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور جلال بیگ ان لوگوں کو بیکسٹریل نہ کر سکے۔

میں نے سوچا کہ میرے ذہن میں اتنی آسانی سے ذہن میں نہیں آتی اس پر غور کروں گا۔ ہر پہلو پر غور کروں گا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ میرا اور جلال بیگ کا سامنا ہو جائے۔ ایسے کے بعد میں اس کے قبضے سے تمام بیکسٹریل گامو اور نکلوا کر آپ لوگوں کے سامنے رکھ دوں گا۔ باقی دی دے میں ذرا باختر موم میں جانا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر میں وہاں سے اٹھ گیا۔ اس شخص نے باختر موم بیگ میری رہنمائی کی۔ میں اندر جا کر دو واڑے کو بند کرنے کے بعد ڈراما کے دو مامی رابطہ قائم کر کے ہوتے پوچھا نہ باں یہ بتاؤ کہ تم نے وہ تصویر اپنے گھڑیوں کہاں رکھی ہے پتہ

لیکن تیرا لگا سے دوسرے مخاطب کرے ہیں اور بیٹھے ہوتے لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے سچے سچے میں کہا: ان سے نجات حاصل کرو۔ میں تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ وہ اچانک اٹھ کر بلا توجہ مجھے باختر موم چھوٹا ہوا ابھی آجاتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ دوسرے باختر موم میں بیٹھا اور میرے پوچھنا باں تو تم کہہ سکتے کہ وہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس کے اندر اچانک کاغذات ہیں وہ تصویر ہے۔ اس تصویر کی کوئی اور پہچان تیار۔ ایسا نہ ہو کہ تصویریں بھی ہیں۔

”ہاں لکھا اور تصویریں بھی ہیں لیکن جلال بیگ کے پیچھے جہی لکھا ہوا ہے۔“ پھر اس نے چونک کر پوچھا: تمہیں آپ کی تصویریں ہیں۔ تصویر تو میں ہی آپ کو لا کر دوں گا۔ پھر لکھا کہ اس سوال ہی پر یہ نام نہیں ہوتا۔

”تم زحمت نہیں کرو گے، میں اسے تمہاری چوڑی کر لوں گا۔“

وہ ایک دم اچھل کر بلا توجہ باتیں آپ سے کر رہی تھی کہول میں کہ اور آپ تو میاں قید میں۔ میری چوڑی کو وہ تصویریں طرح حاصل کریں گے۔

میں نے کہا: تم کو تو ڈر نہ ہو۔ میرا کارنامہ تمہیں بتا رہا تھا۔ اتنا جا دو کہ چوڑی کو لے کر بلا توجہ کیا ہے؟

وہ اپنی چوڑی کا لاک کھولنے لگا۔ پھر ٹھنڈا کا نام اور کھینکے کا غمزہ بن گئے۔ میں نے کہا: وہ ڈراما کے میں نے معلوم کیا کہ بیٹھے میں صرف اس کی بیوی ہے۔ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ ایک بیٹا ہے جو دوسرے شہر میں گیا ہوا ہے۔ لیکن اس وقت اس کی بیوی بیٹھے میں تھا۔ بائیں معلوم کرنے کے بعد میں نے وہ ڈراما کے کہا کہ وہ سے واپس جاتے۔ میں اپنا کار کروں گا۔

اس نے میری سے پوچھا: جناب ایک بات کو اس عمارت میں آنا سخت پرہیز ہے۔ آپ وہ تصویر طرح اس عمارت کے اندر لے کر آئیں گے اور وہ تصویریں لے کر آئیں گے۔ مجھے وہ تصویر اس وقت نہیں مل جائے گی۔ تصویر کو حاصل کروں گا۔ وہ بعد میں میرے پاس پہنچے۔

تمہیں ان رکھو اور واپس جاؤ

وہ باختر موم سے واپس جانے لگا۔ میں نے مارٹر مومس ڈوٹی کو مخاطب کیا: میلو مارٹر میں اس وقت ڈراما میں ہوں ہیں یہاں ایک عمارت میں قید کیا گیا ہے لیکن عمارت کے اندر کھلی آزادی ہے۔ میں جہاں جانا چاہتا ہوں جاتا ہوں صرف عمارت سے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔ بڑا سخت پرہیز ہے۔ میرے ساتھ جو بھی محافظ تھے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں ابھی ان سے دو مامی رابطہ قائم کر کے علوم کروں گا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔

موس ڈوٹی نے کہا: آپ اس عمارت کی نشاندہی کریں۔ وہاں ڈراما میں ہمارے مسلح جوان اس عمارت کو چاندل طرف سے گھر میں گئے۔

میں نے کہا: جلد بازی نہ کرنا۔ میں اس عمارت کی نشاندہی کروں گا لیکن جو بات ہے اسے آپ نہیں اور کہ غلط لپٹے رہتے رہ کر جو کچھ میں کھوا ہا ہوں اسے یادداشت کے طور پر نوٹ کر لوں۔

وہ کاغذ کو لے کر بیٹھ گیا، میں نے کہا: میاں مجھے جلال بیگ کی تصویر دستیاب ہو سکتی ہے۔ میں اس کو واپس جلال بیگ کے ذرائع تک پہنچا سکتا ہوں۔ یہ سانا ڈراما میں بیٹھے میں تم کو سکھایا ہوں لیکن وہ تصویر آپ کے آدمی حاصل کر سکتے ہیں کیا آپ ڈراما کے مارٹر سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟

”بے شک ابھی رابطہ قائم ہو جائے گا جو کام آپ وہاں کرنا چاہیں وہ سب ہو جائے گا۔ آپ حکم دیں۔“ میں نے ڈراما کے اسمتھ کا نام لکھا اور اس کے بعد کہا کہ یہ ڈراما کے مجھے سے تعاون کر رہے۔ اس کے پاس جلال بیگ کی تصویر ہے۔ یہ تصویر ڈراما کے بیڈروم کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ایک آہنی چوڑی میں ہے۔ اس چوڑی کا نمبر بھی نوٹ کر لوں۔

میں نے اسے نمبر نوٹ کرایا۔ پھر اسے بتایا کہ بیٹھے میں اس وقت اس کی بیوی تنہا ہے اور کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنے ڈیوٹی کو ختم کر کے یہاں آئیں کہ وہ ڈراما کی بیوی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اس کے ساتھ کوئی پریشانی نہ ہو۔ وہ خاموشی سے جاؤں اور اس سہفت کو کھولنے کے بعد صرف وہ تصویر نکالیں۔ وہاں کتنے ہی اہم کاغذات زیورات اور نقد رقم ہو سکتی چیزوں کا ہتھ نہ لگایا جائے جس تصویر کے پیچھے ہے۔ یہی لکھا ہوگا وہی تصویر حاصل کی جائے۔ اس کے بعد سہفت کو جوں کا توں بند کرنے کے بعد واپس آجائیں۔

”مشرقا و ایسا ہی ہوگا۔ میں ابھی رابطہ قائم کر رہا ہوں۔“ ایک بات اور تھی۔ جلال بیگ کی یہ تصویر بہت اہم ہے۔ اس کی خاص حفاظت کی جائے۔ اس کی کئی کاپیاں بنانی چاہئیں۔ ایک کاپی آپ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ باقی ایک کاپی اس چنگل میں بھیجیں جہاں آپ کے ماتحتوں کے کھپ لگا جائے۔ اگر میں اتفاق سے چنگل کے اس حصے میں پہنچ گیا تو وہ تصویر دیکھ لوں گا اور اگر نہ پہنچ سکا تو کبھی میری اس بات کے پاس اس تصویر کو دیکھوں گا۔

موس ڈوٹی نے زحمت ہو کر میں نے ڈراما کے دو مامی رابطہ قائم کر کے ہوتے پوچھا نہ باں یہ بتاؤ کہ تم نے وہ تصویر اپنے گھڑیوں کہاں رکھی ہے پتہ۔ اس عمارت کی نشاندہی کریں۔ وہاں ڈراما میں ہمارے مسلح جوان اس عمارت کو چاندل طرف سے گھر میں گئے۔

یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اپنے ماتحتوں میں سے ایک محافظ کے دو مامی رابطہ قائم کر کے اس کو اس عمارت کی نشاندہی کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس عمارت کی نشاندہی کرنے کے بعد میں اپنے ماتحتوں میں سے ایک محافظ کے دو مامی رابطہ قائم کر کے اس کو اس عمارت کی نشاندہی کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس عمارت کی نشاندہی کرنے کے بعد میں اپنے ماتحتوں میں سے ایک محافظ کے دو مامی رابطہ قائم کر کے اس کو اس عمارت کی نشاندہی کرنے کے لیے بھیج دیا۔

میں اس کے دو مامی رابطہ قائم کر کے ہوتے پوچھا نہ باں یہ بتاؤ کہ تم نے وہ تصویر اپنے گھڑیوں کہاں رکھی ہے پتہ۔ اس عمارت کی نشاندہی کریں۔ وہاں ڈراما میں ہمارے مسلح جوان اس عمارت کو چاندل طرف سے گھر میں گئے۔

ہم آپس میں باتیں کر سکتے ہیں  
 ڈرا تو غرماوش رہا۔ اس شخص نے پوچھا تم مجھے حرانی  
 سے کیا دیکھ رہے ہو کیا میری باتوں کا یقین نہیں ہے ہو کیا میں  
 جھوٹ بل رہا ہوں؟  
 ڈرا ہونے اور بے کماز نہیں جناب! آپ کے نہیں  
 تو مجھے بائیں کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہر حال آپ کیا  
 کھنا چاہتے ہیں؟  
 اس شخص نے اپنی جیب سے چائی نکال کر اسے دیتے  
 ہوئے کہا اس چائی کو کھو جیب وہ قیدی سوار ہو جائیں تو اس  
 آہنی دروازے کو کھینچے سے منھل کر دینا۔ چائی اپنے پاس رکھنا  
 جہاں انہیں بیچاؤ گے وہاں یہ چائی ان لوگوں کو دے دینا۔  
 وہ شخص اسے چائی دینے کے بعد واپس پلٹ کر عمارت کے  
 ایک چوڑے پر کھڑا ہو گیا۔ مسلح گارڈز ان چور جانوں کو قید کر کے  
 لارے تھے اور انہیں اشاروں سے ٹرک میں سوار ہونے کے لیے  
 کہہ رہے تھے۔ وہ دو جوان بیکے بعد دیگرے ٹرک پر سوار ہو گئے۔  
 وہاں پہلے سے چار مسلح جوان تھے، اس کے بعد چار مسلح جوان  
 اور بھی سوار ہو گئے۔ دروازے کو کھینچے سے بند کر کے منھل کر دیا  
 گیا۔ میں اس شخص کے رے ماغ پر قابض رہا۔ اس کی آنکھوں کے  
 سامنے دو ٹرک وہاں سے روانہ ہو گیا، پھر بھی میں نے اس کے  
 دماغ کو آزاد نہیں چھوڑا۔ میں ہاتھ روم میں بیٹھا ہوا تھا حالانکہ  
 اب مجھے وہاں سے نکل آنا چاہیے تھا لیکن مجھ پر یہ بھی کہ میں  
 اس کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک  
 میں اس کے اندر سیار رہا۔ اس کے بعد جھریں نے اسے آزاد  
 کیا تو وہ جو تک کر لینے آس پاس دیکھنے لگا اب اسے اپنے  
 سلنے ٹرک نظر نہیں رہا تھا۔ وہ دوپٹے لگا کر مجھے کیا ہو گیا تھا  
 میرے سامنے ٹرک کس وقت روانہ ہوا، مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر  
 وہ جو تک کو سوچنے لگا کیا فراہم مجھے شربت کیا تھا تو کون؟  
 ایسا سوچتے ہوئے وہ اپنی جیبیں مٹولنے لگا۔ اسے تیرچرا  
 کر اس کی جیب میں وہ چائی نہیں ہے۔ پر وہ کراہ کے مطابق اسے  
 چائی کا پتہ پاس رکھنا چاہیے تھا۔ یہاں ایک چائی سے دو ڈرازہ  
 لاک کیا جاتا۔ اس کے بعد وہ ٹرک جہاں بیچنا جاتا وہاں دو ٹرک  
 چائی سے کھول لیا۔ چائی دینے کی قطع فرسٹ نہیں تھی لیکن  
 وہ دے چکا تھا۔  
 تب اسے یقین ہو گیا کہ یقیناً فراوانے اسے شربت کیا  
 تھا۔ چائی کس کونے دی ہے اور وہ اپنے آدمیوں کو کیا پاجا ہتھے  
 یہ سوچتے ہیں وہ دو ٹرک ہوا اس کے کہ طرف جانے لگا۔  
 یقیناً وہ لکھا ہوا تھا۔ اب وہ میں فون کے ڈیڑھ کی گھنٹے

سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے موقع نہیں دیا۔  
 اس کر کے کہ طرف جانے کی بجائے نفٹ کی طرف سے گیا۔  
 کے دینے وہ پچھی منزل پر پہنچا۔ پھر اس منزل سے زینے  
 ہوا چھت پر آیا۔ چھت پر وہ پہلی گاڑی کھڑا ہوا تھا۔ وہ  
 چھت پر چل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے کئی فٹ  
 نہیں لیا تو کہ وہ ان کا لید تھا۔ وہ سیدھا ہمیں گاڑی کے  
 چڑھا۔ پھر وہاں سے کہ چٹ کو کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ پھر  
 پر کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کو بھی وہاں آکر بیٹھنے کا اشارہ  
 وہ دو ٹرک گارڈز اس کے حکم کے بندے تھے۔ وہ بھی زینے  
 کرتے ہوئے اوپر آئے اور اس سے پوچھنے لگے کیا ہوا  
 اس نے جواباً کہا ایک بہت ضروری کام ہے۔  
 جانا ہے۔ لہذا ابھی کوئی سوال نہ کر سہی پوچھنے والی سیٹھ  
 جائیں۔ وہ دو ٹرک وہاں بیٹھ گئے گا کہ چٹ بند کر دیا گیا  
 بعد انہیں اشارت ہو گیا کہ شربت میں آیا اور پھر وہ  
 وہ چھت کو چھین کر نقصان لاندہ ہونے لگا جب وہ پورے  
 ہوا وہ چلا گیا تو میں نے اس شخص کے بائیں یاؤں کو اس  
 پہنچا دیا جس کا تعلق وہاں بندھے ہوئے تھے۔ اس  
 بائیں یاؤں کا دباؤ پٹن پر پڑے ہی کیا رہی ایک زوردار  
 ہوا اس کے بعد پہلی گاڑی کے گارڈز ان لوگوں کے بھی پتہ  
 گئے ہوں گے لیکن معلوم نہ کر سکا کیونکہ ان کا دماغ موت کی  
 میں ہو گیا تھا۔  
 اس سے فارغ ہوتے ہی میں نے فوراً موش ٹرک سے  
 نام لیا۔ اس وقت وہ وہاں کے مارٹر سے ٹرانسپورٹنگ  
 میں نے داخلت کرتے ہوئے کہا مارٹر مارٹر کے مارٹر  
 کو ایک ٹرک ہمارے چھ آدمیوں کو لے کر کسی جگہ جا رہے  
 اس کے ڈرائیور کو ٹرپ کر کے وہاں کے مارٹر کے پاس  
 گا مجھے مارٹر کا پتہ بتایا جائے اور اس مارٹر کو حرکت  
 جلتے میں ٹرک تیار ہا ہوں۔  
 میں نے ٹرک کا ٹرک بتانے کے بعد وہاں سے  
 ہوتے ایک تپے کو ذہن نشین کیا۔ پھر وہاں سے مارٹر  
 ہو کر اس ٹرک کو مسلح گارڈز سمیت اس تپے پر مارٹر  
 پہنچا دیا۔ اس کے بعد ہاتھ روم سے باہر گیا۔  
 بڑے بال میں اور آفری نظر آئی۔ بہت سے لوگ  
 کھڑکیوں سے جھانک کر باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔  
 بڑے جھانک رہا تھا اس کی آواز میراں تک سنائی دی تھی۔  
 لوگ دھماکے کا سبب معلوم کرنے کے لیے باہر کی طرف  
 تھے کچھ لوگ اوپر چھت کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن

دیکھ رہے تھے۔ میں نے بے کماز نہیں تو جانے کیوں  
 نے مجھے جانے کا راستہ دیا۔  
 جب میں نے سٹپ کرتا ہوا اوپر پہنچا تو وہاں یہ بخت باری  
 کے پاس چھت پر کھڑا ہوا تھا اسے کس نے اڑایا ہے  
 کے پاس کس کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی گئے تھے اس  
 میں آئی اس پہلے کا پتہ ساتھ اپنی جائیں گنا کر چکے تھے۔  
 دو مسلح گارڈز کے پاسے میں تو فوراً چل پل گیا تھا کہ وہ  
 پر ڈیڑھ گھنٹے سے تھے۔ وہی میں گاڑی میں سوار کر گئے  
 میرے شخص کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ خود ہی زینے معلوم  
 دیکھ کر لپٹے میں مشرک پارک اور وہ شخص تھامے میں نے  
 میں نے پتہ تو نہیں چھینا ہیچ دیا تھا  
 یہاں پہلے کی کلاس شروع ہوئی۔ فون کے ذریعے  
 ہوا کہ میں نے اپنے لوگوں کو اوپر لھڑو ڈر کر چلا دیا  
 زوردار کماں غائب ہو گیا لیکن کچھ تیرہ ڈیڑھ گھنٹے  
 بعد وہاں جو آفیسر تھا وہ مجھے گھدتی ہوئی نظروں سے  
 لگا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر آئی بینس لگا کر کھانچا میرے  
 ٹرک کا پتہ پتا ہوا تھا۔ اس نے قلم نکال کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا  
 یہ طرف پڑھا دیا۔ میں نے اسے کر پڑھا تو کھنکا تھا۔  
 زوردار اسے زیادہ کوئی نہیں جان سکا کہ مشرک پارک  
 میں آپ نے نہیں غائب کیا ہے۔  
 میں نے اسے تحریر کر پڑھنے کے بعد مسکرا کر اس آفیسر کی  
 دیکھی۔ میں تو اپنے نیز بانوں کی بیڑ میں تھا مجھے  
 نہ جانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر میں مشرک پارک کو کہاں  
 لکھا ہوں اور کیوں کر سکتا ہوں۔ یہ اس میں فائدہ ہی  
 میرا جواب سن کر اس نے پھر کاغذ پر کھانچا۔ میں نے پڑھا،  
 تھا کہ آپ نے شک نیز بانوں کی بیڑ میں تھے لیکن  
 میں نے کہ کبھی دماغ کے ذریعے وہ لوگوں کے دماغ میں  
 ہوتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق ان سے عمل کراتے ہیں۔  
 یہ مشرک پارک کو یا ملٹ بنا کر پہلی گاڑی میں میراں سے  
 کیا تھا  
 میں نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا۔ بالکل نہیں میں  
 نے لکھا کہ میں کرتا۔ دشمن کو گارڈا ہوں تو وہ اسی طبقے سے  
 ہوں گا کہ مشرک پارک کو پہلی گاڑی میں بھیجے سے میرا کیا فائدہ  
 ہو گا اس پہلے گاڑی میں مجھے میراں سے روانہ ہونا تھا مجھے  
 ہوا کہ اس پہلے میں بیچنا جائے گا جہاں میرے دوسرے  
 لوگ۔ اس صورت میں میں وہاں جانے کے لیے بے چین

ہوں۔ میں اس پہلی گاڑی کو کیوں تباہ کرواؤں گا اور کسے کونسا گاڑی  
 وہ خود ہی دیکھ لو پتہ ہا۔ شاہ میری باتوں سے قائل  
 ہو رہا تھا۔ اسی وقت ایک مسلح گارڈ ڈھٹا ہوا زینے سے کتا ہوا  
 اوپر چھت پر آیا۔ اس نے آفیسر سے کچھ اپنی زبان میں کہا۔ آفیسر  
 منتہا رہا اور مجھے گھور کر دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر کاغذ  
 کے اس پر کھنکا شروع کیا۔ میں نے اسے پڑھا۔ وہ گھور رہا تھا۔  
 "مشرک پارک میں ٹرک میں آپ کے چھ آدمیوں کو قیدی بنا کر بھیجا  
 گیا تھا وہ ٹرک غائب ہے۔ کہیں پتہ نہیں چل رہا ہے۔ جہاں  
 سے بیچنا چاہیے تھا وہاں نہیں پہنچا۔ ہم اس ٹرک کو ڈھونڈ  
 نکالنے کے تمام ذرائع استعمال کر چکے ہیں لیکن پتہ نہیں چل رہا ہے۔  
 کہ وہ ٹرک کہیں نہیں ہے۔ اس شہر میں کم از کم ہمیں سے اور پتہ نہیں  
 ملٹ کے اندر وہ اس شہر سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ اسے زین  
 نکل گئی آسمان کھا گیا ہے۔ میں آپ ہی بتا سکتے ہیں۔  
 میں نے منہ ہوتے کہا بہت خوب آپ کا جو پتہ تھا  
 ہو گا اس کا زوردار میں شہر لیا جائے گا۔ صرف اس لیے کہ میں  
 گیا ہوں۔ آپ میرے خلاف کچھ اور نہیں سوچ سکتے کیا آپ  
 نے مشرک پارک کو قیدی بنانے کی کوشش کی ہے؟ آپ نے  
 ان سے کوئی ہے۔ میں ان کی مخالفت میں جا رہا ہوں۔ آپ مجھے  
 ان سے بھیج کر لواتے ہیں۔ آپ لوگوں نے بڑی غلطی کی ہوگی گا  
 کو اس چھت پر لاکا مارا گیا تو کو پہلی گاڑی میں ایک اندر پتہ  
 ہوا تھا اس کے ذریعے وہاں دو بیٹھے ہوئے مارٹر کو پتہ  
 چل جاتا تھا کہ پہلی گاڑی کہاں سے گزر رہا ہے اور کہاں پہنچا گیا  
 ہے۔ بالکل اسی طرح کے اندر پتہ ان آدمیوں کی کسے پہلے  
 میں موجود ہیں۔ اس کے ذریعے ان لوگوں کو پتہ چل رہا کہ وہ ٹرک  
 کہاں جا رہا ہے اور ان مارٹر سے گزر رہا ہے۔ اس لیے یقیناً  
 مارٹر کے آدمیوں نے اس ٹرک کو غائب کر دیا ہے اور لیا غائب  
 کیا ہے کہ آپ لوگ بھی اسے تلاش نہیں کر سکتیں گے۔  
 ایک مسلح گارڈ اس آفیسر سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا  
 آفیسر تو جسے منتہا رہا۔ پھر اس نے تائید میں سر ملایا اور کاغذ پر  
 کھینچے لکھ میں نے پڑھا، اس نے کھنکا تھا۔ مشرک پارک! آپ نیچے  
 جا کر فریجٹات میں حصہ لیں۔ آپ سے بعد میں ملاقات ہوگی،  
 شکوہ۔  
 میں اس کا شکوہ اٹھا کر زینے کے پاس آیا جب زینے  
 سے اترنے لگا تو میرے داییں بائیں دو مسلح گارڈ اترنے لگے میں  
 سمجھ گیا کہ اب مجھے ننگری میں لے رکھا جائے گا۔ میری ایک ایک  
 حرکت پر نظر رکھی جلتے گی۔ جب ہم نیچے پہنچے تو مسلح گارڈ نے  
 اشارے سے لفٹ کی طرف چلنے کے لیے کہا۔ ہم لفٹ کے

تھیلے جو مٹی منزل پر ایک بڑے ہال میں بیٹھے۔ جب میں اس ہال میں داخل ہوا تو وہ کھانا ایک طرف چھوڑنے سے استیج پر دو تھیلے پہلوان فری اسٹائل کھتی رہ رہے تھے۔ دوسری طرف کھانے کی مٹیوں پر وہ بیٹھیں۔ کہیں نہ چھو بیٹھے جا رہے تھے اور کہیں بیٹھنا ٹھیک کے کرتے کھاتے جا رہے تھے۔ وہ بڑا سا ہال اچھے چھے ہوتے فائزرول کے مٹی بننے کی جگہ تھی۔

مجھے وہاں بیٹھانے والے مسلح گاڈ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر دیکھا تو دیوار پر ایک بڑا سا ایک بڑو تھا جس کا انگوٹوں میں جوڑا ہے۔ وہاں چاک سے لکھا ہوا تھا "میرے فریڈا میں دو سوالوں کا صحیح جواب چاہیے۔ ایک تو یہ کہ اگر کن کہاں ہے؟ دوسرا یہ کہ وہ فرگ کیسے غائب کیا گیا ہے؟ آپ اگر جواب دینے کے لیے دس منٹ کی مہلت کی جاتی ہے آپ بلڈ آؤٹ سے جواب دینے کی تم سے نہیں گے۔ جواب غلط ہو تو اس ہال سے آپ اپنے بیروں پر چل کر نہیں جا سکیں گے۔ یہ جھٹنے فائزرول پر ہے۔ فریڈا آپ کو اپنا بیچ بنا کر چھوڑ دیں گے۔ اب آپ اپنے انجانم کا فیصلہ خود کر لیں۔"

میں نے اس میاہو بوری کی طرح پر بڑھنے کے بعد بیٹھ کر دیکھا تو وہ دونوں مسلح گاڈ چاہیے تھے اور وہ دائرہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔ میں نے پھر کچھ گہرا سانس سے وہاں تک پہلوانوں کو دیکھا، وہ تعداد میں بارہ تھے اور تھکنے مٹیوں میں اپنی صلاحیتیں مزاحمت تھے۔ کوئی تیزی اسٹائل کا پہلوان تھا اور کوئی جوڑا اور کرٹے کا کوئی کن چھو چلانا جاتا تھا اور کوئی تیز سے بازی میں استاد سمجھا جاتا تھا سب اپنے اپنے کام کے استاد تھے۔

وہ لوگ کبھی مجھے اُدھیمی دیوار گھڑی کہ دیکھ رہے تھے دس منٹ گزرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں دو چار قدم چلتے ہوئے تھا کہ بڑھا پھر اٹھا کر بلند آواز سے کہنے لگا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جھٹنے پہلوان ہیں کیا یہ بیک وقت مجھ پر حملہ کریں گے یا اپنا مقابلہ کر کے اپنی صلاحیتیں آزما رہے گے؟ جب مجھے میری باتوں کا جواب مل جائے گا تو میں آپ کی وہ دس منٹ کی مہلت لوں گا اور آپ کے سوالوں کا جواب دوں گا۔" میں انتظار کرنے لگا لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ ایک پہلوان نے اشارے سے دیوار گھڑی کو دکھایا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں اور دس منٹ کی وقت میری گزرنے والے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس اسٹیج پر پہنچ گیا جہاں پہلے دو پہلوان فری اسٹائل لڑنے میں مصروف تھے۔ ان میں تو سب ہی لینے لینے ٹھہر کر لڑنے میں ماسٹرتھے لیکن یہ دو پہلوان بہت ہی تیز اور ڈویل ڈویل کے لحاظ سے پکارا نظر آتے تھے

میرے پاس جوڑا اور چاقو اور میری پشت سے بندھا ہوا ایک تھوڑا سا سب کچھ میرے دھن میں لڑنے کے لیے رکھا گیا تھا۔ بعد میں نے دیکھا کہ میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ میں نے بند آواز سے کہا "مجھے جو جواب دینا تھا وہ وہ چکا ہوں۔ تو لوگوں پر اب تک دو بار تباہیاں آچیں ہیں۔ ایک تو تمہارا فائزرول پارکن غائب ہو گیا۔ دوسرے تمہارا ٹریک تمہارے فیلڈوں کے ساتھ لاپتہ ہے اور تیسرے میں تمہارا ہال کے ماسٹرس ڈریک کئے نقصانات اٹھانے لگے اور کتنے نقصانات کا الزام مجھ پر عائد کر گئے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تمہارے پہلوانوں کو آزماؤ۔ میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی ایک پہلوان رنگ کے اندر شیع بیٹھ گیا۔ میرے سامنے بیٹھنے کے بدلے میں وہاں چھوٹے بڑے ہال رہا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع تلاش کرنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے موقع ڈھونڈنا۔ میرے ایک ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر اسے لاک لگانے کی کوشش کی لیکن میں اچھل کر دونوں ٹائپیں اس کی گردن میں چھبھتا ہوا دوسری طرف لٹ گیا۔ وہ اپنا آواز قائم نہیں رکھ سکا تھا اس لیے اسٹیج پر چلاؤں ٹائپہ نہ ہوا۔ اب اس کی گردن میری دونوں ٹانگوں کے درمیان مٹی اور میں اس کی گردن کو دبا جا رہا تھا۔ سبیلے تو اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکلیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو وہ عجیب سی جھنجھلا کر بڑ بڑا رہا تھا۔ یہ سن آتے ہی اسی ڈول بچ کر پڑا۔

میں اس کی آواز پر توجہ دے رہا تھا کہ اچانک میرے نوں پر ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ میں پچھلے کی طرف لٹ گیا۔ تیزی ٹانگوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ اپنی گردن چھوڑ کر ٹھیک ہوا دور جا کر گھڑا ہونے لگا۔ میں بھی اپنی جگہ کھڑا ہوا کیا۔ اس نے یہ سننے پر فدا تھا کہ ایک ایک ماری مجھے یوں لگا جسے میرے سینے پر سہاڑ ٹوٹ پڑا۔ میں لڑھکا رہا ہوا لیکن مجھے جا کر رنگ کی رسی سے ٹھکرایا، وہاں سے جھٹکا گیا کہ تیسری سٹیج میں آکر پڑا۔ مجھ میں اتنی کت نہیں تھی کہ فوراً ہی اٹھ سکا کیونکہ زبردست ایک ماری گئی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔ اس سے پہلے ہی ال نے میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا اور میرے منہ پر ایک گھونسہ رسیبکیا۔ میں بوکڑھ کر رہ گیا۔ بڑا زبردست ہاتھ تھا۔ میں نے سمجھنے کی کوشش کی مگر دوسرا گھونسہ میری ٹھوڑی پر پڑ چکا تھا۔ میں لڑھکا رہا ہوا پھر جا کر رنگ کی رسی سے ٹھکرایا اور گردن آتا تو جھٹکا کہ اس کے پیٹ میں اپنے سر کو مارا۔ وہ کہنے لگا۔ اپنے پیٹ کو پکڑ کر جھٹکنے لگا۔ اسی وقت میں نے اس کے

منہ پر ایک جھٹکا زور کھارا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو جھٹکنے لگا۔ پھر میں نے اپنی منہ کے سر کے پچھلے حصے پر ماری۔ وہ ایک ہمت سے اونٹنے منہ کر رہا۔

تب مجھے اس کے مانع پر توجہ ہوئی کہ مہلت ملی۔ میں رنگ کے ایک کونے سے ٹھیک لگا کر ہانپنے لگا۔ اب مجھے میدان میں آنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میرا رواج اپنے ہاتھوں کی کھڑکی میں تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا پھر مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے ہانپنے لگا۔ میں نے اسے باہر جا کر اس نے وہاں کے سب سے پہلے رنگ کے پہلوان کو ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ایک طرف بلا دیا۔ پہلوان نے پہلے تو مایہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے پاس آ گیا۔ اس نے دو ایک کونے میں پہلوان کو لے جا کر چھوٹا تم نے فریڈا کے لڑنے کا انداز دیکھا۔ دوسرے پہلوان نے کہا "ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ لڑنے کے فن سے واقف ہے۔ ویسے تم مجھے یہاں کیوں بلا کر لاتے ہو تو؟"

وہ بولا "میں ایک رائونڈ لڑ چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ دوں۔ رائونڈ تو تم اس سے لڑنے کے لیے جاؤ۔ اس وقت تک میں سستا لوں گا پھر تیسرا رائونڈ میں لڑنے جاؤں گا۔ اس طرح زیادہ جھٹکا جائے گا اور ہم تازہ دم رہ کر اسے اسی طرح رائونڈ بیل جلا کر دیتے ہیں گے۔"

اس نے سر ہلکا کر کہا "ابھی بات ہے۔ اب میں لڑنے کے لیے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے رنگ کی طرف آنے لگا۔ آنے کے دوران ہی میں اس پہلوان کے دماغ سے نکل کر اس پہلوان کے دماغ میں آ گیا۔ وہ جو میری طرف لڑنے کے لیے آ رہا تھا وہ نیزہ بازی کی طرف پھٹ گیا۔ اس نے نیزہ باز کے ہاتھ سے نیزہ کو لے کر ہاتھ میں آ کر لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چوکڑے اپنے گھٹنے پر ایک جھٹکے سے مار کر توڑ دیا۔

نیزہ باننے اس کی اس حرکت کو تیزی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پہلوان کا ایک اٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ سمجھتا، اسے ایک جھٹکے سے لڑاؤں ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سر سے بند کرنے لگا۔ دوسرے ہی لمحہ اس نے ایک دوسرے پہلوان کے اوپر سے مارا۔ دوسرے نام پہلوان اسے دھن میں کر دیکھنے لگے۔ ایک پہلوان کچھ نظرہ ہی غصے والا تھا۔ وہ بڑ بڑاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ یہ لڑنے سے روک دیا۔ تمہارے یہ کیا حرکت کی ہے تو؟

مجھے پتہ چلا کہ جس نے نیزہ توڑا تھا اور نیزہ باز کو اٹھا کر پھینکا تھا اس کا نام زورو ہے۔ ایک نے زورو پر حملہ کرنے کے لیے انسان چکر سمٹھایا۔ اس وقت میں نے زورو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے بارے میں کچھ سوچا کہ اس نے اب تک کیا کیا ہے؟ اس پر میں چوکنا سمجھ رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پچھلے جگہ اس کی کھڑکی میں نہیں آ سکا اس کے لیے ہی ایک ساتھی نے اپنی رسی کھینچ کر اپنے اس نے پھینکا۔ یہ کیا حرکت ہے۔ تمہارے نینچوں کو ایک دکھ لو۔

وہ نینچوں چھوٹاتے ہوئے بولا "تم نے اپنے ایک ساتھی کا نیزہ توڑ دیا ہے اسے اٹھا کر شیخ دیا۔ تمہیں اس کی منزل مٹی چاہیے۔"

وہ نینچوں اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ زورو اپنے مقابل کو لینے قابو میں نہیں لاسکتا تھا۔ میں اس پہلوان کے دماغ پر قابض ہو گیا جو مجھ سے مقابلہ کر رہا تھا۔ اس پہلوان نے مجھ سے جا کر نینچوں کو لے چک دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ کو چھوڑ کر زورو کے دماغ میں پہنچا تو زورو نے ایک زبردست کڑے کا ہاتھوں میں چوکڑا لے کر مجھ پر جما دیا۔ وہ ایک دم سے اٹھا کر بیٹھ گیا۔

وہاں عجیب تماشہ ہو رہا تھا۔ میں نے زبان سے جھینے زورو کا نام معلوم ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ سے زورو کو ایک فنڈنگ ایک ماری۔ زورو نے ہلکا پچھلے گیا۔ وہ پھانڈ جیسا ڈیل ڈول کرکتا تھا۔ اٹھا ٹانگ ٹانگ کا اس پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ اس نے لیک کر لیا ٹانگ ٹانگ مارنے والے کو پکڑ لیا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر فرسٹ پریچ دیا۔

ایک ساتھ کھٹے ہی پہلوان زورو سے لپٹ گئے۔ میں فری تیزی سے کبھی اس کے دماغ میں اور کبھی اس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا۔ اس وقت تک میں چار پہلوانوں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا اور میرے بعد دیگرے ہر ایک سے کام لے رہا تھا۔ جب میں ایک کے دماغ میں ہوتا تو دوسرے کو یہ سوچنے کی مہلت مٹی چھٹی کہ ایک لمحہ پہلے وہ کیا کر رہا تھا لیکن جب ہ میرے خلاف سوچتا کہ فریڈا کی ٹیل پٹی اس کا ہی ہے تو میں دوسرے ہی ٹیلے کو چھوڑ کر دوسرے کے دماغ پر قابض ہو جانا۔ پھر کبھی میرے کے بعد کبھی جو کھٹے۔ اس طرح وہ چاروں کے بعد میرے اپنے ہی ساتھیوں پر چلے کر رہے تھے۔ میں نے احتیاطاً ٹیلے ہوتے نیزے کی اپنی ذرا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا تاکہ کوئی اچانک میری طرف حملہ سے

نہیں اسے جواب نہ سکوں۔ تصویر دیر میں وہاں کے پہلوانوں کی حالت خراب ہونے لگی کسی کی ناک سے کسی کے منہ سے خون بہنے لگا تھا کسی کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور کوئی اپنے جسم کو سہلانا ہوا فرس پڑ گیا ہوا تھا۔ ان کے لٹنے کی آوازیں نہیں دوری جگہ سے جاری تھیں۔ میں منٹ بعد اس ہال کا دوازہ کھل گیا۔ بہت سے مسلح گاڈز بڑا اور بڑے کر ہال میں داخل ہوئے۔ اس میں نرسٹ میں وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ میں صحت سلامت کھڑا ہوا تھا اور تمام پہلوانوں کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ دوسرے جوان میرے پاس آئے ایک نے یوٹو اور کی نال میری پیٹھ سے لگا کر بوسے سے دھکا دیا بار بار تھکا کر میں آگے بڑھوں میں آگے والے نوجوان کی رہنمائی میں بڑھنے لگا۔ ہم کمرے سے نکل کر باہر آئے وہاں سے گزرتے ہوئے جہیز نے پیر پڑھنے لگے۔ اس وقت میں نے مسلسل فائرنگ کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ چھت پیر کی باہر کپڑے بگڑ گئے اور ہاتھ اور جسم میں وہاں پہنچا اور دوسرا پہلی کا پٹھ نظر آیا وہی آئیے وہاں کو ننگا بنا کھڑا تھا اس کی آنکھوں پر آبی گیس چڑھا ہوا تھا۔ اس نے ایک کاغذی مری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس کاغذ پر کبھی ہوتی تحریر کو پڑھا اٹھا تھا مری طرف فریاد: ہم نے سن تھا کہ آپ کتنے خطرناک ہیں آج دیکھ لیا یوں بھی میراں کا ماسٹر نرسٹوں فن کر رہا ہے اور دھمکیاں دے رہا ہے کہ آپ کو آواز کیا جائے دہ اس عمارت کی لٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ ہم ایسا ہونے سے پہلے ہی آپ کو یہاں سے فرار کر دینا چاہتے ہیں۔ سبھی طرح پہلی کا پٹھ میں جا کر بٹھ جائیے دہ یہاں جتنے بھی آئین کیں نظر آ رہی ہیں ان کی گولیاں آپ کے جسم پر پڑ جائیں گی۔

میں نے اس کاغذ کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا: میرا وہ بیگ روبا اور اور مجھے واپس ملنا چاہیے۔

اس آئیے نے کچھ بکھا اور اسے اپنے ایک ماتحت کی طرف بڑھا دیا۔ پھر ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر مری طرف بڑھا دیا میں نے اسے پڑھا۔ لکھا تھا: صرف آپ کا بیگ لایا گیا جاتا ہے۔ ہم نے تلاش کی ہے۔ بیگ میں کبھی حیرت انگیز چیزیں ہیں لیکن اس سے ہمارے محافظوں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ روبا اور دہا جا تو ہے آپ بہت کا اے سکتے ہیں۔ یہ دو چیزیں آپ کو واپس نہیں ملیں گی۔

میں نے اسے پڑھ کر وہ کاغذ بھی ایک طرف پھینک دیا۔ تصویر دیر میں وہ میرا بیگ اٹھا کر لایا۔ میں نے اسے اپنی پشت پر باندھ لیا۔ ایک نرسٹوں کے نندے مجھے اشارہ کیا کہ میں پہلی کا پٹھ سوار ہو جاؤں۔ میں سوار ہو گیا۔ وہاں پہلے

ہی جا مسلح جوان بیٹھے تھے۔ دوسرے میرے پیچھے تھے اور دوسرے عسکری بائیں۔ آگے پہلی کا پٹھ لٹا ہوا تھا۔ کاک پٹ بند کر دیا گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پہلی کا پٹ چھت سے بند ہوا اور اس عمارت سے دھرا جانے لگا۔

وہ چھ حافظ جو میرے ساتھ آئے تھے انہیں رہائی کی گئی تھی میں اب تک قیدی بنا ہوا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک حافظ کے دماغ میں دیکھا تو وہ دم کے ماسٹر کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور ماسٹر شیل فون پر باتیں کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے اسی عمارت کے ایک آئیے سے باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا: فریاد پہلی کا پٹ میں سوار ہو کر یہاں سے جا چکا ہے۔ ہم نے اسے دوسری جگہ بھیجا ہے۔ اب وہ اس عمارت میں نہیں ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس سے کہیں کہ وہ یہی نہیں کہے دہ آپ سے رابطہ قائم کر کے اپنی موجودہ پوزیشن بتا دے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اس عمارت پر حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دونوں طرف کی جہازیں خالی ہوں گی اور ہم قاتل کے سامنے جواب دہ ہوں گے خواہ عزا ہر مصیبتوں میں پڑنا ہوگا۔ آپ سوچیں۔

انہا کہنے کے بعد دوسری طرف سے سپور رکھ دیا گیا۔ ماسٹر بھی اپنا سپور رکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ اب کس طرح فریاد کی موجودہ پوزیشن کو سمجھا جائے کہ وہ کہاں ہے؟

اس کے ایسا سوچتے ہی میں ان میں سے ایک محافظ کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس محافظ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا: بیلو ماسٹر جہازیں ہیں فریاد علی تجویر آپ سے مخاطب ہوں۔

ماسٹر پولیس چوکن کر لے دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی چوکن ایک معمولی ماتحت تھا اور اس کے اشاروں پر جان دینے والا آدمی تھا اب وہ خود کو فریاد کہہ رہا تھا اس نے کہا: میں سچ سچ فریاد علی تجویر ہوں۔ آپ کو میں بتاؤں کہ اس وقت پہلی کا پٹ میں مہر کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ دشمن مجھے کہاں سے جائیں گے۔ ہر حال اب اس عمارت پر حملہ کرنا فضول ہے۔ آپ مناسب سمجھیں تو بعد میں یہ کارروائی کریں۔ ابھی بہت سے کام ہیں مثلاً یہ کہ جلال بیگ کی تصویر حاصل کرنا۔

وہ مسرور بولا: اگر آپ اس وقت فریاد ہیں اور میرے ماتحت کے دماغ میں بیٹھ کر بول رہے ہیں تو میں آپ کو آزمانا چاہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیں کہ اس تصویر کے سلسلے میں میں نے کیا کیا ہے؟

میں نے چند کیوں مضائقہ کے پھر میں نے اسی ماتحت کی زبان سے کہا: آپ نے وہ تصویر لینے ماتحتوں کے ذریعے حاصل کر لی ہے اور وہ تصویر اس وقت آپ کے میز کی دراز میں ہے۔

وہ خوش ہو کر بڑی جہاز سے بولا: واقعی کمال ہے فریاد صاحب! آپ تو دماغ کے اندر بھیجی ہوئی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ تصویر واقعی یہاں دراز میں موجود ہے۔

میں نے کہا: یہ غیر فریاد ہی ہے۔ دراز میں اسے نہیں کھنا چاہیے۔ وہ تصویر میرے لیے بہت اہم ہے۔ میں اس کے نندے جلال بیگ کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں۔ آپ فوراً اس کی کئی کلیدی باتیں اور اس کی چند کلیدی باتوں میں لڑائی کے پاس بھیج دیں اور چند اپنے پاس محفوظ رکھیں جب بھی میں واپس آؤں گا تو آپ کو اس سے وہ تصویر حاصل کر لوں گا۔

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں نے اپنی دست برداری کو دیکھا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ کھنٹوں نے مجھے رات کھانا بھی نہیں کھلایا تھا۔ وہ پیرا روکے ماسٹروں سے اور ان کے ماتحتوں سے اس قدر کہے ہوئے تھے کہ انہی اس عمارت کو جانے کے لیے مجھے فوراً ہی وہاں سے رخصت کر دیا تھا۔ ہر حال رات ہو چکی تھی اور مجھے سوینا اور مر جان کی فکر تھی لہذا میں پہلے ان کے پاس پہنچ گیا۔

وہ دونوں جھگڑ میں بھیگتے ہوئے نہ جانے کہاں پہنچ گئی تھیں۔ ان کے پاس کھانے پینے، دمنوں سے لڑنے اور آہنی حفاظت کرنے کا تمام سامان موجود تھا کسی بات کا اندیشہ نہیں تھا لیکن اب رات آئی تو یہ کچھ بھی ہوئی کہ رات کیسے گزرائی جائے اور کہاں گزار دی جائے۔ وہ عجیب لگا سکتی تھیں، لیکن جھگڑی دندوں کا ڈھ تھا۔ جھگڑی دندوں کو دور رکھنے کے لیے وہ جھجکے کہ اس پاس آگ لڑیں کہیں تو دشمنوں کا خوف تھا کہ وہ جھگڑی میں روئیں دیکھ کر ادھر چلے آئیں گے۔ رات سلامتی سے گزارنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ فصحت پر چڑھ کر صبح کر دیں۔

ان کے سامان میں ایک بڑا عضو ہر جا جال تھا جس کی چوڑائی میں فٹ اور لمبائی پچیس فٹ تھی۔ یہ جال جانوروں کو زندہ رکھنے کے لیے تھا۔ انہوں نے اس جال کو سامان سے نکالا۔ پھر ایک دست پر چڑھ کر اس کے ایک سرے کو پارہنے لگیں۔ اس کی چوڑائی تک انہوں نے اسے ایک درخت کی شاخ تک باندھا۔ پھر اسی طرح میں فٹ کی لمبائی پر جا کر دوسرے درخت سے لے کر دوسرے درخت تک اسے اس

طرح باندھا کہ وہ جال یہاں سے وہاں تک بالکل چھت کی طرح تن گیا۔ زمین سے تقریباً پچیس فٹ کی اونچائی پر ان کے لیے ایک بستر بن گیا۔ وہ وہاں نمازیت آرام سے اور حفاظت سے رات گزار سکتی تھیں۔ اپنی ٹینڈر پوری کر سکتی تھیں لیکن اپنے کے بعد انہوں نے کچھ ضروری سامان جال تک پہنچایا۔ روبا اور کار تو اس آئین کیں اپنے پاس لاکر رکھیں۔ پھر دونوں نمازیت اطمینان سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئیں۔

میں نے کچھ بعد دیکر گئے دونوں کو مخاطب کیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا: آگے سے یعنی رہو۔

سو نیندے کہا: تم بڑی دیر تک فریاد رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک کسی کو پکڑے ہوئے ہے یا کسی کے چکر میں آگئے تھے؟

میں نے کہا: درست یہ ہے کہ میں پکڑ میں آ گیا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے انہیں اپنی رو داد سنی۔ وہ دونوں سے اپنی باری باتیں کر رہا تھا۔ وہ دونوں ادب سے ہوا میں گفتگو کر رہے تھے تاکہ سوینا کی بات مر جانہ بھی سنے اور جب میں مر جانہ سے مخاطب ہوں تو مر جانہ کا جواب سوینا سے لے۔ اس طرح دونوں کی کئی باتیں ہوئی تھیں۔ مر جانہ نے سوینا کا انہار کرتے ہوئے پوچھا: فریاد یہ لوگ ہمیں پہلی کا پٹ میں بٹھا کر کہاں سے جا رہے ہیں؟

”میں نے بتایا نا کہ۔۔۔ مجھے اس جھگڑی میں سے جانے کے لیے اب دیکھنا ہے کہ میرے لوگ مجھے کہاں لے جا کر چھوڑتے ہیں۔ تم دونوں کے قریب یا سوینا کے پاس یا پھر کسی تیسری جگہ۔ مر جانہ نے کہا: غلط کر کے کہہ دو کہ کسی تیسری جگہ نہیں چھوڑیں۔ یہ نہیں ہے لوگ ہمارے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں کیا انہوں نے تم سے کسی طرح سرفے بازی کی کوشش کی تھی؟

”ہاں، یہ جانتے ہیں کہ میں ہتھ دے لستے سے ہٹ جاؤں۔ پھر جہاز کوئی قسمی نہیں ہوگی۔ میں نے ہی جوابا کہا کہ وہاں میں تم ماں بیٹی کے رستے سے اس شرط پر ہٹوں گا کہ وہ بھی تم دونوں کے رستے سے ہٹ جائیں۔

مر جانہ نے ناراض ہو کر پوچھا: تم نے ایسی شرطوں کو کئی کیا تم ہمارے رستے سے ہٹ جاؤ گے؟

میں نے مسکرا کر کہا: میں نے یہ بات اس لیے کی کہ وہ کبھی اس بات کو تسلیم نہ کرتا۔

وہ بولی: میں جانتی ہوں اور مجھے انوکھے کے ذریعے سب سے تم اور ہمارے دوست مختلف مقامات میں مصیبتوں کا سامنا کر رہے ہیں۔

سوینا نے مر جانہ کو ایک ہاتھ جملتے ہوئے کہا: کیوں

فضول باتیں کر رہی ہو۔ تم کوئی غیر ہو کہ جو تم سے اور احسان کر رہے ہیں سزا جہادی رہی ہو اور ان اپنے لیے زندگی کے جو بنائے سے گزارتا رہتا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم فرما دو سے کوئی دوسری بات کرو۔

میں نے دخل دیتے ہوئے کہا میں محمودی ویر بعد آؤں گا۔ ابھی روتی کی غیر متعادلوں کو نہ جاد ہا ہوں۔ یہ کہہ کر میں روتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کالج کے ایک کمرے میں تنہا کر رہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ اس کے ہاتھ کے پاس ایک میز پر لیوا اور رکھا ہوا تھا حالانکہ وہ لیوا اور کا ہتھکا صبح طلوع سے نہیں جاتی تھی۔ نشانہ کو لگا ہی نہیں سمجھتی تھی۔ پھر بھی اسے سہارے کے طور پر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے تیار کیا کہ وہ روٹا کھانے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا اور اسے یقین دلا گیا تھا کہ زیادہ نہیں ہے۔ پھر اس کی حفاقت کرتا رہا۔ روتی نے اس سے کہا تھا بابا

آپ رات کو نہ جھڑپے میں تنہا اس جنگل میں نہ رہیں مجھے ڈر لگا ہے۔ آپ کہیں راستہ کو گوازیں گئے۔ جب اندھرا ہو جائے تو آپ کو بھی آواز سنیں۔ ہماری کالج میں اس کے ساتھ کڑکڑانے کی مڑوئے وعدہ کیا تھا کہ وہ رات کو تم کو قتل کالج میں آجائے گا یقین اسے اس سچ چکے تھے۔ وہ اب تک فاس نہیں آئی تھا۔ کہیں سے اس کی کھٹ یا آواز میں سانی نہیں دہی تھی۔ یوں لگا تھا کہ اس جھانکنا جنگل نے اسے نکل لیا ہو۔

روتی کی سوچ بڑھتی تھی۔ میں نے فوراً ہر دو کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو یہ تیرہ چلا کہ واقعی جنگل اسے نکل رہا تھا۔ وہ ایک جگہ پر ڈاؤن آکر رہا تھا۔ اس کے بائیں یا دونوں طرف زہرے سے لگا ہوا تھا اور اس کا زہر اس کے بدن میں پھیل رہا تھا۔

آہ بے چارہ ہر دو میں پریشان ہو کر سیٹ پر بیٹھا بیٹھا گیا۔ میرے اس طرح سر سے جھینٹے سے آس پاس والے صلے جوان غماظ ہو کر لہریں اٹھیں گے۔ سنبھالنے لگے۔ یہ جھپٹے سے ایک جوان نے والار کی نال مری گردن پر لکھو دی۔ میں جب بھی ادھر سے ادھر پہلو بدلتا تھا وہ لوگ اسی طرح غماظ ہو جاتے تھے ایک ایک لیوا لوگ نال مری گردن سے آگے تھی میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ پھر چپ چاپ ہر دو کے پاس پہنچ گیا۔

تکین میں وہاں پہنچ کر کیا کر سکتا تھا۔ اگر دشمنوں نے اسے گھیرا ہوتا تو وہی بیٹھی کے ڈیڑھے اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اگر وہ راستہ چھوٹا ہوتا تو میں اس کے دماغ کے ساتھ ساتھ چل

سکتا تھا۔ تکین ایک زہرے سے سانب نے اسے کاٹ لیا۔ اس کا علاج نہ ہو سکتا۔ بھیر میں نہیں آتا تھا کہ اس طرح اس کے کام آؤں جو میں نے اسے خواہ کیا۔ ہر دو یہ یہ تمہارے ساتھ کہ جو گیا۔ میں تمہارے پاس گیا کر سکتا ہوں۔

سانب کا زہر اس کے دماغ پر نئے کی طرح چڑھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ جیسے سوچا جا رہا تھا۔ میرے خیال سے اس کے پاس سے فراموشی آگئیں۔ کڑکڑاہتے ہوئے کہا۔ "فریاد صاحب، میں مجھ سے ہوں کہ میرے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور سے میرا ملنا اور میرے یہ زہر اس نے پھر نئے کی حالت میں سرگوشیاں کر لیں۔

بندر میں اس کے لیے یہ اول زہر رہا تھا۔ وہ ایک نیا تھا۔ اپنی بیٹی کے دل سے، دوسری بیٹیوں کے دکھوں میں آتا تھا۔ اس نے روتی کی جان بچائی تھی اور میں اس کے ساتھ اس کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔ اس کے پاس نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے کہا کہ زہر تو تمہارا جو میں روتی کو خیر کرنا ہو گا۔ زہر گور رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے کام کیا کروں گا۔ روتی بھی کسی کام نہ آسکتی گی۔ لیکن وہ تمہاری منہ بولتی ہے۔ تمہارے بچانے آخری وقت میں رہے گی تو تمہاری کھانہ فراموشی سے گی۔"

اس نے میری بات سن کر اندھ میں سر ہلاتے ہوئے تکیف سے کہا۔ "میں فریاد صاحب نہیں۔ میری بیٹی کو گھبراہٹ سے کچھ نہ بتانا۔ وہ پریشان ہو جائے گی۔ مجھ سے جو بھوک کالج سے نکلے گی۔ آپ نہیں جانتے کہ میری گریہ کی آواز سننا ہے۔ قدم قدم پر زہر سے سانب ہر دو کے کڑھل کا خظہ ہے۔ پھر یہ کوئی جنگلی درندہ شیر یا بچھو وغیرہ بھی اس کو مار سکتا ہے۔ ہنیا۔ آپ میری بیٹی کو کالج سے نکلنے پر مجبور نہ کریں۔ اس وقت میری حالت عجیب ہی تھی۔ دماغ میں آنا جوش اور جذبہ ہوا تھا کہ میں اپنے آس پاس بیٹھے ہوں۔ دشمنوں کو قتل کر کے فوراً ہی ہر دو کے پاس پہنچ جانا تھا لیکن کیسے پہنچ سکتا تھا۔ وہ کہاں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ اگر وہ تیل کا پتھر سے تھپتھپے میں آجاتا تب بھی میں ہر دو کو نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔"

ایک طرف وہ اڑیاں لگا رہا تھا دوسری طرف روتی کے لیے میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی اور بار بار کھڑکی کے پیر دیکھنے لگتی تھی۔ اس کے جواروں طرف جنگل کی جھانک تیار تھی۔ موت کا سانس نا چھایا ہوا تھا۔ اس سانسے میں سانب

سانب کرتی ہوئی ہوا میں جیسے موت کی سرگوشیاں سن رہی تھیں۔ میں نے اسے سننے ہی نہ سوسنی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

وہ بولی تم میرے پاس زہر جو مجھے منگنی کی بات اتنی ضرورت نہیں رہی۔ میں جانتی ہوں کہ کسی سانبے موت آئے۔ لیکن جلدی آئے اس طرح مجھے سچ جنگل میں جھانک رہی زندگی پریشان نہ کرے۔ ہر حال میں کسی طرح اس کمرے کے اندر کہ ایک محفوظ ہوں اور جی رہی ہوں۔ تم میرے بابا کے پاس جاؤ۔ وہ لے جا رہے تھے۔ لیکن کہاں تک میں ٹھیک رہے ہیں۔ راستہ بھول گئے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے بابا کے پاس سے بھگا رہا ہوں۔ وہ خیریت سے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں ان کی بھی خبر لینا ہوں گا اور تمہارے پاس بھی رہوں گا۔"

وہ فراموشی ہو کر بولی۔ "تم نے کہا تھا کہ اس جنگل میں آجیے ہو کہ یہاں پہنچ گئے ہو۔"

"نہیں، راستے میں دشمنوں نے دوسری جگہ روک لیا تھا۔ اب میں پھر اس جنگل کی طرف آ رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ تقدیر مجھے کہاں پہنچاتی ہے۔"

اس نے کمری کی کشت سے چمک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "تم نے رات کا کھانا کیا نہیں کھایا؟"

وہ بولی۔ "کیسے کھاتی۔ ایک طرف بابا کی نگرانی سے خود کو یہاں تنہا جگہ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کر لوں؟ موت کا انتظار کرتے سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھوں مر جاؤں۔ یہ لیوا اور میرے پاس ہی ہے۔ کسی وقت بھی اپنے آپ کو کوئی مار لوں گی۔"

"اسی اتفاقاً زہا میں نے سوچا۔ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خود کوئی حرام ہوتی ہے تو دیکھ رہی ہو کہ تم فراموشی اور ہر دو سب اپنی اپنی جگہ پر لہریں مصیبتوں سے گزر رہے ہیں اور سبھی کو سنبھالنے کا آلہ رہے ہیں۔ سب کو یہ امید ہے کہ زہر نہیں گئے۔ اب ایڈل اور حوصلے سے کام لے رہے ہیں۔ ایک تو ہو کہ حوصلہ پار جاتی ہو سانبہ چھوڑتی ہو۔ اگر تم نے خود کو کسی کی۔ اپنی جان سے ہی تو ہمارے لیے پریشانیوں اور بڑھ جائیں گی۔ تمہارا صدر ہر سب کو ہگا۔ دیکھو سوئی، ایسا کوئی قدم اٹھا کر میں پریشان نہ کرنا۔"

"نہیں میں ابھی خود کوئی نہیں کر لوں گی۔ یہ تو میں اپنے دل اور دماغ کی بات کرتی ہوں کہ مجھی ایسا خیال آتا ہے۔"

"تو مجھے اٹھاؤ اور کچن میں جا کر کھانا کھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کبھی دو چار منٹ کے لیے میرے پاس جاؤں گا کیونکہ اپنا اور سونا وغیرہ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

میری بات سن کر وہ اٹھ کھڑی اور کچن کی طرف چلنے لگی۔ اوکھیں گھڑی آئی تھی۔ ایک طرف سے وہ باب کا چیک کر رہی تھی۔ بے چارہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ زندگی کی آخری سانسوں کے رہا تھا۔ ادھر وہ کھانا کھانے جا رہی تھی۔ اگر سے فراموشی ہو گئی۔ کی دعوہ حالات کا پتہ چلتا تو وہ چھین مار کر زہر شروع کر دیتی۔ وہ بے چارے اپنے حوصلے سے زیادہ تھکتا تھا۔ اٹھا رہی تھی۔

میں اس کی طرف سے فراموشی ہو کر سونا اور مر جانا کو روتی اور ہر دو کے تھکنے تیار چاہتا تھا۔ لیکن سب میں وہاں پہنچا اور وہ وہاں پہنچنے زہن سے بہت جلدی ہر حال کے تھے ہونے لہذا ہر دو کی غیر سوسہی تھیں۔ سنبھالنے ان کی بند پیر بڑا پیار آیا۔ وہ بے چارے کی ماروں سفر کرتی رہی تھیں اور سب تھکے ہوئے انداز میں سو گئی تھیں۔ میں نے انہیں بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں سے ہر دو کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گھاسا سب بڑا درندہ منہ بڑا ہوا تھا۔ اس کے پاس میں اپنی اتنی تازگی تھی کہ دوست وغیرہ کچھ بھی نظر نہیں آسکتے تھے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ آنکھیں کھول کر بھی کچھ دیکھ سکتا۔ کسی کا اس پر نہیں تھا کہ کوئی آدھر سے گزرتے تو اسے زہر کے مذاب سے بچائے۔

مجھے اس بات پر حیرانی ہوئی کہ سانب کو ڈسے ہونے بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ بھی تک زندہ تھا جیسا کہ سانب کے سانب کے ڈسے کے بعد یا تو فوراً ہی موت واقع ہو جاتی ہے یا آہستہ آہستہ آدمی دم توڑتا ہے۔ میں نے ہر دو کی سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ سنب کو ڈسے ہونے کتنی دیر ہوئی ہے۔ اس کا ذہن و حوصلہ ساتھ دماغ پر دھند بھاتی ہوئی تھی۔ وہ میری بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ مگر اس کے لاشعور نے تیار کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ادھر وہ بھی تک اس زہر سے تکی تکی میں مبتلا ہے۔

میں نے پھر اس کے دماغ میں مھانک کر اس نمبر سے پیدا ہونے والی تکیف کو گھنٹا یا پتہ چلا کہ ایسی تکیف ان کی رگوں میں دوڑ رہی تھی جیسے خون میں زہر پھیر گیا ہو لیکن وہ زہر سے نہیں مارا ہوا تھا۔ بس ایسی تکیف میں تھکا کر رہا تھا جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔

میرے جیسے سوچنے میرا سر دھکنے لگا کہ میں اس بیچارے کے لیے کیا کروں کہ اس طرح اسے جی ادا ہو جی ادا۔ کوئی راستہ

نہیں تھا۔ کوئی تدبیر بھی تھی نہیں سے رہی تھی۔ میں تھکا ہار کر روتی کے پاس آیا سوہ کھانے سے فارغ ہو گیا تھی اور پھر کمرے میں آکر لیوار اورے کرا سی کو پری پڑھنے لگی تھی۔ میں نے کہا "سو جاؤ"

"نہیں میں بابا کا انتظار کروں گی۔ تم فراد کیجھو کہ وہ کیوں نہیں آسے ہیں"

میں اسے کیا بتانا کہ وہ کیوں نہیں آسکتے ہیں نے پھر چھوٹ کہا۔ وہ جنگل میں ہی ہے اور اسے دور ہی رہنا چاہیے وہ ایک درخت پر چڑھا ہوا ہے۔ اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ وہ دور سے تمہاری نگرانی کر رہا ہے اور یہی دانشمندی ہے تم جا کر سو جاؤ۔ جب کوئی ایسی دبی آہٹ یا آواز۔ خود تھ جا۔ تمہارے پاس ریوار ہے۔ میں ڈرنا نہیں چاہیے۔

وہ میری ہدایت کے مطابق اٹھ کر کمرے پر آئی اور وہاں لیٹ گئی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو سلانے لگا۔ پھر وہ دھیرے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ پھر وہ گہری نیند کو گئی۔ میں نے اس کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد باقی طور پر حاضر ہو کر سنی کا پڑکھ لیا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بیزار ہو کر کہا "بھئی کوئی اگر نہیں بولتا تو کسی طرح یہ تو بتا دو کہ یہ سفر تک جا رہی ہے یا کا پتہ"

میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے صالح جوان کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے گھڑی کو دیکھا تو اس نے ایک کے ہندسے پر انگلی رکھ دی۔ اس وقت کیا رہے تھے وہ اشارے کا کہہ رہا تھا کہ ایک بجے ہمارا سفر ختم ہو جائے گا۔

میں نے ہر دو کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا: کیا تمہارا سے چلنے ہوئے یا گھسٹے ہوئے کسی طرح کا جھنگ بچھ سکتے ہو تو اس کے واقعے کو جاننے کے لیے یا کہ وہ اس قابل نہیں ہے ہاتھ پاؤں بالکل ڈھیلے رکھتے ہیں۔ جسم میں جیسے جان نہیں رہی۔ وہ لڑتی جگڑے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

میں پھر بائیں سو گیا۔ اگر وہ کسی طرح کا جھنگ بچھ جاتا تو وہاں فرسٹ ایڈ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ شاید کسی طرح وہ نچ جا۔ میں روتی کو جنگل کی تاریکیوں میں نہیں بھیج سکتا تھا اور وہ روکا جھنگ کی طرف نہیں آسکتا تھا۔ ہر طرف سے جمودی تھی جہاں نے ہر طرح سے سوچ کر دیکھ لیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میرے لیا جائے اور تقدیر کے فیصلے کو تسلیم کر لیا جائے۔ میں نے اپنی بیسٹ کی پشت سے ٹمک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اب ان ٹکڑوں سے نجات حاصل

کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں تھوڑی دیر کے لیے کمرے میں جاؤں۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں اپنے گھسٹے تک سوتا ہوں۔ پھر جب ایک بجنے میں پندرہ باقی ہوں تو میری آنکھ کھل جائے یا پھر کوئی ایسی چیز ہو جو میرے خلاف ہو تو ایسی حالت میں بھی میری آنکھ کھل جائے۔

اس طرح میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا۔ کمرے پر نہ نہیں جینا کہ وقت کیے گزر رہا ہے۔ جاگنے پر یوں لگا جیسے اچھی آنکھ بند کی تھی اور ابھی آنکھ کھل گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے سنی کا پڑکھ لیا۔ سنا۔ آس پاس وہی صالح جوان بیٹھے ہوئے تھے اور پھر یہی طرح پرواز کر رہا تھا۔ بیزار ہونے ہی میں نے بڑی کراہی اس طرح گھاس ریوار تھ منڈا ہوا تھا۔ اس پر ہوتی تھی لیکن ابھی تک وہ زندہ تھا نہ ہرنے اسے مارا نہیں ہے۔ وہ ہوشی کا ایک فائدہ اسے یہ پہنچا کہ آدھت سے عاجزی مل گئی تھی۔ نگر پڑشانی اور زبردستی آدھت کو محسوس کرنے جس وقت پر مردہ ہو چکی تھی۔ وہ آواز سے لیا ہوا تھا۔ میں اسے چھوڑ کر روتی کے پاس بیٹھا۔ وہ بھی اس طرح سو رہی تھی اسی طرح کے جنگل کو اپنی نیند تھاپی کہ اور وہ

پریشانیوں کو بھول گئی تھی۔ نیند بڑی جھمبہ ہوتی ہے۔ تھوڑے دیر کے لیے ساری پریشانیوں سے نجات دلا دی جاتی ہے۔ میں سو گیا اور مرجان کے پاس پہنچی تو اچھے ہی اور وہ پڑھتی کہ وہ دونوں اچانک ہی میدان پر گھوم گئی تھیں اور ان کے سانسے میں کچھ آہستہ سن رہی تھیں۔ میں نے ان کے نیند شیر کے دھاڑنے کی آواز کی نہیں۔ وہ دونوں جال پر چبھتی ہوئی تھیں۔ فوراً ہی اوندھے منہ لیٹ گئیں اور جال سے دیکھنے لگیں۔

اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ جنگل میں دور دورے تک چاندنی کا اجالا ایسا تھا جیسے وہاں کے سبز و زردوں چاندنی جھک رہی ہو۔ ہر چیز دور تک روشن اور واضح نظر آ رہی تھی۔ میں نے تقریباً پچیس منٹ کی پستی میں ایک نظر آیا جو اپنی جگہ کھڑا اور بندھے ہوئے گھوڑوں اور چھوڑ دیکھ رہا تھا۔

تب گھوڑے ہنسانے لگے۔ چھوڑے طور پر چلنے درخت پر سونے ہوئے پرندے ایک دم سے چھوڑنے لگے تھے۔ جنگل کے سانسے میں عجیب سا شور و غوغا کو لگا تھا۔ سو گیا اور مرجان نے اپنے اپنے ریوار کو مضبوط

کھا تھا۔ پھر مرجان نے سرگوشی میں کہا "میں نے تو سنا ہے کہ ایک کھڑے کے لیے مخصوص کمرے کی راضی ادا کرنا تو اس کے لیے مخصوص راضی ہوتی ہے، لیکن ہمارے ریوار کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کھڑے کے بجائے کھڑے کے لیے مخصوص ہے۔ ان گھوڑوں پر حملہ کرنے ہی والا ہو۔ چلے تم

مرجان نے جال کے سوراخ سے ریوار کی نال کو دائری بنانا۔ یعنی جوئے ایک فائر کیا۔ گولی تینتیا اسے لگی۔ بہت زور سے کرتا ہوا، دباڑنا ہوا وہاں سے اچھلا گیا۔ ننگ ننگے ہوئے گھوڑوں کی طرف جانے لگا۔ وقت سویلنے فائرنگ کی مسلسل دھڑانے کیے۔ تیسرا مرجان کی طرف سے ہوا۔ اس وقت شیر چھلانگ مانتے تھا۔ ان فضا میں بند ہوا تھا اور ایک گھڑے چھینے تھے۔ وہاں گولیاں گئے۔ یہ وہ فضا میں تڑپ گیا۔ اپنے شکار کی طرف سے ہٹ کر دوری طرف گڑا پڑا۔ وہاں سے تڑپ کے اس سے پہلے کہ مزید فائرنگ ہوتی، اس نے ایک گولی لگائی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے نظر سے اوجھل

گھوڑے اور چھوڑے اٹھ کر چھل رہے تھے۔ رسیوں کے لیے تھے تھے کسی طرح رسیاں ڈاڑا کر رہاں سے اٹھنا لگے تھے۔ لیکن ان دونوں نے تمام جانوں کو چھوٹی سے چھوٹی کھا تھا۔ مرجان نے کہا "شیر نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید کے سانسے میں کچھ آہستہ سن رہی تھیں۔ میں نے ان کے نیند شیر کے دھاڑنے کی آواز کی نہیں۔ وہ دونوں جال پر چبھتی ہوئی تھیں۔ فوراً ہی اوندھے منہ لیٹ گئیں اور جال سے دیکھنے لگیں۔

اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ جنگل میں دور دورے تک چاندنی کا اجالا ایسا تھا جیسے وہاں کے سبز و زردوں چاندنی جھک رہی ہو۔ ہر چیز دور تک روشن اور واضح نظر آ رہی تھی۔ میں نے تقریباً پچیس منٹ کی پستی میں ایک نظر آیا جو اپنی جگہ کھڑا اور بندھے ہوئے گھوڑوں اور چھوڑ دیکھ رہا تھا۔

تب گھوڑے ہنسانے لگے۔ چھوڑے طور پر چلنے درخت پر سونے ہوئے پرندے ایک دم سے چھوڑنے لگے تھے۔ جنگل کے سانسے میں عجیب سا شور و غوغا کو لگا تھا۔ سو گیا اور مرجان نے اپنے اپنے ریوار کو مضبوط

ہو دونوں کان لگا کر سننے لگیں۔ واقعی اتنا زیادہ شور نہ تھا۔ آج پہلی بار سو گیا ایک تو نگر شیر کا سامنا کر رہی تھی اسے معلوم نہیں تھا کہ شیر کا کیا حال ہے۔ اسے شکار کرنے کے لیے کن بانوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور مرجان نے تو ہماری سہم جوئی کی زندگی میں ابھی پہلا قدم کھا تھا اچھی وہ عملی تجربات سے گزر رہی تھی اور ان ابتدائی تجربات میں

"ہاں جمودی تھی لیکن یہ جمودی دشمنوں کے لیے فائدہ مند ہوگی۔ ہر حال دیکھتے ہیں"

وہ دونوں خاموش رہے۔ اور اب نہیں سننے کی کوشش کرنے لگیں۔ آہستہ آہستہ شور بھگتے لگا گھوڑے اور چھوڑے فریاد سننے لگے۔ یہ بڑے بھی اپنے اپنے گھوڑوں میں آکر چھوڑے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے ذرا فاصلہ جال پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جو بڑے کے خالی حصوں کو چھریا تھا۔ ریوار اور چھوڑے یوں طرح ٹوٹی ہو چکے تھے۔ اسی وقت وہ کہیں سے شیر کے کرائی کے آواز

سنائی دی۔ اس کے کرائی میں بھی ایسی گھن کرش تھی کہ کھڑے وال کے لوگ کانٹھے۔ وہ دونوں آواز کی سمت کانٹیں کرنے لگیں۔ جب آواز کی سمت کا اندازہ ہوا تو چھوڑے آواز دوسری طرف سے سنائی دی۔ وہ ادھر سے پیٹ کر ادھر چھینے نہیں وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ گرد دباڑنے کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ شیر زخمی ہونے کے بعد چھوڑا گیا ہے۔ غرار ہلے۔ اس کی غار میں بھی ادھر ادھر کبھی ادھر سنائی دیتی تھی۔ جلدوں طرف رات کے سانسے میں وہ غرابٹ رینگتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ درخت کے اوپر تھپتھپتے ہوئے جال کے ٹاپوں طرف گھوم رہا ہے۔ موقع کی تاک میں ہے کہ کدھ سے جست لگا کر جال کی بندی پر پہنچے اور اپنے شکار کرنے والوں کو شکار کرے۔

وہ دونوں بڑی محتاط اور چوکی ہو کر جال پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ سوکھے پتے چرمانے کی آواز آئی۔ جیسے ان پر سے کوئی گزرا ہو۔ پھر سونیا نے دیکھا۔ شیر نے اپنے جالوں طرف جھک رنگانے کے غرض سے ایک جھاڑی کے پیچھے چھپنا لگا۔ اس کی تھی اوندھے منہ لگنے کے فاصلے پر جو دوسری جھاڑی تھی اس کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ لگانے کے دوران ہی سونیا نے فائر کیا۔ وہ دوسری جھاڑی کے پیچھے گڑا۔ سونیا نے جب سے ہوں نے سنبھالا تھا ریوار کے کھینٹے آتی تھی۔ اس کا نشانہ تھا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ شیر کے دو دل کا انتظار کرنے لگی۔ مرجان بھی بہت محتاط ہو کر لیوار

ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔

میں اور سونیا ج تک ان لوں کی دشمنی سے گزرتے آتے۔ آج پہلی بار سونیا ایک تو نگر شیر کا سامنا کر رہی تھی اسے معلوم نہیں تھا کہ شیر کا کیا حال ہے۔ اسے شکار کرنے کے لیے کن بانوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور مرجان نے تو ہماری سہم جوئی کی زندگی میں ابھی پہلا قدم کھا تھا اچھی وہ عملی تجربات سے گزر رہی تھی اور ان ابتدائی تجربات میں

اسے بے زبان و دندوں کے مقابلے میں آنے کا موقع بھی مل رہا تھا۔

اس وقت انہیں اس بات کا تجربہ ہوا کہ پیٹلہ وہ بڑا خوب گرج رہا تھا، دہاڑ ہاتھا۔ پیل بارگولی کھانے کے بدلے کے گرجے اہد ہاڑسنے کی گئی ہوئی۔ پھر اس کی جالا کی گھڑی آئی کہ وہ دے پائوں اس حال کے چاروں طرف ناسلر کھو کر کھو رہا تھا اور صوب کی تلاش میں تھا کہ کس طرف سے چھانٹ لگائے شاید نفی ہونے کے بعد وہ اتنی اونچی چھانگ نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھے اور سونیا وغیرہ کو اس بات کا تجربہ بھی نہیں تھا کہ شیر کشتی اور چینی چھانگ لگ سکتا ہے۔ بہر حال بڑی دیر تک شیر نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی۔ دے پے تم ہوں حال کے چاروں طرف کھو تار رہا تھا۔ کبھی اسے ایک جگہ سے دو مری چکر چھانگ لگ لگائے کی ضرورت پڑتی تھی تب سونیا وغیرہ کو تیرہ جیتا تھا کہ وہ موجود ہے سونیا بڑا لڑنے لگا۔ ہم کتنے آرام سے گدی بندہ روئے تھے۔ یہ مہینے چار بار چھایا ہی نہیں چھوڑتیں۔ اب دندوں سے بچاؤ کی تو یہ پتہ چل گیا۔

مرجانے کمانا وہ دیکھو وہ چھائیوں بل رہی ہیں۔ سونیلے بھی ادرہ دیکھا۔ واقعی چھائیوں بھی جتی تھیں اور کبھی وہاں خاموشی چھا جاتی تھی۔

میں نے کمانا سونیا! اس حد تک تو اطمینان ہو گیا کہ شیر زخمی ہونے کے بعد اتنی اونچی چھانگ نہیں لگائے گا کہ جتنی اونچائی یہ تیرہ دو دنوں پیش ہی ہوئی ہوگی۔

اس نے پوچھا تم یہاں کب سے ہو جاؤ؟

مجھ سے شیر تیرہ دو دنوں کو پھر تیرے رہا ہے۔

سونیلے مرجانے سے کمانا فریاد صاحب جہاں موجود ہیں۔ میں نے مرجانے کے دماغ میں پینچنی کیا کہ ہاں میں موجود ہوں مگر تم یہ شکایت نہ کرنا کہ میں نے تم لوگوں کو مخاطب کیوں نہیں کیا؟

وہ شکایت کی بات کیوں نہیں ہے یہاں ماری جان لگی جا رہی ہے۔ تم ذرا اپنی موجودگی کا ثبوت دیتے تو اور زیادہ حوصلہ ہوتا۔

مرجانہ! ایک بات یاد رکھو۔ جہاں سونیا موجود ہے وہاں فریاد کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ فریاد کبھی رہی ہو کہ وہ کسی تیرہ طرار چھانگ لگا کر اور حاضر و ناظر ہے۔ وہ کسی بھی حال میں کسی بھی جگہ سے بڑے خطرے میں ہمت ہارنا سجاتی ہی نہیں ہے۔

مرجانے سونیا کی طرف دیکھ کر سکر لے رہے تھے کہ سونیا

کو تو میں نے اچھی طرح جان لیستے کہ جو ایک جان بن گئے ہیں میں جانتی ہوں سونیا کی موجودگی کی کسی اور انسانی سہارے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ مگر تم اتنی دیر خاموش کیوں تھو؟ میں تو اتنا ادرہ تم لوگوں کو پاؤں میں لگاتا ہوں ادرہ ہر طرف اپنا کام دکھاتا ہوں۔ بہر حال دیکھو کہ وہ کہاں سے ہے۔

وہ دونوں پھر اس چھائی کی طرف دیکھنے لگیں۔ اب وہ چھائی بالکل ساکت تھی۔ وہاں سے غراہٹ کی آواز نہ سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شیر کی حکارت بھی کبھی نہیں آئی تھی۔ کبھی وہ زخموں کی تاب نہ لاکر فرار ہاتا تھا۔ کبھی برداشت کر لیتا تھا اور خاموش ہو جاتا تھا۔ اس خاموشی میں وہ کبھی سے کہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس وقت بھی شاید ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ اس جگہ نہیں تھا کہ اس اور جگہ چلا گیا تھا۔ کبھی ضرور کہیں آس پاس ہی موجود تھا۔

سونیلے کمانا فریاد! ادرہ تم نے میں باتوں میں لگا گیا ادرہ وہ مجازہ بننے کے لیے کہیں چھانگ گیا۔

وہ خوب اچھی مر جائے اور تم شکایت کر رہی تھیں کہ میں یہاں بہت دیر سے خاموشی کا شانی کی طرح موجود تھا۔ اب میرا بولنا جرم ہو گیا۔

میری بات پر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

سونیلے ہنسنے جوتے کہہ "اسے تم کو جو بومرنگ کی طرح دھتھکے چلو جو ہم لیتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں بہت دیر سے تم لوگوں کے ساتھ موجود ہوں۔ اب مجھے رسوائی کی بھی خبر لیتا ہے اس لیے مجھے چلنے دو۔ تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گا۔"

میں ان سے رخصت ہو کر دائمی طور پر پہلی کا پڑھان حاضر ہو گیا۔ میرے پاس بیٹھے ہوتے مسلح جوان نے میری طرف دیکھا۔ پھر اپنی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تو ایک جگہ تیس منٹ کا اشارہ کر کے ایک انگلی زمین کی طرف دکھانے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ٹیڑھ بڑے والے میں اہد ہاڑسنے کا پتہ زمین پر اترنے والا ہے۔

میں نے سوچا کہ منزل پر پہنچنے سے پہلے رسوائی کی خبروں کو چھپ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ موٹے موٹے ہر ڈاکٹر اچھ بیٹھی تھی اور پورا اور اچھا کہ کبھی اس کھڑکی کی طرف ادرہ اس کھڑکی کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے قدمیہ تیرے چھانگ لگنے کا پتہ کی آواز سن رہی ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمہیں کبھی کے پرواز کرنے کی آواز سن سنائی دے رہی ہیں؟

ہاں معلوم ہوتا ہے کہ دشمن ادرہ آ رہے ہیں۔

تم دونوں بڑھ کر انا میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔

مجھ اتفاق تھا کہ ادرہ میرا بیٹی کا پتہ منزل پر پہنچتا ہوں۔ پتہ پڑنے کے لیے ایک پتھر نکل رہا تھا۔ ادرہ رسوائی کے کھنکھاسے بھی ایک سیل کا پتہ لگا گیا تھا۔ میں نے کھنکھاسے کو لپیٹا اور پتہ بتا دیا۔ وہ سیل کا پتہ تمہارے کچ کے چاروں طرف چکر لگا رہا ہے۔

اس نے کہا ہاں میں کبھی وہاں طرف کبھی بائیں طرف کبھی ادرہ کبھی دیکھتا ہوں اس کی آواز میں سن رہی ہوں۔ بائیں طرف دیکھنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

چھانک رہے تھیں باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کمزور میں نے پہلی کا پتہ میں بیٹھے ذرا ادرہ کی اور ڈون کر گھا کر نیچے دیکھنے کی کوشش کی جب پہلی کا پتہ ایک طرف گھومتے ہوئے نڈا سا چھانک گیا تو مجھے زمین کی طرف تھوڑی سی روشنی دکھائی دی۔ اسی روشنی میں کالچ کی چھانک بھی نظر آئی۔ میں رسوائی کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ اس خیال سے ہی کیا کہ میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے آس پاس دیکھتے ہوئے ملاحظوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے، یہ کالچ کی نظر ادرہ سے ڈال ہے۔

کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے رسوائی کے پاس پہنچ کر کمانا رسوائی مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جو پہلی کا پتہ تمہارے آس پاس چکر رہا ہے، میں اسی میں سوار ہوں لیکن مجھے اپنی منزل کا پتہ نہیں ہے۔ میرا دل کمانے کے میں تمہارے قریب پہنچ گیا۔ ہوں۔ میں اس بات کی تصدیق چاہتا ہوں۔ تم ریوار سے ایک فائر کرو۔ میں آواز سنوں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے ہاتھ باہر نکال کر ایک فائر کیا۔ اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچی تو میرا شہیقین میں بدل گیا۔ میں خوشی سے کلن اٹھا۔ اسی وقت میرے بازو میں بیٹھے ہوئے مسلح جوان نے کمانا کو نظر نکال کر کچھ لکھا۔ پھر اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے بڑھا، لکھا تھا۔ مگر فریاد! آپ اپنی ایک ساتھی رسوائی سے رابطہ قائم کر کے اسے فائرنگ سے منع کریں۔ اسے یہ بات اچھی طرح سمجھا دیں کہ اگر اس نے ہمارے پہلی کا پتہ اترنے کے بعد اگلی کوئی بھی چھائی تو ہم اسٹین گن سے آپ کے جسم کو پھینکی کر کے رکھ دیں گے۔

وہ تھوڑے پڑھنے کے بعد میں نے رسوائی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ میں تمہارے پاس قیدی بن کر آ رہا ہوں اور اس وقت دشمنوں میں گھبراہٹ چھائی ہو۔ میرے ہر دشمن کے پاس

اسٹین گن ہے۔ اگر آپ تم کوئی چھائی تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم کسی ضرورت میں بھی اس راہرو کو استعمال نہیں کرو گی۔

رسوائی نے اس بات کو اہمیت نہیں دی کہ میں قیدی بن کر آ رہا ہوں۔ اس کے لیے یہ خوشخبری تھی کہ میں اس کے پاس پہنچ رہا تھا۔ ایسے وقت پہنچ رہا تھا جب وہ بالکل ہی بے یار و مددگار تھی۔ انسانی آبادی سے سیکڑوں نازلوں میں دوڑتی ادرہ جنگی دندوں کے نیچے جنگل جنگل میں زندگی اور موت کے درمیان اٹکی ہوئی تھی۔ ایسے میں میرا بیٹھا اس کے لیے ایک نئی زندگی کا بیجا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولی کہ تم کھلم کھلے ہو یا مجھے ہلا رہے ہو؟

"میری جان! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اسی پہلی کا پتہ میں سوار ہوں۔ تم میری بات مانو اور ریوار اور چھانک دو۔ اس نے اسی وقت ریوار اور چھانک دیا۔ میں نے کہا کہ جس انتظار کرو۔ میں ابھی تم سے رابطہ قائم کر رہا ہوں گا۔"

میں نے دائمی طور سے پہلی کا پتہ میں حاضر ہو کر اپنے گونگے دشمنوں کو بتایا کہ رسوائی نے ریوار اور چھانکے بیات اور باہمی طرف فائرنگ نہیں ہوگی، وہ بے خطر ہیں۔

میری باتیں سننے کے بعد باطل نے پہلی کا پتہ کالچ کے چاروں طرف ایک باہر دیکھا یا۔ میں رسوائی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ خوف اور ہمت کو بھول کر دروازہ کھلی کالچ سے باہر کھڑی تھی اور کالچ کے چاروں طرف گھومتے دسلے پہلی کا پتہ کو گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ اسے پل لگتا تھا۔ وہ جنگل سے نکل کر سہری آبادی میں پہنچ گیا۔ میں اس کے لیے ایک پلنی دینا ایک پوری انسانی آبادی بن گیا تھا۔

اس وقت پہلی کا پتہ سے سرچ لاٹھ کی روشنی زمین پر پھینکی جا رہی تھی اور اب وہ ایک جگہ آہستہ آہستہ زمین پر اتر رہا تھا۔ رات کے سائے میں گروش کرنے والے جنگلے کا تھوڑا سا چھانک کان کان کے جیسے چھٹ رہے تھے جیسے جیسے پہلی کا پتہ زمین کے قریب پہنچتا جا رہا تھا ویسے ہی کالچ صاف نظر آ رہا تھا۔ پھر رسوائی بھی نظر آئی۔ دیکھنے کی ہوا اتنی تیز تھی کہ درخت کے تپے دندوں سے کل رہے تھے جھائیوں ایک طرف چھکی جا رہی تھیں۔ میں نے دیکھا رسوائی کے بال بھی اڑ رہے تھے اور وہ اڑتی ہوئی سارے ادرہ سے اچھ سنجال رہی تھی۔ وہ کالچ سے ذرا دور علی آئی تھی۔ میں نے کہا کہ یہی ہوا اتنی دھڑکنے کی کی ضرورت تھی۔ دلیں جاؤں میں آ رہا ہوں۔"



وہ جیسے بننے لگی، اس کھل نہیں جاتا تھا کہ واپس جانے بس وہ مجھے میلی کا پٹر سے اترتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی۔ پوری طرح یقین کرنا چاہا جی تھی کہ میں نے سچی کہا ہے اور میں اس کے پاس آچکا ہوں۔

وہ میلی کا پٹر زمین پر اتار کھڑا تھا۔ پچیسے کی گردش آہستہ آہستہ ہونے لگی، ہم سب اس کے اندر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے مسخ جوان نے پھر کاغذ کچھ کھا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے ہاتھ میں لے کر بڑھا اس نے کھا تھا تا اب ہم میلی کا پٹر سے اترنے والے ہیں۔ ہم اس طرح باہر جائیں گے کہ پیلے دو مسلح آدمی میلی کا پٹر سے اتریں گے ایک شخص روتی کی طرف اور دوسرا میلی کا پٹر کی طرف اسٹین گن تانے کھڑا رہے گا تاکہ ہم میلی کا پٹر سے اتر دو کوئی خرابی نہ کر دے۔ تم سے پہلے مہاراجا نہ شہادت کی جگہ ہے۔ روتی کو کچھ سمجھا دو کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ دونوں ہاتھ سر سے بندھ کر کھڑی رہے۔

وہ تھری پر پڑھنے کے بعد میں نے تائید میں سر ہلایا روتی کو بھی سمجھا دیا کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑی رہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ میں باہر آنے والا ہوں۔

پھر کاک ریٹ اٹھایا گیا۔ دو مسلح جوان سر پہلے ہوں سے اتر کر بیٹھے گئے۔ میلی کا پٹر سے چاگر کے فاصلے پر ایک جوان میلی کا پٹر کی طرف رخ کر کے اسٹین گن اٹھا کھڑا ہو گیا۔ اسٹین گن کی نال کا رخ اس دیکھنے کی طرف تھا جس پر سے میں اترنے والا تھا۔ دو سرے جوان نے اس کی پشت سے پشت لگا کر روتی کی طرف رخ کر لیا تھا اور اسے بھی نشانے پر رکھ لیا تھا۔ وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ کسمے ہوئے تھے میں سکرانے لگا۔ یہ جیسے سے اشارہ کیا گیا کہ میں باہر جاؤں۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پھر باہر آ کر سیر میبل سے اترتے ہوئے زمین پر قدم رکھے۔ میرے بعد دو مسلح جوان نیچے آئے۔ پھر میرے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے اسٹین گن کی نال میرے دونوں طرف کی سیلوں سے نکادی تھی۔ وہ مجھے کسی بھی جوانی کا رشتی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔

میلی کا پٹر کا پچھا کھم کھم کیا تھا۔ انجن بند ہو چکا تھا۔ جنگل میں پھردی کی گرائیاں چھل گیا تھا۔ وہی شخص جو روتی کی طرف اسٹین گن کے کھڑا ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا روتی کے قریب پہنچا۔ قریب پہنچنے کے بعد اس نے جب سے ایک ایسی کا شیوہ آئی گلاس نکال کر اپنی آنکھ سے نکالا اور روتی کو دیکھنے لگا۔ میں غصے سے کھول گیا کیونکہ اس ایسی کا شیوہ آئی گلاس

کے ذیلے وہ روتی کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ یہ معلوم کر رہا تھا کہ اس نے لباس کے اندر کوئی ہتھیار بھرا رکھا ہے یا نہیں اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے وطن بھروسہ آئی گلاس سے اسے اندر کرنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اس شخص نے یہ تھا کہ وہ وطن ہو گیا ہے۔ میں سبک دے کر گیا۔ اس شخص نے اپنی جیب سے ایک ہتھکڑی نکالی اصلے روتی کے بازو کے درمیان میں بٹھادی۔ پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ ہماری طرف کیا۔ اسے اس کا کھڑے ہوئے تینوں مسلح جوانوں نے مجھے اس کے اشارے کا اشارہ دیا۔ میں روتی کے قریب پہنچا تو ہتھکڑی کا دوسرا سر میری دائیں کلائی میں پھنسا دیا گیا۔ اس طرح مجھے اور روتی کی ایک ہی ہتھکڑی میں بانہ دیا گیا تھا۔ وہ اپنی خاموشی کو اس سے سمجھا رہے تھے کہ اب میں اپنی تیزی طراری نہیں دکھانے گا۔ نہ کہیں جھگڑا کر جا سکوں گا۔ ہر لمحہ مجھے اس بات کا خیال رہے گا کہ میرے ساتھ ایک کروڑ فوجت بندھی ہوئی ہے۔ یہ بنا بظہر پیمانے دکھانے کا موقع نہیں دے سکے گی اور یہ اس کو عزت کی خاطر اپنی شرافت کا ثبوت دیتا رہوں گا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہوں گا۔

اور یہی بات تھی۔ مجھے جھوٹا خاموش رہنا پڑا رہا تھا ایک تو یہ کہ میرے دشمنوں کے پاس اسٹین گنیں تھیں۔ ان گنوں کے ہاتھوں میں یو اور ہوتے تو میں انہیں اپنی تیزی اور ڈنڈے کا نہیں گن کے سامنے کسی کی بھی چالاکی اور پھیر سلاخان کام نہیں آتا۔ میں روتی کے ساتھ بندھا ہوا کالج کے سامنے کھلے ہوئے میدان میں کھڑا رہا۔ ہمارے آس پاس دو مسلح جوان تھے باقی دو مسلح جوان کالج کے اندر چلے گئے تھے اور وہاں ملاٹھی لے رہے تھے کوئی چھپنا ہوا نہ ہوا کوئی ایسا ہتھیار وہاں نہ رہا جلتے جو کسی وقت بھی ہمارے کسی کام آسکے۔

اس وقت دشمنوں کی یہ چال مجھ میں نہیں آئی کھنڈی کوئی کے پاس کیوں پہنچایا گیا ہے اور وہ مجھے یہاں لگا کر اور روتی کے ساتھ ایک ہی ہتھکڑی میں بانہ رکھتا ہے ہمارے ساتھ کسی سوکر کرنا چاہتے ہیں۔ فی الحال یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ لوگ مجھے روتی کے ساتھ بانہ رکھ کر پھر میلی کا پٹر میں بٹھائیں گے اور ہم دونوں کو تیسری جگہ لے جائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کالج سے باہر لگے۔ پھر چاروں مجھے اور روتی کو دھکا دیتے ہوئے ایک ٹیپ پٹ کے پاس لے گئے۔ کالج سے تھوڑے پچاس فٹ کے فاصلے پر دو صف چاروں طرف ٹیپ پٹ اورٹ زمین میں نصب کیے گئے تھے اور ان میں تیز باد کے بلب لگا دیے گئے تھے جس سے کالج کے

چاروں طرف روشنی ہوتی تھی۔ اس ایک ٹیپ پٹ کے ہاں پہنچنے کے بعد ایک مسلح جوان نے اپنی جیب سے ایک اور ہتھکڑی نکالی اور اس ٹیپ پٹ سے وہ ہتھکڑی بانہ دی۔ ٹیپ پٹ نظر میں تقریباً دو اونچ رہا جو گا۔ وہ ایک تینا گٹر مضبوط اپنی سترن تھا۔ اپنی جگہ زمین میں اتنی مضبوطی سے گرا ہوا تھا کہ اسے ہلایا نہیں جاسکتا تھا۔ اس ٹیپ پٹ کو ہتھکڑی پر تھامے بعد اس ہتھکڑی کے دوسرے سرے کو ہماری ہتھکڑی سے منکب کر دیا گیا۔ اس طرح ہم ٹیپ پٹ سے بانہ دے گئے۔

میں دیکھتا کہ دیکھتا رہ گیا۔ کوئی حد و جد نہیں کر سکا کہ میں ہنسا ہوتا اور وہ اس طرح مجھے ایک آہنی ستون سے بانہ دے رہے تھے کہ کوشش کرتے تو میں اپنی جان پر کیبل جاتا۔ اس جنگل میں تینا منہ دے رہنے سے بہتر یہی جھٹکا اپنی زندگی کے لیے ہوتے ہوئے مرحا ڈوں لیکن روتی کا منہ مجھے گوارا نہیں تھا۔ روتی خاموش تھی گراؤ سے پریشان تھی۔ وہ مجھ رہی تھی کہ اس وقت نہ تو میری ٹیپ پٹ میں کام آسکتی ہے اور نہ ہی میں اپنی جہانی قوت کا مظاہرہ کر سکتا ہوں کسی بھی تیر کو آزمانے اور کسی بھی طرح جدوجہد کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکے اور ہم اس طرح ستون سے بندھے ہیں کہ اب دشمنوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں تقدیر کے رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔ روتی کو مجھ سے ملنے کی بڑی آرزو تھی بڑا انتظار تھا۔ لیکن جب میں ملا تو پوچشیں ایسی تھیں کہ ہم اپنے حالات پر غور کر سکتے تھے۔ اپنے ذہن کو اچھا کھینچتے تھے لیکن اپنی باتیں نہیں کر سکتے تھے۔ باتیں کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں تھا۔

وہ لوگ ہماری طرف سے پلٹ کر میلی کا پٹر کی طرف جانے لگے وہاں سے واپس جا رہے تھے۔ پہلے ایک جوان میلی کا پٹر کے اندر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کیسٹ دیکھا کہ تھا۔ اس نے وہاں کھڑے ہو کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر وہ میری طرف آنے لگا۔ دوسرا شخص کالج کے اندر جانے لگا۔ وہ کیسٹ دیکھا کہ ڈر کو میرے پاس لے کر آیا۔ اس نے میرے سامنے اس دیکھا کہ ڈر کو کھینچنے کے بعد کاغذ میری طرف بڑھا لیا۔ میں نے اسے کر بڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہم جارہے ہیں، ہمارے جانے کے بعد اس کیسٹ دیکھا کہ ڈر کو آن کر کے سن لینا تمہارے کام کی باتیں ہیں۔

میں اس تیر کو بڑھ رہا تھا۔ اس وقت اس مسلح جوان نے میرے پیچھے پہنچ کر میری پشت سے بندھے ہوئے بہت اندر لیا تھا۔ اس میں میرے کام کی بہت سی چیزیں تھیں۔ آہستہ

بیگ کو اتارنے کے بعد اس نے مجھ سے تقریباً دو بارہ گز کا فاصلے پر اسے پھینک دیا تاکہ میں اس بیگ تک نہ پہنچ سکوں۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اس کا اشارہ ہاتھ کی شخص کالج کے اندر گیا تھا اس نے ہماری جہاں بٹھادی۔ ایک وقت ہمارے چاروں طرف اندھیرا چھل گیا۔ چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ لیکن جہاں بٹھانے کے باعث نہیں، اہمیرے کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اب میلی کا پٹر میں سوار ہوئے تھے اور ہم چورہا تھائی کی طرح چپ چاپ انہیں دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی میلی کا پٹر کا آہنی اشارت ہوا۔ پچیسے نے گردش کی اور چند منٹ بعد ہی وہ میلی کا پٹر زمین سے بندھ کر پرواز کرتا ہوا ہم سے دور جانے لگا۔ ہم چاندنی میں اسے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم دو صاف ستون سے بندھے کے بندھے رہ گئے۔

روتی ٹھنھے دیکھا۔ میں نے اسے دیکھا۔ دونوں کی نظر میں تیس تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے اس کی دل رکھنے کے لیے سوسائے ہوئے کہا۔ اسے تم مدد ہی ہو گیا میں تمہارے پاس موجود نہیں ہوں۔

وہ سر ہلا کر بولی کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ کہ باسے کہ تم میرے پاس ہو۔ نہ ہوتے تو ابھی میرا دم نکل جاتا۔ ان دشمنوں نے ہمارے ساتھ کسی حرکت کی ہے کسی بھی جھانک سزا دی ہے۔ اس جنگل میں ہمیں کالج سے باہر لاکر بانہ دیات تاکہ جنگل دہرے آئیں اور ہمیں جیر بھار ڈر رکھ دیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔ کوئی ذرہ اور اٹھرا نکلا تو تم کو مار سکو گے فریاد ہے میں نے بیٹھے ہوئے کہا۔ میں یہ کیا کر سکوں گا۔ یہ میں نہیں جانتا مگر میں رونا نہیں جانتا۔ میرے ساتھ رہنے والی سونیا اور راجا نے بھی اتنی سونیا نہیں جانتیں۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری آنکھوں میں بھی خشک ہو جائیں۔ تم کسی مصیبت کو مصیبت نہ سمجھو۔ دیکھو ایک بات ہم مسلمان جانتے ہیں کہ جسے اللہ لکھے اسے کون جیتھے۔ جب تک خدا کی مرضی نہیں ہوگی کوئی جیتھے اور میرے ساتھیوں کو مار نہیں سکے گا۔ میرا اعتماد پر بہت مستحکم ہے۔

"فریاد! ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے خدا پرستی ج بھر دے کرتے ہیں کیونکہ ہمارا خدا ہی ہمارا خدا اور آخری ہمارا ہوتا ہے۔ اس پر بھر دے نہیں کریں گے تو جانیں گے کہاں؟ لیکن بعض حالات میں جب آدمی بائبل میں ہے بس ہوجاتا ہے اور کوئی تیر بھی سمجھ نہیں آتی۔ ہمیں سے کوئی ہمارا ملنے کی امید بھی باقی نہیں رہتی تب عقیدہ بھی ڈھکے گا۔ کتاب ہے۔



زندہ چھوڑ دیتے ہیں اور میری زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، مجھے اس بات کی خبر کیوں نہیں ہے کہ میرے ذمے ان کا کون سا کام ہو رہا ہے؟ یہ بات اب میرے منگھی اور وقت سوچی جا سکتی ہے ابھی تو یہ سوچو کہ ہم یہاں رات کس طرح گزاریں گے؟

یہ وقت تو گزارنا ہی ہوگا۔ ہم یہاں سے جا نہیں سکتے۔ کسی کو مدد کے لیے بلا نہیں سکتے۔ یہیں ہی اتنوں سے بندھے رہنا ہوگا۔ اگر جنگلی جانور آگے تو ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی بھی جنگلی جانور ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے مجھ سے مقابلہ کرے گا۔ پہلے میں مر لوں گا پھر... میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی رسوئی نے اپنا ایک ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔ چھوٹا کنکر کے تھپتھپانے میں جاتی ہوں۔ میرا دل کتا ہے کہ تم سخت جان ہو اور قسمت کے دھنی ہو۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات ملے کہ گتے کی کہ ہم یہاں سے بچ نکلیں گے۔

میر نے اس کے ہاتھ کو اپنے منہ پر بٹھا کر اپنے دل پر رکھ دیا۔ وہ اپنا ہاتھ کھینچنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے گتے سے کماز رسوئی؛ شاید یہاں ہی موت میں ہی کھلے کہ ایک بھکاری میں قید ہو جائیں اور اسی طرح جنگل کے سڑنے میں ایک ساتھ ایک جگہ رہ کر ایک دوسرے سے قریب اپنی جائیں رہیں۔ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہو کیوں نہ ہم اس آخری وقت کو بٹھنے لوٹے اور محبت کرتے ہوئے گزار دیں؟

میں نے کھینچنا تھا، وہ کھینچی جاتی تھی۔ اس بنا میرے سے یہ رکھ دیا تھا۔ وہ ابھی مصیبت کا وقت تھا کہ رومانس ہو ہی نہیں سکتا تھا اور میرا بھی مقصد رومانس کا نہیں تھا اور اصل میں اسے ہلنا چاہتا تھا تاکہ وہ موجودہ مصیبت کو زیادہ اہمیت نہ دے۔

میر نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پتہ چلا وہ بھی ایسے وقت رومانس کی قابل نہیں ہے۔ بس ذرا میرے قریب سے قریب تر ہو کر موجودہ خوف و دہشت کو فدا کرنا چاہتی ہے۔ وہ شروع ہی سے میری موجودگی میں بڑی خاطر رہتی تھی۔ جذبہ اسے ہلکے تھے، وہ ہسکتی نہیں تھی۔ محبت اسے میری طرف کھینچ کر لاتی تھی مگر وہ میرے اور اپنے درمیان ایک حد قائم کر دیتی تھی۔ اس وقت خوف و دہشت نے اسے میرے اتنا قریب کر دیا تھا کہ وہ اندری اندر اپنے آپ کو تیار رکھتے ہوئے تھی کہ میں اگر خدا بھی دست دراز

کروں تو وہ مجھ سے دھڑ ہو جائے۔

اجانک ہی وہ پہنچ کر مجھ سے لیٹ گئی۔ اپنی گرفت اتنی سخت تھی اور وہ اتنی مضبوطی سے لپٹی ہوئی تھی جیسے اپنے سینے کی بھاری بھاری دھڑکنوں کے ساتھ میرے اندر سما جانا چاہتی تھی۔ میر نے پوچھا کیا بات ہے؟

وہ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو سانپ... میں نے اُدھر دیکھا تو ایک سانپ دیکھا ہوا بھاری طرف آ رہا تھا۔ ہم جیسے ہوتے تھے، میں نے کہا جلدی! ٹھوڑا دھڑ سے دہشت کے اٹھ نہیں رہی تھی۔ مجھے بچی جا رہی تھی۔ میں نے اسے ایک بازو میں سلجھا لیا۔ جیسے گرفت میں لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کوشش اس لیے کہ ہمارے ہاتھوں کی ہتھکڑی کے ساتھ دوسری ہتھکڑی اتنوں سے بندھی ہوئی تھی۔ اٹھنے کے لیے پہلے اس ہتھکڑی کو ستون پر اوپر کی طرف کھسکانا ہوتا تھا۔ ہر حال کس طرح ہتھکڑی کو اوپر کھسکاتے ہوئے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا: چلو اب اتنوں سے چیک کر اوپر چڑھتی جاؤ۔

وہ مجھ سے اس طرح بیٹی ہوئی تھی کہ ستون کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ کبھی اٹھ کھول کر اپنی طرف آتے ہوئے سانپ کو دیکھتی تھی پھر دہشت سے اسے کھینچ بند کر دیتی تھی۔ وہ بڑی طرح کا تپ رہی تھی تب مجھے خیال آیا کہ یہ جان رسوئی ہے۔ خاص قسم کی ویسی ہی حرکت ہے جن کے متعلق عام راتے یہ ہوتی ہے کہ یہ ذات کڑھ ہوتی ہے۔ وہ صرف گھڑی کے کام جاتی ہیں یا شوہر کی خدمت کرنا وہ کسی کھبے پر یا درخت پر نہیں چڑھ سکتیں حالانکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ بچے کھیلنے کے طور پر بھی چڑھتے آتے رہتے ہیں۔

ناچار میں نے اسے اٹھا کر اپنے کانڈھے پر بٹھا لیا پھر خود ستون سے لیٹ کر اوپر چڑھنا چاہا تو میرا ایک ہاتھ اوپر کو اٹھا ہوا تھا کیونکہ رسوئی میرے کانڈھے پر تھی۔ اس کا ہاتھ مجھے سے اوپر بٹھا۔ میں نے اس سے کہا: دیکھو، اپنا ہاتھ زیادہ سے زیادہ نیچے رکھو تاکہ میں اپنے دونوں ہاتھ مل کر اس ستون پر چڑھ سکوں۔

اس نے اس حد تک تعاون کیا۔ اپنا ہاتھ نیچے کر دیا۔ پھر میں دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی مدد سے اوپر چڑھنے لگا۔ تقریباً چار فٹ اوپر چڑھنے کے بعد میں نے نیچے کی طرف دیکھا تو وہ سانپ دیکھا ہوا بھاری جگہ پہنچ گیا تھا اور وہیں ٹھہر گیا تھا۔ اپنے آگے جسم کو اُدھر ڈکھرائے تھا جیسے بھاری جگہ کو سونگھ رہا ہو۔ پتہ نہیں سا بنوں میں کھٹنے

کی جس ہوتی ہے یا نہیں لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دھساں بھاری موجودگی کے اندر جا رہا ہو۔

رسوئی نے بدستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے پوچھا کیا وہ چلا گیا؟

”نہیں اسے ہماری پیچ لپٹنا ہی ہے“

اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر نیچے کی طرف دیکھا پھر چیخ مار کر دو بارہ آنکھیں بند کر دیں کیونکہ وہ سانپ بھاری جگہ آرام سے بیٹھ گیا تھا اور اسے بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے سائیکوں کی بیجان نہیں ہے۔ چاندنی رات میں وہ بڑی سائل سیاہ نظر آ رہا تھا، اور ہلکے قدموں کے نیچے آرام سے بیٹھا ہوا تھا وہ ذہنی طور پر یہاں ہے، وہ اس سے سنا تھا کہ سیاہ سانپ علم ہو رہا ہے اور یہاں جا رہا ہے۔

ہر حال وہ ناگ ہو یا ناگ، ذہن پر بلا ہو یا بلہ، ضرر ہوا ہے یہ پیدا ہوتا تھا کہ میں کب تک رسوئی کو کانڈھے پر بٹھائے ستون سے چیکارہ کر سکتا تھا۔ وہ موت ہی تھلا ستون تھا۔ اس سے زیادہ ڈیر لیٹ کر گھبراہٹا شکل تھا۔ میں نے پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ جوتے ستون سے زیادہ دیر لگ کر جا چکے کہ نہیں رو سکتے تھے۔ میں زیادہ تر اپنے ہاتھوں کے بل پر ٹھکا ہوا تھا اور اپنی دونوں ٹانگیں ستون کے اطراف لیٹ لی تھیں۔ اٹانگھ ہونے کے باوجود اجانک ہی میرا ہاتھ پھیل گیا۔

میں ایک جھٹکے سے دو فٹ نیچے آیا۔ رسوئی کے حلق سے چیخ نکلی گئی۔ وہ کوخیریت ہوئی کہ جو بالکل ہی زمین پر نہیں پہنچے کیونکہ ہتھکڑی اس ستون سے بچھن گئی تھی۔ وہیں اس ہتھکڑی نے نیچے جانے سے ٹھک دیا تھا۔ اس کی وجہ سے جا ہی کلائی کو زبردست جھکا پہنچتا تھا لیکن جان بچھ گئی تھی۔ سانپ رسوئی کی چیخ سن کر اوپر ہمارے ستون سے جھٹکا کھلنے کی آمیت پر ایک دم سے چونک گیا تھا اور دھتھکار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا رخ ہماری طرف تھا جیسے مرا اٹھا کر میں دیکھ رہا ہو۔

میں نے اپنی ٹانگیں پھر اوپر کی طرف سگڑیں اور دونوں ہاتھوں کی مدد سے اوپر کی طرف کھٹکے لگا۔ آہستہ آہستہ پھر دو فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا یعنی ہر سانپ سے چار فٹ کی بلندی پر تھے۔ میں نے کوشش کی اور ایک فٹ مزید اوپر چلا گیا۔ کوئی اس وقت مجھے دو سٹائٹل پتھیں جلانے والا اور بڑے سے بڑے خطرات سے گزرنے والا فریڈا علی تیور اس وقت کتنا تجورا اور بے بس تھا۔ آج تک کسی دشمن نے مجھے اس حال تک نہیں پہنچایا تھا۔ میں نے دانستہ ہی اسے کر دل ہی دل میں کہا: بیٹے جلال! یہ ایک ایسے یوں کے چھپے، اگر میں یہاں

سے بچ نکلا اور تم تک پہنچ گیا تو نہیں بھی اسی طرح مار لوں گا۔ اسی طرح تمہارے پاس موت کا لاکر کھڑا کروں گا تم زندہ رہو گے اور اپنی موت کو دیکھ کر دہشت سے مرے رہو گے۔

میں نے خود کو ٹھکرایا، نہیں فریڈا! جھنجھلانے اور کھٹانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہیں اپنی دشمن کے متعلق نہیں پوچھنا چاہیے ذہن کو پرسکون رکھ کر موجودہ سٹیجوں کو سمجھنا چاہیے کہ کس طرح مصیبت سے بچنا کارآمد سکتا ہے؟

میں نے پھر سر جھکا کر نیچے دیکھا۔ میرے قدموں کے نیچے پانچ فٹ کی دوری پر وہ سانپ کبھی کبھی سینکارتا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے اجانک ہی ہر دو پو یا آیا۔ اسے میں سانپ نے دس لیا تھا۔ میں اپنی مصیبتوں میں اسے اتنی دیر تک بھونچا کرتا تھا۔ وہ یاد آیا تو میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کی طرف چھلا ٹنگ لگائی۔

بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ زندہ تھا بلکہ زندہ تھا، تمہارا زندہ تھا۔ زندگی اور موت کے درمیان ابھی تک لٹکا ہوا تھا۔ اس کے احساسات سے تیل چل رہا تھا کہ ذہن نے زیادہ اثر نہیں لکھا ہے لیکن کچھ ایسا اثر ہے کہ وہ بالکل ہی کر دے تو گھبراے۔ اس کا دل دھتھکا جا رہا ہے۔ تبھی کی رفتار بالکل سست پڑ گئی ہے۔ اب اس نے آنکھیں کھول دی تھیں اور سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

میں نے اسے مخاطب کیا: ہر دو پو یا کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ میں فریڈا بل رہا ہوں۔ ہر دو پو میری آواز سنو اور جواب دو۔

اس کے دماغ میں جیسے میری سوچ گونج رہی تھی لیکن واضح نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہتھ کی آواز میں بہت سا شور اس کے دماغ میں گونج رہا ہو گیا جو میں نے بار بار آواز دی تو وہ مجھے پہچانے لگا۔ اس کی کر دے ہو جانے لگا۔ وہاں فریڈا صاحب! میں پہچان گیا ہوں۔ دیکھتے میں کس طرح مر رہا ہوں!

”ہر دو پو جو صلہ کرو۔ دل میں امید کی شمع روشن کر دو کہ تم زندہ رہو گے اور زندگی کے لیے اپنے اندر کے ذہن سے لڑنے رہو گے۔ تم کسی طرح کا بچ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے یہاں کافی دوا ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوا تمہارے کام چلتے۔ اس وقت میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں مجھے بھی ایک سانپ ڈسنے والا ہے۔ اس سے پانچ فٹ کی دوری پر ہوں۔ میں اس سے دود نہیں بھاگ سکتا۔ تم آؤ گے تو

تمہارے پاس رہا اور ہوگا، تم ہرے کوئی مار سکتے ہو۔ تمہاری میری  
سے ہی مجھے اس سوزی سے نجات مل سکتی ہے۔ کوشش کرو۔  
آہستہ آہستہ رہتے ہوئے آؤ۔

وہ میری باتیں سن رہا تھا اور اپنے اندر حوصلہ پیدا کر رہا  
تھا۔ پھر وہ ہمت کر کے آگے کی طرف گھسنے لگا۔ میں نے  
اطمینان کی سانس لی۔ پھر تو سہارا مل رہا تھا کہ وہ جلدی نہ کریں،  
آہستہ آہستہ ہی سہی۔ اس وقت نہ سنی صبح تک ہی سہی رہ گیا  
ہوا یہاں تک پہنچے گا۔ بس مجھے اپنی قوت ملاوی اور جھلنے  
سے کام لینے ہوتے اس کی طرح ستون سے ٹکے بنا ہوا ہوگا۔ کھینکا  
ہوگا کہ میرے ہاتھوں میں میری کلایں میں کتنی قوت ہے کہ  
میں روکتی گا اور اپنا بوجھ اٹھائے اس ستون سے کب تک  
لٹکا رہ سکتا ہوں۔

میں نے تھوڑی دیر بعد پھر پھر دوڑنے کے دماغ میں جھانک  
کر دیکھا تو وہ بے حس و حرکت زمین پر پڑا تھا۔ تھوڑی  
دور نہ تھی پر پیدھ کے جھبہ بالکل بڑھال سا ہو گیا تھا۔ اپنے اندر  
بے حوصلہ پیدا کر رہا تھا کہ فرادہ ہے کہ وہ آگے ٹپکے۔ میں کھینکی  
سوج کے خدے پہنچے اس کے دماغ میں حوصلہ پیدا کرنے لگا۔ اس  
کے ذہن میں یہ بات اٹھانے لگا کہ انسان کے کھلے کوئی کام  
ناگوار نہیں ہوتا۔ کوئی بھی مصیبت ہونے انسان سے بڑی  
نہیں ہوتی۔ جب آدمی عزم کرے تو پھر اس ٹپکے سے بڑی  
مصیبت پرے رہ سکتا ہو اور گزارنا ہے اور جب گزارنا ہے  
تو پیچھے رہ جانے والی مصیبت خیر سے نظر آتی ہے۔

میں اسے حوصلہ دیتا رہا۔ پھر آگے گھٹیں کھول کر آگے  
دیکھتے ہوئے رہنے لگا۔ تھوڑی دور تک دھنکا چلا گیا۔ ذرا  
پھر آہلے آہلے پھر تھوڑی دور دیکھنے کے بعد بڑھال پر  
زمین پر اپنا سر ٹپک کر بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔ اب  
وہ اپنے اندر حوصلہ نہیں پار رہا تھا۔ سوج رہا تھا۔ پھر ذرا جان  
میں جان آئے گی تو دیکھا جائے گا۔

میں بڑے صبر آزا محالات سے گزار رہا تھا۔ ستون  
سے اس طرح چپکے ہوتے اور ٹپکے ہوتے تقریباً آدھا گھنٹہ  
تو وضو کر گیا۔ ہوگا وہ سانپ بڑا ہی خدی تھا۔ اب تک  
میرے ہاتھوں کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے ٹپکے کام نہیں  
لے رہا تھا۔ میں ابھی بڑے عزم تھا۔ اپنی جہاں تو اس کا اندازہ  
لگا رہا تھا کہ ابھی کم از کم ٹپکے دو گھنٹے تک اس طرح دکھار  
سکتا ہوں اور دوسری کا بوجھ بھی اٹھا سکتا ہوں لیکن ذرا سی تو  
امید ہونی چاہیے کہ کہیں سے مدد پہنچے گی یا وہ سانپ میرا  
ہو کر وہاں سے جلا جائے گا

رو سوتی نے سب سے ہونے انداز میں پریشان ہو کر پوچھا  
"اب کیا ہوگا فرادہ؟ ہم اس طرح کب تک رہیں گے؟"  
"تمہی میں سوچ رہا ہوں۔ کیا میں اس ستون سے چپک  
کر زندگی گزاراں پڑے گی۔ مراد وہ عورت نکاح کی ہتھکڑی میں  
بندھ کر پھر بھی ایک دو مہرے سے جدا نہیں ہوتے لیکن یہ کتنی  
میں بڑی ہتھکڑی پڑ رہی ہے۔"

میری یہ بات سن کر سوتی نے سر کو جھکا لیا۔ ایسے وقت  
اسے خیال آیا کہ وہ جو پر سوار ہے۔ اس طرح کہ اس کا سارا بوجھ  
میرے دو ذول شانوں پر ہے۔ اگر کوئی درد اوقات ہوتا تو وہ بھی  
اس طرح پھر بیٹھنے کے لیے راضی نہ ہوتی۔ اب وہ مجھ سے  
آتی قریب تھی بلکہ پھر پر سوار تھی۔ یہ خیال آیا تو وہ اس زہرے  
سانپ کو جھل کر ایک دم سے شام نے لگی تھی۔ ادھر سے ادھر  
کھس رہی تھی۔ تب اس نے اپنے حوصلہ پر ستون سے چپکے کا ذرا  
حوصلہ کیا۔ اس ستون کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ضبوطی کے ساتھ  
تھام لیا وہ ذرا اور اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے پوچھا کیا کر رہی  
ہو جو میرا ہاتھ اوپر کی طرف کھینچو گی تو وہ ان گرد جلتے گا۔

"میں ذرا اور اس ستون کو ضبوطی سے تھکا اگر خود ہی اس  
سے چپک کر دنیا جا رہی ہوں۔ تم پر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔  
بننے کی بھی انتہا ہوتی ہے۔"

"یاں اپنے دل پر حوصلہ کا انحصار کرنا بڑی اچھی بات ہے  
اگر تم اپنی قوتوں سے اپنے دل پر اس ستون کے ساتھ چپکی  
رہ سکتی ہو تو اس کی کوشش کرو۔ میں تمہیں سہارا دیتا رہوں گا۔  
یہ کہہ کر میں نے آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر  
کی طرف ذرا اٹھکے تاکہ وہ میرے کانڈھے سے اوپر ہو کر اس  
ستون سے چپکے رہنے کی کوشش کرے۔"

وہ ستون کو بڑی ضبوطی سے تھکا اگر میرے کانڈھے سے  
سنبھل سنبھل کر اگے ہونے لگی۔ سانپ زیادہ دیر چپکا کر  
بیٹھا نہیں رہ سکا تھا۔ اب وہ زمین پر لیٹ گیا تھا۔ لیکن  
اس جگہ تھا اور وہاں سے ٹپکے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس  
وقت تک روٹی میرے کانڈھے سے اتر گئی تھی۔ اسی وقت  
اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے بل  
پر لیٹے رہنے کو آسان سمجھا تھا۔ جب اسے دونوں ہاتھوں  
پر اپنے پورے جسم کا بوجھ برداشت کرنا پڑا تو وہ برداشت نہ کر  
ایک دم سے جھٹکا کھانچنے لگی۔ ایک بالکل نیچے نہیں جا سکتی  
تھی کیونکہ میرے ساتھ تھوڑی سی ہندھی ہوتی تھی۔ ہتھکڑی  
نے اسے روک لیا۔ دو مہرے یہ کہیں نے اپنی دونوں ہاتھیں

ذرا ہی ستون سے چپک کر اس کے گرد لپیٹ دی تھیں، اس طرح  
اب میں ستون اور رو سوتی کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ صرف دو ہاتھ  
میں اس ستون سے چپکے ہوتے تھے۔ آتی دیر میں اس نے بھی  
ستون کو دوبارہ ہضبوطی سے چپک لیا تھا۔  
اب ہم دونوں کی پوزیشن ایسی تھی کہ ہم بالکل ایک دوسرے  
بازو تھے ہمارے درمیان صرف ایک پتلا سا ستون تھا۔ وہ  
جرے کا ڈھول پیسے اس لیے اتر گئی تھی کہ وہاں اسے شرم  
آتی تھی اور اس کی کلمات کے مصداق کہ آسمان سے گرنا کھجور  
پل اٹکا۔ وہ کانڈھوں سے اتر کر میرے زہرے دو سانسوں سے قریب  
آئی تھی۔ وہاں سے جھٹا، الٹک ہونا ممکن تھا۔  
میری ہانسان ٹپکنے والوں کے لیے قدر بہاں رہا تھا

دربح مذاق کو رہی تھی لیکن ہمارے لیے یہ قدر یہ کہ بہت ہی  
جیانت مذاق تھا۔ وہ سانپ بوز میں پر لیٹ گیا تھا وہ پھر  
ستون کو جھٹکا گھٹنے اندر شاہ رو سوتی کے چپکنے کے باعث ٹپٹا  
گرا تھا گیا تھا اور کٹھنی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

یا اللہ! بہت ہو چکا۔ زہرے میرے مالک آج تک  
میں اپنی تمام مصیبتوں سے جس طرح جلدی جلدی گزارتا رہا، اسی  
طرح مجھے اس مصیبت سے بھی جلدی گزارنے۔ یہ یا تو زندگی کے  
ماتھ گزارے۔ یا سوت کے ساتھ گزارنے مگر اب یہ قصہ  
ختم ہونا چاہیے۔ میں بہت نہیں ہڈتا لیکن امید کی کوئی کرن  
میں سے تو نظر آتی جاہیے۔

ایسا سوچتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت پھر میں  
نے مرد کوکے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بے جا رہے ریٹک  
رہا تھا۔ بہت آہستہ آہستہ رنگ رہا تھا۔ کچھو کے خیال میں ہا  
نہا اگر ہمارے درمیان جو فاصلہ تھا اس کو بڑی آہستگی سے  
بہت دھیرے دھیرے کر کے جا جا رہا تھا۔ اپنی ہمت کے مطابق  
وہ میرے کام آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر بڑھال ہو کر  
بلدم ہو کر اونڈھا لیٹ گیا۔ گہری گہری سانس لینے لگا۔ سانس  
لگا اور اٹھانے لگا۔ کھنکھنسی سی ہمت پھر آتے تو وہ پھر  
آگے بڑھے۔

میں نے رو سوتی کی طرف دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔  
نظر میں ملنے ہی اس نے نظر کس جھکا لیں۔ اس کا چہرہ خوف  
اور ہشت سے پیلا پڑ گیا تھا۔ اب شرم و حیا سے تمہارا ہاتھ  
نہ سے دھدھ ہونے والی مجھ سے چپکی ہوتی ہے۔ کسی سے زندگی کی  
مانیں نہ رہی تھی۔ اس کی گھڑ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا  
کہہ دو کیا نیچے اتر کر سانپ کے پاس پہنچ جائے۔ اپنی جان  
دوسرے جہجھے اس شرمیلی لڑکی پر بڑا پیار آیا۔ اس کا ڈرنا

اور ڈر کر گھج پر بوجھ بننا، پھر سم سم کر مجھ سے لپٹا یہ سب کچھ  
بہت دلفریب تھا۔ اس وقت وہ مجھے بہت ہی بہت ہی  
اچھی لگ رہی تھی۔

میں نے سر جھکا کر نیچے دیکھا تو وہ سانپ پھر کٹھنی چھوڑ  
کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ میں نے اسے غمزے سے دیکھا اور پوچھا  
پھر رو سوتی سے لگا "دیکھو اب میں آہستہ آہستہ نیچے کھسک  
رہا ہوں۔ تم مجھ میرے ساتھ کھسکتی رہو۔"

وہ سم سم کو بولی نہ نہیں میں اس سانپ کے قریب نہیں  
جاؤں گی۔  
"دیکھو زور سے نہ پلو۔ آہستگی سے بائیں کرو، ورنہ وہ  
پھر کٹھنی مار کر بیٹھ جائے گا۔ میں جا رہا ہوں کہ اب میں ذرا  
نیچے اتر کر اس کا سر لینے جوتے سے چکل دوں۔ یہ اچھا موقع ہے  
اس وقت وہ زمین پر لیٹا ہوا ہے تو ذرا حوصلے سے کام لو۔"  
اس نے پوچھا "میں کیا کروں، آتا تو؟"  
"میں بہت آہستہ آہستہ تین تک گنا ہوں تین بولتے  
ہی تم زمین کی طرف کو ڈجائے۔"

وہ سم سم کو بولی "نہیں وہاں تو پتہ  
میں اس کی بات کاٹ کر بولا "کھلو اور نہیں تو سہ  
پہلے میں اس سانپ تک پہنچ جاؤں گا۔ تین کہتے ہی تم  
کو ڈجائے۔ ستون کو بالکل ہی چھوڑ دینا۔ ایک اسی وقت توں کو  
چھوڑ دو۔ سارا بوجھ پھر پڑاؤں دو۔ میں کوئی خطرہ سوال لینا  
نہیں چاہتا۔ تم نے ستون کو چھوڑنے میں ایک بل کی جی برکی  
تو سانپ مجھے دوس لے گا۔ تم ستون کو چھوڑ دو۔"

اس نے فوراً ہی ستون کو چھوڑ دیا اور میرے کانڈھے پر  
ایک بازو دھال کر کے سارا بوجھ پھر پڑاؤں دیا۔ اسی وقت میں  
نے سانپ کو نیچے دیکھا۔ وہ خاموش پڑا ہوا تھا۔ میں بالکل  
آہستہ آہستہ نیچے کھسکنے لگا۔ جب تقریباً دو فٹ کی بلندی پر  
ہم رہ گئے تو میں نے ستون سے چھینسی ہوئی ہتھکڑی کو ذرا  
اور نیچے کیا تاکہ مجھے یکلکت نیچے جانے میں آسانی ہو۔

ایسا کرنے کے بعد جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں یہ جا  
سانپ کے سر پر پہنچ سکتا ہوں تو میں نے اسی وقت ستون  
کو چھوڑ دیا۔ دو مہرے ہی مجھے میرے ایک پاؤں سانپ کے سر  
پر تھا وہ تلکلیا۔ اپنے جسم کو اونڈھا شرم و حیا۔ پھر وہ اپنی طرح  
گھومتے ہوئے میرے پاؤں سے لپٹنے لگا۔ میں اپنے پاؤں کا  
زندہ ڈال رہا تھا۔ اس کے سر کو کھتا جا رہا تھا۔ تب مجھے احساس  
ہوا کہ میں پوری طرح اس کے سر کو کھیل نہیں سکوں گا۔ میری  
نیچے زمین بہت ہی ظالم تھی۔ میں سانپ کے سر کو بار بار تھکا

اور وہ زمین میں دھنسا جا رہا تھا یعنی میرے قدموں کا پڑھنا  
پڑھنا پڑنا تھا لیکن آنا نہیں جنتا کہ اس کے سر کو چھینے کے  
لیے ضروری ہوتا۔

سر کا بھی طرح پکھنے اور دبلنے رکھنے کے باوجود سب  
زندہ تھا بلکہ اپنے جسم کے بقیہ حصے کو میرے پاؤں کے گرد سختی  
سے پیٹ رہا تھا۔ بلکہ باربل سے رہا تھا۔ تب ہی رسوئی  
نے توجیح کر لی تھی کہ مگر فریاد وہ دیکھو، تمہارے جوتے سے  
ایک چاقو نکلا ہوگی۔

میں سانپ کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے اپنے جوتے کی  
طرف خیال نہیں کیا تھا۔ رسوئی کے کٹنے سے میں نے دیکھا۔  
میرے جوتے کی نوک سے ایک تین انچ لمبا چاقو کا ٹیلا نکلا ہوا  
تھا۔ میں بڑا حیران ہوا کیونکہ اب تک یہ میرے جوتے میں نہیں  
تھا لیکن یہ جھنجھے میں مجھے دیر نہیں لگی کہ ساڑھوس ٹروٹی  
نے جو جوتے پھیرے ہیں اس کے تلے میں خفیہ چاقو کھپے  
گئے ہیں اور وہ کسی میکینزم کے تحت باہر نکل آتے ہیں۔

وہ میکینزم کیا ہے جو میں زمین پر پاؤں رکھ کر جلتا رہا  
تھا۔ میرے پورے جسم کا پھوڑ جوتے پر پڑتا رہا تھا لیکن چاقو  
کبھی باہر نہیں نکلا۔ اب جبکہ میں نے دو فٹ اوپر سے سب  
کے سر پر اپنے دائیں پر یکا کر ڈالا تھا تو اسے زور دلائے اور  
جھٹکا کھینچنے کے باعث شاید یہ چاقو نکلا تھا۔ اس خیال کو  
آزمٹنے کے لیے میں نے اپنے بائیں پاؤں کو دیکھا پھر میں نے  
اس پاؤں کو اٹھا کر ایک زوردار جھینکے کے ساتھ زمین پر بٹھا۔  
اس کے چھتے ہی شیب کی آواز کے ساتھ اس جوتے کی نوک سے  
مجھ تین انچ لمبا چاقو نکل آیا۔

اسے کہتے ہیں انٹل میں بچہ نثر میں ڈھنڈا۔ ہتھیار  
میرے پاس موجود تھا اور مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے بائیں پاؤں  
کے چاقو سے اس سانپ کے بقیہ جسم کو کاٹنا شروع کیا۔ سزا  
نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پیچھ ڈھیلے پڑ گئے۔ میرا پاؤں اس کی  
سخت گرفت سے آزاد ہوتا چلا گیا۔ اب اس کا سر میرے  
دائیں پاؤں کے جوتے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جب اس کے  
پھوڑے جوگے تب میں نے اپنا بائیں پاؤں بٹھا دیا۔ اس کا سر  
اٹھنا زمین میں دھنسا ہوا تھا اور وہ کئی جواہر تریب لہا تھا۔  
میں نے تین انچ کے تیز آہنی چیل کو اس کے سر میں بیوست  
کر دیا۔

رسوئی نے اطمینان کی سانس لے کر ستون سے لپٹے جوتے  
آٹھ کھین بند کر دیں۔ ستون کے ہمارے زور اور ہتک کوٹنے لپٹیں  
کرتی رہی کہ ایک بلا سے نجات مل گئی ہے۔ پھر وہ بولی نہ اٹھا

تم نے تو اس کے ٹوٹے ٹوٹے کوشیے ہیں۔ مجھ سے دیکھا یہ  
جاتا ہے۔

”اور ٹوٹے کو دیتا ہوں تل کر کھائیں گے۔“  
وہ آنکھ کھول کر کہا جانی لیتے جوتے بولی گئی۔  
میں نے اپنا دائیں پاؤں زمین سے اٹھایا تو اس  
کا سر جوتے کی نوک دالے چاقو میں پڑ گیا ہوا تھا۔ میں نے  
کو دکھاتے ہوئے کہا ”دیکھو جوتے کا نیا ڈیزائن ہے اس  
کا اگلا حصہ سانپ کا سر ہے۔ اب یہ فیض جلتا نکلتا ہے۔“  
”اب یہ نصیبت ختم ہو گئی ہے۔ سانپ مر گیا ہے۔“  
بڑی خوشی ہوئی جو یہ ہے۔ زندہ دلی دکھائے ہو، اور نہ پھل  
بڑے گھرانے ہوئے تھے۔

میں نے شبٹے ہوتے کہا: ہاں تم بہت دلیرو کی کاہنہ  
دے رہی تھیں اور میں نے چارہ بہت سہا ہوا تھا۔ دلے تمہارا  
کیا خیال ہے۔ اس ایک بلا کے ٹلنے سے ساری بلائیں ٹل  
گئی ہیں جو کیا ہم اس آہنی ستون سے آزاد ہو گئے ہیں۔ کیا  
ہمارے ہتھیار کھل گئی ہے؟ کیا اس جھنگل کے درندے سب  
مر گئے ہیں اور میں آسٹین گئے ہیں؟

رسوئی کے چہرے پر ہوا آیا اٹھنے لگیں۔ وہ سامنے  
کے سر کے بعد زوراً خوش ہو گئی تھی اور اپنے آپ کو بالکل  
مغفوف ٹھہرنے لگی تھی۔ میں نے اسے موجودہ سچوئیں کا احساس  
دلا یا تو غیب سے پچھتے ہوئے مورنے اپنے جوتے پاؤں دیکھ  
لیے ہوں۔ وہ ایک دم سے مہر گئی۔ اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے  
انسوس ہوا کہ میں نے اسے یہ باتیں کیوں یاد دلائیں۔ وہ جھل  
ہوئی تھی تو اس کے دماغ سے ان باتوں کو جھیلنے رکھنا  
چاہیے تھا۔

میں سانپ کے ٹکڑوں کو وہاں سے دور پھینکنے کے  
لیے زمین بیچھڑا گیا۔ میرے ساتھ وہ بھی بیچھڑ گئی۔ ہم اس طرح  
بندھے ہوئے تھے کہ ایک جھٹکا تو دوسرے کو بھی مٹا کر  
ایک کھڑا ہوتا تو دوسرے کو بھی کھڑا ہونا پڑتا۔ ہم ایک طرف  
کے عمل اصدد عمل سے متوجہ ہو گئے تھے۔ میں نے ایک ایک  
ٹکڑے کو اٹھا کر دوڑ پھینکتے ہوئے مذاق کرنا شروع کیا۔ سب  
اور عورتوں سے متعلق ٹھیلے نہاتے، اسے جلسہ کی سرکھن  
کوشش کی لیکن اب تو اس کے ذہن پر پھر وہاں کا ماحول  
مسلط ہو گیا تھا۔ تاریک اور بھیاں جھنگل چاروں طرف پھیلا  
ہوا تھا اور وہ میرے نظیفوں سے مغفوف نہیں ہو سکتی تھی۔  
میں کھڑوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ سانپ کے تمام ٹکڑے ہاں  
سے دور پھینکنے کے بعد آرام سے زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر ایا ہوا

کہنے لگا۔ اسے آثار کر میں نے ادھر ادھر ٹھونٹے ہوئے اس  
چاقو کے میکینزم کو معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بظاہر کچھ  
بہتر میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر میں نے ایڑی کو پکڑ کر اس پر دباؤ  
دلا۔ کچھ نہیں ہوا۔ پھر میں نے جوتے کی ایڑی کو پکڑ کر زور دیا  
میں زور سے کھمایا تو ایڑی ذرا سا مرک گئی۔ وہ جا تو شیب  
کی آواز کے ساتھ اٹھ چلا گیا۔ جوتے کی ایڑی ذرا سی آٹھ طرف  
عموم گئی تھی۔ میں نے اسے پھر یوں ہی قوت سے سیدھا کیا تو  
چاقو باہر نہیں نکلا۔ اندر ہی رہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جوتے  
بزدل اور دباؤ ڈالنے سے یا ایک جھینکے سے جوتے کو زمین  
پرمانے سے چاقو باہر نکل آتا تھا اور ایڑی کو ایک طرف رکھنا  
سے اندر جاتا تھا۔

رسوئی نے پوچھا: کیا تم بھول گئے تھے کہ تمہارے جوتے  
میں یہ چاقو چھپے ہوئے ہیں؟  
”میں نہیں جانتا تھا کہ میرے پاس یہ ہتھیار موجود ہیں۔“  
یہ جوتے سوس ڈوٹی نے مجھے دیکھے تھے لیکن اس نے مجھے یہ نہیں  
بتایا تھا شاید بھول گیا تھا۔

یہ کہہ کر میں نے بائیں پاؤں کا جوتا اٹھا لیا۔ اس کے بعد  
رسوئی سے کہا: تم ذرا ستون سے تھوڑی دیر سٹھ کر بیٹھو۔  
وہ دریا پھیل چکی تھی لیکن اس کا بائیں ہاتھ تھمچے زبنا کھ  
میرے ساتھ ہی ستون سے نکل رہا۔ میں نے جوتے کو ایک ہاتھ  
کی گرفت میں لیا، پھر اس کے چاقو سے ستون کے آس پاس لالی  
کئی کھونٹے لگا۔ اب امید ہو چلی تھی کہ میں اسی طرح آہستہ  
آہستہ کھونٹے ہوتے اس ستون کو زمین سے اکھاڑ دوں گا اور  
اس کے اٹھنے سے پہلے جھینکے سے ہتھکڑی کے ایک حصے  
کو نکال لوں گا۔ اس طرح ہم ستون سے نجات پائیں گے۔ میری  
گھر رسوئی کی ہتھکڑی بہ سوز رہے گی لیکن ستون ہمارے ساتھ نہیں  
رہے گا۔

اور ہرے ذرا اطمینان ہوا اور امید بندھی تو میں نے سونیا  
اور مرجانہ کی خبر لی۔ میں رات کے فریڈھے جب ان سے رخصت ہوا  
تھا۔ اس وقت تک انہوں نے تیر کو بڑی طرح زخمی کر دیا تھا۔  
اور تیر کسی ایسی نگر چھپ گیا تھا وہاں سے چلا گیا تھا کہ اس  
کی آواز نہیں مل رہی تھی لیکن ہر لمحے یہ دھک دھک رہتا تھا کہ وہ  
کھینچھا ہوا ہے اور کسی سمت سے اچانک ہی حملہ کرے گا۔  
وہ دونوں زمین سے تقریباً بیس فٹ کی بلندی پر تھیں  
اور اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اسے ہوتے حال پر اوپر سے  
غور سے دیکھتے ہوئے یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ کہیں سے  
اور نظر آجائے گا۔ چنانچہ خوب اچھی طرح پھیل ہوئی تھی اور

وہ دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ ایک گھنٹے تک وہ اس کے اکتلا  
کرتی رہیں۔ جب کہیں سے اس کی کوئی آہٹ سنا لی تھیں  
تو مرجانہ نے کہا: ”اس بڑا کے انتظار میں ساری رات گزارنے  
کی اور دو بجت نظر نہیں آتے۔“ یہیں کچھ کرنا چاہیے وہ نہ  
انتظار اور دو بجت ہمیں مارے گی۔“

سونیا نے سر ہلا کر کہا: ”ہوں میں بھی کئی سوچ رہی ہوں  
ہر کم تک یہاں حال کے اوپر بیٹھے رہیں گے دن نکل  
جلنے لگا تب بھی کئی دوسرے گا کہ وہ کہیں جھاڑوں میں چھپا  
ہوئے۔“ یہیں کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے آس  
پاس موجود ہے یا جا چکا ہے۔“

وہ دونوں تھوڑی دیر سوچتی رہیں۔ پھر سونیا نے کہا۔  
”ٹھیک ہے، میں رسی کا پھندا درخت کی سب سے اونچے شاخ  
پر ڈال کر رسی سے جھوٹے ہونے کبھی اوپر والے درخت پر  
اور کبھی اوپر والے درخت پر جاؤں گی۔ چاروں طرف رسی سے  
جھوٹے ہونے دو درود تک دیکھوں گی کہ وہ نظر آئے یا نہیں۔“  
مرجانہ نے حیرانی سے پوچھا: ”کیا تم اس طرح رسی کو پکڑ  
کر دو تک جاسکو گی اگر کہیں کسی شاخ سے لپٹھ نہیں یا کھڑا  
کرنیے کر پڑیں پھر کیا ہوگا؟“

وہ تنہید کی سے بولی: ”میں خطرات کے وقت یہ نہیں  
سوچ کر لیا کروں گی تو کیا ہوگا۔ اپنی جان بچانے کے لیے اپنی  
مسلمانی کے لیے جہر پر میری بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس پر عمل کرنا  
چاہیے۔ میں رسی سے جھوٹے وقت غمناک ہوں گی۔ تم فکر  
نہ کرو۔“

مرجانہ کو تسلیاں دینے کے بعد اس نے حال پر پڑی ہوئی  
رسیاں اٹھا کر اس کا پھندا بنایا۔ پھر اسے گھبرا کر منت بلندی  
پر ایک شاخ کی طرف پھینکا جو اس شاخ میں پھنس گیا۔  
مرجانہ نے ابھی ہمانی زندگی کی ایسا کہ تھی۔ ابھی ہمارے

ساتھ وہ عملی طور پر ان حضرات سے اور پچھلے یہ حالات سے  
گزر رہی تھی۔ اس لیے وہ اس بات پر حیران تھی کہ سونیا کئی  
کامیابی سے پھندا چھینک سکتی ہے۔ اسے انسانی آبادی میں ہی  
نہیں بلکہ جنگوں میں بھی زندگی گزارنے کا ڈھنگ آتا ہے سونیا  
کی آواز نے اسے چونکا دیا، اچھا، گڈ بانی، میں جا رہی ہوں۔“  
یہ کہتے ہی وہ رسی کو مضبوطی سے ختم کر رہا کے اور دوڑتی  
ہوئی رسی سے کھتی ہوئی دوڑ نکلی تھی۔ مرجانہ اٹھ کر حال پر  
کھڑی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف سونیا دو در ایک درخت کی  
شاخ سے لپٹ کر اس پر چڑھ گئی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ  
سے رسی کو مضبوطی سے ختم رکھا تھا اور اب وہاں اس شاخ

پر بیٹھی ہوئی دور دور تک نظریں دوڑا رہی تھی۔ عورتوں پر ہر طرف دیکھنے کے بعد جب وہ چلنے پھرنے اور اسے نظر نہیں آتا تب وہ اس شاخ پر کھڑی ہو گئی۔ دسی کو کھڑی ہوئی سے تھا کہ بائیں طرف کھینچنا، پھر اس سے کھٹکتی ہوئی دوسرے درخت کی طرف جانے لگی۔ وہاں بھی وہ ایک شاخ پر پہنچ کر ٹھہری تھی۔ وہ چاند کی طرف نظر لگا دوڑا رہی تھی اور اس طرح ایک درخت سے دوسرے اور دوسرے سے دوسرے درخت پر چال کے چالیں طرف پھر لگتا رہی تھی۔ جھوٹے ہونے نظریں دوڑاتے ہوتے تھے کہ کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر وہاں آ کر وہ حال پر نظر مگر مر جانے کے سامنے کھڑے ہو کر بولی: "تیرا کیوں نہیں ہے؟"

مر جانے سے اس کے دونوں بازوؤں کو کھڑی ہوئی سے تھا کہ کما: "اس تیرے کے سامنے کی تیری نظر نہیں مل سکتی ہے۔" میں نے وہ اشارہ دیکھا کہ تمام ہنر سیکھ لے ایک ایک ڈاؤن پیچ معلوم کر لیں اور اپنے آپ کو نواد بنا لیا تب میں سمجھنے لگی ہوں کہ میں ناقابل شکست ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں ہندی ہوں اور کسی کے مقابلے میں شکست تسلیم نہیں کر سکتی لیکن مجھے سوچنا یہی باصلاحیت بننے میں ابھی برسوں لگیں گے۔"

سوچنے کے بعد اب بس کرو میری اتنی تعریفیں نہ کرو۔ یہیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کیونکہ اب دو گھنٹے بعد صبح ہو جائے گی۔ نیند پوری نہیں ہوتی۔ شاید کچھ اور گے بڑھنے کے بعد ہم کسی آبادی تک پہنچ جائیں۔"

مر جانے نے دوسری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اس کے لیے ہمیں نیچے اترنا ہوگا۔ اس کا روک کر میں بھی جاتی ہوں اور وہاں جا کر دو شعلیں جلائی ہوں۔ تو اور پورا روکے کو کھڑی ہو جا کر کہیں سے کوئی دشمن یا شیر آجائے تو اسے کوئی نشانہ نہ دکھانا۔ سوچنا ہے کما نے نہیں فرمائی تھی۔ میں نہیں ایسا کوئی کام نہیں کرنے دعویٰ کی۔ تم ہمارے پورا اور لے کر کھڑی رہو گی میں نیچے جاؤں گی اور شعلیں جلاؤں گی۔"

سوچنا کی بات سننے مر جانے نے اچانک ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھایا۔ پھر مرے ہنر کے دور حال پر پھینک دیا۔ اس سے پہلے کہ سوچنا اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ مر جانے نے دوسرے کی کوٹھالی لید پھینچنے کی طرف بھٹکے ہوئے اور زمین کی طرف چلنے پھرتے ہوئی تھی۔ نیچے جا رہی ہوں۔ رو پورا اور اٹھا۔ ہمارا فرض ہے کہ میری حفاظت کرو۔ اب جمع ہونے کے لیے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

نے ایک مثل کو درخت کے سامان اور خچر کے پاس نہیں میں گاڑ دیا۔ دوسری مثل کو ان دو درختوں کے درمیان زمین پر نصب کیا۔ ان کے ساتھ وہ حال منڈھا تھا۔ چوہہ دسی کو کھڑی ہوئے وہاں حال میں آئی۔ سوچنے اس کا گریبان پتھر کر لیا۔ کیوں مجھے اٹھا کر یوں پھینکا تھا؟

وہ ہنسنے ہنسنے بولی: "تم سیدھی طرح ملنے والی نہیں تھیں۔ چلیا اب اس درخت پر جا کر مجال کو کھو۔ میں یہاں سے کھوئی ہوں۔ پھر ہم جیسے جا کر تمام سامان کو پیچ کر لیں گے۔ وہ دونوں دو درختوں پر پہنچ گئیں۔ وہاں سے اس مجال کو کھولنے لگیں۔ تقریباً سات کے جا کے ہیں انہوں نے تمام سامان بانڈھ لیا۔ پھر انہیں چھوڑ پر لا کر اور دونوں خچروں پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو اس وقت صبح کے تقریباً چھ بجے والے تھے۔ ادھر میں سوچنا کے اٹھانے کی کھوت جا رہا تھا۔ کبھی جوتے سے لگے ہوئے چوہے سے کھوٹا تھا۔ کبھی ہاتھ سے مٹی نکل نکال کر پھینکتا تھا۔ اس میں بڑا وقت لگ رہا تھا۔ اس کا مہ کے دوران میں نے یہاں اور مر جانے کے دماغ میں پہنچ کر یہ ساری معلومات حاصل کی تھیں جہاں انہوں نے سات کو قیام کیا تھا۔ اب وہ وہاں سے کئی میل دور آگے نکل گئی تھیں۔ وہ نہ تھی ان کے مقابلے پر پھر نہیں آیا تھا۔ دوسری طرف نکل گیا تھا یا شاید مر جانے میں نے سوچنا اور مر جانے کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ کا نام

اپنی رو دو سنائی کہ میں اور رسوئی کس طرح ستون سے بڑھے ہیں۔ کس طرح ایک ذریعے سامنے ہیں۔ وہ مشیت زدہ ہو گیا تھا اور اب میں مٹی کھود کر اس ستون کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ہم ایک جگہ بندھے رہنے سے نجات پا جائیں۔ سوچنا اور مر جانے میری رو داد میں کوششوں میں مبتلا ہو گئی۔ رسوئی سے بندھے رہنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ نکال بات کی بھی کہ رسوئی سمجھتی زندگی گزارنے والی لڑکی نہیں تھی۔ وہ نازک اندام تھی اور خطرات کا متاثر کرنا نہیں جانتی تھی۔

شاد بے نشانہ جس طرح سوچنا آج تک مدد چھڑ کر آئی تھی۔ ہم دو جگہ کاروتی خواب بھی نہیں دیکھتے تھے۔ ہم حال سوچنا اور مر جانے اس بات پر کھڑے تھے کہ جس راستے پر وہ سفر کر رہی تھی وہ راستہ میری طرف نہیں جا رہا ہے۔ پتہ نہیں انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟

میں نے انہیں تسلی دی کہ وہ ٹھہر کر رہیں۔ میں چنگی کر رہا گیا ہوں۔ بلا سے مجھ پر چھینٹیں ڈال رہی ہے اور وہ ستونوں بڑی عجیب و غریب منظر ہے وہی ہے۔ اس کے بل جوں میں اٹھا

قالی سے امید رکھتا ہوں کہ ہم سب اسی جگہ میں ملیں گے اور ہنسنے کے خلاف مجی نہ مانیں گے۔ اس وقت دن کا اجالا اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ دور دور کی جگہ نظر آ رہا تھا۔ سوچنا اور مر جانے پیٹے پیٹے اچانک کھڑے کی گام کو کھینچ کر روک دیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولیں: "فرہاد! معلوم ہوتا ہے کہ ہر آبادی کے قریب ہی ہنسنے ہیں۔ سامنے ہی ایک بڑا بڑا نظر آ رہا ہے اور وہ پختہ ہے۔"

میں نے کہا: "مبارک ہو۔ اب تم دونوں واقعی اس جگہ سے نجات حاصل کر کے آبادی میں پہنچ جاؤ گی۔ ہماری بہت سی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ تم کسی بھی آبادی میں پہنچ کر اپنا بسوئی اور غیر سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔ پھر وہاں سے ایک ٹیم بنا کر ہماری تلاش میں ادھر آ سکتی ہو۔"

وہ دونوں تیزی سے کھڑکیوں کو دوڑاتے ہوئے اور چرخیں اٹھاتے ہوئے اس مرکز کی طرف جانے لگیں۔ ادھر میں مٹی کو بنا جا رہا تھا۔ اللہ کا نام دیکھ کر کھڑکیا تھا۔ بہت کڑائی میں مٹی نکالنے کے بعد میں نے ستون کو ہلایا تو وہ ادھر ٹھہر بیٹھا۔ اب میں اسے اسی طرح بلانے کے بعد اکھاڑ سکتا تھا۔

مٹی وقت شکر کی فراہم سنائی دی۔ میں اور رسوئی ایک دم سے مٹی میں آگے پیچھے ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف کھینچ کر اٹھ کر دیکھنے لگے۔ کہیں بہت دور ہے وہ سزا بہت سنائی غامضی تھی۔ میں نے رسوئی کو دیکھا تو اس کا منہ لٹک گیا۔ اب تب میں رشتے ہی والی تھی۔ میں نے کہا: "دیکھو خدا نے یہ صلہ رکھو رہے ہیں۔ شہر ہمیں معاف نہیں کرے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس ستون کو زور زور سے دھکے دینے شروع کیے وہ ادھر سے ادھر لہ رہا تھا اور زمین کو بھونڈا جا رہا تھا۔ رسوئی کہ میں نے اس کو ایک جھگڑے سے اکھاڑ لیا پھر اسے زمین کے اوپر لے آیا۔ اسی وقت شکر کی فراہم بل اور قریب سنائی دی۔ تب میں نے دیکھا۔ وہ ہم سے تقریباً گز کے فاصلے پر تھا۔

میں نے ستون کے اوپر ہی سے کو دیکھا جہاں آ رہا تھا۔ رسوئی سے ہنسنے لگے۔ میں اس ستون کو زور زور سے دھکے لگانا نہ کر سکتا تھا۔ وہ تار دھیلے پڑے تھے۔ مٹھوٹ ٹھکانے تھے۔ بار بار دھکے دینے کا فائدہ اٹھا ہوا کہ ستون کا لہا ہنسنے لگ گیا۔ اب وہ ستون ہمالے کے لیے ایسا کھال سا پتھرا بن گیا تھا کہ جس کے ذریعے ہم شکر کا نہیں

سکتے تھے۔ لیکن اس دن سے کھیل سکتے تھے اور کھیل ہی کھیل میں اسے اپنے سے دور رکھ سکتے تھے۔ میں نے پھر شکر کی طرف دیکھا۔ وہ بہت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ آگے بڑھتے ہی وہ دیکھ کر گر پڑا اور کرا بنے لگا۔ تب میں نے اسے ڈال دیا۔ وہ زخموں سے چور تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم پر گولیاں لگی ہیں۔ ہر کسٹا تھا کہ کچھ گولیاں آ رہی تھیں۔ ہوں اور کچھ اس کے جسم میں رہ گئی ہوں۔ وہ تکلیف سے کرا رہا تھا اور غرارہ بنا تھا۔ پھر وہ آٹھ کر جاری طرف بڑھنے لگا۔

یقیناً یہ وہی شہر تھا جو پچھلی رات سوچنا اور مر جانے کو پریشان کر سکا تھا اور اسی کے ہاتھوں زخمی ہو کر وہاں سے بھاگا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کر کے تیزی سے ہماری طرف تیس آگے گا اور وہی چھوٹا لٹکا لٹکا جسم پر چھینے لگا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی مگر یہ بات یقینی تھی وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک وہ ہمارے قریب آئے اس وقت تک میں اس تکبڑی کو ستون سے نکال لوں گا اور رسوئی کے ساتھ دوڑا ہوا کالج کے اندر چلا جاؤں گا۔

شکر کی چھٹی زخموں دیکھ کر میں نے تجھڑی کو ستون سے نکالنے کی کوشش کی۔ تجھڑی کی وجہ سے جس میں ستون کے زخم تھے تو گزرتی چلی جاتی تھی۔ جب ذرا بڑھی جاتی تھی تو چھینوس جاتی تھی۔ اسے نکالنے میں بڑی سہولت سے کام لینا پڑا۔ یقیناً پتھر کے ستون کے ٹپلے حصے تک پہنچا ہوا۔ وہ ستون کے آخری حصے تک پہنچ گئی۔ اس وقت شکر کا شکر بڑھنے لگا۔ کالج کے برآمدے تک پہنچ گیا۔ یعنی آدھر جسے تجھڑی کو ستون سے نکال کر اس ستون سے نجات حاصل کی تو آدھر شہر نے برآمدے میں پہنچ کر ہمارے کالج کے اندر جانے کا راستہ روک دیا تھا۔

وہ حصے میں تھا اور زخموں کی تکلیف کے باعث بھلا ہوا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کس طرح ہمارا راستہ روک سکتا ہے اور راستہ روکنے کے بعد ہم پر حملہ کر سکتا ہے۔ وہ ستون سے آدھر رسوئی کے درمیان تھا۔ میں نے اسے مضبوطی سے ہتھیار کے طور پر ہتھام لیا۔ آدھر وہ شہر کبھی زور زور سے غرارہ نہ تھا۔ کبھی اپنا سر کھڑا کر دھرے اور اپنے زخموں کو چاٹ رہا تھا اور اپنا ہی لہو جانے کے بعد نکلے۔ میں آ کر ایک دم سے اچھل پڑا۔ پھر تکلیف کے باعث بھٹک جانا تھا۔ اس کی عجیب عجیب حرکتیں دیکھنے میں آ رہی تھیں اور

بہرگز بڑی ہی غضب ناک تھی۔ دہشت زدہ کرنے والی تھی۔ سوتی تو ماسے دہشت کے کانپ رہی تھی۔ رو رہ کر میرا بازو ختم لیتی تھی۔ پھر اسے خیال آتا تھا کہ وہ مجھے پڑوسے گی تو میں اپنے اودا اس کے باجڑ کے لیے اس ستون کو تختیاں کے طور پر استعمال میں کر سکوں گا۔ لہذا وہ مجھے آزاد چھوڑ دیتی تھی۔

میرے اودا شیر کے درمیان وہ بگ بڑا ہوتا تھا جسے دشمنوں نے میری پشت سے کھول کر اُدھر پھینک دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آگے بڑھ کر اسے اٹھانا چاہیے ہو سکتا ہے اس کی کوئی ایسی چیز یا ایسا اٹھیار ہوجو شیر کے خلاف کام آسکے۔ مجھے یاد نہیں تھا کہ اس میں کتنی ساری چیزیں چھری ہوئی ہیں۔

میں نے سنا تھا کہ زخمی شیر بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے خود مرے مرتے لشکاروں کو بھی لے مڑتا ہے۔ اس وقت میں نے ذاتی طور پر تجربہ کیا۔ میں نے اس بگ تک پھینکے کیلئے جیسے ہی دھم بڑھا ہوا اُدھر سے پھریا۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے لیے پیڑوسے ہونے لگا۔ میں نے بھی اس کے پیڑوسے کی نسبت سے خود پیڑوسے ہونے لگا۔ اس کے آخری مرسے کو اس کی طرف اٹھا کر وہ جادھر سے بھی آئے اُدھر سے میں اس ستون کے ذریعے آئے دوسری طرف ہلک دھول ادا اپنی طرف آنے کا موقع نہ دوں۔

چرا ایسا ہی ہوا۔ وہ شیر جادھر سے ہماری طرف بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ میں ستون کے ذریعے آگے بڑھنے دیتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ پھر آگے بڑھتا تھا۔ پھر ستون کے ذریعے دھکے کھا کر دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ یہ جھیل بہت دور تک جاری رہا، آخر وہ جھملا گیا۔ جھملا کر پیچھے ہٹا۔ پیچھے جا کر کچھ اس طریقے سے اپنے دل کو چھیننے اور ہانسنے لگا کہ اندازہ ہوا اب ایک دم سے چھلانگ لگنے ہی والا ہے۔ اس کی چھلانگ ہلکے سے خطہ ہلک ثابت ہوئی۔ کیونکہ جتنی اونچی چھلانگ وہ لگاتا۔ میں اتنی اونچائی تک ستون کے آخری حصے کو اٹھا نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ دوسری طرف تاروں سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے اٹھنے کی ایک حد قدر تھی۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ شیر کے پیڑا ہونے سے ہونے لگا۔ ایک زبردست چھلانگ لگائی۔ میرا جادھر کی طرف آیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ بھڑ پر آنے کا یا رسونی پر نہی وقت تھا میں سے گولی کی آواز سنائی دی اور شیر فضا میں ہی ٹوپ کر کھینچ کر آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسری بار بٹھکتا۔ پھر

دوسری بار ٹھٹھٹھ سے گولی کی آواز سنائی دی۔ اس کے باوجود وہ اٹھ نہ سکا۔ زمین پر ٹھٹھا ٹھٹھا لایٹ گیا۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ جنگل میں بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔ شہر کی غلامت میرا کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ مگر ہم زندہ کیسے رہ گئے تھے۔ یہ تو کرن تھا جس نے فارغ اسکے ذریعے ہماری جان بچائی تھی۔ ہم نے دل نہ دیکھا تو وہ دیکھا کہ بچھ بردلوا واندے سڑ پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں رولوا رہا تھا۔ اس نے ذرا ستر اٹھ کر دیکھی ہم آئے دیکھتے ہی ایک دم سے چوک گئے۔ اس کے پاس بردلو پوسے جسم پر اٹے پڑ گئے تھے۔ منہ سے اودا اس کے خون بہ رہا تھا۔ اس نے زندگی کی آخری سانسیں کھینچے بعد ہماری جان بچائی تھی۔ جب آسے یقین ہوا کہ شیر ہر گھبراہٹ تو اس کا رولوا اور والا تھا زمین پر گر پڑا۔ پھر اس کا سر زمین پر تک گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے ٹھٹھا پڑ گیا۔

میں ستون کو چھوڑ کر رسونی کو چھیننے ہونے اپنے ساتھ لے کر دوڑنے ہوئے رولو کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو دلچسپ لگا۔ پتہ نہیں وہ کس قسم کا سا بنگ تھا جس کے کونے کا ڈیرے بڑا تھا کہ تمام دن پر اٹے پڑ گئے تھے۔ وہ اوتھوں میں بٹھا ہو کر ساری رات کوزانے کے بعد صبح تک اس جذبے سے زندہ تھا کہ جیسے بیٹی کہہ چکا ہے اس کی زندگی بچانے کے لیے بیان تک چھینتے ہوئے آئے گا اور وہ ادا تھا اور اس نے اپنی بیٹی کی جان ایک بار چھریا تھی۔ اس کی لاکش کے سامنے میرا ستر عقیدت سے جھک گیا۔

رسونی دونوں ہاتھوں سے منہ کو ڈھانک کر رو رہی تھی میں نے تھوڑی دیر تک اسے رٹنے دیا۔ ایک شخص نے باپ بن کر اپنا فرض ادا کیا تھا ادا اس فرض کی ادا ہو گئی بیٹی کو زندہ نادر آ رہا تھا۔ آخر میں نے رسونی کے شانے پر آڈ لکھ کر کہا کہ میر کرو۔ ہر روز ادا ہوا ہو چکا۔ اگر ہم باپ نہ کر رہ جائیں گے تو دشمن ہم تک پہنچ جائیں گے۔ وہ لوگ شام کی سیاں آنے والے ہیں۔ ہیں اس سے پہلے یہاں سے نکل جانا ہے اور اس سے بھی پہلے اس تھوڑی سے نجات پانے۔ رسونی نے رٹنے ہونے کہا۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی دشمنوں کی پردہ نہیں ہے۔ مجھے اپنی موت سے بھی ڈر نہیں لگتا۔ میں سسکے پہلے بابا کی آخری رسیں پوری کر دیں گی۔ سسکے پہلے اس کی چٹا کر اپنے ہاتھوں سے آگ لگائیں گی۔ پھر کوئی دوسرا کام کروں گی۔

میں نے اسے سمجھا یا۔ ہاوان نہ بنو میں جانتا ہوں۔

برلو کے ذریعے کے مطابق اس کی لاکش جلائی جائے لیکن ہم سوچ کر ایک تو میرے ہاتھ تھکڑی سے بندھے ہوئے ہیں میں کہاڑی لے کر دھت کاٹ نہیں سکتا۔ کڑواں جمع نہیں کر سکتا۔ ان کڑواں کو کاٹنے کاٹنے صبح سے شام ہو جائے گی۔ پھر بھی ہتکے لیے میں نرمانا اتنی کڑواں کھنی نہیں کر سکوں گا۔

تو کیا تم میرے بابا کو لے بی بی یاں سے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟

میں نے ہکا میں سڑلا کر کہا۔ نہیں میں ایسا کر ڈرتی نہیں ہوں۔ اس شخص نے بہت بڑی انسانیت کا جڑت دیا ہے۔ میں آسے یہاں دفن کر کے جاؤں گا۔ کافی احوال جلدی میں ہی ہو سکتا ہے لیکن میں جو کچھ بھی کروں گا اس کے لیے فرادی ہے کہ پہلے اس تھکڑی سے نجات حاصل کی جائے۔ ادا اس کے لیے ابھی ہم کالج کے اسٹور روم میں جا کر دیکھیں گے۔ شاید کوئی اوزار ایسا ملے جس سے یہ تھکڑی کھنک سکے۔ میں آسے سمجھا۔ اُدھر ادا ایسا ملے جس سے یہ تھکڑی کھنک سکے۔ ساتھ کالج میں لے آیا۔ وہاں اسٹور روم میں پہنچ کر جھنک نام سامان کی تلاش کی بیٹ سے لوہے کے اوزار تھے۔ اگر کوئی لوہے کی آری ہوتی تو اس سے تھکڑی کو کاٹ جا سکتا تھا۔ ادا نے علی البتہ ایک چھیننی ادا تھوڑی لی تھی۔ اس کے ذریعے بھی تھکڑی کو کھنی نہ کسی طرح کا نام جاسکتا تھا۔

اسٹور روم سے باہر آکر ہم کچے فرش پر بیٹھ گئے۔ میں نے رسونی سے کہا کہ اپنا ہاتھ فرش کے ساتھ لگا کر لگے اور دو سے ادا تو سے اس چھیننی کو تھکڑی کے درمیان لگے۔ میں تھوڑی سے ضربیں لگاؤں گا تو یہ آہستہ آہستہ لٹکی چلی جائے گی۔

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ چھیننی کو انجھپوں سے چوکھڑی تھکڑی کے درمیان دکھا۔ میں نے تھوڑی سے ایک زور دار ضرب لگائی تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ چھیننی کو چھینک کر اپنا ہاتھ جھنکے مٹی میری ایک ضرب لگنے سے اس کی انگلیاں جھنجھنا گئی تھیں۔ وہ ایسی ری اڈل تھی۔ ایسی ضربیں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے کہا۔ اگر تم اتنی نزاکت سے کام لو گی تو ہم ان لوگوں سے نہیں نکل سکیں گے۔ اپنے آپ کو سخت جان بنانے کی کوشش کرو۔ جھک ہے کہ تھوڑی سے ضربیں لگانے سے انگلیاں جھنجھنا اٹھتی ہیں لیکن صرف پہلے پہل

ایسا ہوگا۔ پھر تھیں برداشت کرنے کی عادت ہو جائے گی۔ چلو چھیننی کو چھو دو۔

اس نے انکار میں سڑلاتے ہوئے کہا۔ نہیں میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ میری انگلیاں دکھ رہی ہیں۔

میں نے سوچا۔ نرمی سے کام نہیں چلے گا۔ اس لیے آسے ڈانٹ کر کہا کہ وہ چھیننی کو اٹھا کر مضبوطی سے چکر لے میرے ڈانٹنے پر وہ بڑا مان گئی نرمانا کھنی سے منہ بھلا لیا۔ میں نے کہا۔ مجھ پر ہتھوڑی نرمانا کھنی کا ڈاڑھی اثر نہیں ہوگا جو کاٹنا ہوں وہ کر دو۔

اس نے مجبور ہو کر چھیننی کو چھریا اٹھا یا اور آسے تھکڑی کے درمیان کھانے لگا۔ ایک یا دیر زور دار ضرب لگائی اس کے ساتھ ہی وہ چیخ مار کر چھیننی کو چھوڑنے کے لئے روڑنے لگی۔ مجھے اس کے رٹنے پر ہنسی آگئی۔ وہ منہ پھیر کر روتے ہوئے بولی کہ میری جمودیوں کا مذاق اڑا ہے جو۔ بہت ہنسی آ رہی ہے۔ خرم نہیں آتی۔ اگر میں اس تھکڑی سے بندھی نہ ہتی تو ابھی تم سے منہ پھیر کر کہیں چلی جاتی۔ چھیننی ہتھوڑا سامانہ کرتی۔

میں نے تھوڑی اور چھیننی کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ فی الحال تو تم تھکڑی سے بندھی ہوئی ہو کہیں جانا نہیں سکو گی اور میں اس تھکڑی کو ہتھوڑی دے سکتا ہوں۔ اس کاٹ سکوں گا۔ یہ کوشش فضاں ہے۔ وقت ضائع ہوگا۔ چلو اٹھو۔ میں وہاں سے اٹھ کر اس کے ساتھ چھریا اسٹور روم میں گیا۔ وہ اپنے آندروں چھینتی رہی۔ میں نے کوئی توہ نہیں دی۔ وہاں سے ایک کمال اٹھا کر کالج سے باہر آیا۔ باہر آکر میں نے پہلے اپنا وہ بیگ لپٹ کر طرف دکھنے، پھر اس سے کہا۔ اسے میری پشت پر باندھ دو۔ ہو سکتا ہے کہ اچانک ہی کوئی دشمن آجائے۔ کم از کم یہ بیگ تو میرے ساتھ رہے گا۔

رسونی نے اس بیگ کو میری پشت سے باندھ دیا۔ اس کے بعد میں پھر اس اٹھٹے ہوئے ستون کے پاس آیا۔ وہاں میرے جوتے پڑے ہوئے تھے۔ میں انھیں پہننے لگا۔ مجھے ہر طرح تیار رہنا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں کون سا وقت کیسا ہوتا اور کس وقت ہمیں یہاں سے بھاگنا پڑنا ہے۔ میں نے جوتے پہن لیے۔ اس کے بعد ایک جگہ جا کر بردلو کی لاکش کے ذریعے ہی زمین کو کھودنے لگا۔ میں بڑھکھونے کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ بڑی

دشواروں کا سامنا کرنا پڑنا تھا کیونکہ ایک ہاتھ سے ہیں کمال نہیں جہاں کھتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے کمال چنانے وقت نہ سہرا تھا نہ سونتی کا ہونا تھا اور وہ کمال کی ہر طرف کے ساتھ جھٹکتے کھاتی تھی۔ ہتھکڑی میں چھسی ہوئی اس کی کلانی دیکھتے گنتی تھی اور وہ بار بار دیکھنے لگتی تھی۔ بڑی مصیبتوں سے میں نے ایک ہفتہ کوئی ایک چاندی کا کاج سے لاکڑاں میں برولہ کے جسم کو لپٹا اور اسے آہستہ سے قبر میں اتار دیا۔ اسے دفن کر کے مٹی پر برکرتے کے بعد میں نے اس کے مرنے والے ایک چھوٹی سی دستک کی شاخ نصب کر دی۔ پھر رستوں کے ساتھ چلنا ہوا۔ نکلے ہوئے انداز میں آکر کاج میں بیٹھ گیا۔ میں پچھلے رات سے بھوکا تھا۔ وہ دن خور سے سے بکٹ وغیرہ سے پرہیز کر کے کھالیے اور چھرا دے گھینے کے لیے لیٹ گئے۔

دن کے دس بجے تک ہم نے وہاں سے فرار ہونے کے تمام انتظامات مکمل کر لیے۔ کھانے کا ٹھوس سا سامان بیک میں رکھ لیا۔ زیادہ اس لیے نہیں رکھا کہ رستوں کو بوجھ نہیں اٹھاسکتی تھی۔ چھریا کو مرس زردی نے مجھے ایسی گولیاں دی تھیں جنہیں کھانے کے بعد چھریا میں گھنے تک جھوک نہیں لگ سکتی تھی۔ لہذا کھانے کی فکر نہیں تھی۔ دو برسے برسے تھرا اس میں پانی بھر لیا گیا۔ ایک تھرا اس کو رستوں سے اپنے شانے سے لٹکا لیا۔ دو گھنٹوں میں نے۔ برولہ کے پاس سے جو ریلوے لائن کا ڈنکوں کی پیٹی ملی تھی وہ میں نے اپنے پاس رکھ لی۔ اس کے پاس سے چھرا بھی برآمد ہوا تھا۔ وہ تھوڑی اور چھینی میں سے لیے ضروری تھی۔ میں نے سوچا کہیں کسی موقع پر یہ ہتھکڑی کو کھانے کے کام آسکتی ہیں اس لیے میں نے انہیں بھی بیک میں ڈال لیا تھا۔

دشمنوں نے کھانا تک انہیں رات کو دور نہیں سے بی گئے تو دو سو دن جو کہ پیاسے وہ چوبیس میں جلتے رہیں گے لیکن اس وقت دھوپ نہیں نکلی تھی۔ اہل جھانے ہونے تھے اور اب تب میں بارشس ہرنے ہی والی تھی۔ دس بج کر چھیس منٹ پر جب ہم نے سفر شروع کرنا چاہا تو اچانک ہی بارشس ہونے لگی۔ اس بارشس سے ایک بہت بڑا نقصان ہوا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جوشیز زخمی ہو کر سونا ادرمانہ کے پاس سے بیان تک آیا تھا وہ اپنے لہو کے وجہ سے رات میں چھوڑ آیا ہو گا۔ میں انہی وجہوں کے ذریعے اس جگہ پہنچ جائوں گا جہاں پچھلی رات سونیا ادرمانہ نے

قیام کیا تھا۔ پھر وہاں سے میں قطب نما دیکھ کر اس سمت ماؤں کا جس سمت وہ دونوں گئی تھیں۔ اس طرح میں اس پختہ سڑک تک پہنچ جاؤں گا۔

لیکن میرا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ بارشس زور پکڑنے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جنگل میں جہاں کہیں بھی نون کے دھبے ہوں گے وہ بارشس سے مٹ گئے ہوں گے۔ رستوں نے پوچھا: اتنی تیز بارشس ہو رہی ہے۔ ہم یہاں سے کیسے جاسکتے ہیں؟

اگر ہم یہاں سے نہیں جاسکتے تو فام تک وہاں بھی نئی مصیبتوں میں مبتلا کریں گے۔ بارشس ہو، طوفان ہو جو کچھ بھی ہو ہمیں یہاں سے اسی وقت نکلنا ہو گا۔ سو زور میں ایک مندرق کے اندر بلا تک کی چھری بڑی چاویلکا میں آؤ ہم انہیں نکال لیتے ہیں۔

چھریا نے یہی کیا۔ تقریباً اپنے گیارہ بجے ہم ایک کی بڑی سی چادر ایک ساتھ ادرمانہ کے پاؤں سے نکلے اور ایک سمت چلنے لگے۔ جلدی کوئی منزل کوئی راستہ نہ تھا یہی میں نے سوچ لیا تھا کہ قطب نما دیکھ کر کسی ایک سمت چلنا چاہاؤں گا کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی انسانی آبادی ضرور ملے گی۔

بت و پیک اور بہت دور تک چلتے چلتے بعد رستوں نے پوچھا: فراد ہم تک کب تک چلتے رہیں گے؟

جب تک تمہارے قدم تھیں آگے بڑھنے نہیں گے۔ ہم بڑھتے رہیں گے۔

اگر تکھا جاؤں تو؟

تو تم لینے کے لیے ذرا بیٹھ جاؤں گے۔ رات آئے گی تو کبھی صبح کرنے کا انتظام کر لیں گے۔ اس کے بعد چھریا چل پڑیں گے۔ اس وقت تک چلتے رہیں گے جب تک کہ کوئی انسانی آبادی نظر نہیں آئے گی۔ ہم جتنی دور تک چل سکتے ہیں۔ جتنی تیزی سے چل سکتے ہیں اتنا ہی ہار لے بترہہ ہم اپنے دشمنوں سے میلوں دور ہونے چاہتے ہیں گے۔

وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں نے سونا ادرمانہ سے رابطہ قائم کیا۔ ان دونوں سے جب بھی راہ قائم کرنا تو باری باری ان کے دماغ میں پہنچتا تھا۔ ہر کسی کو شکایت نہ ہو۔ میں نے سونیا سے پوچھا: اب کتنی دور گئی ہے تمہاری آبادی؟

یہی ابھی تک آبادی کا نام دشمن نہیں ہے۔ کوئی گاڑی بھی اس سڑک پر سے نہیں گزر رہی ہے لیکن امید ہے کہ ہم پندرہ تک یا فام تک ضرور کسی نہ کسی آبادی میں پہنچ جائیں گے۔

میں نے کہا: اس وقت ہم جنگل کے جس حصے سے نکلے ہیں وہاں تیز بارشس ہو رہی ہے۔ رستوں سے ساتھ ساتھ تھکڑی میں بندھی ہوئی ہے۔ بے چاری نے بھی اسی مصیبتیں نہیں اٹھانی تھیں۔ وہ مجبوراً ایسے حالات سے گزر رہی ہے۔ تمہاری سوچ سے پتہ چل رہا ہے کہ تم جس علاقے سے گزر رہی ہو وہاں بارشس نہیں ہو رہی ہے۔

وہاں یہاں بادل چھانے ہونے ہیں بارشس کے آثار ہیں لیکن یہی قیمت ہے کہ ہم چھینے سے محفوظ ہیں۔

سونا میں نے اس وقت ایک اہم بات کہنے کیلئے تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں نے پچھلے رات کی روڈ کو تھیں مٹا دیا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ دشمن ایک کیٹ ریکارڈر سے پاس چھوڑ گئے تھے۔ میں نے کیٹ سے ابھرنے والی جو اڑاڑیں سنی اس کو بھی مختصر طور پر مختص سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں اس کی ایک اہم بات میرے دماغ میں بار بار چھو رہی ہے۔ دشمن کی طرف سے کیا گیا ہے کہ وہ لوگ براہ راست ہسی واسطہ مجھ سے کالم لے رہے ہیں اور انہیں میری ذات سے فائدہ پہنچا رہا ہے۔ میں اس وقت سے یہ سوچ رہا ہوں کہ یہی کس طرح ان کے کام آ رہا ہے؟ وہ لوگ کیسی چالیں چل رہے ہیں؟ لیکن یہ بات تمہارے دماغ میں ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ تم بھی اس سبیل پر غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ دشمن مجھ سے کس طرح اپنا کام نکال سکتے ہیں؟

وہ آئندہ میں سہرا کر لوں گی۔ واقعی یہ بات بہت اہم ہے۔ تمہاری باتیں سننے کے بعد میں لگتا ہے جیسے ہم سب کو اس جنگل میں پہنچ کر کسی نہ کسی طریقے سے اجنبی بنا جا رہا ہے اور ہم سے کوئی کام نکالا جا رہا ہے۔ اس بات پر ایشیا بھگت سے غور کرنا ہو گا اور میں کر رہی ہوں۔

اب ایک بات اور سن لو اور وہ یہ کہ مرمانہ کو اس پناہ گاہ کے پاس دینا چاہیے۔ ساتھ ساتھ لاکھ تین چھوڑنا سب کچھ میرے ذہن میں ہے۔ تم میرے کہ اوپر سے مرمانہ کو ادرمانہ سے ساتھ پاکستان روانہ کر دیا جائے تو وہاں ضروری ہوگی رہیں گی۔ ہم اس جنگل سے نکلنے کے بعد دشمنوں کے پاس سے اور کچھ عرصہ وہیں قیام کر لیں گے۔ وہ میرا دل ہے یہی سمجھتا ہوں کہ ہم سب وہاں محفوظ نہ کیسے گے

دشمنوں کا ہم کو مذاکرہ کر سکیں گے۔ اگر تمہیں میری رائے سے اختلاف ہو تو مجھ سے اس سلسلے میں بحث کر سکتی ہو۔ میں بھی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں اسی نکتے پر غور کروں گی کہ دشمن کیسی چالیں چل رہے ہیں اور کس طرح ہم سے کام لے رہے ہیں۔ دو ایسے دونوں ماں بیٹی کا تحفظ اسی میں ہے کہ انہیں پاکستان پہنچا دیا جائے۔ نہ مرمانہ کے ساتھ جنگ لگی اور دشمنوں کا شکار ہوتی ہے گی اور نہ ادرمانہ کے ساتھ ہائی اسٹریٹس ٹروٹی وغیرہ کی محتاج رہیں گی۔ دونوں ماں بیٹی کو واقعی اب پاکستان پہنچنا چاہیے۔ میں اسے سمجھاتی ہوں۔

تم ابھی مرمانہ سے کچھ نہ کہو۔ میں اس سے باتیں کر رہا ہوں۔ جب وہ نہیں ملنے کی تپ تم بھی اپنے طور پر بات سمجھانا اور یقین دلانا کہ ہم سب پاکستان پہنچنے والے ہیں۔ میں سونیا کو چھوڑ کر مرمانہ کے پاس آ گیا۔ میں نے اسے تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔ پھر اسے احساس دلایا کہ سونا والو لاکھ ماہر مرس ٹروٹی وغیرہ کی حفاظت میں ہی نہیں ہم میں سے کسی کو ان کے پاس دینا چاہیے۔ اب دو سونیا کے ساتھ کسی آبادی میں پہنچنے والی ہے لہذا اسے اپنی اتنی کے پاس پہنچنا چاہیے۔

اس نے پوچھا: میں تمنا اپنی اتنی کے پاس جاؤں گی۔ کیا تم مجھ سے چھوڑ جاؤ گے؟

میں نے کہا: سونیا مرس ٹروٹی وغیرہ سے رابطہ قائم کر کے تمہارے پاکستان جانے کا انتظام کرے گی۔ ادرمانہ تمہاری اتنی کو بھی پاکستان بھیجا جائے گا۔ تم دونوں وہاں رہو گی پھر ہم اس جنگل سے نکلنے ہی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ فراد، کہیں تم مجھے بھلا تو نہیں لے ہو یا مجھ سے چھوڑنا چاہتے ہو؟

ادمانہ باتیں نہ کرو۔ جھلا تم سے کیوں چھوڑنا چاہوں گا میں تو تمہاری اتنی کی جھلائی کے لیے کلمہ ہوں۔ میں اپنا اتحاد بنانے کے لیے ایک مناسب جگہ کی ضرورت ہے اور وہ مناسب جگہ ہمارا اپنا وطن ہے۔

وہ رستوں کے ساتھ جنگل میں جھنگ لہے ہو میں اتنی کے پاس پاکستان میں رہوں گی، سونیا آبادی میں پہنچ کر کیا کرے گی؟

وہ آبادی میں پہنچ کر ایک مرسنگ ٹیم بنائے گی۔ پھر ہمیں ٹاکشس کرنے کے لیے دوبارہ اس جنگل میں آئے گی اور ہمیں ڈھونڈنے کا ملے گی۔



ابھی بات ہے۔ اگر تم سوئیا اور رستوئی کے ساتھ پاکستان آنے کا عزم رازدہ کر لیجئے، تو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں بیان سے علی حاد کی گئی۔

مرحانہ کے راضی ہونے پر میں نے محسوس کیا، جیسے میرستہ زریے بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ جلال بیگ ان ماں بیٹی کے پیچھے ضرور پاکستان چلے گا۔ اس لیے میرا بھی یہ جنت ارادہ تھا کہ اس جنگل سے نکلنے ہی میں اپنے وطن جاؤں گا۔ جلال بیگ کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے اس کی تصویر یاد آئی۔ میں نے موس ٹروٹی کے دماغ میں پیچ کر رکھا تھا، یاد آتا کہ جلال بیگ کی تصویر کے متعلق معلومات حاصل کروں لیکن میں رستوئی کے ساتھ چلتے چلتے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ماسٹر موس ٹروٹی کا دلخ نبی مل رہا تھا، میری سوچ وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی، ظاہر ہے اس کا مطلب یہی تھا کہ موس ٹروٹی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

رستوئی نے پوچھا، کیا بات ہے تم کیوں رگ گئے؟  
 وہ جو پریس میں ماسٹر موس ٹروٹی تھا، جس نے ہمارا بڑا ہی نشان دار استقبال کیا تھا۔ وہ بچارہ مر گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک ایسا کیسے ہو گیا۔ ٹھیر وہیں معلوم کرتا ہوں مگر جیس چلتے رہنا چاہیے۔

میں نے رستوئی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے روم کے ماسٹر کے دماغ میں پہنچا یا لیکن میری سوچ کی لہریں ادھر ادھر چبک کر رہ گئیں۔ میں چلتے چلتے چھوٹے افسانہ لکھ گیا کیونکہ روم کا وہ ماسٹر بھی مر چکا تھا۔

رستوئی نے ہلرائی سے پوچھا، اب کیا بات ہو گئی؟  
 کیا بتاؤں؟ میری خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ روم کا ماسٹر بھی مر چکا ہے، یقیناً وہ دونوں ماسٹر بھی ساڑھس کا شکار ہوئے۔ میں چلو، آگے بڑھتی دو۔

میں چھراؤں کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ان چھ محافظوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا جو پریس سے میرے ساتھ روم تک قیدی بن کر آئے تھے، اس ایک محافظ کی سوچ بڑھنے سے پتہ چلا کہ یہاں روم کے ماسٹر کی رہائش گاہ میں بڑی اینری پینل لگی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اس ماسٹر سے دشمنوں کا راز بردوست مقابہ ہوا ہوگا۔ لہذا ساری چیزیں الٹ پلٹ تھیں۔ چھ پتہ چلا کہ دشمن اپنے ساتھ کچھ نہیں لے گئے صرف ایک تصویر تھی، جو بلا کر اسی ماسٹر کے کمرے میں چبک دی گئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس کی تصویر تھی۔ وہ محافظ نہیں

مانتا تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ وہ جلال بیگ کی تصویر ہوگی اور اسے حاصل کرنے کے لیے دشمنوں نے ادھر روم کے ماسٹر کو اور ادھر پریس کے ماسٹر کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ جلال بیگ کی تصویر یہاں سے وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ روم میں ہی جلال بیگ ہلاک ہو گئی۔

خطرہ بڑھ گیا تھا۔ دشمن کے ذرائع بہت وسیع تھے کہ وہ ہٹے پھرتے ذرائع استعمال کر کے دُور دُور تک پہنچا کر اپنے نئے نئے شہر ماسٹر کی تنظیم کے دوام ماسٹروں کو انھوں نے جس انداز میں ہلاک کیا ہو گا، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے لیے بڑی سے بڑی جہم سر کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ماسٹر کی تنظیم کا کوئی بھی ماسٹر کوئی معمولی شخص نہیں ہوتا۔ وہ بڑا ہی باصلاحیت ثابت ہی ذہین اور بہت ہی افسانہ نویس ہوتا ہے اس کے آگے پیچھے کتنے ہی مسلح مجرموں کو ہتے ہیں۔ وہ دُور دُور تک اپنے کاموں کو انجام دینے کے لیے ذرائع قائم کر سکتا ہے، اس کے پاس جی ہڑے پرامر ذرائع ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ماسٹر ماشے گئے تھے۔ اس طرح یہ سوچنا پڑتا تھا کہ چھ ماسٹرہ فائو کی کیا اہمیت ہوگی۔ جہاں تو پتہ لگا گیا ہے اس پر سے کوئی دشمن دیکھنے ہی دیکھتے توڑ دیں گے۔

یہ سوچتے ہی میں ساٹھہ بانو کے پاس پہنچا۔ وہ غزیت تھیں، ان کے اطراف پھر وہی بڑا سخت تھا۔ لیکن ماسٹر موس ٹروٹی مارا گیا تھا، لیکن اس کے تحت ہمارا پناہ فرسٹ ادا کر رہے تھے۔ میں نے انھیں مخاطب کیا، یہ اتنی اسلامی عظیم ہیں فریڈولر رہا ہوں، وہ کچھ نہیں اپنے لیے کھانا تیار کر دے تھیں، میرے مخاطب کرنے پر چونک گئیں۔ پھر فرسٹ نے اتنی ویرینک کا غائب تھے۔ تھا رائل سے انتظار کر رہی ہوں۔ میں بڑی مصیبتوں میں پھنس گیا تھا۔ اب آپ کی دعا سے برکتاً ہوں، مرزا جی بالکل تیرے سے ہے۔ اب وہ جنگل سے نکل کر کسی آبادی میں پہنچے ہی وائی ہے۔ میں اس سے پھرا ہوا ہوں لیکن سوئیا اس کے ساتھ ہے، ہم نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اور مرزا جی کو جلازادہ پاکستان جانا چاہیے۔ اس کے بعد ہم جی وہاں پہنچ جائیں گے، لہذا آپ پاکستان جانے کے لیے تیار دیاں کر لیں، کسی وقت جی اچانک ہی آپ کو وہاں سے روانہ ہونا پڑے گا، جو اہم چیزیں وہاں سے لے جا سکتی ہیں، انھیں پیلے سے اپنے ساتھ لیں، میں رکھ لیجیے۔ میں ابھی مرزا جی سے رابطہ قائم رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم

کرنا چکا۔ اجازت دیجیئے۔  
 میں ان سے اجازت لے کر سوئیا کے پاس پہنچا، میں نے اسے ماسٹر موس ٹروٹی پر کھینچے بلکہ مارا گیا ہے۔ سوئیا نے بڑی حریفی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا، یہ سب جلال بیگ کی تدبیر کی وجہ سے ہوا ہے، دشمن نہیں چاہتے تھے کہ وہ تدبیر موس ٹروٹی ویفر کے ذریعے بچ سکے۔ اس تصویر کو ماسٹر کرنے کے لیے انھوں نے دونوں ماسٹروں کو قتل کر دیا، وہ تصویر جلا زوائی، افسوس جلال بیگ تک پہنچنے کا ایک ذریعہ تھا، دشمنوں نے اسے مٹا دیا، کیا تم موس ٹروٹی کے علاوہ کسی اور ماسٹر سے رابطہ قائم کر سکتی ہو؟

”ہاں اسپین ترکی، لیڈان، برزنی کسی بھی ملک کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں لیکن اس کے لیے مجھے کسی آبادی میں پہنچنا ہوگا، جو اس منزل پر بہت دیر سے چل رہے ہیں، پورا جی خامی رفتار سے چل رہے ہیں پھر بھی ابھی تک کسی آبادی کا نام و نشان تک نہیں لاسے دیکھتے ہیں کیا ہوا ہے؟ میں سوئیا کے پاس سے واپس آکر رستوئی کے ساتھ چلے ہوئے سوچنے لگا کہ کیا کیا جانے؟ اچانک مجھے یاد آیا، اب میں پریس سے روانہ ہو رہا تھا تو اس وقت دو محافظ کے ماسٹر تھے، ملاقات کرنے کے لیے آئے تھے۔ ماسٹر موس ٹروٹی نے ان کا تعارف کر دیا تھا۔ ان کا خیال آتے ہی، لیڈان کے لب لہجے کو یاد کرنے لگا، تھوڑی دیر کو کوشش کرنے کے بعد میں نے ایک ماسٹر کے لب لہجے کو پکڑ کر اپنی زبان کو اس کے دماغ تک پہنچانے لگا۔

اس ماسٹر کو تعلق لندن سے تھا اور وہ ان دنوں پریس لگا رہا تھا، اس کا نام جارج ماچھو تھا۔ میں نے اس کے نام میں پہنچ کر کہا۔ بیلو ماسٹر جارج ماچھو، کیا میرے لب لہجے کو پہچان رہے ہو، میں فریڈولر تھوڑا ہوں؟“  
 وہ ایک دم سے چونک کر اپنے کمرے میں ادھر ادھر بھاگنے لگا، اسے یقین نہیں آ رہا تھا، وہ اپنے سر کو تھپاتے ہوئے کہتا تھا، یہ میں فریڈ صاحب کے لیے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟ کیوں اپنے آپ کو مخاطب کر رہا ہوں؟“  
 میں نے کہا، یہ تم نہیں سوچ رہے ہو، یہ فریڈولر کی طرف سے اور اس وقت فریڈولر سے مخاطب ہے۔ اس بات کو یقین کر لو۔ ورنہ یقین دلانے کے لیے مجھے تمھارے ساتھ لکھنا پڑے گا، میں کیسے یقین کر رہی ہوں گی۔  
 اس کی سوچ نے کہا، میں کیسے یقین کر رہی تھی یقین کرنا چاہتا ہے۔

میں نے اسے یقین دلانے کے لیے وہی ہتھکنڈے استعمال کیے، جیسا کہ دوسروں کے ساتھ کرتا رہا تھا۔ شراب لہا رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے بول کرادی۔ وہ بھٹکا ہوا تھا۔ میں نے اسے کھلا کر دیا۔ میں اسے بتا جاتا تھا کہ اب وہ ایسی حرکت کرنے کا اور وہ ویسی ہی حرکت کرتا تھا، تب اس نے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر کہا، جی ہاں فریڈ صاحب میں نے مان لیا، آپ کیسے دماغ میں مہرزد ہیں، فریڈانے کیا حکم ہے؟“  
 میں نے معلوم کیا ہے کہ ماسٹر موس ٹروٹی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

”جی ہاں انھیں کسی نے قتل کر دیا ہے، بہت ہی دلنا ہیں کہ ماسٹر کے جنگل میں کوئی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا تھا، ان کا نقل پڑھے ہی پورا راز چھپے سے ہوا ہے۔“  
 اب میں اس نقل کی تفصیل معلوم نہیں کر سکا، کیونکہ میں ایک بہت ضروری کام آپ سے لینا چاہتا ہوں۔  
 ”حکم کیسے نیا حاضر ہے۔ پورا راز کھم ہے کہ اب کی طرف سے یا سوئیا کی طرف سے جو بھی خبر ملے یا جو بھی حکم ہو اس پر فوراً عمل کیا جائے۔“

میں نے کہا، یہاں ساٹھہ بانو کے اطراف سخت پرہیز ہیں، میں مطمئن نہیں ہوں، کیونکہ ماسٹر موس ٹروٹی بھی بڑی سخت ہیں رہتے تھے، بھال میں چاہتا ہوں کہ وہ آج ہی پریس سے باہر چل جائیں، آپ انتہا کیسے کسی ایسے طریقے سے انھیں سہتار ل جائے جو پاکستان جا رہا ہو، میں ساٹھہ بانو کو جلازادہ جلد پاکستان پہنچانا چاہتا ہوں۔“

اس نے کہا، ”آپ کا حکم سزا کھوں پر۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں معلومات حاصل کر کے اور انتظامات کر کے آپ کو بتاؤں گا، میں آپ سے کیسے رابطہ قائم کروں؟“  
 میں خود آپ سے رابطہ قائم کروں گا، آپ فوراً انتظامات کریں۔

میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ رستوئی نے پوچھا۔  
 ”کہاں کہاں آئے جو کچھ مجھے ہی بتانے چاہیے، پورا راز سزا کھنا چاہیے۔ میں گورنمنٹ کی طرح بالکل کیلنٹی جا رہی ہوں۔ میں جگہ جگہ بھا ہوا ہوں۔ حالات کچھ ایسے ہی ہیں، دشمنوں کی گرفت بڑی مضبوط ہے، انھوں نے ایسا حال بچھایا ہوا ہے کہ ہر آگے چلے جائے ہیں۔“  
 اہل اسے بتانے لگا کہ وہاں ماسٹروں کے ساتھ کیا ہوا ہے اور ساٹھہ بانو کس طرح خطرات میں پھری ہوئی ہیں اور

میں ان ماں بیٹی کو پاکستان روانہ کرنے کے بعد یہ اولاد کو رہا ہوں کہ ہم سب بھی پاکستان چلے جائیں گے۔ وہ تمام ہائیں سننے کے بعد برلن پہنچے تھے جہاں بھی لے جلیں یہیں چلوں گی لیکن یہاں سے آگے نہیں چل سکتی میرے پاس ڈکنڈ گئے ہیں۔

• دیکھو سوتی۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے کبھی ایسی مصیبتوں والی زندگی نہیں گزارا لیکن اس وقت تو تمہیں بہت سے کام لینا ہوگا۔

• میں تجھ سے اساتذہ کرتوت سے کام لینا کھینچ جا رہی ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں اپنا کبھی ٹائزنگ کی بیٹی بن جاؤں اور کھینچے ٹائزنگ نہوں۔ کچھ دیگر نوجوان بچے چلنے اور چیلوس منٹ جیٹوں کی چھڑے گئے چلوں گی۔

میں نے مسکرائے گا۔ چلو ٹھیک ہے۔ اس وقت کے سامنے میں پیچھے ہٹاؤ پارکش بھی قائم ہی ہے۔

• ایک وقت کے سامنے میں آگے۔ جنگل کی بریلیاں پارکش کی دوسرے طرف ہو رہی تھی۔ ڈونک تھا بائیں طرف ڈھلوان نظر آ رہی تھی لیکن اتنے کھینچے وقت تک کہ ہم وہاں تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔ رسوئی نے ایک پتھر پر بیٹھے ہونے کہا۔

• غیبت اساتذہ لہجے سے یہ مصیبت ہے کہ تمہاری کاساس پر قرار دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تم اساتذہ میں جو سب ڈیکھو شمالی ترانی میں مصروف رہتے ہو کبھی تو اپنے ہم سفر کی طرف دیکھو یا کہ وہاں تو بائیں اور ہوجاتی ہوں؟

• کیا تم جا رہی ہو کہ سونیا، مرزا اور اساتذہ بانو دیو کی خبر دیا کروں؟

• میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا کرو۔ میں تو میری اور بھوک شکیا بہت کر رہی تھی۔ ڈرا گھڑی دیکھ کر تاؤ بہت کم دینا تک چلتے تھے ہیں؟

• میں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ ابھی تو صرف دو گھنٹے ہونے ہیں؟

• تم دو گھنٹے تو صرف کہہ لے ہو۔ میں تو زندگی میں کبھی اس طرح نہیں چلی ہوں؟

• میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ اب تم مجھے باتوں میں الجھا رہی ہو؟

• نہیں تمہیں آزادی ہے خیال ترانی کو۔ بے شک تمہارا فرض ہے کہ جلد از جلد اساتذہ بانو کو واپس سے نکال دو۔ واپس خط ہے؟

میں نے جارحانہ لہجے میں کہا کہ اساتذہ کے پاس پہنچ کر اس کی سوج

کہ پڑھا۔ وہ کوششوں میں مصروف تھا۔ اس نے معلوم کیا کہ آج پاکستان سے گزرنے والے کبھی نہیں چلائے ہیں مسٹر نیلسن۔ لہجی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر ڈکنڈ ڈیکھنے کا کہنا سیدھا میں لہجی ہے تو اپنے خاصی ذراغ اختیار کیا کیجئے کسی بھی طرح ایک سیدھا طنی چاہیے۔ اساتذہ بانو کو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

• فردا صبح آپ اطمینان رکھیں۔ میں پوری کوشش میں ہوں۔ فردوسی نہ کسی جھانے میں سیدھا حاصل کر لوں گا۔ آپ اساتذہ بانو کو تیار رہنے کی ہدایت کریں۔

میں پھر اساتذہ بانو کے پاس گیا۔ اتنی میں آپ کی روانگی کے انتظامات کرنا شروع کر دیوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آپ کو اطلاع ملے گی کہ آپ کو کس جھانے میں سفر کرنا ہے۔ یہاں تیار رہیں۔

یوں تو میں دن رات خیالی ترانی میں مصروف رہت ہوں لیکن میرا وہ دن بڑی مصروفیت میں گزارنا چاہتا تھا کہ تو اس جھانک جنگل سے میں رسوئی کے ساتھ گزرتا جا رہا تھا اس جنگل کی آخری حد کو پہنچنا چاہتا تھا اور پہنچ نہیں پاتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اتنے والے کسے تھے۔ میں کون کی مصیبت سامنے آنے والی ہے۔ مجھے ذہنی طور پر رسوئی کے ساتھ اس جنگل میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ پھر میں دماغی طور پر واپس سے غائب رہنے پر بھی مجبور تھا۔

تھوڑی دیر بعد چن چلا کہ ایک جھانے میں اساتذہ بانو کے لیے سیدھا ریزرو ہو گئی ہے۔ اب تمہیں واپس سے گزرنے کے لیے کچھ احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا پڑتا تھا اور وہ کہ اساتذہ بانو کے پاس جھانک آیا جاتا تھا لیکن ایک نئی پاسپورٹ کے ذریعے واپس سے پاکستان روانہ کیا جاتا تھا اس طرح دشمنوں کو یہ پتہ نہ چلا کہ وہ یہاں سے باہر جا رہی ہیں میں مرزا کو یہ بات ننانے کے لیے اس کے اور سونیا کے پاس پہنچی تو پتہ چلا کہ انہیں دو دن آدھی کے آٹھ گھنٹے رہنے ہیں۔ کچھ جانور دکھائی دیے ہیں اور بدلتے چھوٹے ممال نظر آ رہی ہیں میں نے مرزا کو بتایا کہ اس کا اتنی کے لیے ایک جھانے میں سیدھا ریزرو ہو چکی ہے اساتذہ بانو سے واپس سے روانہ ہو جائیں گی۔

میں نے سونیا سے کہا۔ یہ ابھی بات ہے کہ تم وہاں کسی آبادی میں پہنچ رہی ہو۔ اگر وہ چھوٹی ہی جگہ ہے۔ ابھی واپس یہ پتہ چلا کہ تم لوگ کس علاقے میں اور وہاں سے قریب ترین شہر کون سا ہے۔ جب مجھے پتہ

میں معلوم ہو گا تو میں پیرس کے قائم مقام ماسٹر جارح یا پتھر سے رابطہ قائم کر کے اسے بتاؤں گا کہ تم دونوں کس شہر میں رہاؤ جارح کس طرح اس علاقے کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے پر تیار ہو کر پاکستان پہنچنے کے انتظامات کر سکتا ہے یا نہ ہو۔ وہ راست پیرس سے روانہ ہو جائیں گی۔

• میں نے اساتذہ بانو کو ہائی پتھی کی جھانک دکھا کر کہا۔

• میں ایک بار پھر ماسٹر جارح یا پتھر کے پاس پہنچا۔ اس نے بتایا کہ پیرس میں ایک پاکستانی خاتون ہیں جن کا نام مس ڈکنڈ افزہ ہے۔ وہ اس لیے مس کڈائی ہیں کہ پتھیں ہیں کہ یہ وہی ہے جس کی شادی نہیں کی ہے۔ ان کے مقابلے میں اساتذہ بانو میں برس بڑی ہیں۔ تین برس کا فرق کرنی زیادہ فرق نہیں رہتا۔ ایک آپ کے ذریعے ان کو باسانی میس ڈکنڈ افزہ بنا دیا جاسکتا ہے۔ ہالہ آدیوں نے مس ڈکنڈ افزہ کو کال میں جھانک اساتذہ بانو کے بیٹھے میں پہنچا دیا ہے۔

• واپس میں ڈکنڈ افزہ بانو کو ڈکنڈ گئے رہی ہیں اپنے منقبت رہی ہیں کہ وہ اس انداز میں گفتگو کرتی ہیں۔ اور اپنی خوشیوں کا مظاہرہ کرتی رہتی ہیں انہیں سیدھی خوشی کہتی چاہیے۔ جب وہ پاکستان پہنچ جائیں گی تو پھر وہ اپنی عادت کو اختیار کر سکتی ہیں۔

• سبے جارح اساتذہ بانو نظر نہ بھیج رہی ہیں۔ ان کے لیے شروع نہ کھل تھا لیکن وہ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے اپنی عادت کو بدلنے کی کوشش کر رہی تھیں اور ہنسنے نہ سکتے تھے۔

• اس بات پر طنز پر غصہ اور اس کے دماغ کو کسے نہیں اس ڈکنڈ افزہ کی خصوصیت یہی تھی کہ وہ بڑی زندہ دل تھی، اختیارات اور رسواؤں کی دنیا میں ایک خطرناک شہر کی ڈکنڈ افزہ کی حیثیت سے مشہور تھی۔ وہ ایسی ایسی پھوشن کی۔

• غریب آبادی کو لاتی تھی کہ اخبار والے جارح معاوضہ نہ کر دے

• غریب خریدنے پر مجبور ہو جاتے تھے اس نے یورپ کے کھنے بھی دولت مند اور مشہور ستیوں کی ایسی تصویریں اتار کر رکھی تھیں ان تصویروں کی بدلت دولت مند اور مشہور لوگ بگڑ رہے تھے۔ وہ سب تک ہیں جاتی تھی وہاں کے ماسٹر خاص خاص متعین پیرس کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ اس جارح اساتذہ بانو کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کی جا رہی تھیں یعنی اس بار مس ڈکنڈ افزہ نے تصویریں نہیں اتار لی تھیں اور نہ ہی کسی کی تصویریں اتارنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس لیے اس وقت تک اساتذہ بانو کے بیٹھے میں چھپ کر رہتا تھا جب تک اساتذہ بانو پیرس سے پرواز نہ گئے پاکستان

• پہنچ جائیں۔

اس فوٹو ڈکنڈ افزہ خانوں کا نام بھی عجیب تھا۔ افروزہ کے ساتھ ڈکنڈ کا لفظ لگا ہوا تھا اور یہ لفظ اساتذہ بانو کی سیدھی گرجا گھر کا تھا۔ ویسے دیکھا جائے تو اساتذہ بانو نے خود پیرس کی جارح کر رکھی تھی اور وہ اتنی زیادہ بڑھی تھی نہیں تھیں۔ اساتذہ بانو کی عمر اس عمر میں ہمارے ہندوستان اور پاکستان کی بیرونی فلموں میں کالج گرل کا دل ادا کرتی ہیں۔

• میں نے ان کے دماغ میں پہنچ کر کہا تھا جب حالات آپ کو شروع اور ایک تیز طرار خانوں ہنسنے پر مجبور کر دے ہیں تو آپ کو ضرور بنا جیالیے جو لوگ حالات کے مطابق نمود کو بدلنے رہتے ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے اور بڑی بڑی مصیبتوں سے گزرتے ہیں۔ بولیں بھی آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ ہم آپ سے جیسے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ بائیں ہی عمر خانوں میں گزرنے رہیں۔ اپنی عکسے مطابق شروع رنگ کے کہتے ہیں۔ آپ کے بال اگر کہیں سے سفید ہیں تو انہیں سیاہ کر لیں۔ عموماً کہ خود میں جوانی کی حرارت پیدا کر لیں۔

• میں امید کرتا ہوں کہ آپ ضرور ایسا کریں گی۔

• وہ بولیں۔ بیٹے۔ میں کوشش تو کر رہی گی۔

• ڈکنڈ افزہ ہنسنے میں دیکھ کر اس لیے کبھی نہیں گئے گی کہ اتفاق سے لوہا مرحوم نے مجھے بہت کچھ سکھا یا ہے۔ میں بہترین تصویریں اتار لیتی ہوں اور پھر انہیں کامیاب بنانا دیکھتی ہوں۔ اگر کچھ مجھے نہیں سیدھی ہے لیکن بیٹی سے ملنے کی خوشی میں شونہ بھی آسکتی ہے۔ میں ایسا کر لوں گی لیکن بیٹے ایک بات سے ذرا بچا بہت ہوتی ہے۔

• وہ کیا بات ہے؟ مجھے بتائے؟

• وہ بچکتے ہوئے بولیں۔ دیکھو نامیسا ڈکنڈ ایک جوان بیٹی ہے اس نے اگر مجھے ایک جوان عورت کے ساتھ کہا ہے میں دیکھ لیا اور مجھے شرمیاں کرتے ہوئے پایا تو وہ کیا سوچے گی۔ مجھے تو شرم آتی ہے؟

• میں اتنی آپ کی ایسی باریک بینی میں مرزا تو بہت خوشش ہو گی۔ آپ بغیر کسی شرم اور بچکائی بہت سے خود کو بدلنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کے پاس پھر آؤں گا۔

• یہ کہہ کر میں ان کے پاس سے دماغی طور پر جنگل میں واپس آ گیا تو رسوئی نے مجھے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

• یہ بخاری خیالی ترانی بعض اوقات بڑی فائدہ مند ہوتی ہے۔ دیکھو نامیسا ڈکنڈ اس منٹ کا وقت دیا تھا کہ میں یہاں

بیٹھ کر اپنی ناخچیں سیدھی کر سکتی ہوں لیکن تم آگے گھٹنے سے مصروف ہواؤ میں آرام کر رہی ہوں ؟  
میں نے جھکڑی والے ہاتھ کو بلکا سا جھکا کر کہا : بہت آرام کر رہیں۔ چلو ہتھو پہنیں۔ پھر میں نے تمام سامان اپنے اوپر لاد لیا۔ کچھ میری پشت سے بندھا ہوا تھا۔ کچھ میسرے دونوں شانوں پر لٹکا تھا۔ ریلا اور بولسر میں تھا لیکن دوسرے چھوٹے چھوٹے سامان دونوں ہاتھوں میں بچکڑے رہتا تھا۔ رستوئی نے صرف کھانے کا خیر لٹھا رکھا تھا۔ ہم وہاں سے آگے بڑھے اور چلنے کے دوران میں سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ دونوں جیشیوں کی ایک چھوٹی سی لبتی میں پہنچ گئی تھیں۔ وہاں ہر طرف کالے کالے مرد، عورتیں اور بچے نظر آ رہے تھے۔ سونیا نے دو چار لوگوں سے انگریزی میں دریافت کیا کہ وہ کون سی لبتی ہے ؟ اور وہاں سے تو تیرا تازین شہر کون سا ہے ؟ یہیں اس کی زبان کوئی نہیں سماتا تھا۔ اس نے اشاروں سے اپنی بات کا حراب طلب کیا۔ ایک بوڑھے نے اشارے کی زبان میں ان سے کہا کہ وہ دونوں ابھی ایک چھوڑ بڑی میں آرام کریں پھر انھیں سب کچھ بتایا جائے گا اور انھیں کسی شہر تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دیا جائے گا۔ ویسے اگر ان کے پاس کھانے پینے اور پینے کی کچھ چیزیں ہوں تو وہ جی دالوں کو کچھ کھانے والا کر خوش کر سکتی ہیں۔

سونیا نے کہا : ہمیں جو بھی شخص کسی بڑے شہر میں رہے تو ہم اُسے لینے یہ گھر لے، پھر اور تمام سامان لے کر آئیں گے۔ اس کی باتیں سمجھنے کے دوران جیشیوں کی جھپڑ میں ایک شخص ناراض ہوا۔ اس نے اشاروں سے سونیا اور مرجانہ کو ایک طرف چلنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے چلنے لگیں۔ ایک بڑی سی چھوڑ بڑی کے پاس پہنچ کر اس نے اس بڑے سے دعا مانگنے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سونیا اور مرجانہ کو دروازے کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ سونیا آگے بڑھی پھر اس دروازے کو دھڑا کھول کر جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف لے کر خوش ہو کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اس چھوڑ بڑی کے اندر ایک جیب کا کھڑی بونی تھی۔ سونیا نے اندر پہنچ کر اس کے اچھی کو جھیک کیا۔ پرنٹل کی ٹنگی دیکھی۔ پرنٹل بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ ڈبوں میں بھی پرنٹل محفوظ تھا۔ یہی کسی شہر تک پہنچنے کے لیے ایک تیز رفتار گاڑی انھیں لے گئی تھی۔ مرجانہ بھی جیب کے پاس

آکر اسے ادھر ادھر سے دیکھ رہی تھی۔ تب اچانک ہی چھوڑ بڑی کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔  
دونوں نے ایک دم سے جھک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا جانے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے اور کوئی اس دروازے کے باہر اسے لگا کھڑا ہے تاکہ وہیں آکر اس کو مزہ سے مزہ کر کھولانے جا سکے۔

ابھی سونیا اس دروازے کو دیکھ رہی تھی کہ جیب کا ایک دوسری طرف ایک اور دروازے کے کھلنے کی آواز سنانی دی۔ دونوں نے فوج دیکھی۔ دو گونے نظر آئے۔ ایک ہاتھ میں ریلا اور دوسرا ہاتھ میں ہاتھ لگے دونوں کو سکرٹے ہوا دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے جرابا سکرٹے لئے کہا۔ بڑی خوش ہوئی کہ یہاں ہمدلی زبان سمجھنے والے موجود ہیں۔ اتنی دیر سے ہم ان جیشیوں کی جھپڑ میں اپنا دماغ کھپا رہے تھے۔ کوئی ہماری بات نہیں سمجھتا تھا۔ باقی دی سے آپ لوگوں کی تعریف ہے جس کے پاس ریلا اور نہیں تھا۔ وہ ابھی کر سے ایک

جھکڑی کو کھولتے ہوئے مرجانہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مرجانہ بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے ایک کوزہ روٹی کی طرح اپنا ہاتھ جھکڑی کے لیے بڑھا دیا۔ وہ شخص اس کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ اب اُسے جھکڑی ہٹانا ہی چاہتا تھا کہ اس کی شامت آگئی۔ چمک جھپکتے ہی کچھ سے کچھ ہو گیا۔ مرجانہ کو بڑا ہاتھ جھکڑی کے لیے بڑھا تھا وہ اس کے منہ پر ایسا زبردست بڑا کہ وہ لو لڑھکتا ہوا ریلا اور والے کی طرف گیا۔ سونیا چڑکنے والی نہیں تھی۔ اس نے جھکڑی والے کو کوزہ ایک لات رسید کی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مولا کے بدلہ والے نے سنبھلنا چاہا۔ ایسے وقت سونیا دھنوں کی سنبھلنے کا موقع نہیں دیتی، اس کی ایک ٹھوکر ہاتھ پر پڑی۔ ریلا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر جیب کا کار کے اندر چلا گیا۔

مرجانہ کا ہاتھ جس کے منہ پر پڑا تھا۔ اس کا خون تھوکنے لائی ہو جاتا تھا۔ اس کا ایک ہی ہاتھ اتناڑا رہتا تھا کہ دشمن کے ہاتھ سے جھکڑی چھوٹ کر گر پڑی تھی اور وہ اپنا سر تمام کراہ مچ گیا تھا۔ دوسرا شخص جس کا ریلا اور اس سے نکل گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا جیب کا کار کی طرف جا رہا تھا لیکن سونیا نے اس کی ہانگ میں ہانگ جھینکا کر گرا دیا۔ وہ اوندھے منہ کر کے مرجانہ اس کی طرف بڑھی۔ سونیا نے اٹھا کر کہا : نہیں یہ میرا شکار ہے تم اپنے والے کو بچھو۔ اپنے والے سے منٹنی ہوں :۔

میں نے ان دونوں سے کہا : دیکھو تم اپنے دشمنوں کو اس طرح نہ مانا کہ وہ ہرنے کے بھی قابل نہ رہیں۔ ان کی دہلی سے کچھ اٹھانے کی کوشش کرو :۔  
سونیا اپنے والے سے منٹ دی تھی۔ مرجانہ نے میرے ہاتھ میں لٹکا ڈال کر اس ریلا اور کو آٹھا لیا۔ پھر لٹکا اتنے بڑھ بڑھ کر وہ دونوں اپنی زندگی چاہتے ہوئے اپنا اپنا نام بتانے میں معلوم ہونا چاہیے کہ تم لوگ کون ہو ؟

وہ دونوں پریشان ہو گئے۔ ریلا اور کے سامنے اپنی جگہ جاری نہیں رکھ سکتے تھے اور جگہ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہانگ میں ہے۔ سونیا کے بعد بوڑھے ان کی بیانی کرنے کی مرجانہ ریلا اور ہاتھ میں بچڑے جیب کا کار میں بیچہ گئی تھی۔ چھوڑ سے کہا : سونیا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے ہی دو چار ہاتھ دکھانے پڑیں گے پھر سوچتی ہوں کہ یہ ہونے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ایسا کرتے ہیں کہ میں ایک کو گولی مار دوں۔

بہرے کا تو دوسرا اپنی زندگی کی بھینک مانگنے کے لیے اڑنے لگا۔ اتنا ہی کافی ہو گا :۔  
سونیا نے کہا : تم اپنے والے کو کوئی مار سکتی ہو۔ میرا والا بڑا پارا ہے۔ میں اس سے چھوڑی دیر محنت کروں گی :۔  
دوسرے ہی لمحے مرجانہ نے ٹھانی سے گولی چلا دی۔ جھکڑی پھٹانے والا بیچ مار کر فرسٹ پریگر پڑا۔ پھر دونوں انھوں سے اپنی ہانگ کو بچڑا کر لے بنے۔ اس کی دہلی سے خون بہہ بہہ کر اس کی نیلیوں کو جھگڑا ہوا تھا۔ سونیا اپنے والے سے کہا : اس سے چل کر کھاری سپنٹوں کی ٹراپ ہو جائے، چلو ہونا شروع کر دو :۔

سونیا کی بات سن کر مرجانہ نے اپنے ریلا اور کاتھ آگ لالٹ کر دیا۔ وہ ایک دم سے گڑگڑاتے ہوئے کھٹے لگا۔ سونیا نے اپنے پلینے چھوڑ کر تری زہار نامی اپنا نام بتا دیا۔ میرا گاڑی فرسٹ ہے :۔ یہ میرا ساتھی ایزل ہے :۔  
سونیا نے پوچھا : یہاں کھائے اور کتنے آدمی ہیں ؟ :۔  
ابھی تو ہم دو ہیں، کل ہماری ڈیوٹی بدل جانے کی ہماری بڑھائی ہے۔ ہم یہاں سے بیڑا کر مار چلے جائیں گے :۔  
"تھرا ہائیڈروجن کوارٹر کہاں ہے ؟"

میراں سے ستریس دوڑ ایک شہر عدیس بابا میں ہے۔ سونیا بڑھتی تھی عدیس بابا یہ تو ایٹھو پیا میں ہے۔ بڑی فرینک نے ہاں کے انداز میں سر ہٹا دیا۔ سونیا نے ہانگ میں پھینک دیا۔ ہم ایٹھو پیا میں پہنچ گئے۔ ان اور عدیس بابا یہاں سے ستر میل دوڑے :۔

میں نے کہا : ان سے پوچھو یہ دو آدمی اس چھوٹی سی لبتی میں کیا کرتے ہیں ؟ :۔  
سونیا نے بھی سوال بڑی فرینک سے کیا۔ اس نے جواب دیا : ہم یہاں ایک ہفتے کی ڈیوٹی پر بیٹھے ہیں۔ ایک ہفتے بعد ڈیوٹی بدل جاتی ہے۔ اس چھوٹی سی لبتی کا نام مونٹا کلب ہے۔ یہ پہلی لبتی ہے جو کہ جنگل سے نکلنے کے بعد ملتی ہے۔ ہم اسی لیے ڈیوٹی پر تھے کہ جنگل سے تم دونوں با فریاد صاحب ادھر سے آئیں گے تو ہم آپ لوگوں کو حراست میں لیں گے اور اپنے بیڈ کو مار کر کو اطلاع دیں گے کہ ہم نے تم لوگوں کو پایا ہے۔ سونیا نے پوچھا : کیا ہمارے یہاں تک پہنچنے کی اطلاع بیڈ کو مار کر تک پہنچ چکی ہے ؟

وہ گڑگڑا کر کہتا تھا : نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ابھی تو ہم اطلاع دیتے جا رہے تھے۔ سوچا کہ پہلے تم دونوں کے ہاتھوں میں جھکڑیاں پھینک دوں :۔  
ایسا سنتے ہی میں نے اس کے دماغ کو ایک زور سے جھینکا پتھرا دیا۔ وہ ٹھکانا کھینچتے ہوئے فرسٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے سونیا سے کہا : یہ جھوٹا لڑل رہا ہے :۔

سونیا نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا : دیکھ لیا جھوٹا لڑلے کا تیج۔ ہم سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ تیج بتاؤ کہ تم نے بیڈ کو مار کر تک ہماری آمد کی اطلاع پہنچا دی ہے ؟ :۔  
وہ مجبور ہو کر ان بات میں سر ہٹاتے ہوئے بولا : ہاں :۔  
ہم نے اطلاع پہنچا دی ہے۔ وہاں سے دس بارہ آدمی تم دو لوں کو حراست میں لینے آ رہے ہیں :۔  
میں نے کہا : سونیا، تم سوچو کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کر سکتی ہو اور انے والے مسلح دشمنوں کے خلاف کیسے عطا بنا سکتی ہو۔ ابھی اسٹریٹجی کا اختیار کو کھاتے موجود وہ حالات بتا کر آتا ہوں، وہ جی عدیس بابا سے اپنے دشمنوں کو کھاری مدد کے لیے بھیجے گا :۔

یہ کہہ کر میں اس سے رخصت ہو گیا اور اسٹریٹجی اختیار کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا : فریڈے سناپ میں تو سا کا انتظام مکمل کر چکا ہوں۔ مختصر سا رہنا تو کا میک اپ کیا جا رہا ہے۔ انھیں باقاعدہ ٹریننگ دی جا رہی ہے کہ وہ دونوں مسلح شخص طرح طرح کوس ڈانڈنگ اڈوزہ ثابت کرتی رہیں گی :۔  
میں نے کہا : یہ سب ٹھیک ہے۔ اب دوسرا مسلح یہ ہے کہ سونیا اور مرجانہ ایٹھو پیا تک پہنچ گئی ہیں سو کتنے دو ایک چھوٹی سی لبتی مونٹا کلب میں... مونٹا کلب سے ستر میل کے فاصلے پر عدیس بابا ہے۔ اس شہر سے مسلح دشمن سونیا اور

مرحباہ کو قیدی بنانے آ رہے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ ان کی مخالفت کے لیے آپ کیا کر سکتے ہیں؟

”جناب مجھے چندہ منٹ کا وقت بیچے۔ میں ابھی آپ کو ہر اب دوں گا۔“

میں واپس سوینا اور مرچانہ کے پاس پہنچ گیا۔ سوینا کے حکم سے ٹھوڑی فرینک اپنے ساتھی ایزل کی مرہم پہنچا کر دیا تھا۔ اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنا ٹھکانا اور لباس اتار کر وہ مرچانہ سے پہن لے۔ جو سٹریٹس آئے والے ہیں ان کا استقبال وہی لوگ کریں گے اور ابھی وہ دوسرے کوسے میں جا کر ٹرانسفر کے ذریعہ اطلاع دیں گے۔ کہ سوینا اور مرچانہ کو حراست میں لے لیا گیا ہے وہ پہلی طرح قیدی بنی ہوئی ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی غصہ نہیں ہے۔“

میں نے چندہ منٹ کے بعد ماسٹر جارج ماقیو کے پاس جا کر معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ انجنیو پاپیری سے بہت دور ہے اور ان دونوں ملکوں کے ماسٹروں میں براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ اس لیے اس نے میڈیکل کوارٹر میں اس بات کی اطلاع دی تھی اور میڈیکل کوارٹر سے سیر مارٹر کے حکم کے مطابق انجنیو بیلے، ماسٹر سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ اسے حکم دیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ متح افراد موٹا ٹکا کی بستی کی طرف فوراً روانہ کیے جائیں اور سوینا اور مرچانہ کو جفاخت مدلس ابا ایک پہنچایا جائے۔ ماسٹر جارج ماقیو نے یہ تمام باتیں مجھے بتانے کے بعد پوچھا کہ جناب اور کوئی حکم ہے؟

میں نے کہا کہ ان مدلس ابا کے ماسٹر سے کہا جائے کہ مرچانہ کو وہاں سے جلد از جلد پاکستان روانہ کرنے کی کوشش کریں وہاں سے جو بھی پہلی فلاح مل سکتی ہے اس کے لیے سینٹ ڈیزو کو روانہ کی جائے۔ ساتھ ہانوی کی طرح مرچانہ کو بھی فریضی پاسپورٹ کے ذریعہ بھیجا جا سکتا ہے۔“

ماسٹر نے کہا ابھی بات ہے میں ابھی یہ بات مدلس ابا کے ماسٹر تک پہنچاؤں اور کوئی حکم؟

”میری بی بی جس کا نام ہسائی ہے وہ ماسٹر مونس ٹروٹی کے پاس امانت کے طور پر رکھتی ہے۔ اب وہ وہاں تنہا ہوگی۔ آج سے ساڑھے بانو کے سولے کروں اور ان سے کہیں کہ وہ اس بی بی کو اپنے ساتھ پاکستان لے جائیں۔ میں پاکستان پہنچ کر اپنی امانت واپس لے لوں گا۔“

میری بی بی خواتی کا سلسلہ اب ایک ہی ٹوٹ گیا کیونکہ رسوئی چلنے لگے۔ میری بی بی خواتی، ایک ہتھیاری کے باعث

مجھے بھی اس کی طرف بھٹنا پڑا۔ میں نے پوچھا کہ ہر بات ہے؟

وہ بولی کہ بات کیا ہوگی تم کو تو میری کیلینٹ کا نام بھی احساس نہیں ہے۔ میں پلہ رہی ہوں۔ ہم سب سمجھتے ہیں کہ ہم، آؤ ایک حد رہتی ہے؟

”ہاں چلنے کی ایک حد ہوتی ہے لیکن دشمن ہتھیار آجائیں اور ہمیں دوڑنا شروع کر دیں تو ہمیں جھوڑا پھانسا اٹھ کر دوڑنا پڑے گا۔ تم تو چلنے پر ہی اعتراض کر رہی ہو۔“

جب دوڑنے کا موقع آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ تو سوجھ فراد پچھلی رات سے ہم ذرا بھی نہیں سوئے ہیں۔ رات بھر جاگنے لگے پھر دن بھر چلنے لگے، ایسے تو تین دن نہیں رہ سکتی گی۔ چلنے چلنے مرچانوں کی؟

میں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا کہ میں تمہارا تکلیفوں کا احساس کر کے یہاں قیام کر سکتا ہوں لیکن تم کو لو کر دینی ہمارے قریب پہنچ جائیں گے۔“

”دیکھو فریڈا ہم جیسے اس جنگل میں لا کر قیدی کے ہیں یہی دیکھتے ہیں آیا ہے کہ ہم بچھڑتے ہیں تو ایک دوڑے کر پائیں گے۔ اس جنگل کے راتے پہچانے نہیں جاتے، سنا ہے کہ یہاں کے گھوڑوں کو سدھا یا گیا ہے۔ وہ گھوڑے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ ہلکے جھولک ہوا کا تعاقب کریں گے وہ کس طرح یہ معلوم کریں گے کہ ہم جنگل کے کس حصے سے گزر رہے ہیں یہی مدلس سے کہتی ہوں کہ وہ ہمیں ٹکائیں کرتے رہیں گے اور چلنے رہیں گے۔ جس طرح ہم جھینگ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کیسٹ ریکارڈنگ کے مطابق وہ لوگ تمام کو آنے والے ہیں جب وہ تمام کو آئیں گے تو ہم ایک ٹینڈ لوری کے بیلا ہوجائیں گے پھر تازہ ہونگے یہاں سے چلنا شروع کریں گے۔ رات کو ہم اپنی کاپی ویر تک چلتے۔ میں نے جب تک کہ خطرہ نہ ہو یا پناہ لینے کی کوئی اچھی جگہ نہ ملے میں وہاں کرتی ہوں کہ چھٹنے کا نام نہیں لوں گی۔“

میں نے اسے جلدی سے دیکھا۔ واقعی ہنسی مانتا وہ ملے کر بھرتی تھی۔ وہ اس کی ہمت سے بہت زیادہ تھی۔ بے چاری پچھلی رات سے جاگ رہی تھی۔ آرام کرنے کا نام نہیں ملا تھا۔ اب وہ پھر بھی گورتی جا رہی تھی۔ ہم نے کچھ کا جی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں اس کا ٹھکانا اور نہ حال ہونا لازمی بات تھی۔

میں نے کہا ابھی بات ہے۔ ٹھوڑی دور اور چلے گا۔

کرتی مناسب جگہ نظر آئے گی۔ وہاں ہم غیر ملکی پھر کی باتیں گے ہیں گے۔ پھر ٹھوڑی دیر کے لیے اپنی ٹینڈ لوری کے آگے بڑھیں گے۔“

وہ ٹھوٹ ہر کر اٹھ گئی۔ میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے سوینا اور مرچانہ کو دیکھا۔ مرچانہ ہاتھ میں لٹالور لیے ٹھوڑی فرینک اور ایزل کو اپنی ٹھکانوں میں لٹکے ہوئے تھے۔ یہ تینوں ایک کوسے میں تھے سوینا جھوپڑی کے باہر جا کر ایک جگہ ٹھوڑا سا گڑھا کھودنے لگے وہاں پر بڑی سترک بچھا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعہ اس کے منہ کو پڑھا۔ پھر مٹس ہر کر وہاں سے واپس آ گیا۔ وہاںی طور پر جنگل میں داخل ہوتے ہی مجھے پانی پینے کا شور سنائی دیا۔ میں اور رسوئی رک گئے۔ پھر کان لگا کر سننے لگے۔ میں نے کہا یہ تو ایسا شور ہے جیسے پانی بہت بلندی سے گرا رہا ہو۔ یقیناً کہیں قریب ہی آتشا ہے۔ ہمیں وہیں چل کر آرام کرنا پڑے گا۔ رسوئی بھی پانی کے خیال سے تازہ دم ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے میرے ساتھ آواز کی سمت چلنے لگی۔ ہم آگے بڑھنے لگے۔ جیسے ہم آگے بڑھتے گئے۔ ویسے دیکھے پانی کرنے کی آواز نہ رہتی تھی۔ گڑھے میں خیال آنا تھا کہ اس میں کبھی آتشا کے سانسے پہنچے ہی والے ہیں لیکن ایک ایک لوگ بڑے بڑے گڑھے دھوا گھنٹہ گزرا گیا۔ پھر رسوئی نے ٹھک کر پوچھا کہ یہ آتشا کتنی دور ہے، آواز تو ابھی خاصی سنائی دے رہی ہے لیکن پانی نظر نہیں آ رہا ہے۔“

”اور اور بہت سے کام لو اب ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔“

میں اس کا ہاتھ چڑک کر اسے پھینکے لگا۔ کسی دن یا پندرہ منٹ تک اور چلتے رہنے کے بعد اچانک وہ پارٹنر سے اٹھا۔ ہمیں دور سے نظر آ رہا تھا۔ ہمارے درمیان حصے سے پانی بڑی تیزی سے بہتا ہوا رواں تھا اور چھنے کی صورت میں تقریباً دو سو فٹ کی بستی میں گر کر باقفا۔ نیچے ایک ٹر شوارڈ پتھر اور دریا بہتا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے دریل کے کنارے آگے بڑھتے گئے۔ پھر حصے سے گرنے والے پانی کی بوجھار دور تک آ رہی تھی۔ پانی کی بھوار سے ہمارے جسم پر اور جسم جھینکے گئے۔ بہت اچھا لگا رہا تھا۔ ہم بڑی دیر تک وہاں کھڑے رہے۔ رسوئی نے کہا کہ یہاں کتنی ٹھنڈی لگ ہے بڑے مزے کی ٹینڈ آئے گی۔“

میں نے کہا ہاں جب ہم سو کر اٹھیں گے تو سر سے پاؤں تک بھوار سے چھینکے ہوں گے۔“

میں نے پھینکے ہوئے دور لے جانے لگا۔ وہ بولی۔

”تم مجھے کسی دیکھی سانسے چلنے ہی رہو گے۔“

”جب آرام کرنا اور سوینا ہی ٹھکانوں میں نہ کوئی مختصر جگہ ٹکائیں کی جائے۔ یہ کوئی انسانی آبادی نہیں ہے کہ ہم آرام سے کہیں بھی ٹٹ باجھتے کھج کر ستر بچھا لیں۔ سوینا نے گھنٹی بولیں کے ہمیں کوئی اٹھانے نہ آئے۔“

میں اسے ہاتھوں میں لگا کر کافی دوسرے آیا۔ وہاں پانی کی بھوار نہیں پہنچ رہی تھی سرسبز و شاداب گھاٹیں چھلان کی صورت میں دور دریا کے کنارے تک چلی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عملی ستر بچھا ہوا ہے۔

وہ ٹھک کر بیٹھتے ہوئے بولی: ”اب تو میں ایک نام بھی نہیں چلوں گی۔ بہ بہت اچھی جگہ ہے۔“

”ہاں بہت اچھی جگہ ہے لیکن ڈراؤ اور یاد رکھو یہ تو ان کے ہیں یہ سامان اپنے اوپر سے اتار سکو اور کچھ حفاظتی اقدامات کر سکو۔“

”اور کیا حفاظتی اقدامات کرو گے۔“

”ہاں اور کچھ حفاظتی اقدامات کرنا چاہئے۔“

”اور کیا جانو سبھی اٹھائے۔“

”اور کوئی جانور آئے گا تو دیکھا جائے گا۔“

”جانور بھی آسکتے ہیں۔ انسان بھی آسکتے ہیں اور ذہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہمیں چلنے کے لیے زمین سے اٹھ سکتے ہیں۔“

”وہ ہم کو بولنا دیکھ یاں ذہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہوں گے؟“

”بے شک ہمیں گے لیکن ان کو روکنے کے لیے ستر پاس دوا ہے۔ میری نیشٹ پر جو بیگ بندھا ہوا ہے اسے کھول کر اس میں سے ایک بڑی سی بوتل نکالو۔ اس میں سفید رنگ کا سفوف ہوگا۔“

”اس نے میری نیشٹ کی طرف آکر بیگ کو کھولنے کے بعد اس میں سے سفید سفوف کی بوتل نکالی۔ میں نے اسے ایک طرف سے تھوڑا تھوڑا چھڑکا شروع کیا۔ پھر اس کے نیشٹ کی صلاحت میں دور تک چھڑکا گیا۔ اس کے بعد میں نے بوتل کو بند کرنے کے لیے کہا۔ اب ہم اس وارٹر کے اندر سوئیں گے۔ اس بات کی لاپرواہی نہانت ہے کہ کوئی ذہریلہ کیڑا مکوڑا یا سانپ اس وارٹر کے اندر داخل نہیں ہوگا۔ ہاں انسان اور زندگی کی بات میں نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے اوپر سے تمام سامان اتار کر اس وارٹر کے اندر رکھ دیا۔ اپنی نیشٹ سے بیگ کو بھی کھول لیا پھر اس کے بعد آرام سے بیٹھ گیا۔ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ

گئی۔ میں نے کہا کہ چلو اب لیٹ جاؤ۔  
 وہ بچپن سے بڑھے ہوئی۔ اور تم؟  
 کیا میں انسان نہیں ہوں۔ میں آرام سے لیٹ کر ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹی تھی۔ دوڑتیں کر سکتا؟

وہ بچپن سے بڑھے ہوئے کسی پر لیٹ گئی۔ میں بھی آرام سے لیٹ گیا۔ وہ میری طرف کو سنبھل کر لیٹی ہوئی تھی میں مابین سنانے چپت تھا۔ اس نے ذرا شرتا تے ہوئے کہا کہ: **وہ فریڈ میری ایک بات مان لو تم اور وہ نہ کر کے سو جاؤ۔**  
 میں بخدا ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اور نہ نہ کروں گا تو میرے مزے کے ساتھ میرا ہاتھ بھی اڑھ لے گا۔ پھر اس پتھکڑی کے ساتھ مختار ہاتھ میرے اوپر آ جائے گا۔ یوں لگے گا جیسے تم مجھ پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے لیٹ کر سو جاؤ گی۔ کیا تمہیں اس طرح سونا منظور ہے؟

وہ چپ بولتی تھی۔ ترنہ کھلتے سوچتی رہی۔ میں نے کہا۔ **رسوئی ہم ایسے ہمسفر ہیں کہ ایک دوسرے سے خرابا کر دیتے ہیں جہاں سکتے۔ حالات نہ ہمارے ہاتھوں کو ایک پتھکڑی میں باندھ دیا۔ چپ چاپ سو جاؤ۔ ہم نہیں بگیں گے۔ دن بھر کے تھے ہوئے ہیں اور رات بھر کے جگے ہوئے ہیں۔** دیکھو میں سو رہا ہوں۔  
 یہ کہہ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن دماغی طور پر بیدار رہا۔ میرے اور رسوئی کے درمیان ہمارا ایک ایک ہاتھ تھا اور وہ ہاتھ پتھکڑی میں اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ جب ہم ہاتھ کو پیچے لکھتے تھے تو وہ ہاتھ انگریزی کرت دی کی شکل میں ہوتے تھے اور اگر ہم سینے کے وقت اپنے ہاتھوں کو اوپر کی طرف لکھتے تو وہ دی آنا ہوجاتا۔ ہر حال اس وقت ہمارے ہاتھ دی کی شکل میں تھے وہ بار بار ڈیسر ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جو اس کے ہاتھ سے لگا ہوا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذہن کو ٹھیکنا شروع کیا۔ سبھیانا شروع کیا۔ مجھے چپ چاپ سو جانا چاہیے کچھ نہیں ہوگا۔ میں تو خود خود خود خراب رہی ہوں اور فریڈ سے پتھکڑی رہی ہوں۔ اب تو فریڈ نے میں ایک ساتھ باندھ دیا ہے۔ جو ہونا ہوگا وہ ہوگا۔ میں کچھ نہیں کر سکتی گی۔ لہذا فریڈ کو کہنے سے کیا فائدہ؟ اس وقت فریڈ آرام کا موقع ملا ہے تو سو جانا چاہیے۔

میں اسی طرح اس کے دماغ میں یہ باتیں پہنچاتے ہوئے اس کے ذہن کو ٹھیک ٹھیک کر سنانے لگا۔ ذرا

سوی دیر میں وہ سو گئی۔ میں کوٹ ہل کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ تھکا تھکا سا خواب میں اور زیادہ دلکش ہو گیا تھا۔ نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹا نہیں جاسکتی تھیں۔ میرے دل نے کہا کہ فریڈ اس سے اچھا موقع تو نہیں کبھی بھی نہیں ملے گا۔ تم کوئی سال سے اس سبیل نما چہرے کی دیکھ رہے ہو۔ سزا کھاتے آئیے ہو لیکن تمہیں کبھی جی بھر کر اس کا ہاتھ پکڑنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ اب یہ ہے بس ہے۔ جتنا سنا ہے۔ فریڈ ہے۔ تمنا ہے جنگل ہے۔ ویرانی ہے۔ تالاب ہے۔ کوئی تمہیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ کیا خیال ہے؟

میں نے مسکراتے ہوئے جواباً سوچا۔ اس وقت یہ میری پناہ میں ہے۔ میں اس کا محافظ ہوں۔ یہ اعتماد کر کے سوئی ہے اور میں اس کے اعتماد کو نہیں نہیں ہتھیاریں گا۔ یہ سوچتے ہوئے میں پھر حیران خانے چست ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سوتیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ہمسروں کے حلال خانہ بنا چکے تھیں۔ سوتیلانے جھونپڑی تقریباً کوئی چھ سات گز تک ایک بارودی توڑنگ بچا دی تھی۔ ان پر مٹی ڈال کر انھیں برابر کر دیا تھا۔ پھر ان سے نکل گیا ہمارا دوسری طرف جھونپڑی کے اندلے آئی تھی، جیپ کے پیچھے اس بڑنگ بینڈل کو رکھ دیا تھا جسے دبانے ہی ایک زبردست دھماکے سے وہ تمام مچھلنے لگے اور ان کی زوئیں آنے والے اپنی جان بچا کر جاگ بیٹے۔

جب میں ان کے پاس پہنچا تو ڈرہ کھٹے گونجنے لگے۔ عیس ابالے آنے والے سترہ تین کا فاسلہ تیز رفتار گاڑی کے ذریعے ملے کر چکے تھے اور اب اس بستی میں پہنچنے ہی والے تھے۔ سوتیلانے مجھے بتایا کہ اس بڑنگ بینڈل کے پاس مرجانہ موجود ہے گی اور میں اوپر چھت پر اسٹیشن گن لیے رہوں گی۔ میرے پاس کچھ دستی بم بھی موجود ہیں۔ تم ہم دونوں کے دماغ میں باری باری آتے جاؤ گے۔ ہوسکے کیا ہے؟

جھونپڑی فریک کو لپٹنے کا بلور میں رکھو کہ جھونپڑی فریک آنے والوں کا استقبال کرنے کے لیے جھونپڑی سے باہر چلے گا۔ اس کے ساتھ ہی ایزل کر ہم نے باندھ کر ایک کر میں ڈال دیا ہے۔ ہر اسٹرو کو فراب کر دیا ہے۔ یہ بھتک لے آئے ہیں تھری فریڈ ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک طرف ہیں ہوں میری مابین بھی تم سنے، ہوسکے۔ دوسری طرف مرجانہ کا خیال رکھو گے کہ باطل بیسج وقت پر اس کے ہاتھ سے اس بڑنگ بینڈل کو رو دیا جائے۔ قبل از وہ جھونپڑی فریک جس کے دماغ میں تم قابض رہو گے۔ جیسے ہی وہ امدادی

شہر ہاں پہنچے گی تم جھونپڑی فریک کے دماغ میں پتھکڑی کہ ان کا استقبال کرنے کے لیے جاؤ گے اور انھیں اپنے ساتھ لے کر جھونپڑی کی طرف آؤ گے جب جھونپڑی سے دس گز کے فاصلے پر جاؤ تو وہاں کسی دوسرے لگ جانا کہ وہ وہیں سانسے لمبے ہوئے ہیں وہاں لکھتے ہی تم مر جانے کے دماغ پر قابض ہو کر اس بڑنگ بینڈل کو دباؤ دینا۔ پھر ہر گنا اس کے بعد جس وقت لوں گی۔ وہ دیکھو جھونپڑی فریک نے ہاتھوں سے دوڑ بین لگانی ہے۔ ذرا معلوم کرو کہ وہ کب پکڑ رہا ہے؟

میں دوسری لٹے جھونپڑی فریک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دور بین کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو ایک گاڑی میں آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یعنی امدادی بم پہنچ گئی تھی۔ میں نے واپس آکر سوتیا کو بتایا۔ سوتیلانے کہا کہ اب ہم جھونپڑی فریک کے دماغ میں پتھکڑی جھونپڑی سے دس قدم کے فاصلے پر ہاتھوں میں قابض ہوں کہ وہ ہم کبھی مچھلے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اس کے ذریعے دس قدم تک چلا ہوا ایک بچہ نکلا گیا۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سوتیلانے کو بچھا دیا۔ اسی جگہ ہے؟

سوتیلانے کہا: ہاں باطل وہی جگہ ہے۔ بس یاد رکھو اور جھونپڑی فریک کے پاس موجود ہو۔  
 میں پھر جھونپڑی فریک کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ ابھی جھونپڑی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ وہاں سے اتنی دور کیسے چلا آیا، میں نے اسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اس کے دماغ پر قابض ہو کر اور اسے بڑھ گیا۔ اب وہ امدادی بم والی گاڑی فریڈ پہنچ رہی تھی۔ وہ لگ جھونپڑی فریک کے پاس آکر رک گئے۔ گاڑی سے دس گز کے فاصلے پر قابض ہو کر اس کے ہاتھوں میں اسٹیشن گن تھیں۔ اگلی سیٹ سے دو آدمی اتر کر آئے۔ انھوں نے پوچھا: وہ دو آدمیوں کماں میں؟

میں نے جھونپڑی فریک کی زبان سے کہا: وہ اندر بندھی ہوئی ہیں۔ ایزل دیا اور لیے ان کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔ اسے والے ایک شخص نے کہا کہ ہم نے مرانہ کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ قائم نہیں ہوا۔ میں نے جواب دیا: سوتیلانے تیز طرار سے پتھکڑی کے باہر دوڑا اس نے ایک بڑا سا چھڑا اٹھا کر اسٹرو پر سے مارا تھا جس کی دہ سے وہ خراب ہو گیا ہے۔ چلو اندر چلیں۔ ہم انھیں تھکے حوالے کر کے اپنے فرم سے سبکو ورتش ہونا

پہنچتے ہیں؟  
 یہ کہہ کر میں ہلٹ گیا اور جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔ لوگ میرے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ میں نے اپنی رفتار سست کی۔ ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور باتیں کرنے لگا۔ باتیں کرتے کرتے خشک اسکی ہنچو آکر میں لگ گیا۔ پھر میں نے کچھ سوچنے کے انداز میں کہا: ایک منٹ سمجھو کچھ یاد آ رہا ہے؟ وہ لوگ میرے پیچھے کی طرف دیکھنے لگے۔ میں فوراً ہی جھونپڑی فریک کے دماغ کو چھوڑ کر مرجانہ کے دماغ پر قابض ہوا۔ اسی لمحے مرجانہ کے ہاتھوں نے بڑنگ بینڈل کو دبا دیا۔

ایک ایسا زور دار دھماکا ہوا جیسے قیامت آگئی ہو۔ اس لہجی کی کوڑ میں اوپر پہنچے پتھکڑے ہوئے اور اڑھ جاگ رہے تھے۔ میں سوتیلانے کے دماغ میں پہنچا تو وہ اسٹیشن گن کے برسات مار رہی تھی۔ جو لوگ ہم کی زوئیں آنے سے بچ گئے تھے اور اڑھ رہے تھے بچے ہوئے نہیں کبھی مر جانے کا پناہ نہیں تھے۔ سوتیلانانہ پارنگنگ کر رہی تھی۔ ایک شخص وہاں سے بھاگتا ہوا اس گاڑی کی طرف جا رہا تھا جس میں بچہ کو وہ لوگ آئے تھے۔ سانسے اس لم کی زوئیں آئے تھے۔ باہر سوتیلانے کی فائرنگ نے انھیں ختم کر دیا تھا صرف وہی ایک شخص گاڑی کی طرف بھاگے جا رہا تھا۔ سوتیلانے اسٹیشن گن تھکے پر دیکھ کر دستی بم کو مزہ سے لگا دیا۔ اونٹوں سے اس کی پن کو کھینچی۔ پھر یوٹی فورت سے اسے گاڑی کی طرف چھینک دیا۔ وہ شخص گاڑی کے اندر بیٹھ کر اسٹیشن گن سنبھال چکا تھا۔ اسی وقت وہ دستی بم انفاس سے سانسے والی سیٹ پر جا کر گرا۔ پہلے تو شاید وہ نہ سمجھ سکا کہ اس کے پاس کیا آیا ہے لیکن جب اس نے دیکھا اور پھر فریڈ اور مرجانہ کو ہول کر باہر بھاگنے لگا۔ اس سے پہلے ہی وہ دم پھٹ پڑا اور دوسری بار ایک زور دار دھماکا ہوا۔ گاڑی سے وہاں اٹھا۔ پھر آگ لگی۔ شعلے پھرنے لگے۔ چاروں طرف بیسج و پکار گونج رہی تھی۔ سبھی کے لوگ بھاگتے ہوئے دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے اور دہشت زدہ ہرگزوں سے آگ اور خون کی ہولی دیکھ لے رہے تھے۔ ایک طرف آنے والی گاڑی شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف کتنی ہی لاشیں جھونپڑی کے سامنے پڑی ہوئی تھیں اور لاشوں کا ڈھیر لگانے والی سوتیلانے اسٹیشن گن ہاتھ میں اٹھائے چھت پڑنے والی تھیں پھیلائے یوں کھڑی تھی جیسے کہہ رہی ہو کوئی اور ہونے چاہئے۔

میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھی۔ وہ جھونپڑی کے

آندھی اور اور کبھی اور جا کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کیا ہوا ہے۔ اپنی جستج و پیکار میں ہے اور کتنے لوگ مریچے ہیں اور کتنے دشمن ابھی باقی ہیں۔ میں نے کہا تم مرنا سائے دشمنوں کا صفحہ بامریچ ہے۔ تم باہر نکل سکتی ہو۔ وہ چوہڑی کا دروازہ کھول کر دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پھر حقیقت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تم اور ابھی تک کیا کر رہی ہو۔ اباؤ؟

اس کے ایسا کہنے ہی سونیا نے ہمت پر سے چھٹا لگ لگا کر اور اس کے سامنے آکر چڑھ گئی۔ مرنا نہ دوں اور نہ کر چکا کہ کھٹے سے پوچھا: ان تمام لوگوں کو تم نے مار لیا ہے؟ سونیا نے مسکرا کر پوچھا یہ تم کھٹے سے کیوں پوچھ رہی ہو؟

دراست کے سامنے تھمے مار لیا۔ میں کیا منہ دیکھتی رہیں ایک تو میرے لیے چھوڑا ہوا؟ سونیا ہنستے ہوئے بولی میں نے نہیں تم نے ملے ہیں تم نے اس بلو رنگ مینڈیل کو دیا تھا۔ اس کی وجہ سے یہ سائے کے سامنے اس دھماکے میں آگئے۔

آٹنے ہیں تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ فراد نے سائے کے پیچھے سے اسے یہ تو کہا کہ وہی ہو۔ اگر فراد میں رہا ہوگا تو اسے کھٹے دماغ کو کھینچنے پھینچنا شروع کر دے گا۔ وہ ہنر ملا کر بولی اور نہ فراد کو اتنا کیا ہے بلکہ تمہارے ذہنیے دماغی چھینکے پہنچا ہے۔ دماغی قلابا زبان کہا ہے اور دشمن کو ادر سے ادر چھوڑ دیتا ہے لیکن تم کھٹے سے کھٹے کیسے کیسے کارنامے انجام دیتی ہو۔ میں تو دیکھ رہی کہ جیوان رہ مانی ہوں میرے اندر جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی سونیا بن جاؤں؟

سونیا نے ہنستے ہوئے پوچھا میں نے فراد اور میں نے مرنا نہ دماغ میں پہنچ کر کہا نہیں جاہوں اور مرنا تم بھی سن لو جو کہ تمہارے نزدیک میں پہنچتی کئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اب میں یہی پتھری کے ذریعے تمہاری اٹی سے رابطہ قائم نہیں کر رہی کہ وہ نہ ہی انہیں پر اس سے نکلے ہیں مددوں کا تم اور سونیا اب میری پہنچ کر اپنی اٹی کی حفاظت کر لو گی جیوان ٹھیک سے نا؟

پھر کیا لگتا تھا جیسے چاروں طرف جنگل میں دشمن بچے بچے ہوں یا کسی دوسری طرح کی مصیبت ہمارے انتظار میں ہو کہ کھٹے اور جھپٹ پڑے۔

یہیں بیٹھ چکی پوری کرنی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت میں بیٹھنے والے تھے۔ میں نے سوچا۔ اگر باج بچے اب دو کھٹے کی نیند پوری کر لوں تو میں بھی تازہ دم ہوں اب پھر جگمگات کو سراج کی روشنی میں آگے بڑھتے رہیں گے۔ سوچ کر میں نے پھر ایک بابا نے چاروں طرف دیکھا جنگل میں ایسا بے احتیالات چھپے ہر جگہ تھے۔ کئی وقت میں چاروں طرف دیکھتے تھے لیکن کیا کیا جانے، آراء بھی ضروری تھا۔ میں نے پھر دیکھ دیکھ کیا۔ پھر لیٹ گیا۔ لیٹ کر میں نے اپنا اور ہونتی کا ہاتھ آہستگی سے اٹھا کر اوپر کی طرف کر لیا۔ چوہڑوں کا ہاتھ سر کا دوسرا ہاتھ لگا لیا پڑا ہوا۔ پھر میں نے اپنے دماغ کو ماہیت دی کر دو گھنٹے تک سوچا ہوں۔ اگر دوسرے بھی کوئی آہستہ مٹانی ہے یا کوئی جانور تو اسے یا کوئی فیملی بات ہونو میری آنکھ کھل جائے در نہ میں ٹھیک باج بچے خود بیدار ہو جاؤں گا۔

کہ کھٹا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ فراد میرے پاس آیا یا میں فراد کے پاس آئی ہوں؟

”ہاں ٹھیک ہی تو ہے فراد تو جہاں لیٹا ہوا تھا وہیں پر ہے لیکن میں جہاں تھی وہاں نہیں ہوں۔ خود ہی نیند میں سرکھتی ہوں اس کے قریب آئی۔ میری ہی غلطی ہے۔ تب وہ مجھے پرہاسے دیکھنے لگی اس کا دل کھینچا جا رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ میں کب تک ضبط کروں۔ کب تک دوڑ رہوں۔ میں جتنا اس سے دور ہوتا چاہتی ہوں اتنا میرا جانا ہی مجھے اس کے قریب لے آتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے بھگوان نے مجھے اس کے لیے پیدا کیا ہے اور میرا دل یہی کہتا ہے کہ میں اس کے قریب سے دور نہ ہوں میں نہیں تو ساری زندگی دوڑ رہے اور قریب آنے کی کوشش میں مبتلا رہوں گی؟“

میں نے اس کی سوچ میں کہا: آفراس کس کس کوشش سے کیا نہ وہ کبھی فیصلہ کر لیتے پڑھنے پھینچنا چاہیے۔ آج اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ میں ہمیشہ فراد کے ساتھ رہوں گی یا پھر ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے آہی دور چلی جاؤں گی کہ کبھی یہ خیال غزنی کے ذریعے بھی کھٹا کر لیں پھینچنے سے گا؟

وہ سوچتی چاری تھی اور مجھے دیکھتی جا رہی تھی اس کا دل کتنا خفا کہ مجھ سے دور نہیں جانے کے اور حالات بھی یہی کہہ رہے تھے کہ نہ جھکڑی کھلے گی نہ دوری ہوگی۔ یہ قربت پڑنے نہیں کب تک قائم ہے۔ یہ جھکڑی جب تک نہیں کھلے گی۔ اس وقت تک وہ آزمائشوں سے گذرتی رہے گی اور اپنے محبوب کے اتنے قریب رہ کر اپنے آپ کو... وہ صد بچنے کے دوران آہستہ آہستہ میرے سر کے بالوں میں، لہروں سے گلھکی کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ میں اپنی زندگی میں منہا سکوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر یہ میرا ہے، مجھ سے شادی ہو تو صرف میرا ہی ہے۔ کبھی دوسری طرف رخ نہ کرے لیکن یہ میری خاطر رہانی ہوں نہیں چھوڑے گا اور میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔ کیا مجھے اس کے سامنے جھکا پڑے گا؟

وہ آہستہ آہستہ جھکتی ہوئی میرے سینے کی طرف آئی اور اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ تب اچانک ہی وہ چھوٹ چھوٹ کر گئے تھی۔

میں نے اسے ٹھوڑی دیر تک لوتے دیا پھر کب تک انہیں کھول کر چرائی سے پوچھا اے کیا ہو گیا۔ روتی کیا

میری بات سننے ہی مرنا بھول گئی۔ پھر بولی: اس نے تم کو کہا کہ ہے۔ ہر شے میں کوشش کی تو پوری آہستہ ہے میں تو سونیا کے ہمدنھا رہی تو نہیں کرنے والی تھی؟

میں نے کہا: تب میں جیوان جھوٹی تعریف نہ کرنا۔ میں محض ملحق کر رہی تھی۔ جیوان تمہاری اٹی کو میں چھوڑ سکتا ہوں؟ وہ میری بھی تو اٹی ہیں نا، ملحق نہیں ہو جاؤ اور سونیا سے کہو کہ وقت ضائع نہ کرے۔ چھوہڑی کے اندر جب کھڑی ہوتی ہے اس میں بیٹھ کر فوراً وہاں سے روانہ ہو جاؤ جس شخص کو تمہارے ہانگ پر گئی مار کر دھکی کیا تھا اسے ہلاک نہ کرنا۔ ابھی جیوان میں بٹھا لیا، اس کے ذریعے عدیس ابا باہک پیچھ سو گئی۔ اگر وہ غلط کا یہ نہ کرے گا تو میں اسے دماغی چھینے پھینچوں گا۔ چوہڑوں اور وہاں سے روانہ ہونے کی کوشش کرو؟

میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ جنگل میں چاروں طرف مٹانا تھا۔ میں نے سر اٹھا کر اپنے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ دور دور تک جنگل کی بریلی تھی۔ کھٹے درخت سے نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف آتش کا منظر تھا۔ بدلتی پانی گردا ہوا تھا۔ اس کا شور کچھ ایسا تھا کہ کانوں کو بڑا نہیں لگ رہا تھا بلکہ ہنسنے کے ہونے وہاں کو تھپک رہا تھا۔ میں سوچا۔ چھوڑی دیر گئی ہے ابھی سوچنا چاہیے۔ اگرچہ جنگل میں

اپنے دماغ کو یہ ثابت دینے کے بعد میں نے انہیں بند کر لیں اور سو گیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میں گری نیند سو رہا۔ مجھے اور ادر ادر کھٹا سونا چاہیے تھا۔ اس کے پلے پلے بری آنکھ نہ کھلتی لیکن ایک غیر معمولی بات ہو گئی۔ وہ یہ کہ سونیا نیند کی حالت میں کر دتی پلٹی ہوئی میرے قریب آئی تھی۔ میں اس کی طرف منہ کیے لیٹا ہوا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے باہل قریب ہر گئے۔ جب اس کا بدن مجھ سے لگا تو میری آنکھ کھل گئی۔

میں سینڈ لٹوں کے لیے ساکت رہ گیا۔ پوری تسکنتی ہوئی قربت تھی۔ لہروں محسوس ہوا جیسے مجھے جگانے کے لیے انگڑوں میں جھینک دیا گیا۔ میں جاگ گیا تھا لیکن وہ دوسری تھی میں نے سوچا کہ اسے بیدار کیا جائے ایسا کرنے کے لیے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ خود کو سوتا ہوا خاطر کیا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بیدار کر دیا۔

جیسے ہی اس کی آنکھ کھلے، وہ خود کو میرے قریب دیکھ کر ایک دم سے متانے میں آئی۔ پھر جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔ سوچائی سے مجھے خود کو ادر بھی مجھے دیکھنے لگی اور گھومتے ہوئے یہ کیا ہو گیا فراد میرے قریب کیسے آ گیا تھا؟ شاید اس نے نیند میں شرات کی ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا: میں پہلے مجھے حقیقت

میں نے اس کی سوچ میں کہا: آفراس کس کس کوشش سے کیا نہ وہ کبھی فیصلہ کر لیتے پڑھنے پھینچنا چاہیے۔ آج اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ میں ہمیشہ فراد کے ساتھ رہوں گی یا پھر ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے آہی دور چلی جاؤں گی کہ کبھی یہ خیال غزنی کے ذریعے بھی کھٹا کر لیں پھینچنے سے گا؟

وہ سوچتی چاری تھی اور مجھے دیکھتی جا رہی تھی اس کا دل کتنا خفا کہ مجھ سے دور نہیں جانے کے اور حالات بھی یہی کہہ رہے تھے کہ نہ جھکڑی کھلے گی نہ دوری ہوگی۔ یہ قربت پڑنے نہیں کب تک قائم ہے۔ یہ جھکڑی جب تک نہیں کھلے گی۔ اس وقت تک وہ آزمائشوں سے گذرتی رہے گی اور اپنے محبوب کے اتنے قریب رہ کر اپنے آپ کو... وہ صد بچنے کے دوران آہستہ آہستہ میرے سر کے بالوں میں، لہروں سے گلھکی کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ میں اپنی زندگی میں منہا سکوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر یہ میرا ہے، مجھ سے شادی ہو تو صرف میرا ہی ہے۔ کبھی دوسری طرف رخ نہ کرے لیکن یہ میری خاطر رہانی ہوں نہیں چھوڑے گا اور میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔ کیا مجھے اس کے سامنے جھکا پڑے گا؟

وہ آہستہ آہستہ جھکتی ہوئی میرے سینے کی طرف آئی اور اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ تب اچانک ہی وہ چھوٹ چھوٹ کر گئے تھی۔

میں نے اسے ٹھوڑی دیر تک لوتے دیا پھر کب تک انہیں کھول کر چرائی سے پوچھا اے کیا ہو گیا۔ روتی کیا

میری آواز سننے ہی وہ ایک جھگڑے سے میرے سینے سے الگ ہو گئی پھر بیٹھے ہوئے اپنی ساری کے آنچل سے آنکھیں پونچھے لگی۔ میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟  
وہ منہ پھیر کر بولی: کچھ نہیں۔  
مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ، چھپاؤ کی تو میں تمہارے دماغ میں پیچ کر معلوم کر لوں گا۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی زبان سے گفتگو کریں۔

وہ چپ رہی سر ہٹکانے مچھی رہی۔ میں نے اس کے ہتھکڑی والے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھما کر کہا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں تم میرے بازوؤں میں مڑانے کے لیے تیار ہو لیکن ظاہری شرم و حیا تمہیں روکتی ہے پھر تمہاری ہر ہڈی کے درمیان صرف تمہارے شادی کوں۔ تمہارا ہر ہڈی کے درمیان سے نم نے دیکھا ہے کہ سوسنیا میری کسی ساتھی ہے۔ اگر میں اس سے بے وفائی کروں گا تو زندگی کے کسی موڑ پر ہم سے بھی بے وفائی کر سکتا ہوں۔

میری مجبوریدوں کو سمجھو میں نہ تو سوسنیا کو چھوڑ سکتا ہوں نہ تم کو۔  
وہ سر ہٹکانے بولنے لگی: میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بہتر ہے کہ اسی موضوع پر باتیں کرو۔ ابھی تم میرے سینے پر ہر ہڈی کو کر رہی تھیں کیونکہ تم میرے سینے پر ہر ہڈی کو کر رہی تھیں جو اوروں کو شرم و حیا بھی حاصل کر سکتی ہو۔ میں تمہارے فیصلے کی دیر ہے۔

اس کی لاپٹی اور گھٹی بلیں آہستہ آہستہ اٹھنے لگیں اس نے اپنی خزان آنکھوں سے مجھے دیکھا جتنی گراہتی تھی اس کی آنکھوں میں بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری آنکھوں کے راستے دل میں آ کر رہی تھیں۔ پھر اس نے اس کے کی طرف جھک کر اپنے سر کو میرے سینے پر رکھ دیا۔ دوسری بار پھر اسی طرح رٹنے لگی ہیں نے پوچھا: کبھی آخر کیا ہوا۔ کچھ بولو تو سوسنی؟  
وہ روتے ہوئے بولنے لگی: میں اس طرح نہیں رہ سکتی تھی۔ یہ شادی کر لو۔ ابھی شادی کرو۔  
تم کیا کہہ رہی ہو۔ اس جنگل میں ہماری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟

کیوں نہیں ہو سکتی۔ کبھی جنگل میں سماؤ خدا نہیں رہتا؟  
کیا وہ ہماری پھانسیوں اور پائیوں کو نہیں دیکھ رہا ہے؟

تمہارے ہماری کج حیثیت سے اور میں تمہیں شوہر کی ترغیب سے قبول کرتی ہوں۔ ہم ساری زندگی کے لیے اس رشتے کو نہانے کا وعدہ کر رہی تھے اگر ہم میں سے کسی نے بدیاختی اور بے ایمانی کی دھوکا دیا ہمارے دفاعی کی تو خدا اُسے مجھے گا۔  
تم تھک گئی ہو۔ جو خدا کو حاضر و ناظر جان کر ازواجی رشتے میں فحش ہو سکتے ہیں ادا آئندہ اُسے وادانت داری سے بناہ سکتے۔ ہر لین پلے اس کے لیے تمہارا مسلمان بڑا مڑی ہے۔  
میں تیار ہوں۔  
تو میں گھر چڑھتا ہوں۔ تم دو ہراؤ۔

اس نے مجھ سے الگ ہو کر اپنی ساری کو درست کیا۔ اس کے آنچل کو اپنے سر پر رکھا پھر اُسے گھونٹ بنایا۔ میں اس کے شانہ نشانہ لپٹتی ہاں کر دیکھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ جنگل بھی خاموش تھا۔ ہر طرف کون تھا کہیں کہیں چوڑیلوں کے چھپانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر سامنے بتنا ہوا وہ یا گنگنا تا جا رہا تھا۔ میں نے گھر بڑھا کر نئے دو ہرا ہا۔ پھر میں نے کہا: خدا تو لڑا رہا کہ میری شرمی مسلمان ہو رہی ہے۔ تب مجھے رسوئی کی سنجیدہ اور مجبور آواز سنائی دی۔  
تو میں نے انسان مذہب کے لیے جیتا ہے مذہب کے لیے مڑا ہے مگر دل ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی مذہب باقی نہیں رہتا۔ دل میں صرف پار کی پوجا ہوتی ہے اور ہم نے نسا ہے کہ تو پار میں ہی چھپا رہتا ہے۔  
اتنا بکر وہ ڈرا چپ ہوئی۔ میں نے کہا: اے خدا!

انسان کا دل بھی ایک کعبہ ہے۔ اسی کعبے میں گور رہتا ہے، یہی کعبہ پیار سے دھرتا ہے۔ یہ خوف کھاتا ہے۔ تیری عبادت کرتا ہے اور تیرے ہی نام پر اپنی محبوبی سٹی کرنا پاتا ہے۔ اے خدا، میں تیرے ہی نام پر آج رسوئی کو اپنا دیا ہوں کیونکہ یہاں کوئی نہیں ہو گا کہ اس کے اور اگر تم کچھ میرا دواں طرح سے نہ کرنا فکے آوروں سے پراکتا ہے۔

ہمارے سامنے وہ صحت و شفا گنگنا تا ہوا دو لپٹ لگ با تھا جیسے ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی کچھ بولتا جا رہا ہے اور خوشی میں ہنسا جا رہا ہو۔ رسوئی نے کہا: اے جھنگل! اے کتا ہے کہ زندگی ایک بار ملتی ہے۔ عورت کتنی بے گارہ ایک بار ملتی ہے۔ جب آبرو جاتی ہے تو پھر ملی جاتی ہے تو لیے عورت یہ چاہتی ہے کہ آبرو جس کے ہاتھ میں جائے وہ مرد ہمیشہ اس کی آبرو کر لے۔ اے جھنگل! اے دنیا جہاں کے لوگوں کی عقل سے چھیننے والے ڈاکو عقل سے کوہ عورت کی اہمیت کو سمجھو اور بے حیائی کی دنیا سے نکل کر دیکھو کہ عورت

اچھا ہوتی ہے۔ وہ سوائے اپنے مرد کے کسی کو اپنا منہ بھی نہیں دکھانا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ خدا ہمیشہ میرا ہے۔ میرا کیا میری ہے اور وہ بھی پوری نہیں ہو گی؟  
میں نے کہا: اے خدا، ہم اپنے مذہب اپنے ماحول کے جو کچھ سیکھتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے میں اس کو ہم اپنے طور پر بدلتے ہیں۔ جہاں سے یہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر ایک مرد وہ عورتوں سے انصاف کر سکتا ہے۔ ان کے ساتھ بڑی سلوک کر سکتا ہے۔ کسی کی عجزت میں کمی نہیں کرتا اور ہمیشہ عزت لے سکتا ہے تو وہ دو عورتوں کے ساتھ بڑی گزار سکتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ سب اور عزت پر توڑ رہے ہیں رسوئی کی حیثیت اس کی آبرو اور اس کے تحفظ کا یقین دلانے کے لیے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔  
ہاتھ لے کر ڈھک کر تو پھر قریب آنے کی کوشش کروں گا۔  
یہاں میں رسوئی میری شریک عبادت اور میری عزت بنتی رہے گی۔  
وہ ایک مرد آہ بھر کر بولی: اے! میں اپنے دل سے چوڑی لاپٹے شوہر کی یہ خدا یا یہ اصول برداشت کروں گی کہ وہ بس یہ بھی کسی کو اپنے قریب مجھے یا اپنے قریب لانے میں اپنی ازواجی رشتے کی ابتدا کرنے سے پہلے اپنے شوہر کا ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میرا شوہر سال لپٹے مینے میں اور سال کے آخری مینے میں صرف میرے ساتھ باق زندگی گزارے۔ میرا ایک گھر ہو میرے ساتھ رہے ہوں میرا شوہر وہ سال بھر کے اس دو مینے میں کوئی عورت میرے قریب نہ آئے صرف میں اپنے شوہر کی ملکیت بنی ہوں اور میرا شوہر میری ملکیت بنا ہے بس میں یہی وعدہ چاہتی ہوں۔

وہ بڑی غلب خاطر منار ہی تھی کہ وہ میرا ہنوری کا بڑا ہی عورت اس کے ساتھ گزاروں اور ہم دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا نہ ہو۔ میں ہمارا گھر ہو گا۔ میں دو ایک سال کے لیے اس گھر میں زندگی گزارانی ہو گی پھر وہیں بیکس لیے میں آزاد ہو جاؤں گا۔ میں نے سوچا۔ چلو! ٹھیک ہی ہے۔ دو ماہ کی گھر میں زندگی گزارنے کی پابندی ہے۔ وہ بانی وہ ماہ تک آزادی ہے۔ گی۔ میں نے کہا۔  
میں وعدہ کرتا ہوں۔ سال کے دو مینے دو میرا ہنوری میرا ہوتی ہے۔ لے حضور میں اس کے میرے اور رسوئی کے علاوہ کسی اور میری ہستی ہماری دواہ کی زندگی میں نہیں آئے گی۔  
اگر تمہارا وعدہ ایک گھر میں زندگی گزاراں گے۔

میری باتیں سن کر رسوئی نے بیٹھے ہوئے دو لپٹ لپٹ دو لپٹ لپٹ ہاتھ جوڑ لیے۔ اس کے ہاتھ کے ساتھ میرا ہاتھ بھی اٹھا میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ نہ سکتا میں کچھ دماغ میں پڑھ رہی تھی۔ میں خاموش بیٹھا۔ اس کے بعد اس کی دعا ختم ہوئی تو وہ دیر طرت ڈرنا۔ سو گئی۔ اس نے میرے قدموں کے پاس ہاتھ لے جا کر ان کی گھاس کر کھڑا سا اٹھا ڈیا۔ پھر میرے قدموں کے پاس جوتی تھی لے اٹھی کر سینہ اور کی طرح اپنی ماگ میں لگا لیا۔  
میں نے اُسے بڑے پار سے دیکھی۔ پھر اس نے گھونٹ کر اٹھا کر اس کی کھڑکی کو ہاتھ لگا لیا۔ اس کے جوتے کو اٹھانے کے لیے رسوئی تھکے دھرم کے مطابق اب تم ایک گھن بڑی تھوڑی ماگ میں سرخ سینہ دار کی کیکر ہوتی چاہیے ہیں۔  
میں سینہ دار لگاؤں گا۔

یہ کہہ کر میں نے اپنی کوسے جانو نکالا اُسے کھول کر میں نے اپنے ماہیں ہاتھ کے اٹھائے کوڑا سا کاٹ لیا۔ اٹھائے چاؤ کی دھار پر بیٹھے۔ جی شرح خون اٹھنے لگا ہیں۔ اے اس اٹھنے کو رسوئی کی ماگ میں رکھا اور پھر نوٹ تک شرح لہو کی کیکر چھیننا چلا گیا۔  
رسوئی نے بہتر لہو کی کیکر کو اپنے دل تک محسوس کیا۔ خوشی سے گل گئی۔ جنگل اور ہرا ہو گیا۔ پر نہ سے چہانے لگے۔ اور سے ادر لوں آرتے لگے جیسے خوشی سے رقص کر رہے ہوں۔ سامنے بتنا ہوا اور کچھ اور سڑوں میں گنگنا نے لگا۔ ایک گھری سٹی میں اس کا ایک دست پر چڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف ایک ڈگ ڈگ رنگ بدل رہا تھا اور بتانا تھا کہ اس دن جانیوں تکنے رنگ بولنے میں اور وقت اور ماحول کے مطابق جانور ہوں یا انسان کتنے رنگ بولتے جیتے ہیں میرے اور رسوئی کے جی رنگ اور مزاج ملتے جلتے رہتے۔

اے جنگل تجھ میں منگل ہوا۔ ہاں ہاں کہہ۔  
اے سینہ دار، اٹھن دور بچھاؤ۔ تم تو آتی ہی رہتی ہو۔  
آج میری زندگی میں یہیل بار دھن آئی ہے۔ مجھے اُسے جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ جب میں اس کا ہاتھ چڑھ کر آگے بڑھوں گا تو تم میرے ملاتے ہیں۔ آنا میں تم سب کو اپنی دھن کی نذر۔  
کا شتا چلا جاؤں گا۔  
اے دشمنون تمہارا شکر ہے کہ تم نے نفرت کی ہتھکڑی بنا کر نہیں جنت کی ہتھکڑی میں پڑو۔ دیا نفرت کی ہتھکڑی کسی وقت بھی کٹ جائے گی لیکن جنت کی ہتھکڑی زندگی

کی آخری سانس تک نہیں کھلا گی۔

ہم اس واقعے کے اندازے ہیں کہ باہر زلیلے کی سبب  
مکڑے ٹھہر گئے تھے اور اس سفید صوف کے باعث اندر  
نہیں آسکتے تھے۔ اندر ہم دونوں محفوظ تھے اور محنت بھری  
زندگی کا ایک ایک ٹکڑا رہے تھے۔

پھر بہت سا رات وقت گزر گیا۔ سورج مغرب کی طرف  
ڈوبنے لگا۔ شام کے سائے چھلنے لگے۔ کچھ دیر تھی  
کالی پوچھنا بیٹوں سے جنگل کو ڈھانپنے کے لیے اٹھتے ہوئے  
گھاٹ چلو، بہت دیر ہو چکی ہے۔ ہمیں پھر سے سفر شروع  
کرنا ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن شرم سے نظریں جھکائے رہی۔  
وہ میری طرف دیکھنے سے گرا رہی تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوا  
تو وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ دریا کی طرف اشارہ کر کے منہ پھیر کر  
بولی: "جو اٹھ جاؤ گے۔"

میں نے کہا: "آؤ چلو۔"  
میں اس کے ساتھ اس واقعے میں سے نکل کر آہستہ  
آہستہ چلتا ہوا دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔  
"چلیے جوتے اتار دو۔"

میں نے پوچھا: "کیوں؟"  
"ہم اپنی جین جینٹس کے لیے۔"  
"ہم اپنی جین جینٹس کے لیے۔ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں  
کیا ہے کہ ڈوب مرنے کی ضرورت ہو۔"

"تم بہت بولتے ہو۔ ہمیں جو کہہ رہی ہو۔ وہی کرو۔"  
جلدی سے جوتے اتار دو۔  
میں نے ایک پتھر پر بیٹھ کر دونوں جوتے اتار لیے۔

اس کے بعد وہ بولی: "اب اپنی جینٹس ڈال کر اپنی  
آنکھوں پر باندھ لو۔"  
"بھئی، آخر کیوں؟"

وہ بولی: "اتنا نہیں سمجھتے۔ میں غسل کروں گی۔"  
میں نے کہا: "اب اندھیرا ہو رہا ہے۔ تھنڈک بڑھ  
رہی ہے۔ اس وقت غسل کرنا کیا ضروری ہے۔ کل جب  
میں نہنگی تو غسل کر لیتا تھا۔"

میں نے کہا: "اب اندھیرا ہو رہا ہے۔ تھنڈک بڑھ  
رہی ہے۔ اس وقت غسل کرنا کیا ضروری ہے۔ کل جب  
میں نہنگی تو غسل کر لیتا تھا۔"

جاؤں گی۔"

ہم تھوڑی دیر بعد پانی میں آئے۔ زونٹی ہلکے ہلکے  
تھی ساں کا سارا دھیان میری طرف تھا کہ کہیں میں دوپٹے اور  
میں نے اس خاموشی سے فائدہ اٹھانے ہوئے سونیا اور  
کی تھری بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ دونوں شرم میں  
گئی تھیں انھیں سیرا مشر کی طرف سے بھیجی ہوئی دوپٹے  
تھی جو ان کی امداد کے لیے مرنا گنگا کی بستی کی طرف جا رہی تھی  
اس چہرے انھیں شرم میں لاکر بناہ وہی تھی میری اور  
کی فرمائش کے مطابق اب مرانا کو پاکستان بھیجے گا۔  
کیے جا رہے تھے۔ جب میں نے سونیا کو مخاطب کیا تو وہ  
بولی: "اتنی دیر تک کہاں تھے میں کئی بار تمہیں پکار رہی ہوں۔  
"بھئی غصہ کیوں ہوتی ہو۔ کیا میں کسی شرم میں ہوں۔  
دیکھ لیاں منٹا پھر بد ہوں۔ یہاں مہینوں میں گزارا ہوا۔  
ایک مصیبت میں چھینا ہوا ہوں۔ میں ابھی انھیں کچھ نہیں  
سکتا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا تو انھیں نصیب سے یہاں  
حالات بناؤں گا۔ اس وقت بے انتہا تاریکی ہے اور ہر طرف  
جنگل جاڑوں کا منظر ہے۔ وہ بھی کہیں سے آسکتے ہیں کہ  
نیلے بچے اجازت دو۔ میں صرف تمہاری غیرت معلوم کرنا  
چاہتا تھا۔"

ان سے دھت ہو کر میں نے ساڑھ بانو کی تھری پر  
چلا کہ ان کی روانگی کے لیے اچھی دوپٹے کا وقت باقی ہے  
میں وہاں سے بھی مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔ اتنی دیر میں زونٹی  
غسل کر چکی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد کورسا جھٹکا  
کہا: "باہر چلو۔ تمہیں تم سے آؤ۔ انھیں بند کرنا۔"  
میں آنکھ بند کیے اس کے ساتھ باہر آیا۔ تھوڑی دیر  
بعد ہم پریشہ ہون چکے تھے، جبکہ بڑے زور کی آواز سنائی  
ہم نے کہا: "انگالا تھوڑا سا کہا۔ دیا کا پانی پیار بہت ہے۔  
ٹھنڈا چٹھا پانی تھا۔ ہم نے دونوں برتنوں سے پانی پینا  
اس تازہ پانی کو برتنوں میں پھر لیا۔ جب ہم وہاں سے مٹا  
ساہان اٹھی کہ سوانہ ہم نے تو اس وقت میری کھڑی میں ساہ  
بچ لے رہے تھے اور جنگل میں گری تار کی چھائی ہوئی تھی۔ چار  
آدھی رات کے بعد ملنے والا تھا۔ میرے ہاتھ میں ناچ تم  
اور میں اس کی روشنی میں زونٹی کو ساتھ لیے آگے بڑھنا  
جا رہا تھا۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"

ہم دریا کے کنارے پہنچے۔ یہاں ایک کھوکھری  
کھنڈے جنگل میں انڈیا کے کنارے آئی آبادی ہو کر آئی  
شاید یہی طرح ہم نے اس کے کنارے انسانی آبادی میں پہنچنا  
جاؤں گی۔"





مور ایک ساتھ کئے ہیں پر چاروں طرف سے چڑھ چڑھائے۔ گدھوں کے عجیب بھانک انداز میں جینے کی آوازیں سنائی دیں۔ رسوتی صبح اٹھ کر مجھے سے بیٹ گئی۔

میں اس کا ماتھ چوک کر اسے کھینچتا ہوا۔ دوڑتا ہوا۔ جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔ اب اندھیرے میں وہ بہت سارے بڑے جھیر جھیرٹے ہوئے ہائے قریب آ رہے تھے۔ میں اسے لپٹا بنا جو جھونپڑی کے تمامہ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک پرندہ ہم سے ٹکراتا ہوا گرزا۔ چھروں سے تیرہ چھوٹا پلا۔ میں نے چھراٹھن گن کا ایک برست مارا تو پٹوں کی چھوٹے برست ڈرا دور جو گئی۔ میں نے جھونپڑی کے دروازے کو ایک زور کی لات ماری۔ وہ بیٹھ ہی ٹھکرا ہوا تھا۔ ایک جھنگ سے کھٹک جلا گیا۔ میں رسوتی کو کھینچتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ وہ جھونپڑی پر چاہہا تھی یا اس جھونپڑی سے انسان کی ڈھانچوں کا قبرستان شروع ہوتا تھا۔

رسوتی نے کہا: "کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم اسے ایشیائی گدھوں کی طرح افریقہ میں یا سٹے جانے والے گدھ بھی بڑھادیں اور صرف مزاروں کی کھلنے ہوں۔ اس علاقے میں رہنے والے گدھ زندہ انسانوں اور جانوروں پر بھی حملے کرتے ہوں گے۔" میں نے چونک کر کہا: "ہاں یاد آیا۔ ہمیں دوپہر سے اب تک کوئی جانور آتے ہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اب کچھ میں آ رہا ہے کہ یہاں سے گزرنے والے جانوروں پر یہ سیکھوں گدھ حمل آور ہوتے ہیں۔ ان کی بوٹی بوٹی کرتے ہیں اور انہیں اپنی خوراک بنا لیتے ہیں۔ اسی لیے ادھر سے کوئی جانور نہیں گزرتا ہے۔" رسوتی نے رات ہی صورت بنا کر کہا: "یہاں سے جنگل کے خوراک و درندے تک نہیں گزرتے۔ یہاں اسٹین گن جیسے پتیلے کو آرنے والے بھی بڑوں کا ڈھانچہ بن جاتے ہیں اور تو مجھے ایسی جگہ سے کرانگے۔ کیا ہم یہاں سے زندہ واپس جا سکیں گے۔ جگہ یہاں لانے کی ضرورت کیا تھی پٹ؟" "اجی تو ہماری شاد ہی ہوتی ہے۔ یہ اتنا ہے۔ رفت رفتہ تہیں مصیبتوں پر رونے کے سواتے ہنستا آجائے گا۔" "ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے پٹ؟" "جب صبح ہوگی تو دیکھا جائے گا کہ جنگل میں تناکر یہ ہی تھیں کہ ان کو پناہ لینے کی جگہ مل جائے۔ ہتھاری دے گا۔ نیول ہوگی ہے۔ ہمیں پناہ لینے کی جگہ مل گئی۔ رات بھر اس حد تک اطمینان ہے کہ یہ خوراک گدھ دروازے اور دریاؤں کی توڑ کراندر نہیں آسکیں گے۔ ہم محفوظ رہیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا دیکھا جائے گا۔ اجی تو ماما کو پڑھ سکون کر۔"

"مجھے مارچ دو، میں کمرے میں دیکھوں گی کہ کہاں کہاں ہے۔" "اجی مارچ کی دشمنی زور ہو سکتا ہے دشمنی دیکھ کر وہ گدھ بھر اس طرف آجائیں۔ تھوڑی دیر بعد ہم کمرے میں پہنچی کریں گے۔ مجھے ڈرنا ہے وہ کہہ کر کیا معاملے سے جب ہم کھڑکی کے باہر تھے اور ادھر سے آ رہے تھے اس وقت گدھ بالکل خاموش تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے دستوں کی شکل پر بیٹھے اور گدھے ہوں گے۔ انہوں نے ہمارے قدموں کی آہٹ نہیں سنی ہوگی یا ہماری باؤل کی آواز بھی ان تک نہیں پہنچی تھی۔ جب میں نے لٹکارنا شروع کیا تب ہی ایک ساتھ پڑھ پڑھنے لگے کی آواز آئی اس کے بعد جب میں نے فائرنگ کی تو اس کے نور سے تمام کے کام گدھ یا نور سے میں جاگ گئے یا منتقل ہو کر ہم پر حملے لگے۔" رسوتی نے پوچھا: "اب یہ ساری باتیں کرنے سے کیا کوئی فائدہ کھینچے گا پٹ؟"

"ہاں، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ گدھ شاید یہیں بہت ہیں۔ یعنی صبح ہوگی تو یہ ہمیں جھونپڑی کے چاروں طرف دستوں پر بیٹھے ہوتے نظر آئیں گے۔ ہمارے اظہار میں رہیں گے کہ ہم کھڑکیں اور یہ ہمیں اپنی خوراک بنا لیں۔ اگر یہ ہمیں دوسرے علاقے سے آتے ہوں گے تو صبح ہمارے لیے یہاں کارآمد صاف ہوگا۔" "جھنگل کرنے یہ دوسرے علاقے سے آتے ہوں صبح صاف ہو گیا تو ہم یہاں سے جاگ جائیں گے۔" میں خاموشی سے کمرے میں ہر طرف نظر میں دوڑا رہا تھا ایک طرف ایک صندوق رکھا ہوا تھا جس میں سے میرے، جو اہرات لگے پڑے تھے۔ دوسری طرف دو موٹ ہیں رکھے ہوئے تھے۔ کمرے کی پچھلی کھڑکی کے قریب ایک بہت بڑا اور بے کاستون کمرے کے فرش پر گڑا ہوا تھا۔ اس کستون سے ایک دستہ بند جا ہوا تھا جو پچھلی کھڑکی سے گزرتا ہوا باہر میں چلا گیا تھا۔

"تم اندھیرے میں نہ جلتے کیا کیا دیکھ رہے ہو۔ یہ اندھی بی کھڑی ہوئی ہوں۔ کیا یہاں بھی کوئی ایسی بات ہے کہ تم کچھ سے چھپنا چاہتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں دیکھوں گی تو ڈر جاؤ گی؟" "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی مارچ روشن کرنا ہوا۔ یہ کہہ کر میں نے اسٹین گن کو ایک طرف دیا اسے لگا کر دکھا دیا۔ چھراٹھنی کمرے سے مارچ نکال کر اسے روشن کیا۔ کمرہ روشنی میں نہ آیا۔ ادھر روشنی ہوئی۔ ادھر باہر بول کے چھوٹے چھوٹے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے فوراً ہی مارچ بجھادی۔ باہر جانوری چھا گئی۔ روشنی کے باعث گدھوں کی فوج میں جو بے چینی پیدا ہوئی تھی وہ اندھیرا ہوتے ہی ختم ہو گئی تھی۔"

رسوتی نے پریشان ہو کر کہا: "بڑی مصیبت ہے ہم یہاں روشنی نہیں کر سکتے۔ اگر کریں گے تو یہ خوراک پرندے ہم پر حملہ کرنے آجائیں گے۔"

"ہاں ایسا لگ رہا ہے جیسے ایک بہت بڑی فوج جانوروں طرف سے غاصرہ کیے ہوئے ہے اور ہمارا اس جھونپڑی میں قید ہو گئے ہیں۔ زباہر نکل سکتے ہیں نہ اندازاً وہ دونوں تک رہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ باہر جو بڑوں کے ڈھانچے نظر آتے ہیں۔ وہ لوگ بھی اسی طرح یہاں آ کر قید ہو گئے ہوں گے پھر چونک بیاس سے تنگ آ کر انہوں نے باہر نکل کر ان گدھوں سے مقابلہ کرنے کی کھان لی ہوگی۔ انہوں نے اپنی اسٹین گن اور گولوں ان پر آزمائے ہوں گے۔ یقیناً بہت سے گدھ مارے گئے۔ یہ سن کر ان کی تعداد کچھ اتنی زیادہ معلوم ہوئی ہے کہ وہ اسٹین گن دالوں پر غالب آ گئے اور انہیں فوج کھسٹ کر کھائی کر ختم کر دیا۔" کمرے کی تاریکی میں رسوتی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "اجی روشنی میں میں نے ادھر پچھلی کھڑکی کے پاس ایک کھیلے کوزین میں گڑھے ہوتے دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ رتی بندھی ہوئی ہے۔ وہ روشنی کھڑکی کے باہر ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے کیا ادھر سے باہر جانے کا راستہ ہے پٹ؟"

"میرا خیال ہے کہ جو لوگ اس جھونپڑی میں آ کر قید ہو گئے تھے انہوں نے کھڑکی کے دلتے سے بھی باہر جانے کی کوشش کی ہوگی۔ پتہ نہیں وہ لوگ کامیاب ہو سکے یا نہیں۔ یہاں رہ کر ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ اجی تو ہم آتے ہیں دیکھتے ہیں یہ خزانہ ہو کر ہے میں رکھا ہوا ہے یہ بہت سی داستاںیں سنار ہائے ایسا لگتا ہے کہ لوگ اس خزانے کے لیے یہاں آتے رہے ہیں، اور گدھوں کا شکار ہوتے رہے ہیں۔"

رسوتی نے پوچھا: "ہم یہاں تک تک کھڑے رہیں گے پٹ؟" میں نے ادھر ادھر نظر میں دوڑاتے ہوئے کہا: "میں یہاں اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے سر کے اوپر چھت کے نیچے ایک پچان بنی ہوئی ہے۔ ہم اس پچان کی صفائی کر کے وہاں آرام سے رات گزار سکتے ہیں لیکن پہلے ہم یہاں رکھ رکھاؤ حاصل کر لیں گے۔ میں لوگوں نے اپنا سامان یہاں چھوڑا ہے، وہ اپنے پیچھے یقیناً کچھ معلومات چھوڑ کر گئے ہوں گے۔ آؤ ذرا اسے سامان کی تلاش ہی چلائے۔"

ہم دونوں ادھر گئے جہاں دو موٹ کس اور سفری بیگ ڈھیر رکھے ہوئے تھے۔ ایک بیگ کو ٹولنے پر بہت ساری موم تیاں نکلیں۔ اس میں باجس کے بندل بھی تھے۔ میں نے کہا: "ان موم تیاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جھونپڑی میں قید

ہونے والے رات کو موم تیاں کی روشنی کرتے تھے۔ اتنی روشنی میں گدھ اس طرف نہیں آتے ہوں گے یا موم تیاں کی دیسی روشنی جھونپڑی کے باہر نہیں جاتی ہوگی۔"

پھر میں نے ایک موم تیاں کی روشنی کوئی کمرے میں جو ایک موٹا سا آہنی ستون لگا ہوا تھا۔ اس پر میں نے موم تیاں کی روشنی کو دیکھا۔ اب کہہ روشن ہو گیا تھا لیکن باہر سے بڑوں کے پھوٹ پھوٹنے کی آوازیں سنائی دیں وہ تھیں۔ اس روشنی میں میں نے بیگ کو دیکھا۔ گدھوں کے ہونٹوں نے کہا: "میرا خیال ہے پہلے تم چان کے اوپر دیکھو اور ایسا نہ ہو کہ وہاں ہمارے لیے کوئی مصیبت چھپی ہوئی ہو۔"

رسوتی کی بات دل کو لگی۔ میں نے موم تیاں کو اٹھا یا پھر اس صندوق کو بند کر کے آگے کی طرف کھینچی اور اس پر چڑھ کر دیکھا۔ چان بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہاں ایک نہایت آرام دہ لستر بچھا ہوا تھا ایک ایسا لستر جس میں بوجھنے سے وہ ملائم لگا۔ بن جاتا تھا اور ہوا نکال لینے کے بعد محض لہڑکا ہوا کولہ جاتا تھا پھر اسے آسانی سے بیٹھ کر بیگ میں رکھا جا سکتا تھا رسوتی بھی میرے ساتھ صندوق پر کھڑی ہوئی دیکھ کر ہی اس نے کہا: "یہ چان کو بالکل ٹھیک ہے۔ یہاں مجھے جو تیاں بننے لگی ہیں۔ ان سے صندوق سے انارٹے ہوئے کہا: آؤ، پہلے ہم اس سامان کی تلاش کریں اس کے بعد آرام کریں گے، میں نے موم تیاں روشنی کو دی اور خود سامان کی تلاش لینے لگا۔ پہلے ایک بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں تیل، بانٹن، لپ اسٹک اور عورتوں کے میک اپ کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ یقیناً وہ کسی عورت کا بیگ تھا۔ میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔ دوسرے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں بوسے کے بہت سے افزار تھے مثلاً چھینی، پتھوڑی، پیچ کش اور آدی ایسے ہی دوسرے افزار اس بیگ میں بھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف فرش پر پڑے ہوئے کراں اور بیچے وغیرہ سے ظاہر ہوا تھا کہ جو لوگ یہاں آئے تھے وہ کسی خزانے کی تلاش میں نکلے تھے اسی لیے ایسا سامان ساتھ لے کر آئے تھے۔"

اس بیگ میں چھوٹی بڑی ہر سائز کی آریاں تھیں۔ میں نے انہیں نکالے ہوتے خوش ہو کر کہا: "رسوتی، ہم ان آریوں کے ذریعے اپنی اس پتھوڑی کو کاٹ سکتے ہیں۔ پہلے باقی سلمان کی تلاش ہے لیں پھر یہ کام کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے میں نے دوسرے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ اس میں طی امداد کا مکمل سامان تھا۔ بہت ساری دوا تیاں اور مروم بھی کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں نے

سوٹ میسوں کی طرف تو سرمدی۔ اور پوسوٹ کس رکھا ہوا تھا اسے کھولنے سے پتہ چلا کہ وہ کسی عورت کا ہے۔ اس میں ناز کپڑے اور بہت سا مدور براسمان رکھا ہوا تھا میں نے کہا۔

”اگر تم لباس بدلنا چاہو تو یہ اسکرٹ بلاؤ وہ موجود ہیں۔“

”میں ساری کے سوا کچھ نہیں پہنتی۔“

”ایسا نہ کہ وہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ تمہیں ہر قسم کا لباس پہننے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ تم ان میں سے کوئی ایک لباس پہنو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔“

وہ مسکراتی ہوئی۔ ”تمہارا حکم سراسر کھولوں پر۔ میں تو تمہاری داسی ہوں۔“

میں نے وہ سوٹ کس اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا پھر اس کے نیچے والے سوٹ کس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں مردانہ کپڑے لگتے ہوئے تھے۔ اور پروڈاکٹریاں تھیں اور کچھ لڑائے کاغذات تھے۔ ان کا غلغلہ پر اجنبی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا

میں نے دو دوں ڈاکٹریوں کو کھول کر دیکھا۔ ان میں انگریزی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں انہیں اٹھاتے ہوئے بولا۔ ”ڈاکٹر آف فزیشن پریسیڈنٹ کے ہم نام سے پڑھتے ہیں۔ تم معلوم ہو گی کہ روشنی دکھائی رہی ہو۔“

”مجھے سامنے اورد پچھوں سے ڈر لگتا ہے۔ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گی۔ جیسا اس صندوق پر بیٹھ جاتے ہیں۔“

میرے صندوی پر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ ”ان ڈاکٹریوں کو پڑھنے کی پتہ نہیں لگا۔ بہتر ہے کہ پہلے میں سونیا، مرجانہ اور ساترہ بالو کی تیرہ سیرت معلوم کروں۔ اس کے بعد میں اسے شروع کروں گا۔“

یہ کہہ کر میں پہلے ساترہ بالو کے پاس پہنچا۔ اس وقت تک وہ طیارے میں سوار ہو چکی تھیں۔ کوئی خطہ نہیں تھا، اور ان کا سفر بڑی سلامتی سے شروع ہونے والا تھا۔ میں نے انہیں مخاطب کیا اور ان کے سفر کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ پھر ان سے رخصت ہو کر سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچا وہ ایک بہت بڑے ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھیں اور بیکریٹ تھیں۔ مرجانہ نے بتایا کہ وہ کل شام ایک فلائٹ کے ذریعے یہاں سے روانہ ہو جاتے گی اور دوسری صبح پاکستان پہنچ جائے گی۔

سونیا نے کہا۔ ”مرجانہ کو رخصت کرنے کے بعد میں یہاں سے ایک ٹیم اپنے ساتھ لے کر تمہیں جنگل میں تلاش کروں گی۔“

میں نے کہا۔ ”خواہ مخواہ میری تلاش میں جھکنے سے کوئی

فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ جنگل بھول بھی لیا ہے۔ بہتر ہے کہ تمہاری ابا بیا میں ہی ٹھہرو۔ میں روشنی کرنے کو کسی نہ کسی طرح تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ جب تک میں تمہیں زندہ نہیں اس وقت تک تم اس شہر کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی جنگل کی طرف آنا۔ ان لوگوں سے باتیں کرنا اور ٹھوسے فیصلے کے بعد میں مدعا ہی طور پر روشنی کے پاس حاضر ہو گیا۔ ہم دو دن اس شہر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے مسکراتی ہوئی کو دیکھا۔ پھر ایک ڈاکٹری کھولی۔ اس ڈاکٹری کے پہلے صفے پر پروفیسر برنارڈ رسل کا نام لکھا ہوا تھا۔ آگے بڑھنے سے پتہ چلا کہ وہ لندن کے عکس اتار قریہ کا ایک پروفیسر تھا۔ دوسرے صفے پر لکھا ہوا تھا، چار جون ایس سوانٹر کو سنٹرل افریقہ کے ایک آثار قدیمہ سے پیش ہمارا خزانہ خفیہ طور سے لندن منتقل کیا جا رہا تھا۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ بیٹھانے کیسے بتایا جا رہا تھا۔ لگایا گیا تھا۔ پہلی کا پٹر کا پائلٹ ایک نیگرو تھا۔ اس کا نام وکی تین تھا۔ اس کے علاوہ چار مسلح گانڈھے تھے جن میں دو نیگرو تھے اور دو گرنز تھے۔ ان پانچوں کو پہلی کا پٹر کے ذریعے وہ خزانہ وہاں سے لے کر لندن پہنچانا تھا لیکن پتہ چلا کہ پہلی کا پٹر بیچ ہی میں کس غائب ہو گیا ہے۔ اس کا سلسلہ لگایا گیا۔ آخر وہ پہلی کا پٹر ایک ویران علاقہ میں مل گیا۔ وہ بالکل خالی تھا۔ نہ اس میں خزانہ تھا نہ مسلح گانڈھے تھے۔ نہ ہی پہلی کا پٹر کا پائلٹ تھا۔

پہلے اس وقت کی کو بالکل راز میں رکھا۔ ہمارے کچھ جاسوس چن چن چاہا اس بات کا سراغ لگانے کے وہ خزانہ جانے والے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ پھر ہمارے کچھ تیرہ ڈیپلا کر انہیں زمین نکل گئی یا آسمان اڑا کر لے گیا۔ چھ ماہ کے بعد اڑتی اڑتی سی خبر ملی کہ جنگل میں ایک انبار بنے وہاں سے بنے والے دو بیکے ساتھ ساتھ ایک ایس بیگ ہے جہاں اونچی سی پہاڑی پر ایک جھونپڑی ہے اس کے آس پاس ارد بھی کئی جھونپڑیاں تھیں لیکن وہ سب گریبی ہیں۔ صرف ایک سلامت ہے۔ اس جھونپڑی کے منتقل عجیب عجیب باتیں مشورہ تھیں کہ وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہزاروں گدھا اس جھونپڑی کے آس پاس اپنا ٹھکانہ بناتے رہتے ہیں اور وہ ہر وقت منڈلتے رہتے ہیں وہ لیے گدھ ہیں جو زندہ ان فوں اور جانوروں کو کوچ کر رکھا جاتے ہیں کہا جاتا تھا کہ ایک شخص وہاں سے کسی طرح بچ کر آ گیا تھا اس کے بیان کے مطابق اس جھونپڑی کے اندر ایسے بہرے جو اہرات ہیں کہ انہیں دیکھنے سے آنکھیں پان پر نہیں ٹھہریں۔ وہ میں با

خزانہ ہے لیکن اسے کوئی وہاں سے نکال کر نہیں لاسکتا۔ ان افواہوں نے ہمیں سوچنے پر مجبور کیا کہ وہی خزانہ ہو سکتا ہے جو راستے ہی میں غائب ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک جاسوس کے ساتھ چند مہم جو خزانوں کی تیرہ وہاں روانہ کی تاکہ وہ حقیقت معلوم کر کے ہمیں بتائیں کہس طرح اس جھونپڑی تک پہنچا جاسکتا ہے۔

ایک جاسوس کی رہنمائی میں اس شہر کے افراد پہلی کا پٹر میں سوار ہو کر اس جھونپڑی کی طرف گئے۔ وہاں گھنٹوں پر رات کے بعد وہاں لے کر رپورٹ دی کہ ان لوگوں نے زندگی میں پہلی بار اتنے سارے گدھے ایک جگہ دیکھے نہیں۔ وہ کہہ کر ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں گدھوں کی فوج کھینچی ہو۔ جب پہلی کا پٹر پہنچی پرواز کرنے لگا تو سارے کے سارے گدھے جھپٹتے ہوئے پر پھڑ پھڑاتے ہوئے پرواز کرنے لگے تھے۔ پہلی کا پٹر کے پائلٹ کو مجبوراً اڑنی پرواز کرنی پڑی کیونکہ کوئی گدھا اگر پہلی کا پٹر کے پٹھے سے ٹکرا جاتا تو پہلی کا پٹر کو حادثہ پیش آ سکتا تھا پہلی کا پٹر کی فوجی پرواز خطرے کا باعث بن سکتی تھی۔ دوسرے لشکروں میں پہلی کا پٹر کے ذریعے ہم اس جھونپڑی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پائلٹ کا بیان تھا کہ میں اس جھونپڑی سے تقریباً ایک یا دو میل دور آتا رہا جاسکتا ہے۔ ہر طرف کی بندی پر پرواز کرتے ہوئے رسید کی مدد سے جزوی سامان کو جھونپڑی کے سامنے پہنچایا جاسکتا ہے لیکن کسی انسان کو رسیدوں پارٹھی کے ذریعے پہلی کا پٹر لے لیا جاتا ہے تو گدھ اسے کوچ کر رکھا جاتا ہے۔

اس رپورٹ کی دوسری اہم بات یہ تھی کہ جھونپڑی کے تین طرف دو دروازے تک گدھ ہی گدھ نظر آتے تھے جو کئی طرف لہی جھونپڑی کے پھیلے حصے میں ایک جگہ نظر نہیں آیا۔ چھ ایک تین، ہے اور تین کے بعد نیچے بہت گہری کھائی ہے۔ غلغلہ آ رہا ہے وہ پانچ سوٹ گہری ہوگی۔ اس طرف گدھے نہیں جاتے تھے، لیکن پہلی کا پٹر کی آواز پر انہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں اس ڈاکٹری کو پڑھ کر روشنی کو سنا رہا تھا۔ وہ بولی یہ بڑی ہی رپورٹ ہے۔ ہم یہ معلوم کر کے کیا کریں گے کہ ڈاکٹری لکھنے والا پروفیسر پہلی ٹیم کے ساتھ یہاں کیسے آیا۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ لوگ یہاں سے کیسے واپس گئے۔ تم دو چار صفحات چھوڑ کر چھوڑو۔

میں نے سننے ہوئے کہا۔ ”تم کہہ رہی ہو کہ وہ لوگ یہاں سے کیسے گئے۔ چھوڑ گئے کہاں وہ تو جھونپڑی کے باہر آرام سے لیٹے ہوئے ہیں۔ کیا تم نے ان کے ڈھلچانے نہیں دیکھے؟ میں با

یہ تفصیل سے پڑھ رہا ہوں تاکہ یہاں سے نکلنے کو کافی ایسا راستہ ملے جو انہیں نکل سکا یا وہ اس راستے کو اختیار کر سکتے ہیں۔ میں نے سوچ کر کھجھلنے کے بعد دوبارہ اس ڈاکٹری کو پڑھنا شروع کیا۔ پروفیسر برنارڈ رسل نے آگے لکھا تھا میں نے اپنے جھکے کو یہ مشورہ دیا کہ پہلے چند زندہ گدھوں کو پکڑ کر کے یہاں لایا جائے تاکہ ہم ان کے عادات و اطوار کو سمجھ سکیں۔ ان کے کھانے پینے، سونے اور جاننے کے اوقات کو یاد رکھ سکیں۔ اس کے مطابق کوئی طریقہ کار وضع کیے جاسکتے ہیں۔

میرے مشورے کے مطابق پھر ایک ٹیم براسا حالے کر پہلی کا پٹر کے ذریعہ روانہ ہوئی۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر بہت سی بچے پرواز کی۔ جب وہ تمام گدھ ہو چکے پھر تک کر چھتے ہوئے اڑنے اور پہلی کا پٹر کی طرف آنے لگے تو وہ جال بچے چھینا گیا اور اس طرح اڑنے والے کتے ہی گدھ اس جال میں آکر چھین گئے۔ پھر وہ جال پہلی کا پٹر کے ساتھ لٹھ پڑتا چلا گیا۔ ہر جال کو لگے گدھ ہمارے ہاتھ لگے جنہیں لاکر بہت بڑے پتھرے میں رکھا گیا۔ اس پتھرے کی اونچائی تقریباً پچیس فٹ تھی۔ لمبائی چوڑائی بھی بہت زیادہ تھی۔ یعنی گدھ بڑی آسانی سے اس کے اندر پرواز کر سکتے تھے۔ پتھرے میں ایک مصنوعی دھخت بھی بنایا گیا تھا۔ ہم ان کی طرف سے مطابق یہ اسڈی کرنا چاہتے تھے کہ وہ کب دھخت کی شاخ پر بیٹھنے میں وارد کب نیچے آتے ہیں۔

ہم نے چند دنوں تک مسلسل دن رات انکی اسڈی کی۔ اس پتھرے کے چاروں طرف کیمبرے نصب تھے۔ وہ کیمبرے ان کے گلوزاپ سے لے کر لانا تک شاٹ تک تمام متحرک تصویریں اُتارتے تھے۔ اس کیمبرے پر دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ کب ان کی آنکھیں کھل رہی ہیں، کب بند ہو رہی ہیں کب وہ پر بیٹھتے ہیں پتھرے کی شاخ پر بیٹھتے ہیں اور کب آرام سے بیٹھتے ہیں کب بے چینی سے ہٹتے ہوتے پتھرے اُتارنے لگتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان کیمبروں کی آنکھوں سے ان کی ذرا فدا سی حرکتوں کا پتہ چل جاتا تھا۔

جب ہم ان کے قریب سے گزرتے تھے تو وہ چونک جاتے تھے اور گرنے والے کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ پھر پتھرے چھڑاتے تھے۔ ہماری طرف اڑ کر آتے تھے۔ پھر پتھرے کی جالی سے ٹکراتے تھے۔ وہ بیٹھ بھر کر کھانے کے بعد اڑ کر دھخت کی شاخ پر بیٹھ جاتے اور وہاں بیٹھ کر اڑنے لگتے تھے۔ ایسے وقت ہم نے دہے پاؤں پتھرے کے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ انہیں ہمارے قدموں کی آہٹ نہیں ملنی تھی۔ شاید



طرف سے کسی گدھ کی آٹا نائی نہ کول اول اول!

یہ آواز اگرچہ دھیمی دھیمی تھی لیکن ہمیں ایسا لگا جیسے ہمارے چاروں طرف ہوتے چھینے لگی ہو۔ ہم سب ہم کھڑے ہو گئے ہمارا ایک ہاتھ گیس سلنڈر کے پائپ کی طرف گیا دوسرے ہاتھ سے ہم نے اسٹیشن گن کو سنبھال لیا تھا اور گیس کھڑے اس انتظار میں تھے کہ گدھوں کی طرف سے کوئی پیش قدمی ہوگی ہم جوا با کارروائی کریں۔ اس گدھ کی آواز مڑھہ تھی۔ مگر کیا کد بھی تھی جیسے وہ بچھڑ رہا ہو نہ کہاں مرنے چلے آئے ہو پھر ہمارے چاروں طرف مکمل سکوت رہا۔ صرف ایک کھلی تھی جو کسی گدھ نے دی تھی۔ میں نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ہم آہستہ آہستہ قدم رکھے ہوتے چھوٹی بڑی کے قریب پہنچے ہی گئے۔ وہاں بہت سامان اور دو صندوق رکھے ہوئے تھے۔ دونوں کے بہت بڑے بڑے ہڈیاں تھے۔ ہم نے آہستہ آہستہ چھوٹی بڑی کا دروازہ کھولا۔ سب سے پہلے ایڈوائس گاندھی۔ دو ڈائی اسٹین گنا تھے گدھوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ہم سب وہ سامان چھوٹی بڑی کے اندر آہستہ آہستہ پہنچانے لگے۔ اس وقت بھی ہم نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ سامان لے جانے میں ڈرا سہمی آواز پیدا نہ ہو۔ چنانچہ ہم چھوٹی بڑی میں اس سامان کے ساتھ بیٹھے ہیں کامیاب ہو گئے پھر ہرنے اس کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ دونوں صندوقوں کی کھڑے ہو کر چنانچہ پر دیکھا۔ یہاں سے وہاں تک ہم نے جو اہل ہتھیارے بڑے تھے۔ ہم حیرانی سے انھیں چھا چھا کر اس میں ہاتھ ڈالنے کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے۔ ایڈوائس اچھل کر چنانچہ پہنچ گئی اور وہاں کی ایک ایک چیز اٹھا کر اس کا بغیر جانے کرنے لگی تھی۔ کماؤ جب تک ایڈوائس انہیں پر رکھتی ہے اس وقت تک ہم دوسرا کام کر لیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ کھڑکی کے راستے کس طرح صندوق کو کھائی میں پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے لیے مڑھدی ہے کہ یہاں کھڑکی کے پاس گڑا گڑا کھوکھو کہ آہنی ستون گاڑ دیا جاتے تاکہ مڑھدی سے رستے کو اس ستون کے ساتھ باندھ کر بھاری سے بھاری سامان دوسری طرف کھائی میں پہنچایا جاسکے۔

اس وقت واٹرنے دوڑتے ہوئے کونے میں جا کر اس ٹرانسمپر کو کھینچا لیا۔ پھر اسے آن کرے ہوئے پاٹلٹ سے رابطہ قائم کر لیا۔ کتنے نگاہ گدھوں نے ہم پر غمگین دیکھا۔ بڑا ہی سخت حملہ ہے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ کتنے گدھوں کو زبردستی گزشت کھلایا گیا ہے ان کے علاوہ اور بھی گدھ ہیں جو کہیں سے آسکتے ہیں۔ ہر حال پر وفیسر برنارڈ ٹورسل مارے گئے ہیں اور ہم اپنی زندگی کے لیے حد و حد کر رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی میں نے بیچ کر اس کی مخالفت میں بولنا چاہا تاکہ میری آواز اور ہر پاٹلٹ تک پہنچ جائے لیکن منہ کھولتے ہی واسٹیون نے اپنی اسٹین گن کی نال میرے منہ میں گھسا دی۔ میں بچھڑ کر بول سکا۔ حیرانی سے انھیں پھاٹے ان کی بدعاشیاں دیکھا رہ گیا۔

اب ان کی جا میں سمجھ میں آ رہی تھیں۔ واٹرنے ٹرانسمپر کو آن رکھا تھا جو گدھ دروازے اور ایڈوائس سے مگر اسے تھے اور شہر جا رہے تھے ان کی آواز میں ٹرانسمپر کے ذریعے پاٹلٹ تک پہنچ رہی تھیں۔ پھر یہ کہ واٹرنے بھی کھڑکی کے باہر فائرنگ کرتا تھا تاکہ پاٹلٹ کی سمجھ میں آئے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ آخر میں واٹرنے ٹرانسمپر کو زمین پر رکھ کر اس پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ٹرانسمپر بالکل ہی تباہ ہو گیا۔ اب اس کے ذریعے رابطہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

باہر گدھوں کا شور جاری تھا۔ وہ کبھی کبھی چھوٹی بڑی کی دیوار سے آگڑا کھینچا جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد ہم نے دور اسٹین گن کی پاٹلٹ کے پرواز کرنے کی آواز سنی۔ اس آواز کو سنتے ہی واٹرنے نے کہا ہمیں اپنی پاٹلٹ میں آتے تھے اس کا پاٹلٹ بلندی سے دیکھنا چاہیے کہ ہمارا کیا حشر ہوا ہے۔ یہاں چھوٹی بڑی کے پاس یاس اتنے گدھوں کو پرواز کرنا چاہیے کہ اوپر سے کچھ نظر نہ آئے۔ اس کا ایک طریقہ یہی ہے کہ پھر سے ان گدھوں کو بچھڑا جا جائے۔

یہ سنتے ہی وہ اسٹین گن لے کر کھڑکی کے پاس گیا اور اس کے باہر اسٹین گن کو نکال کر فائرنگ شروع کر دی۔ اس فائرنگ کی آواز کے ساتھ پھر گدھوں کے اسی اقامت کا شور بلند ہوا کہ کان کے پر سے پھینکتے لگے۔ باہر سے کھوکھو بگڑا ہوا گدھ اس طرح اڑ رہے ہوں گے کہ چھوٹی بڑی کے پاس کی فضا میں ہلکی کی طرح چھانٹے ہوں گے اور ہر پرواز کرنے والے کو کچھ نظر نہیں آ رہا ہوگا۔ ہم نے سبلی کا پاٹلٹ کی آواز قریب ہی سنی۔ پھر وہ آواز دور ہو گئی۔ واٹرنے اور واسٹیون نے مجھے ایک طرف دیکھتے ہوئے ایک کونے میں کھڑا کر

پھر کھڑا اور سوچ کر پروفیسر کی فرض مشناسی ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہے یا پھر دنوں کا دانشمندی ہے

ڈک نے کہا میں ایڈوائس کی حمایت کرتا ہوں۔ بہار سے اس دولت ہوگی تو ہم پروفیسر سے زیادہ عزت اور شہرت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کی حمایت حاصل ہوتے ہی میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تیار ہوا گیا۔ ادھر ان کا پڑھاری ہو گیا تھا وہ جارہے تھے۔ اسی وقت واسٹیون اور واٹرنے اچانک ہی اسٹین گن کے پھیلے حصے سے ہٹ کر دونوں ساتھیوں کے سروں پر ضرب لگائی۔ دونوں ادا ہو کر ایک اس جگہ کے لیے تیار نہیں تھے یا کھلتے ہی بھاگ کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑے۔ میں حیرانی اور پریشانی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو ٹیم میں نے بنائی ہے اس میں ایسے عداوت نکلیں گے۔ واسٹیون نے اسٹین گن والوں کو سے ایک ہی پھر میرے دونوں ہاتھ تیرت کی طرف باندھ دیے۔ ٹرانسمپر کو گھڑے کے ایک کونے میں ڈال دیا گیا۔ دونوں ادا ہو کر ایک کے ہوش میں آئے سے پہلے ہی ان کے ہاتھ پاؤں بھی باندھ دیے گئے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد واٹرنے اور واسٹیون اسٹین گن اٹھا کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولے ڈائٹنا تم ان کا خیال رکھو ہم باہر نرسا ادا ہوگا مگر بیا کر کے اچھی لے ہیں۔

یہ سنتے ہی انہوں نے دروازہ کھولا اور چھوٹی بڑی کے بارے میں بیچ کر اسٹین گن سے بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی۔ میں ان کے پاگل پن پر حیران تھا۔ اچانک ہی مڑھہ نظر آنے والے گدھوں کے درمیان زندگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ انہوں نے فراسے پر پھر پھر آئے۔ کہیں سے پھینچنے چلانے کی آوازیں آئیں۔ لیکن ابھی زبر کا اثر باقی تھا اس لیے ان میں اڑنے کی کست نہیں تھی۔ ادھر ہر اسے میں کھڑے ہوئے واٹرنے اور واسٹیون نے پھر ایک بار اسٹین گن کا برٹھ مارا۔

پھر کھڑکی کی آواز جنگ کے ساتھ میں دور تک گونجی جس کی ہوگی۔ سبلی کا پاٹلٹ میں بیٹھے ہوئے پاٹلٹ نے وہ آواز سن کر پرواز نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے گدھوں نے سن کر پرواز کرنے سے گشت سے محروم رہے تھے۔ وہ یہ نہیں کہاں سے منڈلاتے ہوئے آگئے تھے کہ پھر ایک بار گدھوں کی فوج کا بیٹھ حملہ ہوا۔ وہ پھینچنے چلائے کیوں کہ پھر پھیلنے چھوٹی بڑی کی طرف آ رہے تھے۔ واٹرنے اور واسٹیون پلٹ کر جھانکتے ہوئے انھیں دے اور دروازے کو بند کر دیا لیکن اب باہر جیسے طوفان اٹھا تھا۔ گدھ آ رہے تھے اور چھوٹی بڑی کے دروازے اور ایڈوائس سے مگر اسے تھے۔

ٹرانسمپر کو کہاں صندق کے اوپر رکھ دو تم کسی سے رابطہ کر نہیں کر سکتے۔

میں نے مڑھتا کر چنانچہ کی طرف دیکھا۔ ایڈوائس چنانچہ کے کنارے اونڈھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں پاٹلٹ تھا اور دیر اور کاشخ میری طرف تھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا حماقت ہے؟

وہ بولی یہ حماقت نہیں دانشمندی ہے۔ اب اس چھوٹی بڑی سے باہر کی دنیا میں یہ خبر پہنچنا چاہیے کہ یہاں سب کے سب مارے گئے ہیں۔ ہم میں سے کوئی زندہ نہ بچا رہے کسی کے واپس آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

میں نے حیرانی سے پوچھا میں تمہاری بات اب تک نہیں سمجھ سکا تم ایسا کیوں کر بنا جاتی ہو؟

تمہارے کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے واٹرنے ایڈوائس کی حمایت میں اسٹین گن کو سنبھال لیا۔ ایڈوائس چنانچہ سے کوڈر صندق پر آگئی۔ پھر وہاں کھڑی ہو کر بولی میں نے اسے نظر گزارا کہ ایک نظر میں پرکھ لیا ہے۔ یہ سانی دولت ہے کہ اس کھڑے ہم کسی دور افتادہ اور چھوٹے سے ملک کو خرید سکتے ہیں۔

وہاں یہ مال پہنچا کر ہم ادھر بھاری آئندہ نہیں میں کسکتی ہوں۔ میں حکم آ کر تمہارے سے کہا ملے۔ کچھ نہیں۔

میں نے غصے سے پوچھا کیا تم واٹرنے یہ ہتھیار دکھا کر مجھے اپنے ملک اور اپنے غصے سے نڈھالی کرنے پر مجبور کر کے ہر ایک طرف سے واسٹیونے کہا میں بھی ایڈوائس اور اس کے ساتھ ہوں پروفیسر اور جو ایڈوائس کا کہہ رہی ہے اس پر جو کرارہ تم اپنے ملک اور اپنے غصے سے دفاعی کی بات کرتے ہو اور اپنے فرس کرنا چاہتے ہو تو یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد میں کچھ سزا دیکھنے سے مل جائیں گے۔ اس لیے کہ تم بڑھے ہوئے ہو۔ ہمیں اپنی باقی ماندہ بڑھی زندگی گزارنے کے لیے دولت کی نہیں صرف شہرت عزت اور چند منوں کی ضرورت ہے۔

واٹرنے نے کہا واسٹیون یا کل دست کرنا چاہیے نہاں زندگی کے صرف چند سال چند ہیمنے چند دنوں یا چند گھنٹوں گئے ہیں اور ہماری زندگی ابھی بہت لمبی ہے۔ ہمیں اپنے بے انجی اولاد کے لیے بہت کچھ کرنا ہے۔ ہر اس طرح کر سکتے ہیں۔ آج کے اس موقع کو ضائع نہ کریں۔ اپنی فرس نشی کی وبال سے طاق رکھ دیں۔ اور اس دولت سے وہ فائدہ اٹھائیں جس کے متعلق آپ اس جڑھلے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

واٹرنے اور واسٹیون کی اسٹین گنیں میرے باقی ساتھیوں کی طرف تھیں۔ واسٹیون نے کہا دوسرا ہم تم پر فائرنگ نہیں کرنا چاہتے۔ ہر جانتے ہیں کہ تم سہولت سے ہمارے

دیا اور کہا کہ کھڑکی کے پاس کوئی نہ جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ بیسی کا پڑنے پر واز کرنے والا طرح کھڑکی پر کسی بھی آدمی کی جھلک دیکھنے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو کر ابھی یہاں کوئی زندہ بچا ہے۔ ہم سب ان لوگوں کے لیے مرجھ چکے ہیں۔ میں منٹ کے بعد بیسی کا یہ واپس چلا گیا کہ کولاب اس کی آواز سنا کر نہیں بے رہی تھی۔ کینیا لین منٹ کے بعد باہر گھول کا شور بھی رفت رفتہ کم ہو گیا۔ پھر بالکل ہی ختم ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گدھ یا نکل پر سون گئے ہوں۔ والٹر نے کہا: "ایڈونا! اس راکام ہمارا ہی پلاننگ کے مطابق ہو رہا ہے۔ اب گڑھا کھود کر اس ستون کو یہاں گاڑنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی ہم مال کو پچھلے راستے سے کھائی میں پہنچا سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر والٹر نے واسٹیو کو اپنی اسٹین گن دی اور ڈوکی کے ساتھ مل کر وہاں کھڑکی کے پاس والی جگہ کو کھودنے لگا۔ ایڈونا ایک صندوق کھول کر دوسرے صندوق کے ذریعے بیجان پرینچ لگائی۔ پھر وہاں سے میرے سوا بہت اولہ قیمتی موٹی لمیٹ لمیٹ کر رکھے ہوئے صندوق کے بند کرنے لگی۔ جب وہ صندوق کھولا تو وہ نیچے آئی۔ ایک صندوق پر کھڑے ہو کر اس نے پھرے ہوئے صندوق کو بند کیا پھر اس پر کھڑے ہو کر خالی صندوق کھول دیا۔ اس کے بعد وہ پھر بیجان پر گئی اور تمام خزانے کو دوسرے صندوق کے اندر منتقل کرنے لگی۔

ایک گھنٹے کے اندر ایک طرف دونوں صندوق پھر گئے۔ دوسری طرف اس موٹے سے آہنی ستون کو مضبوطی سے گاڑ دیا گیا۔ کھڑکی کی چوڑھٹ پر کڑھی کی مضبوطی جالی تھی۔ اس کے علاوہ کھڑکی کے دو طرف ڈیپٹ بنے ہوئے تھے۔ انہیں مضبوطی سے بند کیا جاسکتا تھا۔ والٹر اور واسٹیو اس کھڑکی کی جالی کو چاروں طرف سے دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا: "ایڈونا! ہمارا جالی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ رہے ہیں۔ یہ کھڑکی کے بیٹ اپنی جگہ موجود رہیں گے۔ جالی کو اکھاڑنا اس لیے ضروری ہے کہ اسی راستے سے صندوق کو گوارا کر باہر پہنچایا جائے گا۔"

ایڈونا نے پوچھا: "کیا صندوقوں کو ابھی اس کھائی میں وارڈنے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ نہیں، ادھر کھڑکی کے باہر ایک خاصا بڑا سا پتھر پڑا ہوا ہے۔ ہم اس پتھر کو رتی کے ایک سرے سے بانڈھ کر اس کھائی کی طرف اڑھکا دیں گے۔ پھر یہاں سے رستے کو ڈھیل دیتے جائیں گے اور

دیکھتے جائیں گے کہ پتھر کتنی دور نیچے جا کر رہتا ہے۔ یہاں پر رک جائے گا وہاں تک نہیں رستے گی لمبا کی کا اندازہ ہو جائے گا۔ پھر اس اندازے کے مطابق ہم اس رستے کے آخری سرے کو اس ستون سے بانڈھ دیں گے۔"

وہ لوگ ہو کر سبے تھے اس پر عمل بھی کرتے جا رہے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے پہلے کھڑکی کی چوڑھٹ کو کھول دیا۔ اس وقت واسٹیو اسٹین گن لیے کھڑکی کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ کوئی گدھ ادھر آنے تو فارم تک کے ذیلیے اسے بھگا دیا جائے۔ ویسے وہ بڑی آہستگی سے کام کر رہے تھے۔ کسی گدھ کی توجہ ادھر نہیں ہو سکتی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے اپنا کام کرنے کے بعد چوڑھٹ کو اٹک کر دیا۔ پھر آہستگی سے والٹر کھڑکی کے باہر گیا۔ وہاں رستے کے ایک سرے کو اس پتھر سے مضبوطی کے ساتھ بانڈھ لگا۔ وہ بار بار ادھر ادھر دیکھتا بھی جا رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ گدھ اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔

پتھر ہماری تھا لیکن والٹر نے تمنا سے کھائی کی طرف اڑھکا دیا۔ پھر فوراً ہی کھڑکی کے اندر گیا۔ پتھر کے اڑھکنے اور چھوڑی دھنسا دی۔ رستے کو وہ لوگ ڈھیل دیتے گئے۔ ہم بیٹل کا پڑیں چکر لگانے کے دوران یہ دیکھ رہے تھے کہ پتھر کے نیچے چھوٹا چٹان ہے اس کے بعد نیچے کھائی کی پستی تک ایک مہ سبھی، عموماً چٹانیں چلی گئی تھیں۔ اس پتھر کو اڑھکنے سے کوئی چٹان روک نہیں سکتی تھی، اس لیے وہ آسانی سے نیچے جاتا رہا۔ رستہ کھڑکی کے راستے کو تار تاراً آخر رستے کا بندل ختم ہو گیا۔ دو سرے بندل اٹھایا گیا اور اس کے سر کو ختم کرنے والے رستے کے آخری سرے سے مضبوطی کے ساتھ بانڈھ لیا گیا۔ پھر وہ لوگ رستے کو ڈھیل دینے لگے۔ اس طرح رستے کے ایک بندلوں کو ایک دوسرے سے منسلک کرتے ہوئے اس کھڑکی کے راستے کو اڑھکا۔ آٹھویں بندل پر پتہ چلا کہ وہ پتھر کھائی کے نیچے والی سطح پر جا کر رک گیا ہے کیونکہ کوئی ڈھیل جا رہی تھی۔ تب ان لوگوں نے رستے کے اس طرف والے سرے کو اس آہنی ستون سے مضبوطی کے ساتھ بانڈھ دیا پھر اس رستے کو واپس اوپر کی طرف کھینچنے لگے۔ جب وہ پتھر اوپر کھڑکی کی طرف آیا تو اسی وقت چار یا پانچ گدھ اڑتے ہوئے کھڑکی کے قریب سے گزرے۔ ڈوکی نے فوراً کھڑکی کے دونوں بیٹ بند کر دیے۔ ہمارے اندیشے کے مطابق گدھوں کا شور پھر ایک بل بند ہونے والا تھا اور وہ چھوٹے کی پھین دوڑا رہے آکر گھرنے والے تھے۔ ہم انتظار کرنے لگے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی بڑی دیر تک سنا رہا۔

دن کی روشنی ڈوب رہی تھی اور شام کے سائے پھیلنے لگے۔ رات کی سیاہی میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ان لوگوں نے اندھا کھڑکی اور دھلی رات کے بعد جب بالکل سناٹا چھا جائے گا۔ اس وقت اس صندوق کے باہر پہنچا جائے گا۔ اب اطمینان تھا اس لیے وہ لوگ بسٹان کی تلاش میں نکلے جو پہلے سے چھوٹی تھی میں بڑھتا۔

اس وقت تک موزیک اور ڈرنالڈ ہوش میں آچکے تھے اور فرس پر پڑے ہوئے بے بسی سے وہ ہاتھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ کھول دیے۔ پھر واسٹیو نے کچھ کاغذات کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "پر و فیروز ایچہ اجنبی زبان تکھے ہوتے ہیں۔ آپ تو زبانوں کے ماہر ہیں۔ ڈوڈا کھیں ان پر لکھا گیا ہوا ہے؟"

میں نے ان کاغذات کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ اسٹین گن یا پکٹ کی تحریر تھی جس نے خزانے کو لندن پہنچانے کے لیے اس چھوٹی تھی میں پہنچا دیا تھا اور ہمارے لیے اسٹین گن پیدا کر دی تھیں۔ اس نے کھا تھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کی مدد سے اس خزانے کو اٹھا کر جب ایک چھوٹی غریب پہنچا تو اس وقت رات ہو چکی تھی۔ چاروں طرف اندھا گدھ چھوٹی ستاروں کی روشنی میں نظر آ رہی تھی۔ ان لوگوں نے یہ سوچا تھا کہ یہاں جو کوئی بھی ہوگا اسے پکارا جائے گا۔ پھر اس چھوٹی تھی کہ فرس کو کھود کر خزانے کو اڑھ کرے اور اسے فرس کو پوار کر دیا جائے گا۔

جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس خزانے کو لے کر چھوٹی تھی کی طرف بڑھنے لگا تو اس کے بوجھ کی وجہ سے ان کا رخا رستہ تھی۔ قدم بہت آہستہ آہستہ آہستہ زمین پر پڑے تھے۔ یہ بات ان کے لیے ناگہانہ ثابت ہوئی۔ ان کا پاس تار میں آونگھنے والے لکھوں کو ان کے ہاتھ کا ٹھوس ہو سکا اور وہ بغیر عینیت چھوٹی تھی کے اندر خزانے کا ہاتھ پہنچ گئے تھے۔

روسی یہاں تک بڑھنے کے بعد لگ گئی پھر میری رائے لکھتے ہوئے بولی: "ہم بھی اسی طرح اس چھوٹی تھی میں آؤں۔ ہمیں یہ ہمیں معلوم تھا کہ اندھیرے میں اتنے سالے اور نکل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب تو نے فائرنگ کی تو اسے بھول کر ہم پر حملہ کرنے آئے تھے خزانہ لوٹ کر اٹھا گیا۔" پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح یہاں تک سے تاہم میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ایسا ہی ہوا

ہے۔ یوں گتا ہے کہ یہ گدھ ادھکھنے کے دوران آنے والوں کو چھوٹی تھی میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں لیکن واپس جانے کی مہلت نہیں دیتے اور یہ ہمیں بھی واپس جانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

روسی نے پتھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تو اتنی آہستگی سے کاٹ رہے ہو۔ اب تک یہ پتھر ہی نہیں لگتی۔" میں بہت سنبھل سنبھل کر آ رہی جیلا ہوں۔ اگر فوراً بھی میرا ہاتھ نیچے گا تو ہماری کلائی کو لہان ہو جائے گی۔" پتھر کی تقریباً کٹ چکی تھی۔ میری بات ختم ہوتے ہی وہ حصہ بالکل کٹ گیا جس میں روسی کی کلائی قید تھی۔ آزادی ملتے ہی اس نے ڈائری کو ایک طرف اٹھنا کھڑھا اپنی کلائی کو سہلاتے ہوئے خوش ہو کر نکلے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: "ادھ کتا اچھا لگ رہا ہے۔ کتا سون مل رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں جہنم جہنم سے اس پتھر کی میں قید تھی اور ادھ لکھ نہیں تھا کہ کبھی کھلے گی لیکن تم نے اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ میں ہتھاراشکر یہ ادا کروں؟"

"میں بتاتا ہوں کہ کتنی یہ کسے ادا کیا جاتا ہے۔" ہم گن تھے کہ اچانک ہی ہمیں دوسرے پہلی کا پتھر کی آواز سنا دی۔ ہم دونوں نے کان لگا کر سنا۔ پھر صندوق پر جلدی سے اٹھ کر بیٹھے۔ اور صحت کی طرف دیکھنے لگے۔ پہلی کا پتھر آئی جا رہی تھی۔ پھر بڑی دیر تک پہلی کا پتھر اس چھوٹی تھی کے چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ پہلی کا پتھر کی سرچ لاسٹ چھوٹی تھی کی طرف پڑتی تھی جس سے گدھوں میں بے چینی پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ پر چھوٹی پڑتے تھے۔ کوئی چلاتا تھا، کوئی ادھر سے اٹھ اڑ جاتا تھا۔

روسی نے کہا: "معلوم ہوتا ہے، یہ پہلی کا پتھر اس کی مدد کے لیے آیا ہے۔ جس کی ہم ڈائری پڑھ رہے ہیں۔" "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پر و فیروز زبان تو دل کو اپنی جگہ کے ساتھ یہاں آتے ہوئے تقریباً تین چار ماہ گزر چکے ہیں آئے عرصہ کے بعد اب کون امداد کے لیے آئے گا۔ جو تین یہاں آئی تھی اس کے پاس راشن زیادہ نہیں تھا۔ وہ ایک ماہ سے زیادہ یہاں بیاہ لے کر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ٹھکانہ تیار دے والے اس خزانے سے اور خزانہ تلاش کرنے والی ٹیم سے ماؤس ہو چکے ہیں۔ اب وہ ادھر نہیں آئیں گے۔"

"پتھر یہ پہلی کا پتھر کس کا ہے۔ کون لوگ اس چھوٹی تھی کے چاروں طرف چکر لگا رہے ہیں؟"

"یہ ہمارے دشمن ہیں۔ کل رات جنہوں نے ہمیں سون سے بانڈھ رکھا تھا۔ اب وہی ہماری تلاش کے لیے نکلے

یہیں۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے رات کو یہاں پناہ لی ہے یا اب تک ہمارا سفر جاری ہے۔  
 ایک بار سرچ لائٹ کی روشنی کھڑکی کے راستے چھوڑی کے اندر آئی۔ پھر وہاں سے گزرتی کھڑکی پر وہی کوڑھی کھیل گئی ہوئی تھیں۔ رونق سے دھڑکڑاس کے دونوں پٹ بند کر دیے۔ پہلے تو میں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا۔ دوسری بار جب سرچ لائٹ کھڑکی کے قریب سے گزری تو روشنی اندر نہیں آئی۔ میں نے ایک دم سے چونک کر کہا: "یہ تم نے کیا کیا ہے تمہیں کھڑکی کے پٹ کو بند نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "کیوں؟" وہ روشنی اندر آ رہی ہے۔ کیا وہ لوگ ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے؟  
 "راتی رات کو وہ دُشمن سے بھی دیکھتے رہیں تو اندر انہیں کوئی نظر نہیں آئے گا کیونکہ ہم کھڑکی سے بہت دور ہیں صندیق پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ لیکن اب انہیں یقین ہو گیا ہوگا کہ ہم اس چھوٹی بڑی میں موجود ہیں۔"  
 "انہیں کیسے یقین ہوگا؟"

"اس طرح کہ پہلی بار جب سرچ لائٹ کی روشنی یہاں سے گزری تو کھڑکی کے پٹ کھلے ہوئے تھے۔ دوسری بار جب وہی روشنی گزری تو دونوں پٹ بند تھے کیا وہ یہ خیال قائم نہیں کریں گے کہ کھڑکی کے پٹ کو بند کرنے والے اس چھوٹی بڑی میں موجود ہیں اور وہ بند کرنے والے ہم ہی ہو سکتے ہیں؟"

ہم ایک دوسرے کے قریب تھے لیکن باتیں کرنے کے لیے ہمیں پیچ پیچ کر بولنا پڑا تھا۔ بارگاہوں نے اتنا شور مچانا شروع کر دیا تھا کہ ہمیں اپنی آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی تھی۔ گدھ اپنی عادت کے مطابق چھوٹی بڑی کی دیوار سے آکر جھرتا تھے۔ کبھی جھمت پر بیٹھے تھے اور پھر وہاں سے اڑ جاتے تھے۔ ایک عجیب جھانک سا شور برپا تھا۔ رونق چہرے سے صاف پھیل رہا تھا کہ وہ گھبرا ہی گئی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ سبھی کا پیر کو کہیں قریب ہی اتارنے کے متعلق سوچ رہے ہوں کیونکہ ان کی پرواز بڑی لمبی تھی۔ وہ بار بار چھوٹی بڑی کے اطراف دھڑک چکر لگا رہے تھے۔ آخر کار پہلی کا پیر کی آواز دہونے لگی۔ ہم کان لگا کر سن رہے تھے کچھ دیر بعد آواز ایک ہی ختم ہو گئی۔ اس کے تقریباً پندرہ میں منٹ بعد گدھ بھی اُپر آہستہ آہستہ خاموش اور پر سکون ہونے لگے۔ ہمارے اطراف

وہی رات کا سکوت اور جنگل کا سا ناٹھا چھا گیا۔  
 رونق بڑی طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے میرے پاس آکر صندیق پر بیٹھے ہوئے کہا: "ہم یہاں سے کبھی نہیں بھاگ سکیں گے۔ یہ ذاتی تباہی ہے کہ یہاں آئے۔ ان لوگوں کا شش ہوا۔ ہم اتنے سارے خونخوار گدھوں کو مار کر یا انہیں مار کر طرح دھوکا دے کر یہاں سے نہیں نکل سکیں گے۔  
 میں نے اسے تسلی دی: "تم تو خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ فردا اس ذاتی کو بڑھو۔ دیکھو تو کسی کو جو لوگ اس کھڑکی کے راستے صندیق کو کھاتی ہیں بیخبر رہتے تھے وہ اس راستے سے باہر جانے میں کامیاب ہو سکتے تھے یا نہیں؟ اس وقت وہاں ہمیں بہت کچھ معلوم ہوگا۔ تم اسے بڑھو۔ تمہیں جو حاصل ہوگا میرے سمجھانے اور تسلیاں دینے پر وہ ذاتی کو کھڑکی سے کٹھنے لگی۔ میں آسے سنبھال کر اپنی کھانی کی پتھریوں کاٹتے ہوئے سننے لگا۔ اس خزانے کے پورے انچھی زبان میں جو کھاتا تھا، اسے برفیور بنا ڈسل پڑھا رہا تھا۔  
 پتھر ان کے لیے بارہنگنا شکل ہو گیا تھا کیونکہ ان کے پاس اسٹین گنیں بھی نہیں تھیں صرف دیوار اور تھے اور دیوار کے ایک ساتھی کے پاس تھا۔ ان کے پاس زیادہ تو اسٹین گنیں نہیں تھیں۔ وہ فقط تین چار دن قیام کر کے وہاں سے نکلے گی کسی تدبیر پر عمل کر سکتے تھے مگر کوئی تدبیر کوئی راہ فرار نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دن وہاں جھوکے چائے بنا پڑا تیسرے دن وہ باہر نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ چھوٹی بڑی کے پٹ کھول کر بیاس سے اڑیاں بڑھ کر گھومنے سے بہت زیادہ گدھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی جلتے۔ یہی سوچ کر انہوں نے اپنے دیوار اور سنبھالے جانے لیا۔ وہاں چھوٹی بڑی کے اندر ایک ڈنڈا پڑا ہوا تھا۔  
 سبھی انہوں نے اٹھا لیا۔ پھر یہ کا فزات اپنے سامان کے ساتھ چھوڑ کر چھوٹی بڑی سے نکل گئے۔ ان کے آخری خیال یہ تھے: "ہم اپنی زندگی کے لیے لڑنے جا رہے ہیں۔  
 وہ تو دلیرانہ آکر اس خزانے کو صرف حاصل کریں گے۔  
 اس کے بعد پھر پختہ ہو گئی تھی۔ ذاتی میں دیواروں کی پتھری پر جاری تھی۔ بڑا ڈنڈا لے آئے کچھ چل کر کھانا کھا۔  
 "میں نے وہ تمام کا فزات سمیٹ کر داسٹیو کے حوالے کر دیے۔  
 ہوتے کہا۔ دیکھو داسٹیو، واطر اڈونا، اس شخص نے ہمیں جبراً حاصل کر لی ہے۔  
 انہیں کچھ دیر بعد آواز ایک ہی ختم ہو گئی۔  
 الگ الگ نکلنے کی کوشش کی تو ہم دوا فراد ان گدھوں کا شکار ہوتے جائیں گے۔"

واٹر ٹرنے بیٹھے ہوئے کہا: "جو لوگ اس چھوٹی بڑی میں آکر موت کے منہ میں جا چکے ہیں وہ مجبور تھے۔ ان کے پاس ذرا کھانا نہیں تھا۔ اس کھڑکی سے گزر کر جانے کے لیے ان کے پاس اتنے بڑے رستے اور بڑے سارے انتظامات نہیں تھے۔  
 تم دیکھو گے کہ ہم کس طرح یہاں سے خزانے کو جانیں گے۔  
 ایڈونا اٹھلائے ہوئے واطر کے پاس گئی پھر اس کی گون میں بائیں ڈال کر بولی: "جانی، اپنی کامیابی کی کوئی شے ہوگی اور تمہیں بے پھر بھی نہیں چھوڑا بہت کھانا چاہیے اس کے بعد ہمیں صبح تک کھانے کی فرصت نہیں ملے گی۔ کچھ کھانی بڑھائیے گے۔ بعد اس خزانے کو جانے کا مسئلہ بھی تو ہمارے سامنے ہو گا۔"

وہ لوگ سامان سے شراب کی بوتلیں نکال کر پینے لگے۔ چھوٹی بڑی میں بھی بلی لائی۔ کھانے کے وقت انہوں نے ہمیں دیواروں سے آزاد کر دیا تھا لیکن بعد میں پھر باز بند کر دیا گیا۔  
 رہنے بولنے میں وقت گزار رہے تھے۔ ایڈونا واطر کے ساتھ بت بے تکلف ہو رہی تھی بلکہ بے شرمی کا مظاہرہ کر رہی تھی اور میں نفرت سے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔  
 چھوٹی بڑی کے باہر کمرانا تھا۔ وہ سارے گڑھ کم پیر ہو چکے تھے۔ پتھر بڑھ کر کھٹ کا بھی ان پر اثر تھا شاید اسی لیے وہ پھر اٹھ رہے ہوں گے۔ باہر کی خاموشی بڑی براہ راست تھی۔ آدھی رات سے پہلے ہی واطر، ایڈونا اور داسٹیو اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔  
 ان لوگوں نے کھانے کے دوران یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سب سے پہلے ایڈونا رستے کے ذریعے کھانی میں پہنچے گی۔ اس کے بعد صندیق کو بانڈھ کر نیچے پہنچایا جائے گا۔ پھر واطر اور داسٹیو اپنی باری جائیں گے۔

لہذا ایڈونا جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اس نے اپنی کمرے کے دروازے کی پٹی بانڈھی۔ ہولٹر میں دیوار کھا۔ ایک لڑکتی چا تو کھا لیا۔ اسی کمرے میں مارچ لائٹ بھی چھپائی تھی۔  
 لہذا منظر نے انداز میں بیٹھے ہوئے کہا: "ایڈونا! تمہیں قربانی دینی پڑے گی۔ سب سے پہلے تمہیں جاننا ہے۔ جہاں تم پہنچنے والی ایڈونا نے ناگوارگی سے کہا: "میں کڑوں نہیں ہوں۔ میں کھانا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کیلئے خطرات میں ملنے سکتی ہوں۔ پھر یہ کہ واطر میرا رستہ ہے۔ میرے لیے جان کی بازی لگانا سکتا ہے۔ مجھے تم کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ کھڑکی کے پاس گئی۔ اس کی جالیوں پھاڑی گئی تھیں۔ داسٹیو اسٹین گن کے لیے کھڑکی کے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا تاکہ گدھ آئیں تو وہ ایڈونا کی حفاظت کر سکے۔ ایڈونا نے اپنی کمر سے ایسا بیٹٹ بانڈھا جیسا کہ وہ بیانا ہکا کرتے ہیں جس میں ایک ہنگ لگا ہوتا ہے۔ اس کمرے سے منٹھک کر اپنی کھانی اٹھا۔ اس بیٹٹ سے چھوٹی بڑی کھلی ہوئی تھی۔ آخر میں اس نے واطر سے اسٹین گن لی۔ اسے شانے سے ٹکا یا پھر وہ دونوں بڑے ہی دعا منگ انداز میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

اس نے سر پڑا اور چٹان کے آخری سرے پر جا کر اوروامی انداز میں ہاتھ ملا یا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے رستے کو کھانے کی طرف کود گئی۔ واطر اور داسٹیو مطمئن ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ آخری وقت کہیں سے پردوں کے چھوڑ جانے کی آواز آئی۔ وہ جلدی سے چھوٹی بڑی کے اندر گئی اور اسٹین گن سنبھال کر باہر کا جائزہ لینے لگے لیکن اس چھوٹی چھوٹی بڑی کے باہر سناٹا چھا گیا تھا۔

میں منٹھک کے بعد واطر اور داسٹیو نے رستے کو کھینچ کر دیکھا تو وہ ڈھیل پڑا نہیں تھا۔ اس سے یہ حد تک لگا کر ایڈونا بھی نکلنے کے بہانے سے جا رہی تھی۔ تین منٹ کے بعد انہوں نے پھر اسے کھینچا۔ رستہ ہلکا سا لگا۔ کھینچنے پر اوپر کھینچتا چلا آیا۔ سچی اس کا آخری سرا بھی ان کے ہاتھ میں آ گیا۔

دوسری بار داسٹیو اور ڈکی نے صندیق کو رستے سے باہر کر جانے کے نیچے جھپٹا اور صندیق نیچے جانے لگا۔ واطر اسٹین گن لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں رستے کو آہستہ آہستہ نیچے کی طرف ڈھیل دیتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ گئے۔ رستہ اب خود بخود نیچے کی طرف سرک رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صندیق بغیر کسی رکاوٹ کے نیچے چلا جا رہا تھا۔  
 میں رونالڈ اور دو نیک رستوں سے بندھے ہوئے کمرے کے اندر تھے مگر کھڑکی کے باہر ہونے والے تلکے کو دیکھ رہے تھے۔ دوسری سہانی کے ساتھ خزانے کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے نظر آ رہے تھے۔ چھوٹی بڑی اور بعد وہ صندیق شاید نیچے پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے رستے کو اپنی طرف کھینچا تو وہ اوپر آئے۔ نگاہیں دہرے ہلکا ہو گیا تھا۔ ایڈونا نے کھانی میں صندیق کو رستوں سے آزاد کر دیا تھا جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ ایڈونا اور وہ صندیق بغیر میت نیچے پہنچ گئے ہیں۔ تب واطر وہاں سے رخصت ہوا۔ وہ بھی ایڈونا کے

انداز میں تمام ساز و سامان سے میں ہوں کر چٹان کے دوسری طرف غائب ہو گیا تھا۔ اب واسیتو اور ڈوکی اس کے نیچے پہنچنے کے بعد دوسرے صندوق کو بھی وہاں سے منتقل کرنے کے منتظر تھے۔ اس کے بعد وہ دونوں ہمیں جھوپڑی میں بندھا ہوا چھوڑ کر باری باری وہاں سے رخصت ہو جاتے۔

آدھے گھنٹے کے بعد واسیتو اور ڈوکی نے در سے کوئی طرف کھینچی تو وہ ان کی طرف نہیں آیا۔ ذرا سختی تھی۔ وہ ڈھیلا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ واسٹو بھی تک رستے سے نکل رہا تھا۔ نیچے نہیں پہنچا تھا۔ بیٹنا لین منٹ کے بعد انہوں نے پھر رستے کو کھینچا۔ وہ اسی طرح سخت محسوس ہوا۔ وہ ڈھیلا نہیں تھا۔ انہوں نے پھر انتظار کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اس کے بعد بھی رستے کو کھینچنے پر وہی نتیجہ نکلا۔ وہ دونوں حیران اور پریشان ہو کر ایک دوسرے کو سواریتوں سے دیکھنے لگے کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے انتظار رکھتے ہوئے کہا "بے وقوفو! واسٹو اور ڈوکی تو مقررہ وقت پر ہی پھر رستے سے نکلتے ہیں۔ واسٹو نے نیچے جا کر ایک بڑا سا پتھر رستے کے ساتھ بانڈھا دیا ہے تاکہ تم رستے کو اوپر نہ کھینچ سکو اگر کھینچ بھی لیا تو تمہیں ایک پتھر کے ٹوکے پر لٹے گا۔"

میری بات بروہ دونوں جوش میں آ گئے۔ رستے کو جلدی اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہیں خاصی طاقت صرف کرنی پڑ رہی تھی مگر وہ رستے کو کھینچتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ رستے اوپر آیا تو ہم سب ہی کھڑکی کے باہر چاندنی روشنی میں وہ منتظر دیکھ کر ہنسنے لگے۔

واسیتو اور ڈوکی کھڑکی کے باہر پہنچ گئے تھے۔ رستے کو آخری سرے

پر واسٹو بندھا ہوا تھا۔ وہ چاروں شانے چت بڑا ہوا تھا اس کے سینے میں ایک خنجر بیسٹ تھا وہ مرچا تھا اور اس کے پیڑے خون آلود ہو رہے تھے۔

میں ایک سالگ کی طرح بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ لڈنالڈ اور مونڈیک بھی قہقہے لگانے میں میرا ساتھ سے رہے تھے۔ پھر وہ دونوں غصے سے پلٹ کر ہماری طرف آئے۔ واسیتو نے ڈانٹ کر کہا "خاموش ہو جاؤ۔ کیوں ہنس رہے ہو؟ میں نے پوچھا کیا اب بھی یہ بات تمہاری چھریں نہیں آئی کہ تمہاری حماقت پر ساری دنیا کو ہنسنا چاہیے۔ میں نے پہلے ہی تمہیں سمجھا دیا تھا۔"

واسیتو نے پوچھا "تم کیا سمجھتے ہو کہ واسٹو کو کس نے قتل کیا ہے؟"

میں نے کہا "بے وقوف! اس کھانی کی بیٹی میری صرف دو انسان تھے ایک ایڈونا اور دوسرا واسٹو اور ان دونوں میں سے اگر ایک مقتول ہے تو دوسرا یقیناً قاتل ہو گا۔ کیا آپ اسی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ دولت کا لالچ میری رشتوں کو بھی کاٹ کر چھینک دیتا ہے۔ ادھ ایڈونا نے اپنے کاٹ کر تمہارے حوالے کر دیا ہے۔ تم میں سے اب کوئی بچے جانے گا تو اس کے نیچے پہنچنے سے پہلے ہی ایڈونا نے تمہیں قتل کر دے گی۔ یقین نہیں ہے تو کوئی اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دیکھو۔"

واسیتو نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا "میں نیچے جانے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سے پہلے اس صندوق کو کھینچنا تو اس کا میرا خزانہ کسی کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ ڈوکی میرا ساتھ دو۔ ہم اسے رستے سے بانڈھیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے واسٹو کی لاش کو رستے سے آزاد کیا۔ پھر اس رستے کے آخری سرے کو صندوق سے بانڈھنے کے لیے اندر آیا۔ اس نے ادھ ڈوکی نے اپنی اپنی اسٹین گنز ایک طرف رکھ دیں۔ پھر اس رستے سے صندوق کو بانڈھنے کے لیے آگے بڑھے۔ اچانک ہی ڈوکی نے بازی پلٹ دی۔ اس نے ایک اٹا ہاتھ واسیتو کے مزے پر رسید کیا۔ وہ لڈو لڈو کر پیچھے گیا تو اس نے اسٹین گن اٹھا کر کہا "بس اب اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

واسیتو نے دوسری گن ہوائی اسٹین گن کو دیکھا اور وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس نے غصے سے پوچھا "ڈوکی! کیا حرکت ہے کیا تم ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہو؟ ڈوکی نے کہا "میں تمہارے ساتھ ہی کب تھا جو ان دنوں انتظار میں تھا کہ تم قیتوں میں سے کوئی ایک یہاں لگایاں جلتے پھر میں اس سے منٹ لوں گا۔ یہ تمہاری بی بی بی ہے کہ واسٹو اور ایڈونا نکل گئے اور تم اکیلے رہ گئے۔"

واسیتو نے کہا "میں سمجھ گیا۔ شاید تم پہلے یہاں سے جانا چاہتے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو میں رک جانا چاہتا ہوں۔ تم نیچے پہلے جاؤ میں بعد میں یہ صندوق لے کر جاؤں گا۔ ڈوکی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تم غلط رہے ہو۔ میں نے اپنے پر و فیئر کی جان بچانے کے لیے یہاں چلی اور تم کو لوں گا سامنے بن گیا۔ میں جانتا تھا کہ موت آنے کا کوئی پر و فیئر کو ان رستوں سے آزاد کر دوں گا۔"

پر و فیئر کا احترام کرنا آیا ہوں جس نے میری زندگی بانی کی اسے موت کے منڈیں چھوڑ کر چلا جاتا۔ نہیں کبھی نہیں...

تم اس کھڑکی سے باہر چلے جاؤ۔ ڈوکی نے کہا "جو میرے پاس بیجا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ایک چاقو کو کھولا پھر میری رسی کاٹ دی۔ میں نے اس سے وہ چاقو لے کر مونڈیک اور لڈو کو رستوں سے آزاد کیا۔ اس وقت واسیتو کھڑکی کے پاس پہنچ گیا تھا اور کہا "ہاتھ ڈوکی، مجھ سے دشمنی منہی بڑے گی اب بھی دوست بن جاؤ۔ ہاتھ میں رہو گے، یہ ساری دولت ہماری ہوگی۔ تم حماقت نہ کرو۔"

اس نے ڈانٹ کر کہا "میں کہا ہوں کھڑکی سے باہر چلے جاؤ ورنہ کوئی مار دوں گا۔" وہ کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ جب وہ فرار ہوا تو ڈوکی بھی کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ پھر اسٹین گن اس کی طرف تان کر بولا۔ اس سے کوئی کچھ کہتے ہی اس کھانی میں پہنچ جاؤ یا پھر میں مرنے کی فرمائش کرو تو ابھی اسٹین گن چلا دوں۔"

اس نے رستے کو تھام کر کہا "رکھو ڈوکی! میں اس رستے کے لیے نیچے پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ ایڈونا میرے ساتھ رہا جس میں حرکت نہیں کرے گی۔ پھر بھی میں تمہیں دوست بننے کی دعوت دیتا ہوں۔"

ڈوکی نے سختی سے کہا "وقت برباد نہ کرو، یہاں سے پہلے جاؤ۔"

اسی وقت واسیتو نے ایک دم سے چونک کر کہا "ارے نہیں نہیں ڈوکی پر حملہ نہ کرنا۔" ڈوکی نے پوچھا کہ فریڈیجے کی طرف دیکھا۔ اتنی ہی دیر میں اس نے اسٹین گن پر چھلانگ لگا دی۔ ڈوکی نے ہاتھ سے اسٹین گن نکل گئی تھی۔ دونوں گتھ گتھ ہو گئے تھے۔ ادھر لڈو کے منڈے اور وہ اسٹین گن اٹھائی جو کر کے کے اندر پڑی تھی۔ ادھر کھڑکی کے باہر اتفاق سے واسیتو کے ہاتھ میں اسٹین گن لگی تھی۔ وہ ایک لمحے ضائع کیے بغیر پڑا اور لڈو کے ساتھ ڈوکی پر فائرنگ کر رہا تھا۔ بے چارہ مجھ پر فائرنگ کر گیا۔ میں نے اسے نہ مرنے پر لگ کر تڑپتے دیکھا لیکن لڈو نے مجھے ایک زنگ لٹا ماری۔ میں پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور ادھر جا کر صندوق کے پاس گر پڑا۔ مجھے بڑا غصہ تھا۔ دوسرے ہی لمحہ غصہ مٹتا ہو گیا۔ دونوں نے بھی اپنے اپنے خاطر جان دے دی۔ واسیتو اب ہماری طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ اسی وقت مونڈیک نے اسے گولی ماری۔ آہی وار کانی سے باہر اچانک گڑھوں کا شور شروع ہو گیا تھا۔ پھر پھر اسٹین گن کے چھیننے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ جھوپڑی کے

چاروں طرف اڑتے ہوئے پیچھے کی طرف آ رہے تھے۔ ہم نے فوراً ہی کھڑکی کے دونوں پتوں کو بند کر دیا۔ آفت، کیا قحط کا شکر تھا۔ جھوپڑی کے ڈیڑھ وار لرز رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور پھٹ گرنے ہی والی ہو۔ گڑھوں کو تین تازہ تازہ لاشیں مل گئی تھیں۔ اب وہ ان لاشوں پر جمیٹ رہے تھے اور اپنا اپنا حصہ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے۔ لڑا رہے تھے، چیخ رہے تھے۔

بند کھڑکی کے باہر جو کچھ ہو رہا تھا اسے جہاننی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دماغ کی اسکرین پر صاف نظر آ رہا تھا کہ ہمارے تین ساتھیوں کا کتنا عبرت ناک انجام ہو رہا ہے۔ یہ انجام ہمیں سمجھا رہا تھا کہ ہمارا آخری وقت بھی کچھ اچھا نہیں ہو گا۔ اگر ہم نے فوراً ہی یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر نہ کی تو ہم ان گڑھوں کی خوراک بن جائیں گے۔

بند کر کے کے اندر ہم پتھر کے بت کی طرح کھڑے ہوتے تھے۔ میں اپنے وجود کا احساس نہیں تھا۔ یہ بھی یاد نہیں تھا کہ ہم سانس لے رہے ہیں یا نہیں۔ موت کی دہشت ایسی طاری ہو گئی کہ اس وقت ہم موت سے پہلے ہی مر رہے تھے۔ وہ رات کیسے گزر گئی۔ ہم نہیں جانتے۔ سونا تو ڈوکی کی بات تھی ہم پک چھینکا بھی جھول گئے تھے۔ صبح ہونے کے بعد بھی نیند ہماری آنکھوں تک نہیں آئی۔ ہم جاگتے رہے جیسے بیداری کا مرحلہ لائق ہو گیا ہو۔ اب ہم شاید کبھی نہیں سو سکیں گے ایک ہی بار موت آکر ہمیں سلائے گی۔

ہمیں پہلی کا پیر کا بے چینی سے انتظار تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے ٹکے والے ہماری زندگی کا یقین کرنے یا ہماری موت کی تصدیق کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو ضرور بھیجیں گے۔ وہ ہمیں آکر ضرور ہماری مدد کریں گے۔

وہ دن گزر گیا مگر کوئی نہ آیا۔ دوسرے دن بھی پہلی کا پیر کا انتظار کرتے رہے ہم تھک گئے۔ رات آگئی۔ اس جھوپڑی میں وہ ہماری میری رات تھی۔ نیند ہماری آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ جھوک مگرتھی تھی۔ ہم فطرت سے مجبور ہو کر اٹھتے تھے۔ بیٹھے ہی بیٹھے ذرا اٹھک لگ جاتی تھی۔ پھر بڑا بڑا کر اٹھ جاتے تھے جیسے کوئی گدھ ہر چھینے آ رہا ہو۔ ہم کھاتے تھے لیکن وہ کھانا یوں گھٹا تھا جیسے مٹن میں لٹک کر دیا گیا ہو۔ ہم اس قید خانے میں موت سے بے تازہ زندگی گزار رہے تھے۔

تیسری رات گزارنے کے بعد صبح ہم نے پھیل کھڑکی کو



کھول کر دکھا تو ایک بھر جھری سی بدن میں پیدا ہوئی اور تمہیں آپ ہی آپ بھیگ گئیں۔ ہمارے سامنے چنانچہ تین اسانی پڑیوں کے ڈھلچلے پڑے ہوتے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ یہ تینوں ہمارے سامنے رہے تھے۔ وافر دستاویز اور میرا وفادار ستارگر ڈکی۔ لیکن اب انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ آہ، موت کیا ہوتی ہے۔ انسان سے اس کی شناخت بھی پھینک لیتی ہے۔ میں نے موزیک سے کہا تم ہم تک ہمک میاں ایسی زندگی گزاریں کہ راتیں صرف ایک بیٹھے کلابے۔ ابھی دوجا دونوں تک تو کھانے پینے کی فکر نہیں ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔ ہمیں اب میاں سے نکلنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

موزیک نے کہا "مرزا ہم کیا کر سکتے ہیں میں ایک ہی راستہ نظر آ رہا ہے۔ یہ رستہ اس ستون سے بندھا ہوا ہے اور دوسرا حصہ باہر بڑھا ہوا ہے۔ ہم اسے کھانی کی طرف پھینک کر اسی رستے کے ذریعے نیچے اتر سکتے ہیں۔ میں نے کہا "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ بس یہی ایک راستہ ہے۔ آج رات ہم پھیلی کھڑکی سے باہر نکلنے گئے اور اس رستے کے ذریعے کھانی میں پہنچ جائیں گے۔ وہ کھانی خواہ موت کی ہو یا نئی زندگی کی۔ ہمیں اپنی تقدیر کو آزمانا ہی ہوگا۔"

میں بڑبڑا کر اسل اب اس ڈائری کا اختتام یہ ہر گراف لکھ رہا ہوں۔ یہ اختتامی ہیرا گراف ہے لیکن میری ڈائری کا آخری ہیرا گراف نہیں ہے۔ اگر میں زندہ رہ گیا اور یہاں دوسرے صندوق کو حاصل کرنے کے لیے دوبارہ آیا تو اپنی ڈائری کو آگے بڑھاؤں گا اور اگر موت کے منہ میں چلا گیا تو یہ ڈائری یہاں رہے گی۔ کوئی بھی آنے والا میری اس ڈائری کو پڑھ کر میرے ٹھکے تک یہ اطلاع پہنچا دے گا کہ میرے آخری سانس تک اس طرح زندہ رہنے کی حد و حد تک میری اوٹھکے کی امانت ٹھکے تک پہنچانے کی سرور کو خوشتر کرتے تھے لیکن ناکام ہے تھے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم ناکام نہ رہیں۔ ہم نے دفنا لیا تو اسی جھونپڑی کے فرش میں دفن کر دیا ہے۔"

رسوئی نے ڈائری کو بند کر دیا۔ اب اس میں پڑھنے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں نے اپنی بائیں کلائی اٹھا کر اسے دکھائی جو پھسکوری سے آزاد ہو چکی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ کو تھا کہ کلائی کو سہلاتے ہوئے بڑی محبت سے کہا "آزادی مبارک ہو۔"

میں نے کہا "اللہ نے چاہا تو ہم اس جھونپڑی سے بھی آزادی حاصل کر لیں گے۔ اپنے لیے بھی فدا کارانہ کمال لیتے۔ وہ بولی "ہمیں بھی یہی ایک راستہ نظر آتا ہے کہ کھڑکی کے راستے ہم کھانی میں اتر جائیں لیکن میں تو رستے کے خلاف اتر ہی نہیں سکتی۔ زیادہ بلندی سے پستی کی طرف دیکھتی ہوں اور چلنے لگتا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں گا۔ تب تمہیں بڑبڑی نظر آئے گی کہ نہ پستی۔ پھر میں نہیں نہایت آسانی سے نیچے اتر کر لے جاؤں گا۔"

"ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"جلد بازی ہمارے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوگی۔ ہم ابھی رات کو آئے ہیں اور اسی وقت یہاں سے نکل کر نہیں جاسکتے۔ ہمیں اس پاس کے ماحول کو دن کے جانے میں دیکھ کر سمجھنا ہوگا۔ میں کھڑکی کے پیچھے دیکھوں گا کہ چنانچہ کسی سے اور میں اس چنانچہ کے ذریعے اس صندوق کی پستی کھانی میں اتر سکتا ہوں یا نہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم اپنے ساتھ یہ خزانہ لے کر آنا چاہتے ہو؟"

"ہاں محض اس لیے کہ اس خزانے کی موجودگی کتنی ہی بات کا سبب بن چکی ہے۔ یہ یہاں رہے گا تو کتنے ہی لوگ اس کی تلاش میں آئیں گے اور اپنی جانیں گواہیں گے۔"

"دوسروں کو کیسے پتہ چلے گا کہ ہمارے بعد اس جھونپڑی میں خزانہ نہیں رہا؟"

میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا "ہمارے بعد یہ جھونپڑی نہیں رہے گی۔ میں اسے جلا کر خاک کر دوں گا تاکہ کوئی اُدھر کا رنج ہی نہ کرے۔"

"تم کسی باتیں کہتے ہو۔ یہاں سے خدعت ہوتے وقت جھونپڑی کو آگ لگا دو گے تو کیا گھر ہمارے پیچھے نہیں بڑھا جائے گا؟ وہ ہم تک اس چنانچہ سے نیچے اترنے کے لیے تھے اس وقت تک وہ ہمیں فوج رکھا جائیں گے۔"

"تم بڑا نہ کرو۔ میں اس انداز میں آگ لگاؤں گا کہ پھلے ہم پہنچے پہنچیں گے، اس کے بعد اس جھونپڑی کو آگ پھیلے گی۔"

موسیقی بھیننے والی تھی۔ رسوئی نے دوسری موم کی جلاتے ہوئے کہا "میں نے رات کیسے گزارا کی؟ مجھے تو وحشت ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "میں مجبور ہوں۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو

باندھے لیے آج کہیں شیش محل کا انتظام کرنا نہیں مرغ ہے میں پیسٹ کر لیتی دھن بنا کر اس شیش محل میں آؤں آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

وہ ایک سرسراہ بھر کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "سہاگ رات ہے۔ چاروں طرف گدھ موت کا سایہ بٹھتے ہوئے ہیں، اندر عجیب سی بو ہے۔ جھونپڑی کے چاروں طرف انسانی ڈھلچلے پڑے ہوئے ہیں اور ہم یہاں رات گزارنے آئے ہیں۔ کسی کو صحت کو خیر بات ہے۔"

"بڑے سے بڑے حالات سے بھی جھجھوتہ کرنے کی پٹائی کرو۔ انسان وہی ہے جو ہنرمند کو بھی جنت بنا لے۔"

"میں اور بی بی محتاج اب اس زمین پر پھینکے گئے تھے تو میں ہونے کسی طرح کم نہیں تھی۔ انہوں نے رفتہ رفتہ اسے بنا لیا۔"

میں نے صندوق پر بڑھ کر اسے اپنی طرف بلایا۔ وہ اندر میرے ہاتھ کو تھا کہ صندوق پر بڑھ گئی۔ میں نے یہ دونوں بازوؤں میں اٹھا کر چنانچہ پر پہنچا دیا تاکہ وہاں کھانی کر سکے، پھر میں نیچے اتر آیا۔"

میں نے اس صندوق کو ذرا سرگردا دکھا سو وہ بہت ہی اچھا تھا۔ میرے انداز سے کے مطابق خالی صندوق کا وزن اتنی بھاری نہیں ہے۔ ہوگا تو کو وہ خاص طور پر اسی مقصد کے لیے بنا گیا تھا کہ جب سبیل کا پڑے نیچے اتر جائے تو بڑبڑی کے پھیلے حصے سے کھانی میں پہنچا جاتے تو وہ محفوظ ہو کر ٹوٹنے نہ پائے۔"

میں نے رسوئی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس میں اور میرے جو اہرات کا مشرف کر وزن تقریباً ڈیڑھ ہوگا، اگر صندوق کو اٹک کر دیا جائے اور صرف میرے گوت کو گھڑی میں باندھ کر لے جایا جائے تو آدھا من بڑھ جائے گا۔"

رسوئی نے اوپر سے پوچھا "ہم اتنے ہیرے جو اہرات انہوں سے جانیں گے اور کیوں لے جائیں گے؟ ہمیں تو انہوں کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔"

"تعمیرت ہے۔ عورت تو سونے کے زیورات کے لیے ہیرے اور ہیرے جو اہرات کو چھوڑ کر چاہنا ہوتی ہو۔"

"میں سادہ جو اہرات چھوڑنا نہیں چاہتی میرا دل بڑھ کر چاہتا ہے۔ کیوں ڈرا لیا کہ میں ہیروں کی روشنی بچھ کر ہیرے اور جو اہرات چھانٹ کر ان کی ایک

گھڑی بنائیں۔ باقی کو ہمیں چھوڑ دوں۔"

"ٹھیک ہے تم جتنا چاہو بڑے جیلو جو باقی رہ جائے گا اسے ہم رکھنا ہوگا کہ وہ کہیں دن کو نہ لے۔ پھر جھونپڑی کو آگ لگا دی جائے گی۔ کسی ادھر سے گزرنے ہوا تو یہ مال بھی خراب نہیں مل جائے۔"

"فرار! جیلو تو قرمال و دولت کے متعلق اتنا نہیں سوچتے تھے۔ اب کیوں سوچ رہے ہو؟"

"ہمارے لیے۔ جب میں نے تمہیں اپنا لیا ہے تو ایک گھر بھی ہونا چاہیے۔ اور وہ گھر ہمارے تمہارے نمایاں شان ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں دولت کی ضرورت ہوگی۔ دراصل میں اسی لیے گھر لمانے سے نہ اتار رہا۔ شادی کرو تو گھر بنانا پڑتا ہے۔ گھر بناؤ تو اسے اچھی طرح آباد رکھنے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اولاد دہوئی ہے تو ضروریات بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ دولت کا لالچ بھی ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور پھر دولت کمانے کا لالچ انسان کو پتہ نہیں کماں کہاں پہنچا دیتا ہے۔"

رسوئی نے اور چنانچہ سے جھانکتے ہوئے سرگردا کہا "ہاں بات مجھے بڑی اچھی لگی کہ تم میرے لیے مال و دولت سمیٹنے کی فکر کرنے لگے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان دنوں دولت کا لالچ میں نہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے لیکن میرے لیے یہ فخر کی بات ہوگی کہ تم میری خاطر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جنت سے ہنر تک اور جہنم سے پھر جنت تک پہنچنے رہو گے۔ عورت اپنے شوہر سے ہی جاتی ہے۔"

میں نے سرگردا دکھا پھر صندوق پر چڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے اچھل کر اپنے آپ کو چنانچہ جنت میں پہنچا دیا۔ ایک تو میرا وزن تھا، دوسرے اچھلنے کے باعث چنانچہ پندرہ اونچ پڑا تھا۔ جھونپڑی کی چھت ڈنڈا لگتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوپر بیٹھے ہوئے گدھ اپنے پڑ پڑھنے لگے۔ ایک آدھ نے اپنی بے مری آواز میں ہمیں دارنگہ لگی اور رسوئی خوفزدہ ہو کر میرے بازوؤں میں چھپ گئی تھی۔

وہ میری دامن تھی میں نے کہا "آج کی رات دو لہا پانی دامن کو کوئی اچھا سا تحفہ دیتا ہے۔ میں تمہیں کیا دوں؟"

وہ مترنم لگی "میرے سینے میں اپنا من چھپا لے گی۔"

میں نے کہا "یہ ہیرے جو اہرات ہیں جن سے صندوق بھرا ہوا ہے کیا یہ تحفہ تمہیں قبول ہے؟"

وہ ہلے سے بولی "اور نہ یہ تو تحفہ کا مال ہے۔ اپنی کوئی چیز تحفے میں دو۔"

” میں سر سے پاؤں تک تہا ہا ہوں میرے پاس اپنی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں گریوں افتدہ نے عذو شرف یعنی تم کو لانا چاہو تو میں گھسوں گا ایک جوڑا تختے میں سے لے سکتا ہوں۔“ اس نے پھر منہ پھیر لیا وہ منہ سے کچھ نہیں بولنا چاہتی تھی میں اس کے دماغ میں جھجک کر اس کی سوچ بڑھنے لگا۔ جلد ہی مجھے تھکن کا احساس ہونے لگا اور میں نے اپنے آپ سے کہا ” بس اب سو جانا چاہیے صبح جلدی اٹھنا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے شبلی پٹیپٹی کی لوری کے ذریعے پہلے روتی کو سٹکیا۔ پھر خود حسب معمول اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ چھوٹی لڑکی کے اندر کوئی داخل ہو تو میری آنکھ کھل جلتے۔ چھوٹی لڑکی کے اندر کسی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں صبح جب میری آنکھ کھلی تو روتی حرکت کر رہی تھی وہ چجان سے اتر کر صندیق تک پہنچ گئی تھی اور اب اس چھوٹی لڑکی کے اس حصے میں جا رہی تھی جہاں ایک چھوٹا سا ٹوائٹل بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو پھر ہدایت کی کہ تقریباً وہ ان گھٹنے تک سوتا رہوں۔ پھر میری آنکھ کھل جاتے یا روتی کے اٹھانے سے جاگ جاؤں۔“

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے کروٹ لے کر چجان کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ روتی نے اپنی ڈانکا اسکرٹ اور لادڑ نکال کر زمین لیا تھا۔ اس کے اوپر ایک چھوٹی سی کوئی تھی۔ لباس کا رنگ آجنا خوبصورت تھا اور لباس اس کے جسم پر ایسا دیدہ زیب لگا ہوا تھا کہ نگاہیں جو کدھمک رہی تھی۔ میں چپ چاپ اسے جی پھر کر دیکھتا رہا۔ اسے مخاطب کرنے سے وہ شرمناک کر سمٹ جاتی۔ اس نے اپنے بدن کی رنگت کے مطابق ایسے کوزے پہن لیے تھے جو گھٹنوں کے اوپر تک پاؤں کی عریانی کو چھینا لیتے تھے پاؤں میں کینوس کے تھمے پہن کر وہ بڑی ہی خوبصورت ادا سمارٹ لگتی ہی تھی میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے شرمناک ہو گئی ہوئی اگر صندوق پر بیٹھ گئی۔ پھر اپنے دونوں پاؤں سیکڑے اور گھٹنوں میں منہ چھپا لیا۔ میں نے چجان سے اتر کر کہا ” اگر تم دو جو میٹال اور گنڈھو تو بالکل اسکول کی طالبہ لگتی۔ بہت ہی اچھی لگ رہی ہو اب میں تمہیں تیسرا ایسے ہی کپڑے پہنایا کروں گا“

”واہ، یہ تو میں نے مجھ پر ہو کر پہنے ہیں میرے پاس کوئی اور لباس نہیں ہے۔“

” جھجک ہے اس جنگل میں تم کیسے ساڑھی منہ پھاڑ پھری گے۔ یہ لباس مختصر بھی ہے اور مکمل بھی ہے۔ اس کے عریانیت بھی محسوس نہیں ہوگی۔ یہ جیلے پھرنے اور ڈھڑکنے کے سلسلے میں نہایت ہی منقول لباس ہے۔“

پھر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اس دوران مختصر ٹیڈل ٹیڈل خوانی کی چھڑکڑکی کو کھول کر دیکھا۔ باہر دن کا آجھا پھانڈا ہی طرح جھک رہا تھا۔ میرے پیچھے رسوئی بھی آگے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے چٹانوں پر تین انسانی ڈھلیخوں کو دیکھتے ہی چیخ ماری اور مجھ سے پیٹ گئی۔ میں نے فوراً ہی کھڑکی کو بند کرتے ہوئے پوچھا ” کیا گڑھوں کو بلانا چاہتی ہو؟“ وہ کھڑکی کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی ” اور وہ تینوں بڑیوں کے ڈھلیخے۔“

میں نے کہا ” ہاں ان میں سے ایک واٹر ہے، دوسرا واسٹیو اور تیسرا بے چارہ ڈکی ہے۔ انسان بھی کیا پیر سے بدل زندگی دولت حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ ایک دوسرے کو فریب دیتے۔ آج ان بڑیوں کے ڈھلیخوں کی قریب ہی صندوق جہاز خزانہ پڑا ہوا ہے لیکن یہ اسے حاصل نہیں کر سکتے۔“

وہ تیز لڑی سے بولی ” میں یہ خزانہ اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گی یہ موت کا خزانہ ہے۔“

” ہا پائل نہ ہو۔ ہم نے خزانے کا لالچ نہیں کیا ہے۔ لالچ سے ہمیں لے جا رہے ہیں۔ جو کدھمک رہیں مل رہا ہے۔“

” بھئی چھوڑنا نہیں چاہتے۔“

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کدھمک گئی اور اپنی آواز سننے لگی میرے جی کان ادھر لگ گئے۔ میں کان پڑھا اور ازار قریب آتی جا رہی تھی۔ میں نے بند کھڑکی کو دیکھتے ہی کہا ” اس کھڑکی کو اب نہ کھولنا۔ جب تیل کا پٹر چلا جائے تب نکھلا جائے گا۔“

” کیا یہ کل رات والا بیل کی کا پٹر ہو سکتا ہے؟“

” میرا خیال ہے کہ دشمن ہمیں یہاں ڈھونڈنا کئے لیے پہنچ گئے ہیں۔ دیکھتے ہیں یہ کیا کریں گے۔ ہمیں کچھ کچھ بانی لینا چاہیے۔ پچھلی رات سے ہم نے کچھ نہیں کھا یا ہے۔“

رسوئی میرے پاس سے ہٹ کر ہمارے سامان کھانے کی کچھ چیزیں نکال کر لے آئی۔ ہم صندوق پر بیٹھ گئے۔ میں کان پڑھا بالکل قریب آ گیا تھا اور چھوڑنا

اور بہت لمبی پیر پڑا زکر رہا تھا۔ جس کے باعث گدھ متقل ہوتے تھے۔ وہ ادھر ادھر پیر پڑا زکر کرنے لگے تھے۔ چاروں طرف ڈھانچ کر یہ ادھر ادھر ہشت ناک شہر کا شور بلند ہو رہا تھا۔ روتی کو اگر کچھ جھجک لگی تھی تو ان حالات میں کچھ کہا نہیں جا رہا تھا۔ میں اسے سمجھا لگا کر بروستی کھلا رہا تھا۔

اسی وقت کسی کے بولنے کی آواز سنا دی۔ بہت دلد کوئی بول رہا تھا۔ ہم نے اپنے کان کھڑے کیے۔ ” اور اڑو جلیان دینے لگے۔ میں کان پڑھا۔ اسے پیر کے ذریعے ہم سے کچھ کہا جا رہا تھا لیکن شور کی وجہ سے ہمیں سن نہیں آ رہا تھا۔ وہ شاید ہماری موجودگی کا تعین کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے ہمیں دروازے سے باہر جانا چاہیے تھا یا کھڑکی کے راستے جھنڈی کو لہانا تھا۔ اور ہم ایسی حالت میں کر سکتے تھے شاید وہ ہمیں دھکیلا رہے ہوں گے۔ ایک تو میں کان پڑھے کچھ کاٹو تھا دو سرے بے شمار گڑھ ادھر سے ادھر چھتے ہوتے اور پرل کو پھر پھرتا رہتے یوں اڑ رہے تھے کہ وہ آواز ہمارے کان تک واضح طور پر نہیں پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی میں ڈوب رہا تھا۔ بار بار آواز کو سنتا رہا۔ میں کان پڑھتا رہتا تھا۔ صرف شاید سیکڑوں فٹ کی لمبائی پر پڑا زکر رہا تھا۔ نیچے آنے پر اس بات کا نظروں سے گزرنے سے گھرانے کا تو یہی کان پڑھیں زمینوں میں ہوجانے کا۔

بڑی توجہ دینے اور کوششیں کرتے رہنے کے باوجود پرل کے کان بے لبر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہر حال کا یہی دیر پڑا زکر کرنے کے بعد میں کان پڑھوں سے جھلا گیا۔ رسوئی نے طینان کی سانس لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ تمام کدھمک پھر سکون ہونے لگے۔ وہ اپنی لہری جگہ جا کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ ہوں گے پرل کی کچھ پھر اہٹ کر ہوتے ہوئے غم ہو گئی تھی۔ رسوئی نے کہا ” اگر ہم کل رات وہاں سے نکل جاتے تو بڑھوتا۔“

” ہم کدھمک نکل جاتے ہر جہن نے اپنے اس پاس کے ٹول کو دیکھا نہیں تھا اس دن کے اہلے میں بہت کدھمک پھرتے ہیں۔ کھڑکی کے پیچھے والی چٹان کو ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ رات سے کبھی دیکھا ہے کہ وہ اس ٹول سے بندھا ہوا ڈھان کے نیچے نہیں گرا ہوا ہے۔ ہم کسی وقت بھی موقع لے رہا ہے۔ نکلنے کی کوشش نہ کریں گے۔ اس سے پہلے تم صندوق کھول کر اپنے لیے بیسے جو اہرات کی گھڑی بانڈھ لے۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ” میری سمجھ میں نہیں آتا ان حالات

میں لوگ دولت کو کیسے نہیں بھرتے۔ میری تو عجیب حالت ہے میں صرف اپنی جان بچا کر یہاں سے نکلتا جاؤں تو یہاں رسوئی سے کہیں جا لگھی اڑو جلیان زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ یہ دولت کیا چیز ہے؟ اس صندوق کے اندر جتنے قیمتی پتھر میرے اور سوئی کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سب مجھے سناپ اور بچھو نظر رہے ہیں میں انہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔“

” جھجک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ ہم یہاں سے نکلنے کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کریں گے۔“

ہو سکتا ہے وہ مناسب موقع آئے تب تک میں کان پڑھوں دشمن ہم تک پہنچ جائیں۔“

” وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم نے وہ ڈاکری پڑھی ہے، یہاں کے حالات دیکھ رہی ہو۔ کوئی پیر میں بھی ان گڑھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے یہاں نہیں پہنچ سکتا تم اطمینان رکھو۔“

اطمینان نہیں تھا پھر بھی ہم صندوق پر بیٹھ رہے۔ وہ کدھمک بھی اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیتی تھی اس وقت زہنت کے جذبات تھے نہ خوشی کے۔ وہ اندر ہی اندر سے چین کی کدھمک چار دیواری سے جھجک جانا چاہتی تھی۔ یہ سچے سچے نجات کے لیے اور خوشی کے لیے ایک اچھا ماحول ہو سکتا ہے۔ اس پاس پھول نہ کھلے ہوں، خوشبو نہ ہو، خوشی نہ ہو تو میں نے کدھمک میں بھی پھول نہیں کھلتے۔ یہی حال ہمارا تھا۔

میں نے اس سے کہا ” اب تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں سونیا، مرخانہ اور ساتوہ کا ذکر نہیں چاہتا ہوں۔“

اس نے کہا ” بے شک تمہیں ان کی خبر پٹنی چاہیے لیکن تم بہت ہی بے مروت ہو جب تمہیں بہت زیادہ خوشیاں ملتی ہیں کوئی نئی لڑکی تم سے ادا اس کے ساتھ جب تم وقت گزارتے ہو تو درمیان میں کبھی زیادہ خوشیاں میرے کتنے ہی ایسے موقع آتے۔ جب کسی نئی لڑکی سے دوستی ہوتی تو تم مجھے صبح سے شام تک ادا شام سے صبح تک کے لیے جھلا دیا۔ پھر مجھ سے رابطہ قائم کیا تو پھر مصروفیات کا بہانہ کرتے رہے۔“

میں نے مسک کر کہا ” تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔“

” میں اور سونیا تمہیں غلط سمجھ رہی نہیں سکتیں۔ ہم نے تمہارا ہر رنگ ہر لہو دیکھا ہے۔ میں دیکھ کر تم میرے بے چارے اور مجھ سے تمہیں نئی خوشیاں مل رہی ہیں تو کل رات سے لیکر اب تک تم نے سونیا، مرخانہ اور اس کی نئی خیال تک نہیں کیا اور نہ ہی ان کی خبر بہت معلوم کی۔“



وہ ناگوار می سے ہوئیں یہ کیا حرکت ہے مجھے کیوں اٹھا رہے ہو؟

اس لیے کہ اب یہ جہاز قاہرہ کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔ کیوں نہ ہم منشی سیٹ بانڈھ لیں۔ اچھی اچھی پہی انوائسٹ ہوئے۔ جہاز اترنے ہی والا ہے۔

اس کی باتیں میں کروہ میری ہی ہو کر بیٹھ گئیں۔ اور پھر سیٹ سیٹ بانڈھنے لگیں۔ جہاز کی پرواز تیزی ہوتی جا رہی تھی۔ دن کے اجلے میں قاہرہ کا شہر دھند تک چھینا ہوا نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جہاز ایئر پورٹ کے رن وے پر اتر چکی تھی۔ اتر گیا۔ پھر دو تک دھڑکا ہوا ایک جگہ روک گیا۔

جہاز کے اسپیکر سے آوازیں آنے لگیں۔ "معزز مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنا سفر سامنے کی طرف سے جہاز سے اتر جائیں اور ایئر پورٹ کے ٹرانڈٹ لادج میں کچھ وقت گزاریں۔ ہم نے آپ کو پہلے اطلاع نہیں دی تھی۔ جہاز میں کچھ تکنیکی خرابی پیدا ہو چکی ہے اسے درست کیے بغیر سفر جاری نہیں رکھا جاسکتا گا۔ اگر زیادہ دیر ہوئی تو آپ کے لیے دوسرے طیارے کا انتظام کیا جائے گا۔ فی الحال آپ لوگ یہاں سے درخواست کے مطابق جہاز سے اتر جائیں اور ایئر پورٹ کے ٹرانڈٹ لادج میں اگلی انوائسٹ کا انتظار کریں۔ ہم اس تکلیف دہی پر آپ سے معذرت خواہ ہیں۔"

ڈیڑھ بجے حال نے ایک گری مائنس لے کر کہا "جیلو چٹھی ہوئی۔ ہمیں کچھ وقت قاہرہ میں گزارنا ہو گا۔ حسیب جہاز میں تکنیکی خرابی ہوئی ہے تو یہ دجا کھٹنے سے پہلے تو درست ہونے سے رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ لوگ دو گھنٹے کے اندر کسی دوسرے طیارے کا انتظام کریں۔ بہر حال کیا ارادہ ہے؟

کیوں نہ ہم قاہرہ کے سیر کریں؟

اس وقت تک ساتھ بانو سیٹی سیٹ کھول کر پھینک اور اپنے سلمان کو سفری بیگ میں رکھتے ہوئے اٹھ رہی تھیں۔ ڈیڑھ بجے حال نے کہا "ہمت بہت ستر ہے، مجھے خوشی ہے کہ میرے کہنے ہی تم تیار ہو گئیں۔ جیلو۔"

وہ پتھر کر لوئیں۔ "تمہیں خوش فہمی ہے۔ میں تو انوائسٹ کے مطابق یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

وہ دونوں دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز سے اتر کر ٹرانڈٹ لادج میں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد ساتھ بانو ہاتھ رویم میں چلی گئیں وہاں سے منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو کر باہر آئیں تو ڈیڑھ بجے حال نے کہا "بھان انڈیا کی صورت نکھر آئی ہے۔ جی جی ہاتھ ہے کہ کبھی دیکھتے ہی رہو۔"

بکی تم چھپرے جہاز سے باز نہیں آؤ گے؟

"اگر صرف پھیرنا ہی ہوتا تو میں بہت پہلے ہی جا ہوا ہوتا۔ یہ پھیر نہیں ہے۔ دل کی آواز ہے۔ اب میں نکلنا اور اور ہنگامہ نہیں جاؤں گا۔ ساری عمر باڈی گاڈ میں گزار دی۔ وہ ریسٹوران کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "وہ دن نے مذاق کیا تھا۔ میں اس حلقے میں سیر نہیں ہوں۔"

"میں تو سیر نہیں ہوں۔ میں باڈی گاڈ کے ریسٹوران میں دیکھ رہا ہوں گا۔ ایسے کام کے لیے تنخواہ مزدوری نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آخری بار بھیجے دیتی ہوں کہ میرے تیرے نہ آؤ۔ حسیب تک جہاز درست نہیں ہوتا اور ہمارا سفر تیز نہیں ہو جاتا اس وقت تک میرا بیچھا چھوڑ دو۔"

ڈیڑھ بجے حال نے دونوں سٹانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ جب میں تمہیں آتا ہی بڑا لگتا ہوں تو تم سے دور ہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ایک طرف چلا گیا۔ ساتھ بانو ریسٹوران میں آکر ایک میز کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں پھر اپنے لیے شے کا آرڈر دیا۔ جب ناشتہ آیا تو نہ جانے کیسے ڈیڑھ بجے حال کا خیال آ گیا۔ "بتہ نہیں اس نے ناشتہ کیا ہے یا نہیں؟"

اپنی اس سوچ پر ساتھ بانو کو پری سیرانی ہوئی۔ "ہاتے میں نے ڈیڑھ بجے حال کے متعلق کیوں سوچا ہے وہ ناشتہ کیا کرے میری بلا ہے۔"

وہ اپنا دھیان بٹانے کے لیے اپنی بیٹی مرجانہ کے متعلق سوچنے لگیں لیکن زیادہ دیر تک نہ سوچ سکیں۔ اچانک ہی دو اجنبی ان کے آس پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں مقامی تھے۔ ان میں سے ایک نے تیسری کھانے کا ٹولہ کی کھانٹ کرتے ہوئے کہا "سووی میری مہم! ہمیں بیٹھنے سے پہلے آپ سے اجازت لینا چاہیے تھی۔ بہر حال ہم تو بیٹھ ہی گئے۔ آپ مہربانی کر کے ذرا جلد از جلد اپنے ناشتے کا مال ادا کریں ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

ساتھ بانو نے انہیں گھور کر دیکھا۔ دوسرے شخص نے کہا "ہمیں گھور کر نہ دیکھو، میز کے نیچے دیکھو۔"

ساتھ بانو نے میز کے نیچے دیکھا تو ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چاقو۔ چاقو والے نے کہا "یہاں سے کتنے ہی مسافر کڑے جنگ سے گزر کر یہاں تفریح کے لیے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کی جاس ڈالو گے تو آفسیور کو رشوت کے طور پر دیں گی تو آپ کو دو گھنٹے کا مالک بنا دیا جائے گا۔ اس دینسے کے ذریعے آپ قاہرہ شہر کا

سیر کر سکتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے نکل کر کھینچنا ساتھ اس شہر کی سیر کرنے کے لیے چلیں۔"

"یہ کیا زبردستی ہے۔ تم لوگ مجھ سے کہا جاتا ہے ہو تو تم یہاں لینا آگے ہو۔ ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ انکار ہوگی یا لہذا طرف سے کوئی چالائی دکھاؤ گی تو ہم بے دریغ فائر کریں گے۔"

ساتھ بانو نے دیکھ کر ہلاکت کا اندازہ کیا۔ جب وہ چلا گیا تو ایک شخص نے کہا "دیکھو جب تم کھم کے واٹس کے گزرتے گی تو کسم آفسر کے پیچھے ہی ذرا فاصلے پر ایک شخص پتھان اور سفید بنیان بننے ہوئے ہوگا۔ دوسرا شخص دوسری طرف تیلی جرسی میں نظر آئے گا۔ ایک شخص کو گفٹ کیپ بننے ہوئے ہوگا۔ اس کی کھول پر سیاہ جیشہ ہوگا۔ یہ تین آدمی تمہارے تین طرف ذرا فاصلے پر رہیں گے۔ ان تینوں کے پاس ریوالور ہیں۔ تم وہاں کسم آفسر سے مدد مانگنا چاہو گی یا چینی جانا چاہو گی تو تمہیں اسی وقت کوئی مادی چلے گی۔ لہذا یہ دیکھنا کہ تم قانون کی پناہ میں پہنچ کر محفوظ رہو گی۔"

ساتھ بانو نے اپنے سفری بیگ میں سے پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات نکالے۔ اپنے پرس سے جاس ڈالو کا ایک نوٹ نکال کر رکھا پھر میز پر اس سفری بیگ اٹھا کر اگے جانے لگیں۔ ایک شخص ان کے آگے تھا دوسرا ان کے پیچھے۔ وہ دونوں کے درمیان چلتی ہوئی کسم کے وارڈ تک پہنچیں۔ ریوالور والے نے کہا "ہم تمہیں چھوڑ رہے ہیں آگے بڑھتی جاؤ۔ ہاں یہ یاد رکھنا کہ تم ہمارے نشانے نہ لہو گی۔"

جب تم کسم آفسر کے پاس پہنچ جاؤ گی تو وہاں وہ تین آدمی تمہیں اپنے نشانے پر رکھیں گے۔ پھر ہم باہر تم سے ملاقات کریں گے۔ جاؤ اور اپنی زندگی کی سلامتی کے لیے ہر گز احکامات کی تعمیل کرتی رہو۔"

ساتھ بانو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کسم آفسر کی طرف جانے لگیں۔ جب وہاں پہنچیں تو پلٹ کر دیکھا۔ اب وہ لوگ نہیں تھے مگر وہ تین شخص نظر آ رہے تھے جن میں سے ایک کو گفٹ کیپ پہنے ہوئے تھا اور ایک کھول پر سیاہ جیشہ تھا۔ دوسرا شخص پتھان اور سفید بنیان میں تھا۔ تیسرے شخص کے جسم پر تیلی جرسی تھی۔ وہ تینوں ذرا فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ اور وہ تینوں ہی اسے دیکھ رہے تھے۔

وہاں ساتھ بانو کو دو گھنٹے کا عارضی ویزا حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ جاس ڈالو کا ایک نوٹ نے ہرا دکھا دیا تھا۔ وہ وہاں سے نکل کر لہر لہرنگ

ایر یا کی طرف جانے لگیں۔ تب ہی وہ دونوں قریب آکر ان کے وائیں بائیں چلنے لگے۔ اس دوران ساتھ بانو نے عوس کی یاد کوہ نے اختیار اور دھڑلے نظر میں دوڑتے ہوئے ڈیڑھ بجے حال کو تلاش کرتی رہی ہیں۔ وہی ایک ایسا شخص تھا جو انہیں اپنا دجا دکھانے کا ہاتھ تھا، لیکن وہ کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔

وہ اپنے آپ کو کوسنے لگیں۔ کیوں خواہ مخواہ اس مسافر کو دھنکار دیا ہے اگر وہ ساتھ رہتا تو ان بدعاشوں کی آہی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ ریوالور دکھا کر اور دھمکانے کی یہاں تک نہ لے آتے۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی پانگنگ ایریا میں پہنچیں۔

اب وہ لوگ انہیں ایک ٹنگن کار میں بٹھانا چاہتے تھے۔ تب ہی ایک طرف سے ڈیڑھ بجے حال کی آواز آئی۔ "بیوٹرس ڈالو تک یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

ساتھ بانو کا دل لمبوں اچھٹنے لگا۔ یوں لگے جیسے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ڈیڑھ بجے حال کو ان کی مدد کے لیے بھیجا ہو۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھیں کہ چاقو والے نے ٹیوٹ کر کہا۔ "خبردار کوئی آواز نہ نکلا۔ یہ تمہارا کون ہے؟"

وہ کچھ کہتے ہوئے ہنسی لگی۔ "آخر کار رشتہ تیار کیا گیا تھا۔ اتنے میں ڈیڑھ بجے حال خود ہی قریب پہنچ کر بولا "ڈالو تک تم ان لوگوں کے ساتھ کہاں جا رہی ہو۔ کیا میں آنا میرا ہوں کہ میرے ساتھ تفریح نہیں کر سکتیں۔ جیلو آؤ میرے ساتھ۔"

یہ کہہ کر اس نے ساتھ بانو کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک لوار والے نے فوراً ہی اپنی جیب سے ریوالور نکال کر ڈیڑھ بجے حال کو دکھاتے ہوئے کہا "ادھر دیکھو ہمارے پاس کہا ہے۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو تمہیں شرٹ کر دیا جائے گا۔ اب پتہ چلا کہ یہ حضرت اعلیٰ نہیں ہیں۔ تم جی اس کے ساتھ ہی ہو۔ لہذا چپ چاپ اس دستگاہ میں بیٹھ جاؤ۔ اگر کوئی حرکت ہوگی یا فدا سی بھی آواز نکالی جائے گی تو تم دونوں ہمیں ختم کر دیے جاؤ گے۔"

ڈیڑھ بجے حال نے بے بسی سے ایک گری مائنس لیتے ہوئے کہا "عدو توں کے لیے جاضد کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے جب تفریح کا کہا تھا تو تم نے انکار کر دیا تھا۔ میرے ساتھ ریسٹوران میں بھی بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ اب ان کے کہنے پر ہمیں جبراً آنا پڑا۔ اب یہ جبراً ہمیں بھی تفریح کرنا پڑے گا۔"

ایک نے سخت لہجے میں کہا "یہاں بائیں نشست آؤ، فوراً اندر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیگن میں ایک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر پہلے ہی دو برعاش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چاقو تھے۔ اگلی سیٹ پر ایک ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ دونوں بھی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب وہ دیگن آگے چل پڑی تو سارے بالوں نے اردو زبان میں کہا: "تم تو کتے تھے کہ دو چار پر اکیلے جھلادی پڑتے ہو۔ اب بھگتی کی بیٹے ان کے حاکم کی تعمیل کر رہے ہو؟"

"اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ برعاش ایسے ہوتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ میں نے ڈیگن میں ماری تھیں۔ برعاش میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

وہ چلا کر بولیں: "تمہارے الفاظ واپس لینے سے کیا میں اس مصیبت سے نکل جاؤں گی؟"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میری آزمائش کے لیے اس مصیبت میں پڑی ہو؟"

دشمنوں میں سے ایک نے پوچھا: "اسے یہ تمہاری کون گنتی ہے؟"

اس سے پہلے کہ سارہ باؤ کو پھر کہیں ڈیڑھ جھال نہ کہا۔

"یہ میری بیوی ہے۔"

سارہ باؤ نے غصے سے گھور کر دیکھا۔

ایک شخص نے کہا: "تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس حملت کے ذریعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمہاری کون سی نہیں ہے؟"

ڈیڑھ جھال نے کہا: "میں سچ کہتا ہوں۔ یہ میری بیوی ہے لیکن ہم مزاج ہے مجھے بڑی مشکل سے مندرگانی سے۔"

ڈیڑھ جھال نے سارہ باؤ کی طرف جھکتے ہوئے کہا: "دیکھو مجبور ہی ہے اگر تم نے میاں بیوی کا انداز اختیار نہیں کیا تو یہ بیس مار ڈالیں گے۔"

سارہ باؤ نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا: "خبردار میرے قریب نہ آنا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائیو پر اٹھ بیٹھ گئیں لیکن ان کے پاس دو کھلے ہوئے چاقو آہستہ آہستہ لہانے لگے۔ ایک طرف ایک ریوایور والے نے دھمکادی: "اگر یہ تمہارا شوہر نہیں ہوگا تو ہم بھی اسے مار کر یہاں بھیج دینگے۔"

وہ گھبرا کر پریشان ہو کر کبھی ڈیڑھ جھال کو اور کبھی دشمنوں کو دیکھنے لگیں۔ پھر کچھ لمحہ میں نہیں آیا تو انہوں نے ڈیڑھ جھال کو انچائیز نظر سے دیکھا۔ وہ آہستگی سے بولا۔

"دیکھو اس میں کوئی ترح نہیں ہے۔ تمہاری عزت میری

عزت ہے اور میں جان بچانے کے لیے اگر ایک دوسرے کے قریب ہونا پڑے تو اس میں نقصان ہی کیا ہے؟"

یہ بات اس نے اردو زبان میں سمجھائی تھی وہ لوگ بولنے لگے: "اسے تم لوگ اپنی زبان میں باتیں نہ کرو۔ ہم انگریزی بولتے ہیں۔ انگریزی سمجھتے ہیں یا پھر اپنی مقامی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا: "جی ہاں اس آدمی کو مار کر بھیجنے سے کیا فائدہ ہے۔ ان کے پاس جتنی دولت ہے اسے اپنے قبضے میں کر لو اور اس عورت کو مار کر بھیج دو۔"

سب نے اس بات کی تائید کی۔ پھر ایک چاقو اس کے قریب آنے لگا۔ سارہ باؤ نے بیچ ماری۔ اسی وقت ڈیڑھ جھال سارہ باؤ پر چھا گیا۔ وہ لوگ آگے پیچھے چلے گئے اور ڈیڑھ جھال کو اس کی جگہ سے ہٹا کر حکم کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ وہاں سے نہیں ہٹ رہا تھا۔

سارہ باؤ کی عجیب حالت تھی۔ ایک تو خوف اور دہشت طاری تھی۔ دشمن خواہ مخواہ ان پر حملہ کر رہے تھے۔ دوسرے ڈیڑھ جھال ان کی حفاظت کے لیے چھایا ہوا تھا۔ صحیح معنوں میں باؤ کی گارڈ بنا ہوا تھا اور یہ باؤ کی گارڈ بنا بھی ان کے لیے ہنگامہ پڑ رہا تھا۔ آج تک میں برس کے عرصے میں کوئی بھی مردان کے قریب تو کیا سلتے کر بھی نہیں چھوڑا تھا۔

ایک دشمن نے کہا: "ارے مجھو دو انہیں۔ ہم خواہ مخواہ چھوڑ کر رہے ہیں۔ دیکھتے نہیں تو یہ میاں بیوی ہیں۔ انگ ہٹ جاؤ۔"

وہ سب انگ ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ سارہ باؤ ابھی تک ڈیڑھ جھال کی بناہ میں تھیں۔ سرور میں بھیگی ہوئی چڑیا کی طرح ہولے ہولے کانپ رہی تھیں۔ میں برس کے بعد حالات انہیں جھگڑے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی محبت میں اپنے جذبات کو کبھی جھلا دیا تھا صرف اپنی تمنا کو زندہ رکھا تھا۔ اب اچانک ہی تمنا کے پیچھے سے وہ جذبے اٹھ کر نکلے جوتہا میں نواب سلامت علی حرم کو پکارا کرتے تھے۔ اس وقت وہ انہیں بندھے ہوئے تھیں اور انہیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے نواب صاحب واپس آگئے ہوں اور اپنی پوری محبت اللہ تو برفاں جمدی اور حفاظتی جلاؤں کے ساتھ ان پر چھلگے ہوں۔

انہوں نے انہیں بند کر لی تھیں۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اسے ایک خواب سے زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہتی تھیں

کچھ کھولنے پر جو خواب تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا۔ اسی لیے وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے انہیں بندھے ہوئے تھیں۔

ڈیڑھ جھال نے تھوڑی دیر بعد چونک کر پوچھا: "یہ تم لوگ یہیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک شخص نے آکر رکھتے ہوئے کہا: "اب تمہیں ہوش آیا ہے۔ بس چپ چاپ بیٹھو۔ ہماری منزل قریب ہی ہے۔"

سارہ باؤ نے ان لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز نہیں چھری تھی انہیں نہیں کہیں۔ وہ اب تک نواب صاحب کے تصور سے ہلکی جا رہی تھیں۔ ڈیڑھ جھال نے جب ان لوگوں کو مخاطب کیا تو اس تصدیق میں رہنے پڑ گئے۔ وہاں سے نواب صاحب کی تصویر مٹ گئی اور ڈیڑھ جھال کا چہرہ ابھر گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جو توجہ، توجہ، بھمدی اور حفاظتی انتہا دراصل ہو رہا ہے وہ ڈیڑھ جھال سے حاصل ہو رہا ہے۔

تصور کارومانی مزاج بدلا تو انہوں نے مجبوراً انہیں کھول کر دیکھا۔ ڈیڑھ جھال دشمنوں سے سخت لہجے میں باتیں کر رہا تھا اور اس کی آواز سارہ باؤ کی دھڑکنوں میں گونج رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دشمن ایک دیران سے ملاتے ہیں رک گئی۔

جو شخص ہاتھ میں ریوایور لے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ اگلا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ پھر ریوایور کی نال سے ڈیڑھ جھال اور سارہ باؤ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: "تم دونوں اپنا سامان گاڑی میں چھوڑ کر باہر نکل آؤ۔ کوئی چالاکی نہ کرنا۔ تمہیں گولی مار دوں گا۔ پھر تم لوگوں کی زندگی کا حساب کرنے والا یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

ایک دوسرا چاقو والا بھی اس ریوایور والے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ یعنی اب صرف دو آدمی دیگن کی پچھلی سیٹ پر چاقو لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد دوا توڑ کو ہلا کر پانچ تھی جن میں سے صرف ایک کے پاس ریوایور تھا باقی تین کے پاس چاقو تھے۔ ڈرائیور شاید ہنسا تھا۔ ڈیڑھ جھال پر حساب پہنچے ہی کر چکا تھا۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلے ہوئے بولا: "ہم تمہارے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں لیکن اس میں ہمارے پاس پورٹ وغیرہ رکھے ہوئے ہیں اور یہ ہمارے لیے حد ضروری ہیں۔"

ریوایور والے نے کہا: "خبر نہ کرو میرے دوستی جو گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ تمہارے سامان کی تلاش نہیں

کے بقدر تم کے علاوہ کوئی اور کام کی چیز لے گی تو وہ اپنے پاس رکھ لیں گے۔ باقی تمہارا سامان تمہیں ڈھانڈیں گے، اور گاڑی لے کر چلے جائیں گے۔ تم دونوں اطمینان سے پیدل چلتے ہوئے میں روڈ پر پہنچ جاؤ گے۔ کوئی نہ کوئی گاڑی والا تم دونوں کو ابتر لہٹ تک لٹھ سے دنگا۔"

سارہ باؤ بھی باہر نکلیں۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دو شخص سامنے آئے اور ان کے سامان کی تلاش کرنے لگے۔ ڈیڑھ جھال نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں ڈرنا تک امیں نے تمہارا ساتھ ڈرنا کیا تھا اس کا نتیجہ مجھ مل رہا ہے۔"

سارہ باؤ نے چونک کر پوچھا: "کیسا فوٹو؟"

"میں نے تمہیں تفریح کے لیے کہا تو تم نے انکار کر دیا تھا۔ میرے ساتھ ریوایور میں بیٹھنا بھی پرہیز نہیں کرتی تھیں تب میں نے سچا کہہ نہیں سکا۔ اب یہ لہٹ کی عمارت سے باہر نکال کر تفریح کرانی چلتے۔ اس کے لیے میں نے ان دونوں کو مار کر لے کر حاصل کیا انہیں سمجھا یا کہ یہ برعاش ہیں کہ ان کو مارنے والا ڈرا مار رہے کریں۔ تمہیں جھوٹ موٹ دھمکیاں دے کر اب یہ لہٹ کی عمارت سے باہر لے آئیں اور ان میں گن میں بٹھا دیں۔ اس موقع پر میں بھی پہنچ جاؤں گا اور پھر میں بھی تمہارے ساتھ اس گاڑی میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل جاؤں گا۔ وہ کسی علاقے میں لے جا کر لے لوگ ہمارا بیچھا چھوڑ دیں گے۔ میں انہیں ان کا معاوضہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔"

سارہ باؤ نے غصے سے پوچھا: "اگر یہ تمہارے کرانے کے آدمی تھے تو انہیں معاوضہ لے کر چلے جانا چاہیے تھا۔ یہ ہماری آخری پونجی تک کیوں لوٹ لینا چاہتے ہیں؟"

"یہی تو میں کہنے جا رہا ہوں۔ میں خود دھوکا کھا گیا میں سمجھا تھا کہ یہ ہوسیعے ہیں۔ برعاش نہیں ہیں لیکن یہ تو زبردست قسم کے برعاش نکلتے۔"

سارہ باؤ جھنجھلا کر آگے بڑھیں اور اپنے نازک ہاتھوں سے ڈیڑھ جھال کو گھونسنے مارنے شروع کر دیے۔ وہ اپنے ہاتھوں کے لیے پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "ارے ارے اسے کیا کرتی ہو پہلے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس میں میرا بالکل قصور نہیں ہے۔ میں نے تو انہیں شریف آدمی سمجھا کہ یہ ہانگ کھیلنے کے لیے۔"

اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ اچانک ہی لہٹ کر ریوایور والے کے ہاتھ پر ایک زندگی لات ماری۔ وہ آس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ ریوایور اس کے ہاتھ سے نکل گیا

اس نے سارہ بانو کے ساتھ اتنا اچھا نام لکھا کھلا تھا کہ وہ لوگ اس دلچسپ تماشے کو دیکھنے میں دلورہ کے لیے غافل ہو گئے تھے۔ یہی غفلت انہیں منگی پڑی تھی۔

بہر حال ریوا اور دور جاکر زمین پر گر رہا تھا۔ وہ ریوا اور والا ادھر دوڑا ہی تھا کہ ڈیرہ جمال نے اسے راستے میں ہی آڑے پا لیا۔ اسے پکڑ کر اس طرح دبوچا کہ وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ دوسری طرف جاتا تو والا تیزی سے بڑھتا ہوا سارہ بانو کی طرف لپک رہا تھا تاکہ انہیں قبضہ میں رکھ کر ڈیرہ جمال کو مجبور کر دے لیکن اس سے پہلے ہی ڈیرہ جمال نے ریوا اور والے کو ایک طرف زور سے دھکیل دیا۔ دوسرے ہی لمحہ اس کی دلہ زینچ سنائی دی۔ وہ ریوا اور والا لڑکھانے پھرتے جاتا تو والے سے اس طرح ٹھکرایا تھا کہ جا تو اس کے سینے میں بیوست ہو گیا تھا۔

گاڑی کا ڈرائیور اور تلاماشی لینے والے دونوں آدمی اس وقت سامان سے نکلے ہوئے والوں کو گنگنے میں مصروف تھے، اپنے ایک ساتھی کی چیخ سن کر ادھر دیکھنے لگے۔ پھر بڑی تیزی سے گاڑی سے نکلنا چاہتے تھے۔ اتنی دیر نہ وہ ریوا اور ڈیرہ جمال کے ہاتھ میں آ گیا۔ ریوا اور دیکھتے ہی وہ لوگ گاڑی کے اندر ہی رہے کہ البتہ ڈرائیور نے بڑی جھڑپائی کا ثبوت دیدیا۔ گاڑی تو اسٹارٹ ہوئی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے تیز ہرمتے ہوئے گاڑی کو آگے بڑھایا۔ پھر اسے ڈرائیور کو تے ہوئے دور ہوتا چلا گیا۔

ڈیرہ جمال ریوا اور سے ادھر فائر کرنا چاہتا تھا تاکہ ڈرائیور گھبرا کر گاڑی کو روک دے لیکن اسے اس کی مصلحت نہ ملی کیونکہ ادھر جاتا تو والے نے اپنے ساتھی کے جسم سے جا تو رکال لیا تھا اور اب ڈیرہ جمال کے ریوا اور سے خود کو چلنے کے لیے سارہ بانو کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی ڈیرہ جمال نے سارہ بانو کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف پھینچ لیا۔ پھر اسے ملکا کرتے ہوئے کہا: "اپنا چاہا تو زمین پر پھینک دو" نہیں تو کوئی مار دوں گا!"

ٹھیک اسی وقت میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے سارہ بانو کے دماغ میں بیٹھ کر وہ تماشہ دیکھا تھا لیکن مداخلت نہیں کی کیونکہ ڈیرہ جمال کا پتہ بھاری تھا اور مجھے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس جاتا تو والے نے اپنا چاہا تو زمین پر پھینک دیا تھا اور اب عاجزی سے کہہ رہا تھا: "مجھے معاف کر دو۔ میں تم لوگوں کا دشمن نہیں ہوں!"

"اچھا تو جا تو رہے کہ ہم سے دوستی کرنے آتے تھے پھر یہ بات نہیں ہے۔ میں یقیناً اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر نہیں ٹوٹنا چاہتا تھا لیکن یقین کرو تمہاری طرح میں بھی دھوکا کھا گیا ہوں۔ قرآن لوگوں کو کرنے کا آدمی سمجھ کر اس عورت کو بچانے کی خاطر یہاں تک لے آئے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ سچ سچ بچانا چاہتے ہیں اور تم لوگوں کو ٹوٹنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ایسے سوت پر مجھے ہتارے رحم و کرم پر تمہا چھوڑ کر جھاگ جائیں گے!"

"تمہارے ساتھی ہمارا جو کچھ بھی لے گئے ہیں میں اسے سو دے گا ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے ابھی اپنے آدمیوں تک بھیجا دو گے!"

"مجھے منظور ہے۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا ہے میں نہیں دوں گا۔ یہاں تک ضرور کوئی دن کا بلکا ان سے انتقام بھی لے لوں گا!"

"دیکھو تم کہاں تک سچ بول رہے ہو اور اپنے ساتھیوں سے انتقام لینا چاہتے ہو یا نہیں، یہ میں نہیں جانتا۔ میں صرف اس حد تک تم پر بھروسہ کر رہا ہوں کہ جس حد تک ریوا اور کی دھونس تم پر ہے گی۔ یہاں تک کہ کوئی ننگاری کی ویں تمہارا جان گئی۔ اس بات کو ابھی طرح یاد رکھ لینا!"

سارہ بانو نے کہا: "یہ کیا کہہ رہے ہو میری ساری بات ہے۔ میرے پاس کیمو ہے۔ اس کو کو کہہ دو بارہ چلا تو پھر کھڑا ہو جائے۔ میں لاش کے ساتھ اس کی تصویر انارٹھی بنوں پھر ہم اسے قانون کے چالے کر دیں گے امداد قانون کے ذریعے ان بد معاشوں تک پہنچ کر ان سے اپنی چیزیں واپس لے لیں گے!"

"مس ڈائلنگ ہمارے پاس دو گھنٹے کا وزیبل ہے۔ ہم کچھ رشوت دے کر زیادہ سے زیادہ اودھ گھنٹے کا اجازت نامہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن یہاں قتل کی واردات ہوئی ہے اور یہ یس ایلبے کے دو جا رہے ہیں قانون کے محافظ نہیں ہیں چیوٹر کے لٹڈان انجمنوں میں گرفتار ہونے سے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے ذریعہ بازو سے اپنی بھی بچھڑاؤں واپس لوں اور ان سے کچھ ادب بھی وصول کروں۔ یہ میرا طریقہ ہے کہ جو مجھ سے ایک ریتا ہے میں اس سے دس لیتا ہوں لیکن بھی تمہارے سامنے یہ ثابت کرنا ہی ہے کہ میں دھچکا دہرتا ہوں بھاری رہتا ہوں!"

چاتا تو والے نے کہا: "ہاں ہی بہتر ہے کہ ہم لوگ اپنے طور پر ان سے انتقام لیں۔ بشرطی بات ہے کہ آپ مجھ سے

ہو شیاد رہیں گے لیکن میں بھی یقین دلاتا ہوں کہ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔ آپ کا ساتھ دوں گا اور میری کوشش ہوگی کہ ہر دو گھنٹے کے اندر ہی چھینا ہوا سامان بقول آپ کے سٹوڈ کے ساتھ وصول کر لیں۔ اس کے بعد میں آپ لوگوں کو واپس لوٹ پھینچا دوں گا!"

میں اس کے دماغ میں جھانک کر اسے ابھی طرح ٹوٹنے لگا۔ پتہ چلا کہ اسے سچ سچ اپنے ساتھیوں پر غصہ آ رہا تھا اور وہ واقعی ڈیرہ جمال اور سارہ بانو کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔ میں نے ڈیرہ جمال اور سارہ بانو کے دماغ میں باری باری پہنچ کر ان کی اپنی سوچ کے ذریعے انہیں سمجھا یا کہ وہ اس پر بھروسہ کر کے آگے بڑھ جائیں اور وقت ضائع نہ کریں۔

وہ دونوں اس جاتا تو والے کے ساتھ چلنے لگے۔ میں نے براہ راست سارہ بانو کو مخاطب نہیں کیا کیونکہ اب ان کی زندگی میں ایک بہت اہم تبدیلی آ رہی تھی۔ تقریباً بیس برس کے بعد ان کی خزان رسیدہ زندگی میں بہار کا جھونکا آیا تھا۔ دل میں بیٹھی بیٹھی ہی لک بک پیدا ہوئی تھی۔ ان کا مزاج اس حد تک بدل گیا تھا کہ وہ خود ہی طور پر خود اپنی تبدیلی کو بھی نہیں سمجھ رہی تھیں لیکن میں ان کے دماغ کی گہرائیوں میں جھانک کر یہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ ڈیرہ جمال سے غیر متعدي طور پر بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھیں۔ ایسی حالت میں اگر میں انہیں مخاطب کرتا تو وہ ایک دم سے محاط ہو جاتیں۔ ڈیرہ جمال کے قریب ہنسنے کے بجائے کڑے لگتیں تاکہ میں سوچ کے ذریعے ان کے دل کا راز نہ پڑھ لوں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان لوہے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ بیس برس کے عرصے میں لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے لیکن انسان کے جذباتوں پر کبھی زنگ نہیں لگتا۔ وہ جذبہ اندر سے ہمیشہ تر تازہ رہتے ہیں۔ شرم و حیا کے تحت انسان اپنے اوپر کوئی خول چڑھائے یا خود کو کسی خلاف میں پھیلے تو وقتی طور پر وہ چھپ جاتا ہے مگر اندر کے جذبے کبھی نہیں چھپتے۔ یہی حال سارہ بانو کا تھا۔ انہوں نے بیس برس تک اپنے اوپر مٹا کر خول چڑھائے رکھا۔ ایک ماں بن کر انہوں نے اپنے جوان جنابوں کو ٹھیک ٹھیک کر سٹلایا تھا۔ اب ان کی عمر کیا تھی زیادہ سے زیادہ اڑتیس برس کی ہوگی اور اڑتیس برس میں عورت بالکل بوڑھی نہیں ہوجاتی۔ بلکہ عورت کی زندگی گزار دینے سے تو جوان عورتوں کی طرح ان عورتوں میں تازہ رہتی ہے اور سارہ بانو ایسی ہی تھیں۔ ان کے دل و دماغ میں کوئی غلامت نہیں تھی۔ ان کے اندر

کوئی پھچھوڑا پن نہیں تھا اور وہ سستے جذبات رکھنے والی خاتون نہیں تھیں۔ ہمارے لیے قابل احترام تھیں لیکن عورت جب زندگی کے ایسے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے جہاں تمام بھی ہوا بڑی بھی ہوا اور جوں جیسے جذبات بھی ہوں تو ایسی ہی سست کو یقیناً اس بات کی آزادی ملتی چاہیے کہ وہ اپنے جذباتوں کے مطابق بھڑکوتی نیا اور اہم فیصلہ کرے، اور میں اسی اہم فیصلے کی خاطر ان سے رابطہ نہیں قائم کر رہا تھا۔

بندرہ منٹ بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گئے۔ وہاں سے گاڑیاں گزر رہی تھیں اور وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر لفٹ مانگ رہے تھے۔ کئی گاڑیاں ان کے قریب سے گزر گئیں۔ گزرنے والوں نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔ پھر ایک سیاہ رنگ اودھ آؤٹ لے کر ان کی دیکھ ان کے سامنے آ کر روک گئی۔ اندر دو آدمی بیٹھے تھے۔ ایک ڈرائیورنگ سیٹ پر تھا اور دوسرا سب سے پیچھے سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے لباس سے اور انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی ٹھکے کا آفیسر ہے۔ اس نے اپنا سر کھڑکی سے باہر نکال کر پوچھا: "کیا بات ہے پو؟"

اس نے مقامی زبان میں سوال کیا تھا جو سارہ بانو اور ڈیرہ جمال کے پتے نہیں پڑی۔ جو چاتا تو والا تھا اس نے آگے بڑھ کر کہا: "جناب یہ لوگ میرے سوتے ہیں اور یہاں کی پوتی نہیں سمجھتے ہیں۔ انہیں ایئر پورٹ پہنچانے کے لیے ہمیں لفٹ مل سکتی ہے پو؟"

اس شخص نے سر ہلا کر کہا: "ٹھیک ہے۔ اندر بیٹھ جاؤ" وہ لوگ اندر بیٹھ گئے۔ میں اس جاتا تو والے کے دماغ میں بیٹھ کر سمجھ سکتا تھا کہ وہ مقامی زبان میں کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد آفیسر نے فرانسیسی زبان میں پوچھا: "کیا تم لوگوں میں سے کوئی فرانسیسی زبان جانتا ہے؟"

سارہ بانو نے اسی زبان میں جواب دیا: "ہاں، میں اٹھارہ برس سے پیرس میں رہتی ہوں۔ میں فرانسیسی زبان اچھی طرح سمجھتی، پڑھتی اور بولتی ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس زبان میں آپ سے گفتگو کر رہی ہوں!"

آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا: "مجھے بھی خوشی ہے کہ تم نے زبان سمجھ رہی ہو۔ اب اپنے ساتھی کو بڑی آسانی سے انگریزی زبان میں سمجھا سکتی ہو کہ یہ اپنی جگہ سے خدا بھی حرکت نہ کرے۔ آگے کی گزرنے پر میرے ریوا اور کی نالی کی پتہ ایسا کہتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اٹھا یا۔ اس کے ہاتھ میں ریوا اور تھا اور ریوا اور کی نالی ڈیرہ جمال کی گزرنے سے جا

تھی۔ اسی وقت ساترہ بانو نے ڈیڑھ جہاں کو سمجھایا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سننے ہی وہ ایک دم سے کھٹے میں آ گیا۔ اس کا دماغ تیزی سے سوچنے لگا کہ کیا کرنا چاہیے۔ ادھر آئی فیسز انٹرنیسی زبان میں ساترہ بانو نے کہا کہ ہاں "اپنے ساتھی سے کہو وہ دیا اور کو اگلی سیٹ کی طرف پھینک دے۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گا۔ اگر اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو اس کی کھوپڑی کے پرچے اڑ جائیں گے۔"

ساترہ بانو نے ڈیڑھ جہاں کو سمجھایا کہ اسے فوراً ہی دیا اور کو اپنی سیٹ پر پھینک دینا چاہیے ورنہ ان کے حق میں بہت بڑا ہوگا۔ اس وقت وہ مجبور تھا۔ اس نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی اور دیا اور کو اگلی سیٹ کی طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد پچھلی سیٹ سے آئی فیسز نے مقامی زبان میں کچھ کہا تو ڈیڑھ بانو نے گاڑی کو ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ اب وہ گاڑی بچکولے کھاتی ہوئی اس راستے پر سے گزرتی جا رہی تھی اسی وقت مجھے رسونٹی کی آواز سنا دی۔ وہ دو پچھ رہی تھی بہت دیر ہو گئی۔ تم خیال خوانی کر سکتے تھو تو ایسے ہو۔

مصرف وہ ہوں۔ میں نے انکھیں کھول کر کہا "میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔" لیکن اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ کیا ان کی تشریح بتا جا رہی معلوم کر کے دایس نہیں آ سکتے؟ "ابھی تو میں نونیا اور مرچانہ کے پاس پہنچا ہوں نہیں ہوں صرف مرچانہ کی امی کے معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ وہ بے چارہ اسی وقت ایک مصیبت میں پھنسی ہوئی ہیں۔ رسونٹی نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا "ہماری بھی کیا تقدیر ہے۔ ہمارے جن ساتھیوں کو دیکھو وہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسے جا رہے ہیں آخر ان مصیبتوں کا سلسلہ کہاں کہاں ختم ہوگا؟

"جدوجہد کرتے رہنے کا نام زندگی ہے۔ جو لوگ دریا کی طرح لہر لہر آگے بڑھتے رہتے ہیں اور اپنی زندگی کے لیے تنگ و دو میں مصروف رہتے ہیں وہ ایک نہ تنگ سے جاملتے ہیں اور خود ایک وسیع و عریض اودھنہایت عظیم سمندر بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی جدوجہد کرنے والے اودھنہ ٹھکنے والے کے متعلق کہا گیا ہے۔"

کون کتا ہے کہ موت آتی تو جاؤں گا۔ میں تو رہا ہوں، سمندر میں اتر جاؤں گا؟ رسونٹی نے کہا "ابھی تو ساترہ بانو کو پار لگانا ہے۔ کیا تمہاری خیال خوانی تمہیں آ رہی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا "نہیں، وہی چھوڑی ہے جو اکثر دشمن میرے سامنے پیش کرتے ہیں، یعنی انگریزی زبان یا کسی زبان میں گفتگو نہیں کرتے ہیں۔ جانتا ہوں۔ وہ شخص جو ساترہ بانو اور ان کے ساتھی کو تڑپ کر رہا ہے وہ فرانسیسی میں گفتگو کر رہا ہے۔ ہر حال میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پھر انکھیں بند کر لیں اور ساترہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ گاڑی ابھی تک اس کچے راستے پر تھی۔ ساترہ بانو خاموش اور بہت پریشان بیٹھی تھیں۔ کبھی وہ اپنے اور ڈیڑھ جہاں کے متعلق سوچتی تھیں اور کبھی اپنی بیٹی کے متعلق سوچنے لگتی تھیں کہ میں مرچانہ بھی ایسی مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو رہی ہو۔ پھر وہ سوچتی تھیں کہ فریڈ لیکچر خانہ کا خیال رکھتا ہوگا اسی وقت ان کے دماغ میں یہ بات آئی۔ "لیکن کیسے خیال رکھے گا کل رات کو فریڈ نے ایک بار مجھ سے میری خبر میں رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک میری خبر نہیں لی۔ کہیں وہ خود مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو خذ کرے گا اس کی ساری مصیبتیں ہم پر آئیں اور وہ محفوظ رہے۔"

اس کی سلامتی ہی ہم سب کی سلامتی ہے۔ ایسا سوچنے کے بعد انہوں نے سرگھبرا پھیلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آئی فیسز کو دیکھنا چاہا۔ آئی فیسز نے فرانسیسی زبان میں ڈانٹ کر کہا "مرگھانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تم تینوں چپ چاپ بیٹھے رہو۔ اگر ذرا بھی حرکت ہوئی تو سمجھ لو کہ کیا ہو سکتا ہے؟"

ساترہ بانو نے سیدھے دنگ اسکین کے پار دیکھتے ہوئے سوچا "کمبخت ریا اور ہاتھ میں لیے ہمیں مکر و تدابیر ہے۔ اگر اس وقت فریڈ ہوتا تو اس کے دماغ میں پہنچ کر دیا اور ہمارے حوالے کر دیتا۔"

ایسا سوچتے کے دوران ایک ان کے دماغ نے کہا "لیکن فریڈ کہاں موجود ہوتا تو اسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس وقت میں ڈیڑھ جہاں سے چپ چاپ متاثر ہوئی جا رہی ہوں۔"

یہ سوچتے ہی وہ کچھ پریشان ہو گئیں اور دعائیں مانگنے لگیں کہ فریڈ مرچانہ کی طرف ہی متوجہ رہے۔ اسی کی حفاظت کرتا رہے۔ یہاں تو وہ کسی طرح دشمنوں کے درمیان پھنسنے کے باوجود ڈیڑھ جہاں کی مدد سے نکل جائیں گی۔ اب انہیں ڈیڑھ جہاں پر بڑا اعتماد ہونے لگا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ دیگن ایک ایسی بگ

پہنچی جہاں پھیریں چڑھی تھیں اور نوجوان چڑھنے ہاتھوں میں لٹائیاں لیے ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ پھیریں لٹینا سیکڑوں کی تعداد میں تھیں اور وہیں ہر ایک بڑا سا کینچ بنا ہوا تھا۔ دور تک اس کی احاطہ بندش کی گئی تھی۔ اس احاطے کے اندر شاید شام کے وقت پھیروں کو لاکر بند کیا جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ دیگن رنگ لگی۔ گاڑی رکنے سے پہلے بہت سے مسخ جہاں ہاتھوں میں رکھ لیں اور ریا اور لیے گاڑی کے آس پاس آگئے تھے۔

ساترہ بانو نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟" اس نے فرانسیسی زبان میں کہا "ہمیں اس عورت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے جو اس وقت ہمارے سامنے اس روپ میں موجود ہے لیکن اس روپ کے پیچھے جو ساترہ بانو ہے ہمیں اس کی ذات سے دلچسپی ہے۔ میرا خیال ہے تم سمجھ گئی ہو گی۔ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

آنے والوں میں سے ایک مسخ جہاں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور "مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ فرانسیسی زبان جاننے والے نے کہا "یہ کہہ رہا ہے کہ چپ چاپ بیٹھے اتر آؤ۔ یہاں جتنے بھی لوگ ہیں یہ صرف مقامی زبان بولتے ہیں۔ دنیا کی کوئی دوسری زبان نہ بولتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ احتیاط اس لیے برتی گئی ہے کہ مرچانہ تمہارے پاس لگا رہتا رہی مدد کرنا چاہیں تو صرف تمہارے دماغ تک نفوذ نہیں۔ ہمارے آدھوں کے دماغوں تک نہ پہنچ سکیں۔"

وہ دونوں دیگن سے باہر آگئے۔ جو چاقو والا مقامی باشندہ ان کے ساتھ تھا اسے وہیں گاڑی میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ فرانسیسی بولنے والا باس اپنی رہنمائی میں ساترہ بانو اور ڈیڑھ جہاں کو کینچ کی طرف لے جانے لگا۔ ساترہ بانو نے کہا "دیکھو مشر ہم میری سس سے آتے ہیں اور ایٹھ لاکھ روپے کا ہے۔ اگر تم نے یہاں روکا تو ہمارے لیے بڑی پریشانی ہو جائے گی۔ ہمارے پاس پیسٹ وغیرہ بھی ہیں بلکہ گنے ہیں۔ ہمارا کچھ خیال کرو۔ ہمیں دو گھنٹے کے اندر لاکھ پیسے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم کس پاس پیسٹ کی بات کر رہی ہو۔ اس کی جس میں تمہارا نقلی روپ ہے تم اصلی لوپ میں آؤ گی تو وہ پاس پیسٹ یا نکلے کے کار ہو جائے گا۔ کلر ٹیمر کتاب ہے جو تمہارا ساتھی ہے یہ بھی تمہارے پاس ہے۔ اس کا یہ اصلی چہرہ نہیں ہے۔ ابھی اس بات کی

تصدیق ہو جائے گی۔" وہ باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچے۔ اس ہال مسلح جوان موجود تھے تاکہ ڈیڑھ جہاں اپنی مستعدی نہ دکھائے اس کمرے میں پہنچ کر باس نے اپنے آدھوں سے کچھ کا تھوڑی دیر بعد کچھ سامان اس کمرے میں آیا۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا "ساترہ بانو یہ سامان تمہارے پاس رکھنے کے لیے ہے۔ چلو اپنے اصلی روپ میں آ جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے دوسرے آدھوں سے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ دوپٹے کٹے نوجوانوں نے ڈیڑھ جہاں کو دونوں طرف سے پکڑ کر ایک کمرے پر زبردستی بٹھا دیا۔ پھر ایک شخص اس کمرے میں آیا وہ فدا عمر سید تھا۔ اس نے انکھوں پر عینک لگائی اور ڈیڑھ جہاں کے چہرے کو دیکھا پھر اسے انگلیوں سے ٹھونٹے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ اس کے بعد ساترہ بانو سے کچھ کہا گیا۔ تب ساترہ بانو نے کہا "مرچ جہاں! یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ تم بھی اپنے اصلی روپ میں نہیں ہو۔ تمہیں بھی اپنا میک اپ اتارنا ہوگا لہذا ان کے حکم کی تعمیل کرو۔"

ڈیڑھ جہاں نے کہا "ان سے کہو کہ ہمیں دو گھنٹے تک اسی طرح خاموش بیٹھنے کی اجازت دیں۔ دو گھنٹے کے بعد ہم اپنا میک اپ اتار دیں گے۔ ہم اس عرصے میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ ان سے تھوڑی سی مہلت چاہیے۔"

ساترہ بانو نے اس آدمی سے کہا کہ انہیں کراؤ کرو گھنٹے تک آرام کرنے دیا جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے میک اپ اتار دیں گے۔ اس آدمی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "میں نہیں، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں تم دونوں کو اصلی روپ میں لانے کے بعد یہاں سے بھی چلا جاؤں گا۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

پھر حال انہوں نے مجبور ہو کر اپنے سامنے رکھے ہوئے سامان کو ہتھال کر نا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اپنے چہرے سے اس روپ کو مٹانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے اصلی چہرے سامنے آگئے وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ڈیڑھ جہاں کو یہ لہجہ تھی کہ اس فائرنگ کا اصلی چہرہ دیکھے اور ساترہ بانو کو بھی یہی تہمتیں تھیں کہ ڈیڑھ جہاں سمجھتا کیا ہوگا؟

آخر وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئینے کی طرح صاف ادھ واضح ہو گئے۔ ایک دوسرے کو دیکھنے

لگے جیسے اب ایک دوسرے پر سے نظریں نہیں ہٹا سکیں گئے ساتھ باؤ کی حالت عجیب تھی۔ ان کے سامنے ایک اتنا خوب رو جوان بیٹھا ہوا تھا جس کی تعریف کے لیے ان کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ اس کے چہرے پر مروانچی گوٹ گوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دل بے اختیار اڑھٹنی جاتا تھا انہوں نے اپنے دل کو سنبھالا کیونکہ سامنے جو بیٹھا ہوا تھا اب وہ کم عمر جوان معلوم ہوتا تھا اور وہ کسی کم عمر جوان کے متعلق کچھ زیادہ سوچنے کا حق نہیں رکھتی تھیں۔

دوسری طرف میں نے ڈیرہ جمال کے دماغ میں جو ایک کر دیکھا۔ وہ ساتھ باؤ کو ایک ٹمک دیکھ جا رہا تھا ساتھ باؤ وہ حسین عورت تھیں کہ پورے دہلی میں ان کے حق کا پیر جا رہا تھا۔ بڑے بڑے مرید دار، نواب راجے، مہاراجے ان کے حلق کی عیبک مانگتے تھے۔ ایسی عورت جس نے میں برس تک بیوی کی زندگی گزار دی ہو۔ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھا ہو۔ اپنی صحت کا خیال رکھا ہو تو اس کا حق اس وقت بھی کیا ہوگا۔ یہ تو ڈیرہ جمال ہی دیکھ کر سمجھ رہا تھا۔

باس کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ وہ بوجھ رہا تھا۔

”یک ساتھ ساتھ باؤ ایہ جوان کون ہے اور تمہارے ساتھ کیسے ہے؟“

وہ بولیں ”میرا باؤی گاڑھے۔ میں نے اسے معقول تنخواہ کے عوض اپنے ساتھ رکھا ہے۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”بالکل نہیں۔ چونکہ یہ تمہارا باؤی گاڑھے اس لیے میں اسے تمہارے ساتھ چھوڑ دوں گا۔ یہ بھی تمہارے ساتھ یہاں قید ہے گا وہ ہم اسے کوئی مار کر قعدہ قائم کر دیتے۔ دیکھو ہم قیاد کے لئے میں رکا دوں بن رہے ہیں۔ تو ماں بیٹی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس طرح کہ فریاد کو کوئی بہت بڑی شکایت نہ ہو سبھی ہمارا سامنا ہو تو وہ یہ نہ کہے کہ ہم نے اس کے کسی خاص آدمی کو جانی نقصان پہنچایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارے اس باؤی گاڑھ کو نذرہ چھوڑ دینے میں ہے

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے مقامی جوان بھی اس کمرے سے باہر گئے۔ پھر اس کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ ساتھ ساتھ ڈیرہ جمال کے ساتھ اس کمرے میں تنہا رہ گئیں۔ انہوں نے پوچھا ”اب تباہ تمہاری اصلیت کیسا ہے؟“

”اصلیت وہی ہے۔ میں امریکہ میں تھا۔ وہاں فوج کی جبری بھرتی ہو رہی تھی اور میں وہیں نامی عوامی خدات لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہاں سے فرار ہو کر میرے نام وارنٹ جاری ہوا گیا تھا۔ میں لندن آ کر رہا ہوں ہو گیا۔ ویسے میرا اصل نام جمال الدین چنگیز ہے۔ القیاد نام سن کر نازک عورتیں دوڑ جاتی ہیں کی چنگیز خان کا نام ہے پھر ایسا ہے میں کیا کروں تجربے کے مطابق میرا یہی سلسلہ چنگیز خان سے جاتا ہے اور یہ چنگیز خانی خون ایسا ہے کہ آسمی صدیاں گزر جانے کے باوجود میرے جسم تک پہنچ کر بھی پانی نہیں ہوا۔ مجھے بھی اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جاتی تو بہت غصہ آتا ہے اور میں دشمنوں کو بھی معاف نہیں کرتا۔ اگر ایسی تم میرے ساتھ نہ ہوئیں تو میں اپنی جان بے نصیب کران سے مقابلہ کرنا شروع کر دیتا“

”جمال الدین تمہاری عمر کیا ہے؟“

وہ ناگواری سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا ”اوپر مجھے جمال الدین نہ کہو۔ تمہارے منہ سے فرسا بھی دو ماں ظاہر نہیں ہوتا۔ ڈیرہ جمال بڑا ہی خوبصورت نام ہے اور تم اسی نام سے مجھے پکارو“

”دیکھو، بکواس نہ کرو۔ پہلے مجھے تمہاری عمر کا اندازہ نہیں تھا لیکن اب یقین سے کہتی ہوں کہ تم مجھ سے کئی برس چھوٹے ہو۔ لہذا چھوٹے نہ رہو اور میری عزت کو فرط انداز میں مجھ سے گفتگو نہ کرو“

”تمہارا اندازہ بالکل ہی غلط ہے۔ میں دھم سے کہتا ہوں کہ تم مجھ سے تقریباً پانچ پھر برس چھوٹی ہو“

”اچھا اتنا، تمہاری عمر کیا ہے؟“

”میری عمر اس وقت تین برس ہے“

ساتھ باؤ نے اپنے ایک ایک الفاظ پر زہد دیتے ہوئے کہا ”اگر میں تم سے پھر برس بڑی ہوں کیونکہ میری عمر آرتیس برس یعنی دو کم چالیس برس ہے“

”تم پھر برس بڑی ہو گراس انداز میں کہہ رہی ہو“ جیسے ساتھ برس کی بوڑھی ہو۔ پھر برس کے فرق سے کیا ہوتا ہے۔ حجت بڑانی اور چھوٹے بن کو نہیں دیکھتی ہیں یہ دل آجاتا ہے اسی کی ہموارہ جاتی ہے کیا تم حقیقت سے انکار کرو گی؟“

”ہاں انکار کروں گی۔ میرے ساتھ حجت کی باتیں کرو ورنہ میں ظاہر مار دوں گی“

”یہ ہاتھ تو چھوڑو سے زیادہ نازک ہیں۔ یوں کہو کہ

پہلے مار دوں گی“

اس کے بعد میں ان دونوں کی نوک چھو کر نہیں کھد کیا۔ رسوئی نے اچانک ہی میرا ہاتھ تھام کر کہا ”ابھی یہاں خواتین سے واپس آجاؤ، باہر کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے“

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کان لگا کر سنا پھر صدق سے اٹھ کر اس دیوار کی طرف آیا جہاں دروازہ تھا۔ اس دیوار میں جگہ جگہ سوراخ تھے۔ وہاں میں نے آنکھ لگا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں بہت دور تقریباً ایک یا ڈیڑھ فوٹانگ کے فاصلے پر ان کی روشنی میں ندی کا کنارہ نظر آ رہا تھا اس کنارے پر کچھ مسلح لوگ کھڑے ہوئے تھے اور اسپیکر کے ذریعے بول رہے تھے ”اگر فریاد علی تیور اس جھوٹری میں موجود ہے تو وہ چپ چاپ اپنی سانس کے ساتھ باہر آئے ورنہ ہم خود گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے جھوٹری میں پہنچ جائیں گے“

اس کی آواز پر گدھوں کے درمیان ڈالے نام سہی بے چینی پھیل گئی تھی۔ دو چار گدھ اپنے پر پھیر رہے تھے اور دو چار نقصان میں اڑتے ہوئے ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ یہ خطے کی کھنٹی تھی اور ان آنے والوں کی کچھ دل آجھی یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ اگر میں خاموش نہ ہوں گا تو یہ ہزار دھرا آئیں گے اور موت کے منہ میں چلا جائیں گے۔ اگرچہ وہ میرے دشمن تھے لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کا گوشت گدھوں کے کام آئے اور ہزارموت مر جائیں۔ میں انہیں واپس بھیج دینا چاہتا تھا۔ میں ایک بات ماننا ہوں کہ انہوں نے بروقتی کے ساتھ مجھے پھلتی ہوئی کرسٹوں کے ساتھ مانگنا تھا تو اس وقت وہ مجھے جان سے بھی مار سکتے تھے لیکن انہوں نے مجھے اپنے آپ کو اور رسوئی کو بچانے کا موقع دیا تھا۔

میں بھی انہیں ان کی جان بچانے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

یہ سوچ کر میں نے جھوٹری کے اندر سے آواز دی۔

”اے لوگو! بے وقوف نہ بنو۔ ہزاروں کی تعداد میں یہاں لاکھ موجود ہیں۔ قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ یہاں جو لوگ مجھے آئے وہ نذرہ واپس نہیں گئے۔ ہم بھی سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے کیسے نکل کر جا سکتے ہیں۔ یقین کر لو کہ یہاں آئے والا صرف اپنی موت کو کھلے لگانے آئے ہے“

دوسری طرف سے جواب میں کہا گیا ”ہمیں کچھ بھوک

ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر جھوٹری تک پہنچنے سے جان بچانی ہے تو ہم جان پر کھیل کر بھی وہاں تک نہیں گئے۔ اگر نہ پہنچ سکیے اور گدھوں کا تقرب نہ گئے تو یہاں کا پٹر میں بیٹھے ہوئے باقی لوگ تمام تک ہمارا انتقال کر گئے اور وہ یہاں کا پٹر کے ذریعے یہاں پر واز کر گئے اور گدھوں کو مارنے کے لیے زہر نہلی گئیں چھوڑتے ہوئے گزرتے رہیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گدھوں کے ساتھ تم بھی زہر نہلی گئیں کا شکار ہو جاؤ گے“

میں نے ناگواری سے کہا ”اگر تم لوگ جان پر کھیلنا ہی چاہتے ہو تو پھر آؤ۔ یہ سیکڑوں ہزاروں گدھ تم لوگوں کا انتقال کر رہے ہیں“

میری بات ختم ہوتے ہی وہ لوگ دیا کا کنارہ چھوڑ کر جھوٹری کی طرف بڑھنے لگے۔ جھوٹری کا پانی اونچائی پر تھی۔ ہر صاف طوند سے انہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ لوگ مر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں اور کمرے سے تلواریں نکلتی ہی تھیں۔ اس کے سوا اور کوئی چیز ان کے پاس حفاظت کے لیے نہیں تھی اور وہ لوگ بڑی حماقت کر رہے تھے۔

گدھ دھنستے پر تھے۔ بیٹا نوں اور اونچے اونچے پتھوں پر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ دور تک زمین پر بھی گدھوں کا ٹیلا سا لگا ہوا تھا۔ مگر ایک بات تھی کہ جھوٹری تک آنے کا جو راستہ تھا وہ خالی تھا یعنی آنے والے گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آ رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً پچاس گز کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ میں نے سوچا اگر وہ بہت جھوٹری تک پہنچ گئے تو پھر ہماری نیر بہت نیر نہ ہو گی۔

میں نے ان کی جان بچانے کے لیے انہیں وارنٹک دے دی تھی انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ واپس نہیں گئے اور دشمن بن کر میری ہی طرف آئے لگے۔ تب عقل سمجھانے لگی کہ انہیں یہاں تک نہیں آنا چاہیے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اب دشمنی کا فرض ادا کرنا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی میں نے اس آدمی کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا جو اسپیکر کے ذریعے مجھ سے باتیں کر چکا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر کہا ”مجھے واپس جانا چاہیے۔ یہ گدھ اتنی خاموشی سے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے طوفان آنے سے پہلے سمندر کی سطح خاموش اور پرسکون ہوتی ہے۔ مجھے اس نظر سے کچھ سمجھنا چاہیے اور ذرا واپس ہر جانا چاہیے“



لیکن وہ واپس نہیں گیا۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا میں  
 واپس نہیں جاؤں گا، خواہ جان چلی جلتے۔  
 جب اس نے ایسا سوچا تب میں اس کے دماغ  
 پر قابض ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے ہاتھ میں  
 پکڑی ہوئی اسٹین گن کو چلا دیا۔ تو تڑا تڑا کی آواز کے ساتھ  
 گولیاں اودھ اڑھ منتشر ہوئیں پھر جیسے طوفان آگیا۔ ایک  
 ساتھ سیکڑوں ہزاروں گدھوں کے پروں کے چڑھ چڑھانے  
 کی آواز کسی درمشت ناک ہوئی یہ میں اور رسوئی سمجھ رہے  
 تھے یا پھر وہ لوگ جلتے تھے جو موت سے بھینٹے آئے تھے۔  
 ایک شخص کی چیخیں سنائی دیں وہ گدھوں کا لشکارہ ہو  
 گیا تھا۔ اس کا جامہ دیکھ کر تمام لوگوں نے اسٹین گنوں سے  
 فائرنگ شروع کر دی۔ میں رسوئی کو پکڑ کر فوراً زمین پر  
 لیٹ گیا کیونکہ چھوٹی پٹی کی دیواریں بائیں کی کچھلیوں سے  
 بنی ہوئی تھیں۔ گولیاں دیوار کے آریا کر رہیں نقصان  
 پہنچا سکتی تھیں۔ اس لیے اب ہر وہاں کا تاشہ نہیں دیکھ  
 سکتے تھے۔ یہ صرف اس آدمی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا،  
 جس نے اسپیکر سے بائیں کی تھیں۔ اس کے ذریعے میں ان پر  
 آتی ہوئی مصیبتوں کو سمجھ رہا تھا اور اپنی زندگی کے لیے  
 انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔  
 تھوڑی دیر بعد فائرنگ کی آواز بالکل بند ہو گئی۔  
 میں نے ذرا دیر انتظار کیا۔ پھر اٹھ کر سوراخ سے آنکھ لگا کر  
 باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ اب ان میں سے کوئی نظر نہیں آ  
 رہا تھا کیونکہ اتنے سالہ گدھ ان پر پل پڑے تھے کہ  
 انہیں دیکھنے کے لیے کہیں سے بھی کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔  
 میں نے رسوئی سے کہا: اب اٹھ جاؤ۔ جو ہمیں گرفتار  
 کرنے آ رہے تھے انہیں موت نے گرفتار کر لیے۔  
 وہ زمین پر سے اٹھ گئی۔ اس میں اتنا حوصلہ ہوا  
 کہ وہ دیوار کے سوراخ سے جھانک کر مرنے والوں کا تاشہ  
 دیکھتی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صندوق پر جا کر بیٹھ  
 گئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ میں اس کی سوچ کو پڑھتا  
 تھا۔ وہ بہت ہی اداس اور دل برداشتہ تھی۔ انسانی  
 زندگی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ یہ زندگی بھی کیلئے اور  
 یہ انسان بھی عجیب ہے زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور  
 یہ اسے سنبھال کر نہ کھٹنا نہیں جانتا۔ خواہ خواہ انھوں کی  
 طرح خطرات میں کود جاتا ہے۔ ہم بھی اسی طرح خطے  
 میں تھے اور اپنی زندگی کے متعلق یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ انجام  
 کیا ہونے والا ہے؟

میں نے پوچھا: کیا سوچ رہی ہو؟  
 اس نے سراسیمہ کر دیکھا، پھر کہا: جان بڑھ کر  
 پوچھتے ہو کیا تمہیں سوچ پر کھنا نہیں آتا ہے؟  
 میں اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے پوچھا  
 کرتے ہوئے بولا: تم بائیں ہوتی ہو۔ میں تمہیں نہیں  
 ہوں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم یقیناً یہاں سے  
 نکلیں گے۔  
 لیکن کب نکلیں گے؟  
 میں یہ سب کا مراد ہونے اور دیکھتی ہو کر گدھوں  
 شور مچاتے ہیں۔ انہیں کھانے کے لیے اچھی خاصی خوراک مل  
 گئی ہے۔ اس کے بعد یہ اذیتیں لگیں گے۔ پھر اس کو بے  
 فائدہ اس کا کھڑکی کے راستے نکل جائیں گے۔ کیوں نکل  
 رہے نا؟  
 وہ مطمئن ہو کر مسکرائی۔ پھر اس نے اپنا سر میرے  
 شانے پر رکھ دیا۔ میں نے اسے ہنستے ہوئے کہا: تم نے  
 تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہنے دو۔ میں سونیا اور چاند کی  
 خبر لینا چاہتا ہوں۔  
 میں نے اس وقت ساتھ ہانوں کو نظر انداز کر دیا تھا،  
 کیونکہ ان کی حفاظت کے لیے ڈیڑھ جہاں موجود تھا مجھے اس  
 کی صلاحیتوں پر مجبور ہو چلا تھا۔ یوں بھی ساتھ ہانوں کی  
 کو اس وقت کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن  
 ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ مرجانہ کا میک  
 اپ کرنے میں مصروف تھی اور اسے عادت سے مرویابا ہانوں  
 میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟  
 وہ چونک کر بولی: اچھا تم ہو۔ کیا کسی مصیبت میں  
 چھنس گئے تھے جو اتنی دیر بعد خبر ملی ہے؟  
 ہاں چھپس گیا نہیں تھا بلکہ اب تک مصیبت میں  
 چھنسا ہوا ہوں۔  
 یہ کہہ کر میں وہ ساری داستان سنانے لگا کہ طرف  
 میں اور رسوئی یہاں گدھوں کے درمیان چھپس گئے ہیں،  
 اور ایک چھوٹی پٹی میں ہم نے پناہ لی ہوئی ہے۔ میں سونیا  
 کے دماغ میں بیٹھ کر یہ ساری باتیں سونیا کی زبان سے ہی  
 سنا رہا تھا کہ مرجانہ بھی سنتی رہے۔  
 جب میری داستان ختم ہو گئی تو وہ دونوں توڑ پھوٹیں  
 مٹلا ہو گئیں۔ مرجانہ نے پوچھا: تم ان گدھوں کے درمیان  
 سے کیسے نکلو گے؟  
 میں ایک ٹھٹھے کے بعد رسوئی کو لے کر یہاں سے

نکل جاؤں گا۔ گدھوں کی عادت ہے کہ وہ شکر پیر ہونے کے  
 بعد اڑھنٹے نکلے ہیں۔ بالکل سست اور کھل ہوا جلتے ہیں  
 جب تک انہیں پوری طرح چھیڑنا نہ چلے وہ جو خوش میں یا  
 خون میں نہیں آتے۔ اس وقت انہیں کھانے کے لیے  
 کافی لاشیں مل گئی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہماری طرف سے  
 بالکل غافل ہو جائیں گے۔  
 کیا تم ان گدھوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے  
 بازو کے پتے  
 انہیں میں چھو پڑے گی کے پھیلے راستے سے کھڑکی کے  
 باہر جاؤں گا اور وہاں سے چٹان پر پہنچ کر پانچ سو فٹ  
 گہری کھائی میں رسوئی کے ساتھ چھلانگ لگا دوں گا۔  
 سونیا نے چیخ کر پوچھا: کیا کہا۔ تم رسوئی کو لے کر  
 پانچ سو فٹ گہری کھائی میں چھلانگ لگاؤ گے کیا تم ہوش  
 میں ہو؟  
 ہاں تم یہ بھول گئیں کہ جب میں پیرس سے لڑا تو  
 رہا تھا تو بے چارے موس ٹروٹی نے مجھے بہت سی کامیابی  
 چھین لی تھی۔ ایک بیگ دیا تھا۔ اس کی خاصیت یہ  
 ہے کہ جب اسے الٹ دیا جائے تو وہ پیراٹوٹ کی طرح  
 ایک پتھری بن جاتا ہے جسے تمام گولیاں ہی سے بھرتی  
 تک پہنچا جا سکتی ہے۔  
 سونیا نے کہا: ہاں مجھے یاد آیا۔ موس ٹروٹی نے تمہیں  
 اور بیگ دیا تھا۔ آج وہ اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اس  
 کی دہی ہوئی چیزوں سے تم اپنی جان بچا سکتے ہو۔ میری دعا  
 ہے کہ خدا اس بے چارے کے تمام گنہوں کو معاف کرے؟  
 تم یہ بتاؤ کہ یہ کیا کر رہی ہو۔ مرجانہ کو عورت  
 سے مرو کیوں بنا رہی ہو؟  
 احتیاطاً ایسا کر رہی ہوں۔ میں نے اور مرجانہ نے  
 غموں کیلئے کہ ہر اس ہوش کے کہے میں محفوظ نہیں ہیں  
 مائیکو براؤن ٹروٹی ہونے ہی ہے۔ ہم نے وہ نگرانی کرنے والوں  
 کو تار لیا ہے۔ ایک تو اسی ہوش میں ہے اور دوسرا ہوش  
 کے باہر موجود رہتا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے جھانک کر ہوش  
 کے پھیلنے کے طرف دیکھا ہے۔ وہاں شرک کے کنارے  
 دشت کے سامنے میں ایک شخص ہمارے ہی کر کے کی کھڑکی  
 کا طرف دیکھتا رہتا ہے۔  
 میں نے کہا: نگرانی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ دشمن  
 مجھے لگے رہتے ہیں کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو؟  
 کوئی خاص خطرہ تو نہیں ہے لیکن میں نے محسوس کیا

ہے کہ ہمارے اس پاس کوئی دوست نہیں ہے۔ پیراٹوٹ  
 کی تنظیم کے جو افراد یہاں ہماری مدد کر رہے ہیں مدد کھانے  
 کی مدد ہے جیسے ایک طرف سے وہ ہمارے کام آ رہے  
 ہوں اور دوسری طرف سے ہمیں دشمنوں کے ذریعے کرور  
 بنانے کے لیے ڈھیلے رہ رہے ہوں۔  
 میں نے پوچھا: یہ بات تمہارے دماغ میں کیسے  
 آتی ہے؟  
 اس نے جواب دیا: یاد کر دو جب تمہیں اور رسوئی کو  
 ایک پتھری میں منسک کر کے اس آہنی سکون سے بازو  
 دیا گیا تھا اور ایک ٹیپ ریکارڈر تمہارے پاس چھوڑ دیا  
 گیا تھا، جس کے ذریعے یہ کیا گیا تھا کہ ہماری نادانستی میں تم  
 سے ہی کام نکالا جا رہا ہے۔ یہ بات آتی اہم ہے کہ ایک  
 میرے دماغ میں چھٹا ہی ہے؟  
 تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ بات میرے دماغ میں بھی  
 چھٹا ہی ہے لیکن میں ایسی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں کہ  
 اس بات کے مختلف پہلوؤں پر غور نہیں کر سکتا تم نے جو  
 کچھ بھی ذہن کیلئے مجھے بتاؤ؟  
 کیا تیاروں پو میری زندگی مجھ میں آتا ہے کہ لالچ بیگ  
 اسراہیل ذرائع استعمال کر کے ہمارے راستے میں رکھ دیں  
 تو پیدا کر سکتے ہیں لیکن میں اس قدر مجبور نہیں کر سکتا کہ ہماری  
 نادانستی میں ہم سے ہی کوئی کام نکالے۔ وہ آواز میں نہیں  
 ہوگا۔ ہوگا بھی تو اس ذہانت کے لیے ذرائع بہت ضروری  
 ہیں۔ اس طرح غور کرتے وقت میرا دماغ پیراٹوٹ کی طرف  
 جاتا ہے۔ میں اذیت اس کی ہکا بھریوں کو اچھی طرح سمجھتی ہیں  
 کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ہماری پھر مدد کرنا ہو؟  
 دوست بن کر رہنے کے لیے وہ اپنے قیمتی آدمیوں کی جانیں  
 بھی ضائع کر رہا ہو۔ اس نے مارٹر موس ٹروٹی اور دو مہم کے  
 مارٹر کو بھی اس لیے ختم کر دیا ہوگا کہ تمہارے پاس ان کے  
 ذریعے جلال بیگ کی تصویر پہنچنے والی تھی۔ پیراٹوٹ نے نہیں  
 چاہتا کہ تم جلال بیگ کے دماغ تک پہنچو اور یہ نہیں چاہتا  
 ہے کہ ہم تم کسی انسانی آبادی میں رہیں اسی لیے ہمیں ہنگولوں  
 اور دیروازوں میں چھپنا چاہا رہا ہے۔  
 میں نے کہا: لیکن اس وقت تم اور مرجانہ تو ایک  
 شہر میں ہو؟  
 ہاں میں تو کسی لیکن نہ ہونے کے برابر۔ یہاں کے مارٹر  
 نے ہم سے کہے کہ ہم کسی سے ملاقات نہ کریں۔ وہ دیکھنا  
 چاہتا ہے کہ ہمارا سب سے دور ہونا ہمارے لیے فائدہ مند ثابت

ہوگا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ دل بھلنے کے لیے ہمارے پاس ایک ریڈیو بھیج دے اور اخبارات بھی فراہم کرنے نصین کل سے اب تک تو وہ ہمیں کوئی اخبار طلبہ اور نہ ہی ریڈیو ہم تک پہنچایا گیا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمیں تمام دنیا سے دور الگ تنہا رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بلکہ اسے کوشش نہیں سازش کرنا چاہیے۔

”تم درست کہتی ہو۔ میں ان کیوں سے نجات پانے کے بعد کہیں اسی جگہ بیچوں گا جہاں ٹھوڑی دیر آرام کرنے کا موقع مل سکے۔ تو میں وہاں اس مسئلے پر غور کروں گا۔ تم اب کیا کرنا چاہتی ہو؟“

”میں ابھی مرچانہ کو پوری طرح ایک مرد کے روپ میں لاکا سے ہول سے باہر بھیج دوں گی۔ اس کے بعد جو ناپٹے چرسے میں تبدیل پیدا کر کے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گی۔ مرچانہ پہلے ہی کہیں رہا تاش کا انتظام کر چکی ہوگی لہذا میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ اس طرح جب ہم دوسروں سے امداد منتوں سے با نکل نجات پائیں گے اور کوئی بھی نہیں پہچان سکتے گا اس کے بعد ہم اطمینان سے بہت سی باتوں پر غور کر سکیں گے۔“

”تم وہاں کے ماہر طے پھر ایک بار ریڈیو اخبارات کا مطالعہ کرو۔ دیکھو وہ کیا جواب دیتا ہے؟“

”میں کل سے اب تک شین مار مطالعہ کر رہی ہوں۔ وہ کسی مذہبی پہلے سے مثال دیتا ہے۔ تم کہتے ہو تو میں پھر اسے کہوں گی کہ میں دنیا کے موجودہ حالات سے باہر خبر دینا چاہتی ہوں لہذا ریڈیو اخبارات میرے لیے ضروری ہیں۔ میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہاں جھوٹی خبریں کے چاڑوں طرف اب بالکل خاموشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شکم میرے ہونے پر اب اذیت دے رہے ہیں۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں

اور اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ کسی بھی جگہ نجات سے پہنچنے کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے رخصت ہوتا ہوں۔“

یہی بات میں نے مرچانہ کے دماغ میں بھی پہنچ کر کہ دی۔ اس سے ذرا لگاوٹ کی باتیں کرنے کے بعد واپس دماغی طور پر رسونی کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا ”بیریت ہے؟“

”ہاں سونیا اور مرچانہ ابھی بیریت ہیں میں ان کے بارے میں بتاؤں گا ذرا باہر کا منظر دیکھ لوں۔“

میں صندرق پر سے اٹھ کر سامنے والی دیوار کی طرف گیا۔ پھر سوراخ سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اب وہاں پڑیوں

کے ڈھانچوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور مدت سے گدھ انڈے تک ان ڈھانچوں پر بیٹھے ہوتے تھے حالانکہ اب وہاں کڑکڑ برائے نام وہ گیا تھا۔ دوسرے تمام گدھ دودھ پیٹتے ہوئے اونٹوں رہے تھے۔ دھارا لیسے تھے جو پودوں کو چھڑ چھڑا رہے تھے اور ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ شاید اپنے پیٹھنے کی کوئی ابھی ہی جگہ تلاش کر رہے ہوں۔

رسونی نے کہا۔ ”فرہاد! ہمیں زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیے باہر نکل خاموشی ہے۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں۔ یہ اچھا موقع ہے۔ ورنہ وہ نہر میں گس چھوڑنے سے اجتناب لیں گے۔“

”وہ ختم سے پہلے نہیں آئیں گے ابھی وہ اپنے ساتھیوں کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا ہے ابھی تمام گدھ پڑ سکون نہیں ہیں۔ کچھ لیسے ہیں جو ادھر سے ادھر پھرتے ہیں اور اپنے لیے جگہ تلاش کر رہے ہیں تاکہ وہ آرام سے کہیں بیٹھ کر اذیت نہ سکیں۔ اس وقت تک ہم یہاں سے روانہ ہونے کی تیاری کریں گے۔“

یہ کہہ کر میں نے اس بیگ کو اٹھایا جسے میں نے وہی ٹروٹی سے حاصل کیا تھا۔ اس بیگ میں بہت سا مضر ذہنی سامان رکھا ہوا تھا، میں نے وہ سب نکال کر صندرق پر رکھ دیا۔ پھر اس بیگ کو اٹھا کر لیا۔ رسونی خاموشی سے میری حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی آنکھیں جھلنے پھیلنے لگیں کیونکہ اب تک جو بیگ نظر آ رہا تھا وہ اٹھنے کے بعد رفتہ رفتہ ایک بڑی سی چیز بن جا رہا تھا۔

”یہ مجھے موس ٹروٹی نے دیا تھا۔ یہ ایک مکمل پیراٹھ ہے۔ ہمیں کے ذریعہ بندی سے جھلانگ لگا کر بیریت پہنچنے کی طرف پہنچ سکتے ہیں۔ میں نے رسونی کو بتایا۔“

وہ گھبر کر تنہا نکلے ہوئے تھی۔ ”کیا ہم اسے دیکھنے پہنچ جائیں گے؟“

”ہاں مجھ پر ہے کیونکہ تم سے کہہ دینے اتنی سستی تک آڑنا نہیں جانتی ہو۔ ہاتھ جیسے گا یا ذرا جیروں تم کو دکھائے گا تو تم جانا لوں گے۔“

میں جاگڑی۔ وہاں تھاری چڑی پسلیاں تو نظر آئیں گی مگر رسونی نظر نہیں آسکتی۔ اسی لیے میں نے پھر ہی استعمال کر رہا ہوں۔“

”کیا ہم اس چیز کی کوئی دکان دیکھتے ہیں گے؟“

گاہ یہ احتیاطی تدبیر اس لیے ہے کہ تم مجھ سے چھوٹ جاؤ یا کرنے لگو تو رسنی کے ذریعے مجھ سے بندھی رہو۔“

”مجھے ڈھنگ رہا ہے۔“

”ڈھنگ کے باوجود اسیا تو کتنا ہی ہوگا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہم یہاں سے کہ سے کام سامان لے جائیں گے کھانے پینے کے سامان نہایت مضر ذہنی ہے۔ اس لیے کچھ سامان تو ہمیں کر کے ساتھ باندھ لینا۔ کچھ میں باندھ لوں گا۔ ایک دیوار اور ایک چاقو بھی ساتھ رکھ لیں گے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ یہ چیزیں زیادہ فنان برداشت نہیں کر سکتے گی۔“

میں نے چھتری کو کھول کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹنٹ پلٹ جگہ جگہ اچھی طرح کس لیے۔ پھر اس کی مضبوطی کے متعلق پوری طرح اطمینان کیا۔ اس کے بعد میں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو اندازہ ہوا کہ چھتری بہت بڑی ہے۔ یہ کھڑکی سے نہیں گزر سکے گی۔ لہذا میں نے چھتری کو بند کر کے ایک دیوار سے لٹکا دیا۔ میں نے آخر میں پروفیسر زرنارڈ رسل کی ڈائری اٹھائی۔ قلم لیا اور دھکھٹے بیٹھ گیا۔ رسونی نے پوچھا ”یہ کیا کر رہے ہو؟“

میں نے کہا ”چونکہ ہم یہاں آگے ہیں اور یہاں سے رخصت ہونے والے ہیں اس لیے اپنی طرف سے بھی کچھ دیکھ دینا چاہیے۔ رسونی! یہ دنیا ایک عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ ہم یہاں آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ جاتے وقت بہت سا سبق بہت سی معلومات چھوڑ جاتے ہیں تاکہ ہمارے بعد آنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔ کچھ سبق یہ کہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ سکھانے کے باوجود ہمارے بعد آنے والے یقیناً کھو کر کھلتے ہیں اور موت کے منہ میں چل جاتے ہیں۔ پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی خطرات سے آگاہ کریں۔ اس لیے میں کھڑک رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر میں نے ڈائری کا وہ ورق کھولا جہاں زرنارڈ رسل نے اپنی داستان ختم کی تھی۔ اس کے بعد میں نے دوسرے صفحے پر دیکھا شروع کیا۔

”اسے نوگوا! میں فراد علی تھور سے مخاطب ہوں۔ شاید تم مجھے جانتے ہو گے۔ ایک دنیا مجھے جانتی ہے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اب جاننے کا موقع نہیں رہا کیونکہ تم اپنی منہب دنیا سے کٹ گئے ہو جہاں زندگی گزارنی جاتی ہے اور اس دنیا میں آگے بڑھنے کے دوسرے مہرے صرف موت ہے۔ یہاں سے ذرا نڈھ جاسکو گے نہ کسی فریاد ملی تھور کے متعلق معلومات حاصل کر سکو گے۔“

جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ تب سے تمام آسمانی کتابوں نے اہل ہزاروں تیغیوں نے سمجھا لیا کچھ بڑی بلا ہے۔ جب تم پیدا ہوئے تو تمہارے ماں باپ نے پھر تمہارے استادوں نے اور پھر تمہارے علمائے دین نے اور تمہارے نینٹوں نے تمہیں بچنے کے کے بتائے۔ بتائیں میں کی لالچ کتنی بڑی بلا ہے۔ مگر انزل سے اب تک یہ بات انسان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ نہیں آئی اس لیے بلا کو کھلے دگانے تم بھی یہاں آگے ہو۔

میں یہاں اپنی شریک حیات رسونی کے ساتھ آیا ہوں لیکن اس دعوے کے ساتھ کہ میں پہلا آدمی ہوں جس نے کوئی لالچ نہیں کیا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں بیش بہا خزانہ موجود ہوگا اور جب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو میری شریک حیات نے عورتوں کی فطرت اور مزاج کے خلاف اس خزانے کو کھوکھو کر مادی ہے۔ ہم ایک تنہا ہمیں یہاں سے نہیں لے جائیں گے۔ جیسے خالی ہاتھ آتے ہیں ویسے ہی خالی ہاتھ جائیں گے۔ ہمارے پاس ایک پیراٹھ ہے۔ ہم کھڑکی کے راستے جتان کے آخری سرے پر پہنچیں گے اور پیراٹھ کا سہارا لے کر اس پانچ فٹ گہری کھائی میں جھلانگ لگا دیں گے۔

جھلانگ لگانے سے پہلے میں چند سطور لکھتا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی کھڑکی کے راستے سے پہلے اڈونا گئی۔ اس کی واپسی نہیں ہوئی۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا حشر کیا ہوا یا وہ زندہ ہے یا مردہ۔ اس کے بعد وارنٹیا اڈ مرزہ حالت میں اوپر آیا۔ وارنٹ کے بعد پروفیسر زرنارڈ رسل اور سوزیک رستے کے قدر لیے نیچے گئے۔ ان کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔ ایک اندازہ ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو پروفیسر زرنارڈ رسل اس خزانے کو ہاتھ سے نہ لے لیتا۔

وہ نہیں آیا۔ کوئی بھی واپس نہیں آیا۔ جو یہاں آنے کے بعد گیا ہے تو ہمیشہ کے لیے گیا اور آج ہم جا رہے ہیں۔ شاید ہم بھی واپس نہ آئیں۔ ہم یہاں آنے کی خواہش بھی نہیں رکھتے ہیں۔ خراساں دے لے کہ ہم نے کوئی لالچ نہیں کیا ہے اس لیے خدا ہمیں اپنے حفاظت دان میں رکھے آئیں! میں جا رہا ہوں اور یہ توقع کرتا ہوں کہ یہ خزانہ اب کی بار کوئی آنے والا حاصل کرے گا۔ اگر حاصل نہ کر سکا تو اسے

برباد کر دے گا یا اسے یہاں دفن کر دے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں رہا ہے۔ اس وقت تمام گدھ شتم سیر ہونے کے بعد اگلے ہے ہیں۔ ان میں اتنی سکت نہیں رہی ہے کہ یہ نئی خوراک پر حملہ کر سکیں۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔ فقط فریاد مادی تمیذ

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس ڈاکٹری کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ کتنے ہی عیاتب گھروں میں اہل بڑی بڑی لائبریریوں میں ایسے بڑے بڑے رجسٹری کے جلتے ہیں جن میں آنے جانے والوں کے تاثرات ایک ایک دودھ مڑوں میں لکھے جاتے ہیں تاکہ سند سے کہ انہوں نے عیاتب گھر میں کیا دیکھا یا لائبریری میں پہنچ کر کتنی کارآمد کتابیں پڑھیں یا اگر کسی بات کی کمی رہ گئی ہو تو اس کی طرف نشاندہی کی جلتے۔ وہ برنارڈ رسل کی ڈاکٹری بھی ایسا ہی ایک رجسٹر تھی جس میں آنے جانے والے اپنے تاثرات لکھتے تھے اور آئندہ بھی میرے بعد آنے والے اس ڈاکٹری میں لکھتے رہیں گے۔

چاروں طرف دیکھا۔ ہمیں ایک آدھ جگہ کچھ گدھ نظر آنے لگے۔ باقی سب کے سب جھوپڑی کے سامنے یا دائیں بائیں طرف تھے۔ آدھ کار راستہ بالکل صاف تھا۔ میں نے غصیلٹا کھڑکی کے دونوں بیٹ بند کر دیے تاکہ ہمارے بعد کوئی آئے تو کھڑکی کے راستے گدھ ہمیں پریشان نہ کر سکیں۔ آئے والوں کی خاطر میں نے رستے کو بھی اسی طرح ستروں سے بندھے رہنے دیا۔

ہر طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میں نے چھتری کو پوری طرح کھول دیا۔ اس کے بیٹل کو ایک ہاتھ سے مضبوطی کے ساتھ تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ میں جا تو تھا۔ اسی ہاتھ کو میں نے رسوئی کی کر کے گود رکھا۔ رسوئی کا ہاتھ بھی میری کمر پھتا۔ میں نے اسے سمجھا یا کہ جیسے ہی چٹان سے ہم جھلانگ لگائیں گے۔ وہ دونوں ہاتھ میری کر کے گود مضبوطی سے باندھنے کی اہم تھی۔ یہ سب کچھ سمجھانے کے بعد ہم دونوں ایک ایک قدم آہستہ سے آگے بڑھنے لگے۔ ہم رستے سے بندھے ہوئے تھے اس لیے ایک ساتھ چل رہے تھے۔ دائرہ ٹوکی اور واسٹیو کے ڈھانچوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم چٹان کے آخری سرے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے دیکھا تو نیچے بہت گہری کھائی تھی۔ رسوئی نے دہشت سے آنکھیں بند کر لیں۔ ہائے رام میں مرجاؤں گی!

”ہائے اللہ تم نہیں مرو گی۔“ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اگر ڈر لگ رہا ہے تو تم بدستور آنکھیں بند کیے رہو۔ صرف میری گنتی سن رہو جیسے ہی میں تین کھوں میرے ساتھ جھلانگ لگا دینا۔ اس کے بعد میں تمہیں سنبھال لوں گا“

یہ کہتے ہی میں نے گنتا شروع کیا۔ ایک دو... دو کہتے ہی اس نے مجھے زبرد سے گرفت میں لے کر انکار میں سر ملاتے ہوئے کہا۔ ”نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”کیا یاگل ہو گئی ہو۔ یہ غیبت جاؤ کہ ابھی تک کوئی گدھ ادھر نہیں آیا ہے۔ تم آری ہی کر تیں کرتی رہو گی تو مجھ کھائی میں نہیں پہنچیں گے، گدھوں کی خوراک بن جائیں گے۔ آگے کھائی ہے اور پیچھے موت۔“

میں سے کہ موت سے بھی بچھڑانے کے لیے کھائی میں جھلانگ لگا دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری زندگی باقی ہو۔ یہ کہتے ہی میں نے چھتری سے گنتا شروع کیا۔ ایک، دو... تین پھر تین کہتے ہی میں نے اسے سختی سے پکڑ کر

گھسیٹے ہوئے اچانک ہی چٹان کے کنارے سے جھلانگ لگا دی۔ جھلانگ لگتے ہی رسوئی کے منہ سے ایک پیچ نکلی۔ وہ میری کر کے اتنی زبرد سے بیٹ گئی جیسے اپنی آخری طاقت بھی صرف کر رہی ہو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور چھتری کو مضبوطی سے تھامے رہا۔ ایک ہاتھ میں جا تو بھی تھا۔ اس بات کا ڈر تھا کہ اس کی پیچ من گدھ نہ آجائیں لیکن نہیریت ہوئی۔ پیچ زیادہ دد تک نہیں گئی تھی۔ ویسے ہم بتدریج نیچے چلے جا رہے تھے۔ پہلے جھلانگ لگتے ہی ہمیں زبردت جھٹکا لگا تھا۔ پھر چھتری نے ہمیں سنبھال لیا تھا۔

رسوئی کے ہاتھ پاؤں کا نپ رہے تھے۔ وہ خوف سے بڑی طرح تھر تھرا رہی تھی۔ خوفزدہ ہونے سے ہمیشہ کام بگڑ جاتا ہے۔ ایسے وقت حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس میں نہیں تھا۔ اچانک ہی اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑے اور وہ میری کر کے طرف سے جھپٹ کر نیچے گئی۔ مجھے ایک جھٹکا لگا میرے ساتھ چھتری کو بھی جھٹکا لگا۔ کہیں سے کٹ کی آواز آئی۔ ایسا لگا جیسے چھتری کا کوئی تار ٹوٹ گیا ہو۔ یہ خطے کی گھنٹی تھی۔ میں نے غصے سے سر جھٹکا کر دیکھا وہ میری کر کے بندھی ہوئی رسوئی کے ذریعے لگ رہی تھی۔ مجھ ا میں نے چا تو کو اپنی کر کے لٹکایا، پھر اس ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچنے ہوتے ڈانٹ کر کہا۔ ”یہ کیا طاقت ہے۔ میں تمہیں نیچے پھینک دوں گا۔ تب تم پیچ مرج جاؤ گی۔ خواہ عوام ڈر کر موت سے پہلے مر رہی ہو۔“

میرے ساتھ بیٹھی ہو۔ اگر آئندہ اس میں حرکت کی تو میں چا تو سے اس رسوئی کو کاٹ دوں گا، اور تمہیں لسنے سے الگ کر دوں گا۔ پھر جانتی ہو کہ اس طرح تم سوکھے پتے کی طرح اڑتی ہو گی۔ زمین پر گر کر گی“

میں نے کسی طرح اسے اپنے جنوں پر اس طرح کھڑا کیا کہ وہ اپنے دونوں پاؤں میرے پاؤں کے اوپر رکھ کر میرے بالکل سامنے کھڑی رہے۔ میں نے اسے بڑی طرح ڈانٹ دیا تھا اس لیے وہ دعویٰ نہیں کی۔ بلکہ کہا۔ ”یہ بچوں کی طرح کیا دوسری ہو۔“

مجھ سے فوراً بیٹ جاؤ ورنہ پھر بڑو گی“

اب رسوئی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اس لیے وہ میری گردن میں بائیں ڈال کر لیٹ گئی۔ پھر رستے کے انداز میں بولی میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ نیچے آؤ گے۔ بعد ہمارا راستہ الگ ہو گا۔ آج تک مجھ کے لیے اتنے سخت پہلے میں بات نہیں کی۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ میں تم سے الگ ہو جاؤں گی“

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ ”ٹھیک ہے، الگ ہو جانا۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔“

بولو تو میں رسوئی کاٹ کر تین الگ کر دوں“

اگر ہم چٹان کی بندی سے رستے کے ذریعے سریدے نیچے اترتے جیسے ایڈونا اور ویسرو وغیرہ اترتے تھے، تو ہمیں نیچے پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا لیکن ہم پر لٹوٹ کے ذریعے اتر رہے تھے اس لیے وہ چھتری ہوا کی زبرد اور ہر سے اُدھر ڈھلتی ہوئی ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ کے جا رہی تھی۔ نیچے کی طرف بہت ہی سست رفتار سے جاتی تھی۔ ہوا کے باؤ کی وجہ سے نیچے پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔

دو ہر کا وقت تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ دھوپ اتنی تیز تھی کہ اس کی روشنی میں آنکھیں نہیں کھرتی تھیں لیکن گرمی نہیں تھی۔ چھتری کے سامنے میں ٹھنڈی ہوا لگ رہی تھی۔ ہم چھتری سے چھوٹے ٹھنڈے اور میاں میں پہنچ گئے تھے۔ آدھا فاصلہ طے کر لیا ہو گا، تب ہمارے کانوں میں کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کان لگا کر سنا تو بڑے بڑے ڈھول بجنے کی آوازیں تھیں۔ ”ڈھم ڈھم ڈھم ڈھم ڈھم ڈھم“

یہ ایسی آوازیں تھیں جیسے افریقہ کے وحشی قبیلے کے لوگ جن کے موقع پر رقص کرتے ہوئے ڈھول بجاتے ہیں وہ شاد خوشحال منا رہے تھے۔ ہاں خوشیاں ہی منا رہے تھے کیونکہ جب میں نے نیچے سر جھٹکا کر دیکھا تو دو درہوں میں جھینڈوں کا ایک میلہ سا لگا ہوا نظر آیا۔ تنگ دھڑنگ زور عورتیں اور بچے تھے۔ کتنے ہی جھینڈے ہاتھوں میں نینرے لیے رقص کر رہے تھے اور کبھی کبھی اوپر کی جانب ہمیں لوٹ کھڑے رہتے تھے جیسے ہم آسمان سے ان کے لیے تازہ خوراک کی طرح ٹیک رہے ہیں۔

یا خدا یا۔ ہم کس خطنک کھائی میں گرنے والے ہیں۔ یہ کون سی ہی مصیبت ہم پر پڑنے والی ہے۔ چھتری ایک سمت سے دوسری سمت اڑتی جا رہی تھی۔ ان جھینڈوں کا میلہ ہم سے تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر لگا ہوا تھا۔ ابھی ہم ان سے دھکتے لیکن چھتری کا رخ بتا رہا تھا کہ ہم ادھر ہی جا رہے ہیں۔

میں بے چینی سے کبھی نیچے اور کبھی اوپر چھتری کو دیکھنے لگا۔ وہ پہلی کا پڑ نہیں تھا۔ ہوائی جہاز نہیں تھا کہ آئینہ لگا گھا کر راستہ بدل دیا جاتا۔ ہم کسی رخ پر نہیں دوڑ رہے تھے۔ کدوڑے دوڑتے اپنی جان بچانے کے لیے دوسرا راستہ اختیار

کر لیتے۔ ہم تو ہوا کے رحم و کرم پر تھے اندھ چھتری بھی اسی ہوا کے نعرہ پر تھیں اندھ لے جا رہی تھی۔

اب نیچے کا منظر اندھ جی صاف طور سے نظر آ رہا تھا۔ وہ جیشیوں کی بہت بڑی لٹی لٹی تھی۔ لٹی کے مین درمیان ایک بڑا سا ڈھول رکھا ہوا تھا۔ ڈھول نہیں اسے تاشہ کرتا جلیے۔ اس تاشہ کا قطر تقریباً بارہ فٹ اور اونچائی کی چھ فٹ ہوگی۔ اس ڈھول کے چاروں طرف جیشی بٹے بٹے جو لے لیکر اس کو پوری قوت سے بجا رہے تھے۔ رسوئی نے دہشت کے مارے جو چھا ہوا یہ کیا ہورہا ہے ہم کہاں جا رہے ہیں پچہ "جہاں اقدار لے جا رہی ہے"

"میں دہاں نہیں جاؤں گی۔ فرما دو کسی اور جگہ جوں کیا یا گل ہوئی ہو۔ جانا آنا ہمارے بس میں تو نہیں ہے ہم تو فضا میں معلق ہیں۔ بدن نہ پر یہیں نہ سماں میں ہمارے بس میں کچھ نہیں ہے۔ یہ چھتری یہ ہوا میں جدرہ لے جلتے گی ہم اندھ رہا جائیں گے"

وہاں میں اندھ سے اندھ اچھلنے لگا۔ ایک باجی میں ایک ریو اور نکال کر فائرنگ شروع کر دوں لیکن میرے پاس صرف ایک ریو اور تھا اور ایک کار توں کی بیٹی تھی۔ اس سے پوری بسی والوں کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔

ہلایا وہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ جہاں تک اچھلنے کا تعلق تھا تو میں قوت ارادی سے کام لے کر بڑی دیوبند کی ایسا کر سکا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوا تھا کہ ایک تک کر سکتا تھا۔ ایک باجی میری نظر اپنے بیروں پہنچی تو مجھے اپنے جوئے کی نوک سے وہی وہی جھوٹے چھوٹے باتوں کو بھونٹے نظر آتے۔ یہ جو بیوں مسلسل اچھل رہا تھا تو اچھلنے کے باعث جوئے کے اندر چھپے ہوئے چاقو نکل آتے تھے میں نے سوچا کہ ان چاقوؤں کے ذریعے اس تاشہ میں سورج کوڑوں تاکہ وہ اسے مزید نہ جا سکے۔

پھر خیال آیا کہ یہ نہیں تاشہ میں سورج کرنے کے بعد ہم اندر گئے تو اس تاشہ کی گہرائی میں کیا ہوگا۔ یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔ تب مجھے رشوت دینے کا خیال آیا۔ میں نے رسوئی سے کہا "فورا اپنی کر سے بندھے ہوئے کھانے کے ڈبوں کو ان کی طرف چھینکو"

یہ کہہ کر میں نے اسے نیچے اتار دیا۔ اس نے اپنی کر سے بندھے ہوئے کھانے کے ڈبوں کو کھونا شروع کیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ ہم دونوں نے ڈبے ان کی طرف چھینکا شروع کر دیے۔ کھانا اچھل رہا تھا۔ ان کے درمیان لوٹ مار شروع ہو گئی۔ جو دو کھولے ہوئے تھے رشق کر رہے تھے وہ مرد اور عورتیں بھی دوڑے چلے آتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اچھا انا سا بنگامہ رہا ہوا گیا تھا۔

میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فورا ہی تاشہ کی بلندی سے نیچے چھلانگ لگائی۔ اپنے دونوں ہاتھ رسوئی کی طرف بڑھائیے۔ رسوئی میرے ہاتھوں کا سماں لے کر بچے اور کئی دہاں سے ہم دروازہ ہنسا چلا جاتے تھے کہ دوسرے صحنی مردوں اور عورتوں نے میں چاروں طرف سے گھر لیا۔ عورتیں رسوئی کے جسم کو ٹٹولنے لگیں، مرد مجھے ٹٹول رہے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہمارے پاس سے ان کے مطلب کی کوئی چیز بچاؤ ہو سکتی ہے یا نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملی لیکن وہ میرا چاقو اور ریو اور لے گئے اور ہمیں نشتا چھوڑ دیا۔

میں نے رسوئی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور دو دو رنگ نظریں دوڑانے لگا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہاں کیا کرنا چاہیے کہاں سے فرار کا راستہ نکالنا چاہیے، جہاں تک ہماری نظریں جاتی تھیں وہاں تک سیاہ خام صحنی نظر آ رہے تھے۔ ان کی ٹھکیں بڑی ڈرائی تھیں۔ موٹے موٹے ہونٹا عجیب سے جتھے چمے، چمے

راہری ہوتی تھیں، پھر سیاہ چمے کے پس منظر میں سفید سفید جتھے ہوتے دانت بڑے ہی جھمبک لگتے تھے۔ رسوئی انھیں بچ کر خوف سے تھر تھرا کاٹ رہی تھی۔

میں اسے ایک جھوپڑی کے برآمدے میں لے آیا تاکہ وہ دوسروں سے ذرا الگ ہے۔ اسی وقت تیز برداشتوں نے آکر میں گھیر لیا۔ پھر نرے کے اذہ سے اشارہ کرتے ہوئے ہمیں ایک طرف چلنے کے لیے کہا گیا۔ جہاں کے اشارے کے مطابق آگے بڑھ گئے۔ رسوئی مجھے لپیٹتی ہوئی تھی اور میں اسے ایک بازو کا سماں دینے لگا بڑھا جا رہا تھا۔ ایک اچھے نیلے پر پہنچ کر وہیں کھٹے کے لیے کہا گیا۔ وہاں لکڑی کا ایک موٹا سا ستون تھا۔ وہ لوگ رتی سے ہمیں اس ستون کے ساتھ باندھنے لگے، اس طرح کہ میری اور رسوئی کی بیٹھ ایک دوسرے سے لگی ہوئی تھی ہمارے درمیان وہ ستون تھا۔ ہم ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے تھے۔ صرف ایک دوسرے کی آواز ہی سن سکتے تھے اور باتیں کر سکتے تھے۔ وہ رٹنے کے انداز میں بولی "فریاد، فریاد، فریاد، یہ کیا ہو رہا ہے، یہ ہمیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟ ہم تک ایک ایسی مصیبتیں اٹھاتے رہیں گے جب"

میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا "رسوئی ذرا حوصلے سے کام لو جو کہ تمہاری ٹہنی کی صلا میں ہیں گئی ہیں اس لیے تم بہت ہار رہی ہو۔ ایک طرح سے میرے پاس بھی بیٹھتی رہتی تھی کی ملاحتیں نہیں ہیں، اگر یہیں بھی تو بالکل بے کار ہیں۔ یہاں انھیں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ میں بھی ہر طرح سے نشتا ہوں۔ میں مصیبتوں کے وقت یہ نہیں سوچتا کہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ اس لیے میں حوصلے سے کام لیتا ہوں۔ میری جان جو مصیبتیں ہم انسانوں پر آتی ہیں یہ ہماری آرزوئیں کے لیے ہوتی ہیں، ہمارا اصل مدد گار کھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ ہمیں زندگی کے تجربیات سکھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ تم میرے کام لو اگر میں مرنا ہو گا تو تم کہیں بھی مرنا گے اور ہمارے مفکر میں زندگی کو لو لٹیں کہ دوسرے نکلے کوئی نہیں پاسکے گا"

جہاں ہمیں باندھا گیا تھا اس کے ایک طرف چھوٹی چھوٹی چائیاں تھیں۔ ہاتھوں کی طرف میں سر گھما کر دیکھتا تو اس اچھے نیلے سے بڑی سی نظرائی تھی۔ ہمارے قریب ہی ایک طرف دیوڑھی ڈال کر تاشہ کا صحنی پر ہم آسمان سے اترے تھے۔ تاشہ کے دوسری طرف ایک بہت بڑا تاشہ بنا ہوا تھا۔ وہ تاشہ آدھا انسان تھا اور آدھا جوان۔ تاشہ کی ہڈی کو بجا کر تاشہ کے اور اس کے سامنے رشق کرتے ہوئے توشی کا اظہار کرتے تھے۔

ان رشق کرنے والوں میں ایک نہایت ہی بد صورت صحنی اپنے لڑنوں ہاتھوں میں ایک بیڑے سے زبردستی ساٹھ کو اٹھاتے ہوئے تھا اور اسے اٹھا کر دھو دھو رشق کر رہا تھا۔ وہ ساٹھ اس کے ہاتھوں میں لٹا ہوا تھا۔ پھر اس نے ساٹھ کو اپنی گردن پر رکھ لیا ہم دہشت زدہ

ہو کر دیکھنے لگے تھے، وہ ساٹھ اس کے جسم کے اطراف لپٹ رہا تھا اور وہ میں میں آکر رشق کرتا ہوا ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ رسوئی نے خوفزدہ ہو کر کہا "فریاد، فریاد، یہ تو ہماری طرف آ رہا ہے"

وہ لوگ ایک مخصوص تال پر ڈھول اور تاشہ بجا رہے تھے اور وہ ساٹھ والا اس تال پر رشق کرتا ہوا ہمارے قریب آ گیا تھا۔ اب وہ ساٹھ کے منہ کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے کر بھی اس ساٹھ کو میری طرف لانا تھا اور بھی رسوئی کی طرف لے جاتا تھا۔ ساٹھ رسوئی کے ہاتھوں میں انداز میں جینے لگی تھی۔ میں بیچ بیچ کر کہتا تھا "یہ کیا ظلم ہے، یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو، آخر ہم سے کیا چاہتے ہو، کوئی تم لوگوں میں ایسا ہے جو ہماری بات سمجھتا ہو تو ہم سے آگ بات کہو۔ ہم بے قصور ہیں۔ ہم نے تم لوگوں کو کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ میں رسوئی کی حفاظت کے لیے ہی اس طرح بیچ سکتا تھا، لیکن ان کا کچھ باز نہیں سکتا تھا۔ ہم دونوں ہی ستون سے اتنی مضبوطی کے ساتھ باندھے گئے تھے کہ کہنے کی کوئی شق نہیں تھی کوئی ہماری آواز نہیں سن رہا تھا۔ نہ ہی رسوئی کی بیچ پکارا کوئی اثر ہو رہا تھا۔ اگر وہ ہماری آواز سنتے بھی تو ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے اور ہمیں ان کی حرکتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں کہ آخر وہ ہم سے چاہتے کیا ہیں۔

میرا نصف اور جنون انتہا کو پہنچ رہا تھا۔ میں رسیاں توڑنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ رسوئی کی ہسیٹریاتی چیزوں میں برادشت سے باہر تھیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ ساٹھ والا تھوڑی دیر اور رسوئی کو دہشت زدہ کر کے کا تو وہ بے ہوش ہو جائے گی یا دہشت سے مر جائے گی اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

رسیاں توڑنے کے جنون میں مجھے اس بات کا ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ مضبوط اور ناکام بن شکست رسیاں میرے بدن کے گوشت میں گزر رہی ہیں۔ میرے دونوں ہاتھ اتنی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے کہ میں انھیں حرکت سے کر لے رہے ہوئے کی نوک سے خنجر چاقو کو نہیں نکال سکتا تھا اور نہ ہی اسے رسیاں کاٹ سکتا تھا۔ میں بہت ہی بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

پھر اچانک ہی ایک سر سے سے دوسرے سر سے تک خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگا کہ جیسے وہ سب پانی سے چلنے والے کھولنے تھے۔ ایک ساتھ چلائے گئے تھے اور ایک ساتھ رک گئے تھے۔ سب پر سکنت طاری ہو گیا تھا۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر رہا تھا۔ پھر کسی کی آواز ابھی کوئی کچھ کہہ رہا تھا۔

میں نے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا تو اس بت کے سامنے ایک لمبا زرد لٹا لٹا لٹا صحنی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر پر ایک ہانڈی اونچے رکھی ہوئی تھی۔ اس ہانڈی پر رنگ برنگے جھول بنے ہوئے تھے۔ گو یا کہ وہ ہانڈی اس کے سر کا تاج تھی اور وہ وہاں کا

میرے ہاتھ ختم ہوتے ہی چھتری میں اسی تاشہ کے ادھر لے گئی اور ٹھیک تاشہ کے بیچ میں لے جا کر وہاں آباد دیا۔ وہ جیشی مرد اور عورتیں سب مل کر بیچ رہے تھے خوشی سے شور مچا رہے تھے۔ چاروں طرف زلزلے کر رہے تھے اور تاشہ بجانے والے اپنے اپنے جوں جوں سے زور دامن میں لگا رہے تھے۔ جب اس تاشہ کی سطح پر مڑی بڑتی تھیں تو وہ اتنی زور سے جھنجھٹا تھا کہ ہم اچھل پڑتے تھے۔ ہمارا سا لہ جسم جھنجھٹا لگا تھا۔ رسوئی اور زیادہ جینے لگی۔ اس کے پیچھے پر چاروں طرف سے فتنے مند ہورہے تھے۔ میں نے فورا ہی چاقو سے رسی کو کاٹا پھر رسوئی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا تاکہ وہ تاشہ سے اٹھنے والی جھنجھٹا ہٹ سے محفوظ رہے۔

لیکن میں محفوظ نہیں تھا۔ جب بھی تاشہ پر مڑی بڑتی تھیں میں اچھل پڑتا تھا۔ اچھلنے کے دوران مجھے اپنا توازن برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ رسوئی کو بھی سمجھانا پڑتا تھا۔ گو یا کہ میں ان جیشیوں کے لیے رشق کا سماں پہنچ کر کہا تھا جس پر وہ فتنے لگا رہے تھے۔ میں نے دوڑتے ہوئے تاشہ کے کنارے پر پہنچ کر نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو تاشہ کی نیزلوں کی نیلا میری طرف بڑھیں۔ وہ لوگ بھی نیزہ تاشہ تھے اور کبھی آگے بڑھتے تھے گو یا وہ مجھے تاشہ سے کوڈ کر نیچے آنے سے رک رہے تھے۔

مجھے عبور آ تاشہ کے درمیانی حصے پر دوپاں جانا پڑا۔

سرور یا بادشاہ تھا۔ وہ اپنی زبان میں کچھ بول رہا تھا۔ وہ زبان بھی ایسی ہی تھی جیسے ایک ہانڈی میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ کر ہلاتے جا رہے ہوں اور اس میں سے گڑ بڑ گڑ بڑ کی آوازیں آ رہی ہوں۔ بس ایسی ہی بولی بول رہا تھا۔

اس نے کچھ دیر سوچا اس کرنے کے بعد وہ ایک جھونپڑی کی طرف ہاتھ اٹھا کر شاہہ کیا۔ میں نے اس جھونپڑی کی طرف دیکھا تو اس کا دروازہ کھل گیا تھا۔ پھر وہاں سے ایک انگریز باہر نکلا وہ سیاہ لباس میں تھا گلے میں بڑی ہوتی تھی اس زنجیر کے ساتھ ایک صلیب لٹک رہی تھی۔ اس کے پیچھے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی عیسائی راہب ہے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم ڈھالتے ہوئے ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے دو مصیبت نیزہ اٹھتے چلے گئے۔ وہ جھینگی جو ساہب اٹھاتے تھے اس کے پاس کھڑا تھا پچھلا گیا راہب ہمارے نزدیک چلا آیا اس نے مجھے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کیا تم اور پاس چیمان سے آئے ہو جو ہمارا ایک جھونپڑی میں خزانہ رکھا ہوا ہے؟

میں نے جواب دیا ہاں ہم وہیں سے آئے ہیں۔  
"کیا تم وہاں سے اپنے ساتھ خزانہ نہیں لاتے؟"  
"نہیں۔ ہم الچی نہیں ہیں۔ ہمیں صرف اپنی زندگی سے پیار ہے۔ خزانے سے نہیں۔"

وہ بولا "جب تم اس عورت کے ساتھ چھری کے دیلے یہاں آ رہے تھے، اسی وقت یہاں سے کچھ لوگ اس چیمان کی طرف گئے تھے جہاں یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ تم نے بھی خزانے سے بھرا ہوا صندوق آ مارا ہوگا لیکن وہاں انھیں اس خزانے کا ایک جیتتی پتھر بھی نہیں ملا۔ اگر مل جاتا تو تمہیں اور بھاری عورت کو اس سانپ سے ڈسوا دیا جاتا۔ پھر تم ایک ٹولیل بے ہوشی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ تم سے پہلے آنے والوں کے ساتھ ہی ہوا جو خزانے کے ساتھ آئے وہ سانپ کے زہر سے نہ بچ سکے۔ مالا کوک وہ زندہ ہیں لیکن زندگی ان پر غلاب ہے۔"

میں نے پوچھا "کیسا بڑا بڑا اور پوندیسر ہزار ڈالر نزلہ زندہ ہیں یہ کیا وہ یہاں موجود ہیں؟"

راہب نے میری بات کو کافی جواب نہیں دیا میری طرف سے پلٹ کر بہت دور چلے گئے جو سے سردار کے دربار ہو گیا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے ان کی زبان میں ڈر ڈر سے کچھ کہنے لگا۔ جواب میں سردار نے کچھ کہا۔ وہ راہب پھر ہماری طرف پلٹ کر اس کی ترجمانی کرنے لگا۔ سردار پوچھنے لگا کہ اس عورت نے فقرا کیا رشتہ ہے؟

میں نے جواب دیا "یہ میری شریک حیات ہے۔"  
"فقاری شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟"

"ہماری شادی کو پوسے پوسے گنتے گزری چکی ہیں۔"  
راہب نے میرے قریب آ کر زار زار انداز میں کہا تو فرمایا جو میں گنتے گزے ہیں کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا۔ سردار کو تعجب و دلدادہ دکھتا رہا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر جانتے ہو گیا کہ میں نے پوچھا "کیسا ہوگا؟"

"فقاری جان بچ جاتے گی تمہیں فوراً ہی آزاد کر کے یہاں سے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ صرف اس عورت کو رک کر لیا جائے گا۔ میں نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "میں اپنی عورت کو کسی حال میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میری شریک حیات ہے۔ تم فضول باتیں نہ کرو۔"  
"جو تمہارے لیے فضول باتیں ہیں وہ ان جھنگلی دونوں کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ اگر ایسی کوئی حسین لڑکی انھیں یا لکل کوئی مل جاتے تو وہ اپنے دلوت کے سامنے اس کی قربانی دیتے ہیں تاکہ دلوت ان سے خوش رہے، اگر وہ کنواری نہ ہو تو اس حسن عورت کو سردار کی داشتہ بنا دیا جاتا ہے اور اس کے دو کو ایسی جگہ تیار کر دیا جاتا ہے جہاں سے وہ کبھی وہاں نہیں کر سکتا، وہ وہیں رہنا ہے۔ میں تمہیں نیک خواہہ دیتا ہوں۔ فقاری بیگمات ای ہی ہے اپنی جان بچ کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"میں جواب دے چکا ہوں۔ میں اپنی عورت کے ساتھ جان دے سکتا ہوں لیکن اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

راہب پلٹ کر جھنگلیوں کی زبان میں اس سردار سے تیر اور رسوئی کے متعلق باتیں کرنے لگا۔ رسوئی نے مجھے مخاطب کیا "فرماؤ، میں ایک معمولی عورت رہ گئی ہوں۔ میرے پاس کوئی صلاحیت نہیں ہے، میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، میرے نصیب میں جو جو ہوگا وہ میں بھگت لوں گی۔"

"ابھی تم ساہب کو دیکھ کر ڈر رہی تھیں۔ موت کو قریب دیکھو پچھتیں مار رہی تھیں اور اب خود کو موت کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہو۔"

"ہاں اس جھنگلی سردار کی داشتہ بن کر زندہ رہنا بھی تو موت کے کم نہیں ہوگا۔ میری موت سے گھر میں آزادی مل سکتی ہے تو میں موت کو گلے گلے کے لیے تیار ہوں۔ بہت سے لوگوں کو بھی تمہاری ضرورت ہے۔ میری موت کے بعد تم بہ آسانی یہاں سے جا سکتے ہو۔ سو فیماںر جاننا اس کی اتنی اور نہ جانے کتنے لوگوں کے کام آ سکتے ہو۔ میری خاطر خود کو خطر میں نہ ڈالو۔ کوئی دعا بت نہ کر کے، اگر مارنا ہوگا تو ایک جھگھے میں نہ کی جھین لیں گے۔ فرماؤ میں تم سے الٹی کرتی ہوں چلے جاؤ۔"

ناظر چلے جاؤ۔ دنیا والوں کے کام آنے کی خاطر چلے جاؤ۔ مگر بلے جاؤ۔"

میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ راہب ہماری طرف بٹا گیا تھا۔ اور بیگمات کے کسر رہا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ ادنی ہادی طرف بڑھے پھر ہماری رستیاں کھولنے لگے۔ میں نے اطمینان کیا اس کی۔ ہم دونوں کو رستوں سے آزاد کر دیا گیا۔ راہب نے حکم دیا "میرے پیچھے آؤ۔"

میں نے رسوئی کا ہاتھ مضبوطی سے ختم کیا۔ راہب آگے بڑھ گیا تھا ہم اس کے پیچھے چلنے لگے۔ ہمارے آس پاس چند مصیبت نیزے اور تلوار ناکھڑے اٹھتے ہوئے تھے۔ ہم ایک جھونپڑی کی طرف جا رہے تھے۔

اس جھونپڑی کے سامنے بیٹھ کر راہب رک گیا۔ ہم بھی لگے۔ بھرا اس نے کہا "تم اپنی عورت کو چھوڑ کر گزریں۔ تم دور چلے جاؤ۔"

یہ سنتے ہی رسوئی مجھ سے ایٹ گئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی "نہیں فرما دیجئے، نہ چھوڑنا نہیں تو میں مر جاؤں گی۔" میں نے راہب سے کہا "آپ کو کیسویں مسیح کا واسطہ پڑی اور تم کو مجھ سے جدا نہ کرے، یہ بہت ڈر پوک اور کڑو ہے میرے زہر میں رہ سکتی۔"

اس نے کہا "مجھے تم سے نہ ڈر۔ میں مجبور ہوں۔ اگر ان کے حکم نہ مانیں تو ان کا تو تمہارے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔ ہماری جھلائی کاٹا ہے کہ یہ جیسا کہتے ہیں ہم ویسا ہی کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے جھنگلیوں کی زبان میں کچھ کہا جسے سنتے ہی زہر بیٹھوں نے مجھے دو دنوں طرف سے پکڑ کر زہر دوستی رسوئی سے لگا کر اور دوسرے جاگ بھڑا کر دیا۔ وہ رننے اور چھٹنے لگی میرے پیچھے دھڑکتے والے جانتے ہیں کہ میں مصیبتوں سے بھی نہیں بھگتا تھا رسوئی نے مجھے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ میری کھج میں لٹکا رہا تھا کہ میں اس کیسے تسلیاں دوں۔ ویسے جتنا میں اس کی طرف سے پریشان ہو رہا تھا، اس سے اتنی ہی محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک احساس تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں ایک ایسی عورت ہے جو صرف میرے سماں کے زندہ ہے اور صرف میرے ہی سماں میں رہنا چاہتی ہے۔ میرے بغیر اس مصیبت سے نجات حاصل نہیں سکتی۔ سو بنا اور حاضر ہو میں تو میرا سہارا تم ہونا کو اپنے کہہ کر اور زیادہ ہوتا۔ رسوئی کا نام انھیں صحت پر پڑتا۔ میں نے اس کے دماغ میں بیٹھی کر کہا "رسوئی، اندکے بہنہ غموش ہو جاؤ۔ تم بہت باریک رسوئی تو میری پریشانیوں کے سامنے اس کی گردن کاٹ دیتے گی۔"

بڑھتی رہیں گی۔ اتنا تو تمہیں سوچنا چاہیے کہ دنیا والے جہاں نظر نہیں ہیں ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں لیکن ہمارے دل ایک ہیں اور دماغ بھی ایک ہے۔ میں جب چاہوں گا تمہارے دماغ میں بیٹھ کر تمہارے قریب آ جاؤں گا۔ اس وقت بھی میں تمہارے پاس ہوں۔ غموش ہو جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا، میں اس میں تھا۔ ایسے لیے وہ غموش رہی جب وہ جھینگی مجھے گھسیٹ کر ایک طرف لے جانے لگی تو مجھے مجبوراً لپیٹے بیروں پر چلنے کے لیے ایک جگہ دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ میں نے رسوئی سے کہا "دیکھو ابھی میں تمہارے دماغ میں تھا تو تم پڑ سکون تھیں۔ بس اسی طرح غموش اور سکون سے رہو۔ میں تمہارے دماغ میں ہر لمحہ جھانکتا رہوں گا۔ نہ یہ تو دیکھو کہ کوئی میرے مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں ابھی تمہارے پاس ہوں، آ رہوں، میں اُسے بہت ساری تسلیاں دیتا رہا اور ان مشیبتوں کے درمیان قیدی بن کر چلتا رہا۔ دور ایک جھونپڑی کے پاس لے جا کر انھوں نے اس کا دروازہ کھولا مجھے اندر دھکیں دیا۔ اس جھونپڑی کے اندر کچھ لوگ نظر آئے۔ میں نے ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ سو جا کہ جب ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوگا یا نقصان پہنچ رہا ہوگا تب تو میرے دونوں گا۔ لہذا جھونپڑی کے اندر فرشتی پر گرتے ہی میں رسوئی کے پاس پہنچ گیا۔"

ٹھیک اسی وقت اُسے بھی کسی دوسری جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے پاس ہوں۔ سو صلہ رکھو۔"

وہ جھونپڑی کے اندر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہاں پانچ عورتیں تھیں۔ جن میں سے ایک عورت ایشیائی معلوم ہوتی تھی۔ دوسری بنگلہ دہی۔ یعنی جن میں مشیبتوں کے درمیان اٹھنے پھرنے اور اٹھنی کی قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ پتہ نہیں لے سکیوں تیر کیا تھا۔ باقی تین عورتیں انگریز تھیں اور وہ تینوں ان دو عورتوں سے الگ اپنی ایک ٹولیل بنا کر بھیجی ہوئی تھیں۔ جب رسوئی وہاں داخل ہوئی تو پہلے وہ تین عورتوں خوش ہوئیں کیونکہ رسوئی اس کے اور ملاؤ نہیں ہوتے تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت بھی اتنی اچھا اور گلابی تھی کہ انگریز لکھی تھی لیکن جب اس کے سر کے بالوں پر نظر پڑی اور تھیں بالوں کی چوٹی دکھائی دی تو انھوں نے محاسرت سے منہ نہایا۔ ایک عورت نے کہا "آجھی قربانی کی بکری۔" دوسری نے کہا "ہاں، کنواری معلوم ہوتی ہے۔ حضور دیوتا کے سامنے اس کی گردن کاٹ دیتے گی۔"

"اس نے دو چوٹیاں گن دی تھیں۔ یہ بیڑا نڈین ہو گیا  
میکسیکن"  
پھر پہلی کہہ لے اوتھ۔ اسپین کی لڑکیاں بھی ایسی ہی دو  
چوٹیاں بناتی ہیں اور ایشیا میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ مگس اس کی  
چھڑی ہماری عیبی ہے۔ یہ ایشیائی نہیں معلوم ہوتی"  
ایک اور نے کہا: "ہم آپس میں خواہ مخواہ بحث کر رہی ہیں اس  
سے پوچھ لیتے ہیں۔ اے! کیا تم انگریزی بولتی ہو کہ اس سے کہی  
ہو؟"

رسوئی نے پوچھا: "تم ملکا قوم اور زبان کے متعلق کیوں  
پوچھ رہی ہو کہ کیا تم لوگوں کے نزدیک انسان ہونا کافی نہیں ہے؟  
یہاں ہم بریتیشی عیبی تیں آتی ہوتی ہیں۔ نہ تو کوئی ہماری زبان سمجھتا  
ہے اور نہ ہی کوئی ہماری قومیت کی پروا کرنے والا ہے۔ آنا رہتا  
ہے ہی کہ یہ ہیں نہ وہ نہیں سمجھو گے کہ ان حالات میں بھی تم سب  
ایک دوسرے سے دوستی ہوئی ہو۔ اگر کیں کہ دووں کہ میں انگریز  
نہیں ہوں تو شاید تم لوگ مجھے بھی دھتکار کر ان دور دوروں کے پاس  
بھیج دو گی"

وہ سنتوں ہنسنے لگیں۔ پھر ایک نے کہا: "مصیبت تم پر  
آئی ہوتی ہے، ہمارے لیے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ آنا ہماری  
بہی کہ یہ ہیں جان سے نہیں ماریں گے کیونکہ انھیں خصوصیت  
عورتیں نہیں ملتی ہیں اور ہم اتنی خوبصورت ہیں کہ ان مصیبتوں  
کے تمام اٹھیا کر بند ہو جائیں گے"  
رسوئی نے ناگوار سے انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم  
میں سے ایڈوانڈا کوں ہے؟"

ایک نے پوچھا: "یہ ایڈوانڈا کیا بلا ہوتی ہے؟ اگر کسی کا نام  
ہے تو کیا وہ تمھاری ماں ہے؟"  
رسوئی بھڑکی گئی۔ وہ غصے میں کچھ کہنا ہوتی تھی کہ میں نے  
اسے روک لیا۔ نہیں رسوئی نہیں یہ ایسی عورتیں نہیں ہیں کہ ان کے  
منہ لگا جائے۔ میں ابھی انھیں سزا سے سکا ہوں۔ مگر کیا فائدہ ہے ابھی  
ہیں اپنے مسائل پر غور کر لے اور سہولت سے یہ سوچنا ہے کہ یہاں  
سے کیسے نکل سکتے ہیں۔ اس لیے ماس کو زیادہ سے زیادہ پرسکون  
رکھنے کی کوشش کرو۔ ماجاڈان دور دوروں کی طرف چلی جاؤ"

وہ ان عورتوں کی طرف گئی۔ ایک عورت فریض پر بیٹھی ہوتی  
تھی اور دوسری نیچر و عورت اس کے پاس بیٹھی ہوتی تھی جب رسوئی  
ان کے قریب جا کر وہ ڈانڈا ہو گئی تو نیچر و عورت نے اس سے  
اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس عورت کی طرف اشارہ کیا جو لیٹی  
ہوتی تھی۔ رسوئی نے اپنا ہاتھ اس لیٹی ہوئی عورت کے ماتھے پر  
رکھا تو پتہ چلا کہ اسے کلانی تیرنھا ہے۔ میں نے کہا: "تم اس بیار

عورت کو تیدیاں دو میں دل لینے ماحول کو سمجھ کر پھر تمھارے پاس  
آؤں گا"  
یہ کہہ کر میں دماغی طور پر اپنی جھوٹی مڑی میں حاضر ہو گیا  
سب مجھے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ میں چند منٹوں تک ان کے  
سامنے سر جھکتے نظر اڑاتا تھا کہ سوئی سے لاظر کا نام کیسے  
تھا۔ اس دوران کسی نے شاید مجھے مخاطب بھی کیا تھا لیکن میں نے  
اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ کلم فٹم ایک پتھر کے جھتے کی طرح تھا۔  
وہ لعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

جب میں دماغی طور پر حاضر ہوا تو مجھے وہاں تین آدمی نظر  
ایک تقریباً بیسی برس کا بوڑھا ہو گیا باقی دو جوان تھے۔ ان میں  
سے ایک نیچر و تھا۔ بوڑھے نے پوچھا: "کیا آپ اتنی دور سے  
ساکت کھڑے ہوئے کوئی منتر پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو  
مخاطب کیا تھا کیا اب بھی آپ منتر سے نہیں بولیں گے؟"  
میں نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر پوچھا: "کیا آپ پر و فیئر  
برنارڈ رسل ہیں؟"

وہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا: "کیا آپ مجھے سچا  
ہیں کہ جسے پہچانتے ہیں؟"  
"میں اسی بلگے سے آ رہا ہوں جہاں سے آپ آتے ہیں میں نے  
آپ کی وہ ڈائری پڑھی ہے"

وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ جو نوزوان  
تھا وہ موزیک تھا۔ موزیک اپنی بلگے سے اٹھا اور مجھ سے معافی  
کر تے ہوئے اپنا تھار ف کرایا۔ میں نے کہا: "میں جانتا ہوں  
نام موزیک ہے۔ تم نے پر و فیئر کے ساتھ آخر وقت تک ڈانڈا  
کی ہے"

موزیک نے کہا: "میں لوگ یہاں اس کھڑکی سے باہر دیکھ رہے  
تھے تم ایک عورت کے ساتھ پھرتی کے ذریعے بھیجے اتنے ہوں  
ہم حیران تھے کہ آخر آسمان کے کس حصے سے آئے ہو۔ لیکن اگر  
اس جھوپڑی سے آتے تو تمھارے ساتھ خوراک اور تھوڑا سا  
میں نے جواب دیا: میری بیوی اپنے خزانے کو ہاتھ  
نہیں لگا ناچا ہوتی تھی جس کے لیے لوگ خواہ مخواہ اپنی قیمتی مائیں  
ضائع کر رہے تھے"

پر و فیئر نے حیرانی سے کہا: "تو یہ ہے کہ آپ کی بیوی  
نے ایسا سوچ لیا۔ اور نہ دنیا جمان کی عورتیں تو سونا چاندی اور  
موتی کے لیے جان دی ہیں۔ اب اس ایڈوانڈا کی کوئی  
وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اسی وقت باہر سے ایک  
عورت کے دروازہ قہقہے لگانے کی آواز سنائی دی۔ پر و فیئر  
نے کہا: "ذرا اس کھڑکی کے پاس جا کر دیکھو یہاں ایڈوانڈا لڑکتی ہے"

میں فوراً ہی کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سے باہر کا  
دیکھا میدان نظر آ رہا تھا۔ جہاں ان کے دلوتا کا بڑا جھمٹہ رکھا  
ہوا تھا اور میدان کے وسط میں وہی بڑا سا تاشہ تھا جس پر ہم  
نفا میں اٹھے ہوئے اگر اٹھتے تھے۔ میں نے اصرار دیکھا  
ایڈوانڈا نے اس کی ٹیکس اس کے قہقہے سنائے سے ہے تھے۔  
ہم پیشی ہاتھوں میں نیچے سے ہوتے جب باپ کھڑے تھے  
تھے۔ اب کوئی تاشہ کو کبھی نہیں بجا رہا تھا۔ پھر میری نظر ایڈوانڈا  
کے کھلے ہوئے منہ کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں مجھے ایڈوانڈا نظر آئی  
وہ اس جھٹکے کے منہ کے اندر تھی۔ ادرہ سے ادرہ لہراتے ہوئے  
ڈانڈا تے ہوئے قہقہے لگا رہی تھی۔ دلوتا کی لائی ہی زبان منہ سے  
باہر نکل رہی تھی۔ وہ اس زبان پر بیٹھ کر جھلکتی ہوتی اس جھٹکے کی گود  
میں اگر گریزی، پھر وہاں سے اٹھ کر ہنسنے لگی۔ اپنے کپڑے لٹپٹے  
لگی۔ اب وہ کہہ رہی تھی: "میں اپنے بدن کے کپڑے سے بھی تم لوگوں کو  
لے دوں گی مگر مجھے میرا خزانہ دالیں کرو، میری بیوی کوئی کاٹا تو  
میں اپنے جسم کا ایک ایک حصہ تمھارے حوالے کر دوں گی مگر مجھے وہ  
خزانہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنی جان سے کبھی اسے  
عامل روں گی۔ جب میں مرے تو یہ لوگوں کو آخری دم اس خزانے کو  
میری آنکھوں کے سامنے رکھنا نہیں تو میرا دم نہیں نکلے گا میرا  
خزانہ... میرا خزانہ... ہا ہا... ہا ہا..."

اب اس کے قہقہے کے ساتھ تاشہ اور دھول بکھرنے لگے  
ڈم... ڈم... ہا ہا... ہا ہا... ایک بار اس کے قہقہے کو سمجھتے تھے  
دوسری بار دم کی آواز آتی تھی۔ اسی ترتیب سے بھی قہقہے  
اور دھول اور تاشہ کی آواز گونجنے لگی۔ پھر وہ دلوتا کی گود  
سے اتر کر رض کرتی ہوتی دھول بجانے والوں کے پاس آئی اور  
بڑی تیزی سے پھر کتے ہوئے رض کا مظاہرہ کرنے لگی۔ ہنسنے  
کے درمیان اپنے خزانے کا مظاہرہ کرنے لگی۔ وہ لوگ جوش میں  
اگر دروازے سے دھول بجا رہے تھے۔ وہ اتنی ہی تیزی سے رض  
کرتی جا رہی تھی، آخر وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے  
گرتے ہی کتے ہی جھپٹی اس پر پل پڑے۔ ایسا لگتا رہا تھا جیسے  
لوگے ایک جھوپڑی سے ٹکڑے پر کتے ہی جھپٹے اگر گرتے پڑے  
میں۔ اب وہ کرک کرک اور نظر میں آ رہا تھا جیسوئی ہی جیسوئی  
نظر آ رہے تھے۔

میں نے کھڑکی کی طرف سے پلٹ کر پوچھا: "کیا آپ لوگوں  
نے یہ تاشہ نہیں دیکھا؟"  
پر و فیئر نے کہا: "ہم اکثر یہ تاشہ دیکھتے ہیں۔ جس دن  
نوزوان باپ رہتی ہے اپنے خزانے کا مظاہرہ نہیں کرتی ان  
کوئی سے نہیں پھیرتا جب مطالبہ کرتی ہے اور اس طرح

میں نے جواب دیا: "یہاں تمام قبیلوں کا ایک سب سے  
بڑا سردار ہوتا ہے۔ وہ سردار ایسا ہے کہ ہمارے قبیلے والے  
بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ پہلے اس کی مرضی دیکھی جاتی ہے کہ  
وہ کس لڑکی کو پسند کرے۔ میرا خیال ہے کہ گودی اتنی حسین  
ہے کہ وہ سردار اسے اپنے لیے منتخب کرنے کا اور جب وہ اسے  
اپنے لیے پسند کرے گا تو مجھے اس سردار سے مقابلہ کرنا ہوا گا،  
میں جیت گیا تو گودی مجھے مل جائے گی، ہمارا تو اس کے ہاتھوں  
مارا جاؤں گا۔ جب تک یہ مقابلہ نہیں ہوگا اس وقت تک مجھے  
یہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے"

یاگل کی کا مظاہرہ کرتے تو سب لوگ جیسوئی کے طرح اسے  
نوج کھسوتے کر رکھتے ہیں"  
میں نے پوچھا: "ان لوگوں نے ایڈوانڈا کو زاد کیوں چھوڑا ہے؟"  
"اس لیے کہ وہ ایک ہی اس سے فرار نہیں ہو سکی گی۔ ان  
جنگیوں نے اس کے مزاج کو کبھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ اٹھتے جیتے  
صبح و شام خزانے کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔ وہ ہلکتے ہیں کہ یہ  
عورت اپنی جان سے لے کر لیکن خزانے کو چھوڑ کر نہیں جلتے گی۔  
اسی لیے وہ لوگ اس کے یاگل ہیں سے محفوظ ہوتے ہیں اور اسے  
وقتاً وقتاً نوجتے کھسوتے رہتے ہیں"

نیزو تو جوان نے میرے قریب آ کر مجھے اپنے ہاتھ  
بڑھاتے ہوئے کہا: "میرا نام جیسورا ہے۔ آپ نے ابھی تک اپنا  
تعارف نہیں کرایا۔"  
میں نے اس سے معافی کرتے ہوئے کہا: "صرف نام  
بتا دینے سے تو تعارف نہیں ہوتا۔ کچھ آگے بھی بتاؤ تم یہاں پر  
کس لیے قید کیے گئے ہو؟ یہ تمام نیچر و تو تمھارے ہی قبیلے  
سے تعلق رکھتے ہیں؟"

وہ بولا: "ہاں۔ قبیلے الگ الگ ہوتے مگر قوم ایک ہی  
ہے۔ ہم سب نیچر و ہیں لیکن میں دوسرے قبیلے سے تعلق رکھتا  
ہوں۔ یہاں کی ایک حسین لڑکی گودی میری محبوبہ ہے۔ ہم دونوں  
یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس قبیلے کے سردار نے  
اپنی بیوی کو تعلیم چھوڑا کر یہاں بلا لیا۔ میں اس کے عشق میں دلوانہ  
ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں نے  
آگراں کا مطالعہ کیا تو یہ بات سردار کو پڑی تھی۔ اس لیے کہ وہ  
اس کی شادی یہاں کے سردار سے کرنا چاہتا ہے۔"  
میں نے پوچھا: "جب وہ یہاں کا سردار ہے تو پھر دوسرا  
سردار کیا معنی؟"

اس نے جواب دیا: "یہاں تمام قبیلوں کا ایک سب سے  
بڑا سردار ہوتا ہے۔ وہ سردار ایسا ہے کہ ہمارے قبیلے والے  
بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ پہلے اس کی مرضی دیکھی جاتی ہے کہ  
وہ کس لڑکی کو پسند کرے۔ میرا خیال ہے کہ گودی اتنی حسین  
ہے کہ وہ سردار اسے اپنے لیے منتخب کرنے کا اور جب وہ اسے  
اپنے لیے پسند کرے گا تو مجھے اس سردار سے مقابلہ کرنا ہوا گا،  
میں جیت گیا تو گودی مجھے مل جائے گی، ہمارا تو اس کے ہاتھوں  
مارا جاؤں گا۔ جب تک یہ مقابلہ نہیں ہوگا اس وقت تک مجھے  
یہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے"

میں قید کیا گیا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ وہ وہی ننگہ عورت ہے جسے ابھی رسوتی نے دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمھاری گودی نے پور رسوتی میں تعلیم حاصل کی ہے؟

اس نے اشارت میں سر ہلایا۔

میں نے کہا تو پھر وہ میری بیوی سے انگریزی میں باتیں کیوں نہیں کرتی۔ اشارے میں کیوں بول رہی تھی؟

”میرری گودی عجیب ہے۔ جب تک کوئی اجنبی مرد یا عورت اسے پیاسے نما طلب نہ کرے اس سے محبت سے باتیں نہ کرے۔“

اس وقت تک وہ کسی سے نہیں بولتی۔ تمھاری بیوی سے اسے پیاسے کا تو وہ اس کے قدموں کی حصول میں جلتے گی۔ اس کے دل میں اتنی محبت بھری ہے کہ سمندر بھی آتا پانی نہیں ہوگا۔

میرری گودی دینے نہ لاتی ہے۔“

وہ بولتے بولتے چونک گیا۔ پھر اس نے پوچھا ”مسٹر! تم میرے یہاں لاکر قید کیے گئے ہو اور یوں ہی تم مردوں کو اپنی عورتوں کے پاس دوسری جھوٹی بیوی میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ تمھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میری گودی نے تمھاری بیوی سے اشاروں میں بات کی تھی؟“

میں نے مسک کر کہا ”میرے پاس کبھی ایسا علم ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے۔“

اس نے کہا ”آپ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے؟“

”میرا نام فرما دینی تیسو ہے۔ وہ جو میری بیوی یہاں کا نام رسوتی ہے۔“

یہ سنتے ہی وہ تینوں کے تینوں ایک دم سے چونک کر اٹھے۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر میرے سر پر آ جا کر دینے لگے۔ پروفیسر نے انکار میں سر ہلایا کہ ”میں یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ہم اپنے سامنے فرما دینی تیسو کو دیکھ رہے ہو۔“

جبو نے فوراً ہی ایک قدم آگے بڑھ کر میرے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ میرا ہاتھ تمام کر لولا۔ ”میں یقین کرتا ہوں۔ ابھی آپ نے میری گودی کے متعلق معلوم کیا تھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ فرما دیا صاحب ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب مجھے یقین ہے کہ میں اس ظالم سردار سے مقابلہ کر سکوں گا۔“

”تمھارا بدن فولادی ہے۔ تم جو ان مردوں کو کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟“

وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا ”میں اس سزا سے جو ان مردوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ ایسا انداز سے

مقابلہ ہوں۔ میں اسے شکست دے دوں گا۔ اسے قتل کر دوں گا۔“

گودی کی ناظران قبیلے کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لیکن کوئی بے ایمان ہوتی تو آپ سزا میں بھی کے ذریعے مجھے پہلے سے خبردار کر دیتی تاکہ میں دھوکا نہ کھا سکوں۔“

”میرے بھائی یہاں یہ اجنبی زبان بولتے ہیں۔ اگر یہ میری زبان یا انگریزی زبان بولتے تو میں مردوں کے دماغوں تک پہنچ کر تمھیں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر سکتا تھا۔ اس وقت تو میں خود مجبور ہوں۔ یہ بتاؤ کہ وہ سردار جو گودی کا مظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ وہ انگریزی جانتا ہے؟“

اس نے انکار میں سر ہلایا کہ ”میرری معلومات کے مطابق وہ پچاس برس کا بوڑھا ہے اور اسے تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ صرف اپنی مقامی زبان بولتا ہے۔“

میں نے مجبوراً غماہری ”پھر تو میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا لیکن ہاں تمھارے ہلنے اور تمھارے قتل ہونے کا تمھارا مشا بھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ میں محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہوں، میری آخری کوشش یہی ہوئی کہ گودی تمھاری سہیلہ اس کے لیے میں تمھارے شاندار نشانہ بننے کو بھی تیار ہوں۔“

”میں جانتا ہوں فرما دیا صاحب! آپ ایسے ہی آدمی ہیں، دوسروں کے لیے جان بازیاتے ہیں۔“

پروفیسر نے نارڈرسل نے بزرگانہ انداز میں کہا ”بے شک میں نے تمھیں پوچھا ہے اور سنا ہے کہ تم دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے ہو لیکن وہ اور مواقع ہوتے تھے۔ اب تک تمھیں پاس کوئی نہ کوئی ہتھیار چھوڑنا تھا اور کوئی ہتھیار نہ ہوتا تھا۔ پتھری کا ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ یہاں تو ہتھیار بالکل نشتہ ہو چکے تھے۔“

”اگر ایسے ہی تم ایک ننگہ لڑکے کو اپنی جان کی بازی لگاؤ گے تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوگی۔“

”میں جب کسی کام آتا ہوں تو یہ نہیں سوچتا کہ میری جان کتنا خطرہ ہے۔ اس طرح کام آتے ہوئے میں مر جاؤں تو اسائنٹ کا حق ادا ہو جاتا گا۔“

”کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمھارے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔ ایسی عورت جو اپنی شکل بھی استعمال نہیں کر سکتی۔ اور وہ جسمانی اعتبار سے بہت کمزور ہے، حسین بھی ہے اور یہ لوگ اسے گدھوں کی طرح لٹچ لٹچا کر کھا جائیں گے۔“

”پروفیسر! تم مجھے اپنی جان بچانے کی دانشمندی سکھائے ہو۔ یہ تو جو کہ تم خود خزانے کے لیے کسی طرح جان کی بازی لگا کر یہاں تک آتے ہو۔ کوئی خزانے کے لیے جان دیتا ہے اور کوئی کسی کی عزت بچانے کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے۔“

رسوتی کی عزت ہے، ایسے ہی گودی کی عزت ہے۔ اس کے لیے میں ہر حال میں مجبوراً ساتھ دوں گا۔“

پروفیسر نے ایک گری سانس لے کر کہا ”تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ بہت بڑی حماقت ہوئی کہ خزانے کے لیے یہاں تک چلا آنا۔ اس لیے کسی حماقت کو صحیح دیتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔“

میں نے کہا ”پھر میری خزانے کا لالچ باقی رہتا تم آتے یا تمھارا تخت آتا۔ باقی دی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس جھوٹی بیوی سے رابطہ رکھنے کے ذریعے بیچہ کی گھنٹا۔ اور پھر وہیں آیا تو اس کے سینے میں خنجر چبوتے تھے۔ اسے کس نے ہلاک کیا تھا؟ کیا ایڈولف نے؟“

پروفیسر نے نارڈرسل نے کہا ”یہاں تو عیسائی راہب ہے اس نے ہمیں بتایا ہے جس خزانے کے لیے ہم آئے تھے۔ عرصے پریشان ہے وہ یہاں کی مشہور قوم کا تاریخی خزانہ ہے۔ صدیوں پہلے ان کی موت بڑے قبیلے کے ایک بیٹے نے ڈاکوئی اس خزانے کو ایک معبد میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کی پیشین گوئی تھی کہ اس خزانے کو جو ہاتھ لگائے گا اس پر آفتیں نازل ہوں گی، جو اسے حاصل کرنا چاہے گا وہ بے موت مارا جائے گا۔ یہ خزانہ ایک مقدس امانت ہے اور اسے کسی کے پاس بھیجنا کہ جس کے لیے رکھا گیا ہے۔“

اس سے پوچھا گیا ”یہ خزانہ کس کی امانت ہے؟“

اس نے جواب دیا ”اس عورت کی امانت ہے جو یونین سے جوانی تک کسی سمیٹے دیوا مالک کی یادوں کو دل میں جگہ کرتی ہے۔ جو ہمیشہ روحانی عمل میں مصروف رہی ہو، جس نے کبھی دولت کا لالچ نہ کیا ہو۔ جب وہ شادی کرے گی اور اپنے شوہر کے پہلے بچے کی ماں بننے والی ہوگی تو یہ خزانہ اسے آپ ہی آپ مل جائے گا۔“

اس کی باتیں سننے کے دوران میری نگاہوں کے سامنے رسوتی کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ کیونکہ وہی ایک ایسی تھی جس نے یونین سے جوانی تک دیوا مالک کی عبادت سے منہ میں اپنی عمر گزار دی۔ وہ لاکھ شوقوں کے دوران اپنے بیٹوں کے گمان دھیان میں کھرتی رہتی تھی، اس نے کبھی دولت کا لالچ نہیں کیا تھا۔ ہماری شادی کو سن کر کھٹکتے ہوئے چکے تھے اور اتنی باتوں میں صرف ایک ہی بات کی گئی کہ وہ تھی اور وہ یہ کہ اجماعی وہ میرے بچے کی ماں نہیں بن سکتی۔ تو بس کہتا ہے کہ اس بیٹی کو کس کی پیشین گوئی تھی درست ہو جائے۔“

پروفیسر نے نارڈرسل کہہ رہا تھا ”راہب نے تمھیں بتایا ہے کہ یہ بیٹی کوئی صرف ایک بیٹی نہیں ہے۔ ان مشہور قبائل کی نائیک خندوں سے کہتے ہی نسبت وفراز سے گزرتی ہی اور کئی بار اس خزانے کی کوشش کی گئی اور چرانے والے بے وقت

مرتے رہے یا کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے رہے۔ کبھی علاج بیماریوں کا شکار ہوتے۔ کبھی کسی آندھی میں گم ہو گئے۔ کبھی کسی سیلاب کی نظر ہو گئے۔ لیکن خزانہ ہوں گا تو موجود رہا اور یہ خزانہ اب بھی اس معبد میں بیٹھی جلتے جا رہے ہیں۔ جب تک اس کی حفاظت نہیں کی گئی اس وقت تک کوئی اس خزانے کا ایک ٹکڑا بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاسکے گا۔“

میں نے پروفیسر سے کہا ”میں نے آپ سے والٹر کے قتل کے متعلق پوچھا ہے۔“

وہ بولا ”میں میں یہی بتانے جا رہا ہوں۔ کیوں کہ یہ لوگ اس خزانے کو کسی کی امانت سمجھتے ہیں اس لیے یہ برداشت نہیں کرتے کہ کوئی بھی اس کو ہاتھ لگائے، جو بھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ پہلی بار جب ایڈولف خزانے کو لے کر اس چٹان سے نیچے اتر کر اس میدان تک پہنچی تو ان لوگوں نے ایڈولف کو گرفتار کر لیا۔ وہ سین عورت ہے اس لیے قتل نہیں کیا۔ دوسری بار جب والٹر چلے آیا تو اس کے سینے میں خنجر چبوتے ڈیا گیا اور اسے رسی سے باندھ کر چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ وہ اوپر چلے اور وہاں جو لوگ موجود ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ادھر کا رخ نہ کریں، لیکن لالچ بڑی ہلاک ہے۔“

اس جھوٹی بیوی کے فرض پر سوچا گیا تھا اس لیے اس میں ایک طرف دیوار کے پاس پہنچنا مار کر بیٹھا گیا پھر میں نے جھجور سے کہا۔ ”میں اس وقت اپنی بیوی کے پاس صبح کے ذریعے جا رہا ہوں تمھاری گودی کی بھی خبر لوں گا۔ تم میں سے کوئی مجھے ڈسٹرٹب نہ کرے۔“

یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔ میرے سامنے دوڑا تو بیٹھتے ہوئے بولا ”اطمینان رکھیں آپ کو کوئی ڈسٹرٹب نہیں کرے گا۔ میں آپ کا پرہیز دار بن کر رہوں گا۔“

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے میں رسوتی کے پاس پہنچی گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی ”یہ اتنی دیر سے کہا کھا چلے گئے ہیں۔ ایک دو سیکنڈ کے لیے تو دماغ میں جھانک کر میری خبر یہ معلوم کر سکتے ہیں پھر چلے جایا کریں۔ میں انھیں کب روکتی ہوں۔“

میں نے کہا ”میں آ گیا ہوں۔ پریشان کیوں ہوتی ہو۔ یوں کہنا کتنا جاہتی ہو جو اس وقت شہرہ کا کیا حال ہے؟ کیا پھر بہت تیز ہے؟“

”ہاں بہت ہی تیز تھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ دہشت سے بیمار رہتی ہے۔“

میں نے پوچھا ”کیسی دہشت ہے؟“





دیر بعد اس نے باہر آ کر راہب سے کچھ کہا۔ میں نے راہب کے  
 دماغ میں پہنچ کر اس کا ترجمہ کرنا۔ وہ کہہ رہی تھی یہ عورت  
 کنواری نہیں ہے بیاتہا ہے۔ یہ بچے کی ماں بننے والی ہے۔  
 یہ سنتے ہی میں چونک گیا۔ میں باپ بننے والا تھا۔ وہ  
 وجہ ڈاکٹر راہب سے کہہ رہی تھی یہ ابھی میں مراد سے جب کہ میں  
 گی کہ بڑھوتری چھتری کے ذیلی آسمان سے آئی ہے۔ وہ ماں  
 بننے والی ہے اسے کوئی فائدہ نہ لگائے ورنہ دیوتا کا غلبہ ہم  
 پر نازل ہوگا۔

میں چورسوتی کے پاس پہنچ گیا اس وقت ایک عورت  
 ایک چیلے میں کوئی مشروب دوسوتی کی طرف بڑھا رہی تھی اور  
 وہ پینے سے انکار کر رہی تھی میں نے اس سے کہا: یہ جو پینے  
 کے لیے ہے یہی ہے اسے بہا جاؤ۔ یہ غریبوں کی تعاری حمایت ہیں  
 ہیں۔ تمھارے لیے یہ نموش غریب ہے کہ تم ماں بننے والی ہو۔  
 میں بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں بھی بچے کا باپ ہوں گا۔  
 میں تو شر پر بنا بھی نہیں جانتا تھا تم نے مجھے سب کچھ بنا کر  
 دکھ دیا ہے۔  
 وہ خوش سے کھلی کٹی تھی مسکرا رہی تھی میں نے کہا۔  
 اب کیا مسکرا رہی ہو چلو اس بیالے میں جو کچھ بھی ہے لے  
 پنی جاؤ۔

وہ بولی یہ تم نے مجھے اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے  
 اب نہ ہر پیسے کے لیے بھی کوئی تم میں پی لوں گی؟  
 یہ کہہ کر اس نے پیالے کو لیا اسلئے پینے لگی مکنی کیسا  
 مشروب تھا مجھے پینے کے بعد اس نے منہ بنایا اسے اچکانی  
 سی آئی پھر منی ہونے لگی۔ جب وہ نے کرنے کے انداز میں  
 منہ سے آوازیں نکالنے لگی تو دروازے میں کھڑی ہوئی وجہ  
 ڈاکٹر نے اسے بلت کر دیکھا اور سکرانے کوئے راہب سے بولی۔  
 وہ بیگنوں کی ترقی تھی کہ وہ بیٹے والی ہے۔ یہ مشروب پلاتے ہی  
 اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ اسے متلی ہو رہی ہے اور اچکانی  
 آ رہی ہے۔ اب میں پیشین گوئی کرتی ہوں کہ یہ ایک بچے کو  
 جنمے گی۔

میں راہب کے دماغ سے اس کی باتوں کا ترجمہ کرنا  
 تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا دوسوتی نے مجھے  
 دیکھتے ہی دیکھتے باپ بنا ڈالا ہے اور میں جو دنیا کے ایک ستر  
 سے دو ستر برس تک جگتا پختا ہوں تو کیا اب یہ بچہ جیسے  
 باؤں کی زنجیر بن جائے گا؟ بے میری ذمہ داریوں کا احساس  
 ڈلائے گا کہ میں اس بچے کی پرورش کے لیے اس کے اچھے  
 مستقبل کے لیے اس کے ساتھ ساتھ رہوں اور ایک باپ کی

شفقت بخت اور دنی تو تیرے کو اس کے مستقبل کا  
 بناؤں اگر ایسا نہیں کروں گا تو بچہ بڑا ہو کر میرا حارس کرے گا  
 میں سوچ رہا تھا اور پیشین گوئی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر  
 دیتا ہے اس پیمانہ کو ضرور شوکر کے ساتھ نموش بڑا ہو  
 بھی تو دوسوتی خوش ہو رہی تھی اور میں پیشین گوئی کرتا تھا  
 میں بھی ایسی زندگی گزارنے کا قصد بھی نہیں کرتا تھا۔  
 میں دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو سمجھ لیتا ہوں اور  
 دماغ کے اندر بھی جو ایک بات چھپی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ  
 میں طرح دیتی تھا کہ جیسا کہ سنا ہوں میں طرح باپ بننے  
 گزرتی کر سکتا ہوں۔ اب تو یہ ہو رہی رہا تھا اور جو مرد تھا  
 سے میں کئے انکار کر سکتا تھا میرا اور دوسوتی کا رشتہ بہت  
 مضبوط تھا کہ اب اس ضمنی میں ایک بچہ بھی شامل ہو گیا تو  
 نہ تو میں انکار کر سکتا تھا۔ نہیں اس وقت کو توڑ سکتا تھا اور  
 میں کتھرا کر میں بل سکتا تھا۔

بر حال وہ آدی بلی کو بڑے کے پاس سے چلنا ہوا  
 میں پہنچ گیا تھا۔ چند منٹوں نے اسے گرفتار کر لیا تھا اور  
 راہب کے سامنے لے آئے تھے۔ راہب نے پوچھا تم کون  
 اور کہاں سے آئے ہو؟

اس نے جواب دیا میں فراد ملی تھو کہ اس وقت  
 نہات دلائے کے لیے آیا ہوں۔ اسے راکرنے کے سلسلے  
 میں تمھارے مردار کا جو بھی مطالبہ ہو گا ہم اسے پرا کر  
 رہتے جواب دیا یہ بیان تمام قبیلوں کا ایک بڑا  
 ہے جو کسی وقت بھی بیان پہنچنے والا ہے۔ وہی قبیلہ  
 کہہ کر ہاگز نہا ہے اور کے قیدیوں دکھتا ہے اور کے  
 ڈالنے ہے۔

اس نے کہا: تو مجھ کو تمھارے مردار کے آنے تک  
 جلدی کی اجازت دی جائے میرے سلسلے سے تھی بہت سے  
 میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا تو وہ  
 بہتی پر چلو کر دیں گے۔  
 راہب نے یہ بات مردار کو بتائی مردار کچھ دیر تک  
 رہا پھر اس نے کہا: اس شخص کو جانے دیا جائے۔ جب  
 مردار اچیلے گا اور دن سے کوئی کھوتہ کرنا چاہے گا تو اس  
 بدلہ ہمیں ہی بلایا جائے گا۔  
 اس نے مجھ سے ملنے کی فرمائش کی لیکن راہب نے  
 اجازت نہیں دی۔ میں نے اس سے سوچ کے ذریعے  
 تم یہاں سے جاؤ۔ جب مردار کے آگے تو بات بہت  
 اور جب تک مردار نہیں آئے گا اس وقت تک تم

یہ تھا اسی بچہ قیام کرے گا۔  
 میں بلی کو بڑوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچے ہی  
 ایک کے سامنے میں نے فائرنگ کی آواز سنیں میں نے  
 اپنے سے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ فائرنگ  
 اور مارا دھوئے گزرتے والا تھا۔ مجھے اس کا راستہ نہ کاہم  
 بلکہ بات چیت کے ذریعے آپ لوگوں کو روک کر مانا  
 پائے تھے۔ اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں طرف فائرنگ  
 رہنے لگی۔

میں نے پوچھا: اس سردار سے باتیں کیسے ہوئیں کیا  
 غریب جانتا ہے؟  
 جی ہاں۔ وہ اگرچہ جمشی ہے اور افریقہ کے اس حصے  
 کے لیے شہ قیام کا سب سے بڑا سردار ہے تاہم وہ انڈین قسم  
 کا پاس ہے۔ اسے تھا اور بہتر ان انگریزی بولی لیتا تھا۔  
 میں نے کہا: تم سے مخاطب کرو تاکہ میں اس کے دماغ  
 میں پہنچ جاؤں۔

وہ اور دھڑکتے ہوئے بولا: راہب! وہ تو قیلاہ  
 تھا دیکھتے ہی دیکھتے نظر اٹل سے اور چل ہو گیا ہے۔ تیرے  
 میں مل رہا ہے کہ اس جنگل میں کہاں ہے۔ کہیں نہیں  
 سے گلی چلا تم سے اور ہلے سے ایک آدی کو جاٹ جانا ہے۔  
 ایک تک ہلے تین آدمی مر چکے ہیں اور ہم تین بچے ہیں۔  
 اگر وہ مردار تعلیم یافتہ ہے تو اسے صلح صفائی کی  
 آئی کرنا چاہیے تھیں آفر وہ تم لوگوں کی کسی بات پر  
 ہو سکتا ہے۔  
 ہماری کچھ میں نہیں آتا کہ آفر ایسی کیا بات ہوگی  
 کہ تم نے پوچھا تھا کہ سستی جو قیدی ہیں ان میں صرف  
 اور ان کو جو رہی ہیں۔ ہم نے بتایا تھا کہ عورتیں ہی ہیں۔ ہم  
 کہاں سے مہذا ان شہزادہ کو دی تھی۔ اس سے اغناہ ہو سکتا ہے  
 انڈین کو مل کر چاہتا ہے۔  
 اسے کسی طرح مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ تک پہنچنا  
 چاہتا ہوں۔

اس نے میرے مشورے پر عمل کیا پھر نہ اٹھا کہ آوازیں  
 گئی ہیں عظیم سردار سے انکار کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے دوچار  
 ہو سکتا ہے۔  
 اس نے بات پوری نہیں کہ تھا میں نے گولی چلی اور وہ  
 اسلئے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے دوسرے ستر جوان  
 کے دماغ میں پہنچ کر بتایا کہ میں اس کا ساتھی مردار کو مخاطب کر رہا تھا  
 کہ اسے گولی مار دی گئی۔ تم اپنے آپ کو کہیں پھینک کر مردار کو مخاطب

کر دو۔ اس طرح وہ تعین پیمانہ نہ بنائے اور تعاری بات کو جواب  
 دے سکے۔ میں کسی: کسی طرح اس کے دماغ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔  
 اس نے میرے مشورے پر عمل کیا اور دوڑتا ہوا ایک بڑے  
 سے درخت کے نیچے گیا۔ درخت کے آس پاس گھسی جھاریاں تھیں  
 وہ وہاں باسانی چھپ سکتا تھا کوئی اس کا نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔  
 لیکن اس سے پہلے کہ وہ جیشوں کے سردار کو مخاطب کرتا چانگ  
 ہی ایک تیر کپڑے سے سننا ہوا آیا اور اس کے سینے میں پوسٹ  
 ہو گیا۔

وہ تڑپ تڑپ کر دم توڑنے لگا۔ میں نے اس کے ڈوبتے  
 ہوئے ذہن سے کئی بار فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ جنگل کے سائے  
 میں دھڑکتے اور وہ آوازیں گونج رہی تھیں میں نے اسے چھوڑ دیا۔  
 پھر وہاں تھوڑی سی مسخ خونوں دو لگا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی  
 کوشش کی لیکن ناکا رہا۔ شاید وہ بھی مارا گیا تھا۔ پہلی گولی بڑے  
 سارے سوار ایک ایک کر ختم ہو گئے تھے۔ بائٹک کا بھی کوئی پتہ  
 نہیں تھا۔ میں نے اس شخص کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی جو ابھی  
 بتی میں آکر صلح صفائی کی بات کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر  
 دکھ پہنچا کہ اب وہ بھی اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ وہ اندھا دھند  
 فائرنگ کی زد میں آ گیا ہو گا۔ میں چھپ چاپ دماغی طور پر پاس  
 چھوڑ پڑی میں حاضر ہو گیا جو باقیہ خانہ بھی ہوئی تھی۔

اس وقت سستی میں مرطوت مشعلیں روشن ہوئی تھیں جہاں  
 طرف اندھرا چل گیا تھا مشعلوں کی روشنیوں دور دور تک ابلال کر  
 تھیں۔ دھول تاشاب نور نور سے بچنے لگے۔ اعلان ہو  
 رہا تھا کہ تمام قیام کا سب سے بڑا سردار آپنا چاہے اور وہی وقت ہی  
 دیوتا کے سامنے گھر حاضری دے گا پھر قیدیوں کو دیکھے گا اور وہاں  
 ہو جو قیدی گئی ہیں انھیں اپنے لیے ہند کرے گا یا پھر انھیں  
 دیوتا کی عینٹ چڑھانے کی اجازت دے گا۔

میں راہب کے دماغ سے یہ ساری معلومات حاصل کر  
 تھا۔ آہستہ آہستہ سوز بڑھتا جاتا تھا، عورتیں اور مرد جو ہم کو راپ  
 بچے تھے، دھول تاشاب نور نور سے پوٹوش انداز میں چلنے  
 لگے۔ تمام قیدی عورتوں کو گھیر کر دیوتا کے سامنے لے جایا جا رہا تھا۔  
 ان میں دوسوتی بھی تھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا تم آزمت  
 میں تمھارے ساتھ ساتھ رہوں گا، تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا،  
 تمھارے چلا ہے کہ ان جیشوں کا سردار انگریزی ہست میں طرح جانا  
 ہے اور تمھیں ہادی ہے لہذا اس سے سامنا کرتے ہی تم اس  
 سے باتیں کرنے کی کوشش کرنا نہیں اس کے دماغ میں پہنچ جائیں  
 اس زیادہ شہزادہ کا بنام ہو گیا تھا اور وہ اس قابل ہوئی تھی  
 کہ ان قیدی عورتوں کے ساتھ چل کر دیوتا کے سامنے کھڑی رہ سکے

ان میں وہ بیگمور لڑکی گودی بھی تھی۔ سردار اس کے پاس آگے سے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اور جواب میں گودی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ شاید سردار اپنی بیٹی کو کھانا پہنچا رہا ہو گا کہ وہ جہور کے عشق سے باز جائے اور جو سب سے بڑا سردار رہا ہے اس کی شریک جانتے کھانے کے لیے رہی ہو جائے۔ اس طرح وہ تمام قبائل کے درباری ملکہ بن جائے گی۔ وہ اس کی بھلائی چاہتا تھا لیکن مشق تیری ہو ہے۔ وہ تختہ تاج کو نہیں دیکھتا۔ مشن و شوکت کو نہیں چھوٹا۔ جنت کی اپنی ایک شان و شوکت ہوتی ہے۔ گودی غندی لڑکی تھی اور وہ جہور کے سوا کسی دوسرے شخص کا قصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اور وہاں کچھ اور تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر گودی اور اس کے مردار باپ کی گفتگو کا مطلب سمجھا چکا تھا۔

ہم کوڑکی سے باہر وہ منفرد دیکھ رہے تھے۔ مشنوں کا دماغ آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ اور ان کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ اس روشنی میں جتنی مرد اور عورتیں جہوم جہوم کر رہے تھے۔ اور اپنے آٹے والے سردار کا استقبال کہتے تھے۔ میرے پیچھے کھڑے ہوئے۔ جہور نے دانت پیسنے کے بعد کہا: "میں اس مردار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اس نے میری گودی سے بغیر کسی کی با سے ہاتھ لگایا تو میں اس جھوٹری کی دیوار توڑ کر رکش جاؤں گا۔"

میں نے پلٹ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اگر تمہیں اپنے دلوتک کے چند چہرے دوسرے تو بھی جوش سے کام نہ لینا۔ جیت جوش میں رہنا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری گودی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہاں گودی سے پھیر چھوڑا بھی ہوئی تو صورت بہت برداشت کرنا پڑے گا۔ برداشت کرنے سے کوئی نہ کوئی بچاؤ کا راستہ نکلے گا۔"

"وہ عہدیت سردار میری گودی سے بائیں کرے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

میں نے تو تم کو جوان کی نادانی ہے۔ جوش میں اور عہدیت میں اندھے ہو جاتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ جہور میں کوئی قوم اٹھا یا آواتے لوگوں کے سامنے تمہاری ایک نہ چلے گی۔ تم گودی کے ساتھ بے ہوش مارے جاؤ گے۔ ایسی موت کا کیا نامہ جو جنت کو زندگی نہ دے سکے؟" باہر شور مچ گیا تھا۔ انا شروع کرنا پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مرد اور عورتیں بھی اپنے نمب سے بڑے سردار کا استقبال کرنے کے لیے دوڑنے ہوئے تھے۔ اور ویلنگی میں یا گلوں کو کراہ رہی تھی۔ دھول تاتے بجا رہے تھے اور پتہ نہیں آتی تھی۔ میں کہنے لگے۔ میرے گلے سے ہاتھ لگنے سے باہر دیکھا تو تین عیب گازیوں نظر آئیں۔ ایک جیب سے سردار اتر رہا تھا۔ وہ پتوں اور جرسی پہنے ہوئے تھا۔ اس کے شانے سے اسٹین گن ٹھک رہی تھی۔ کمر میں کارٹون کی بیٹی اور ہوسٹر بیل اور تھا۔ دوسری طرف

ایک بڑا سا چتر ٹھک رہا تھا۔ دوسری سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ تار اور ہاتھی جیسا ڈیل ڈول کھتے والا ہے۔ وہ اتنا مضبوط ہے کہ اگرچہ دونوں نکلوں میں دو آدمیوں کو داب کر چڑھتی کی طرح مسل سکتے اس کے ساتھ جتنے بھی چھٹی تھے وہ سب اسٹین گن اور انٹیلیس پر ہوشے تھے۔ اس نے بھی کو جید یا سطل سے آگے آگے کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ تیز سے اور تیار ہوا رہا ہے نہیں تھے۔ وہ پھر سے آگے بڑھا کہ میں اس کا چہرہ آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر یہ کہنا ہوا کہ اس کی پشت میری طرف رہی۔ وہ بڑے ہی شاندار انداز میں چلتا ہوا پتھر کے زینے پر چڑھا ہوا دیوتا کے سامنے پہنچا۔ جھک کر کھلم کی پھر ان عورتوں کو دیکھنے لگا۔

رموتی کی سوچ بنا رہی تھی کہ وہ دیشا نہ انداز میں دانت نکالے۔ ان گوری چڑی دانی عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے کچا پھرا جائے گا۔ پھر اس نے اس بیار دوشیزہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس پر بھکتا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی ہٹ گئی۔ رموتی نے سامنے آکر اس دوشیزہ کے لیے وہاں بیٹے ہوئے کہا: "میں اپنا تعارف کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام رموتی ہے۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتی ہوں؟"

سردار نے تیزی نکال کر اپنے دانتوں کی نمائش کی تھی۔ رموتی کی بات پر نہیں رہا۔ وہ بولے آواز تھی۔ پھر وہ رموتی کوئی جواب دینے بغیر وہاں سے پلٹ کر اپنے قبیلے کے لوگوں کی طرف مڑا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنی زبان میں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اس نے رموتی کی بات کا جواب نہ دے کر آواز اور بے وجہ پوچھ کر نہیں پہنچایا تھا۔ اب وہ مقامی زبان بول رہے تھے۔ اس نے کچھ بولی رہا تھا۔ میرے سامنے اپنی زبان میں کہا جاتے تو اس لب و لہجہ کے ذہنی کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔

لیکن کبھی کبھی آواز شناسی کا عیاض بن جاتی ہے۔ جب وہ بولنے لگا تو اس کی آواز سنتے ہی میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ میں اس آواز کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ وہ آواز میرے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال تک دن رات رہی تھی۔ وہ آواز بنگال سے لے کر کراچی تک میرے ساتھ سفر کرتی رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے ہی کہا: "اے اے اوگر کے بچے تھا۔ باپ میاں قید ہے۔ اپنی تیر تیر کر رہا ہے۔"

اس کے دماغ میں یہ بات پہنچتے ہی وہ ایک دم سے شگفتہ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تمام کر رہی تھی۔ "آقا آقا۔" میرے آقا کی آواز ہے۔ آقا تم نے اپنے اس غلام کو کیسے یاد کیا۔ کہاں ہو؟"

میں نے کہا: "تم اپنے آدمیوں کو ہم دو کہ تمام مرد قیدیوں کو باہر نکال کر تمہارے سامنے حاضر کریں۔ تم مجھے دیکھ لو گے۔" اس نے فوراً ہی جگمگ و جاہری جھوپڑی کا دروازہ کھل گیا۔ اس بار کوئی مہشی نیزہ تان کر جا رہے سامنے نہیں آیا۔ میں سرک پینے جھوپڑی سے نکلا۔ میرے پیچھے دوسرے آئے۔ لگے جیسے ہی میں جھوپڑی سے باہر آکر کھلے میدان میں پہنچا تو مہشی مردوں اور عورتوں کی جھیل ایک طرف چھٹنے لگی۔ بیچ میں راستہ بنا گیا۔ آہستہ آہستہ غم نے مجھے دیکھا۔ پھر وہیں سے دونوں ہاتھ اٹھا کر جھپٹتے ہوئے اور دوڑتے ہوئے آئے۔ لگا: "میرے آقا تمہارے پہچان لیا ہے۔ یہ تو آپ کا اصلی چہرہ ہے۔"

غلام نے بنگال میں میرا اصل چہرہ دیکھا تھا۔ میری جگہ کے دوران وہ میرے ساتھ رہا تھا۔ میں طارق محمود کے دوپاں اس کے ساتھ رہا تھا۔ اور اب وہ میرے چہرے سے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے آتے ہی اس نے گلے لگ دیے۔ میرے آگے سر تھکا کر لپٹے۔ دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھ لیا۔ اس کے اسی آگے تھی اس کی پوری قوم گلے لگ کر ہٹ کر دوڑیں ہاتھ سینے پر باندھ کر میرے سامنے تعظیم کے لیے جھک گئی۔ میں نے پوچھا: "یہ تمہاری عیشوں کے سردار کیسے بن گئے؟"

وہ بہت سارے جھکے ہوئے لولاہ میں تھا۔ غلام بولے: "دیسے اور سے افریقہ کا بادشاہ بن کر دکھا سکتا ہوں۔ وہ گئی یہ بات کہیں تمام قبیلوں کا سردار کیسے بن گیا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جہاں فخذہ گودی اور یہاں سمت ساتھ ساتھ چلتی ہو۔ وہاں آدمی کو سردار اور بادشاہ بننے دیر نہیں لگتی۔"

"بہر حال تم جیسے ہی اس مقام تک پہنچ گے ہو ہماری رہائی کا ذریعہ بن گئے ہو اور ایک بات سن لو کہ میں نے تندی کر لی ہے۔" "شادی! اس نے چونک کر مبرا اٹھایا: "آپنے کی ہے؟"

"ہاں میں نے کی ہے۔"

"کسی عورت سے؟"

"اے گے۔ اور کس سے کروں گا؟"

"نہیں آقا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ اپنی بڑی بھلی کریں گے۔ بلکہ ایسا مذاق نہ کریں۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ ابھی جس نے اپنا نام رموتی بتایا تھا وہ بڑی شریک جیات ہے۔ ہمارا دل سے عزت و احترام سے میرے پاس سے آؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر اس نے پلٹ کر دوڑ دوڑتے جھپٹنے کی طرف دیکھا۔ جہاں رموتی دوسری عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کھانا دوسرے لوہاں تمہاری بیگمور قوم کی ایک لڑکی

سے جس کا نام گودی ہے۔ لو جو جہاں کے سردار کی بیٹی ہے۔ تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے۔ اس کی شادی میرے اس دوست جہور سے ہوگی۔"

میں نے جہور کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا: "آقا کا حکم مرا تمہوں پر۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ پھر اس نے جہور سے مصافحہ کیا۔ پھر بہت توش نظر آ رہا تھا۔ دوسری طرف گودی بھی دوڑتی ہوئی جاہری طرف آ رہی تھی۔ میرے کہا: "اور ایک بات سنو وہاں ایک بیگمور لڑکی ہے۔ اسے دو تانکی عہدیت چڑھانے جاسے کی بات ہو رہی ہے۔ یہ غلام کبھی نہ کہ آگے تمہارا لگا کر وہاں تمہارے ساتھ بڑی طرح پیش آؤں گا؟"

"نہیں آقا۔ آپ کی موجودگی میں اسی بائیں نہیں ہوں گی۔ وہ لڑکی عہدیت میں چڑھائی جاسے گی اور اگر آپ اعتراض کریں گے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

میں نے کہا: "ہاں یہی مناسب ہے۔ وہاں صرف تین لگیز عورتیں ہیں۔ انہیں گوری چڑی لہند ہے۔ ان عورتوں کو اپنے بیٹے جن دو شباب بڑا زار ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اپنے ان عہدوں سے وہ پوری دنیا کو غم کریں گی۔"

اس وقت تک گودی دوڑتے ہوئے آکر جہور کے گلے کا ہار بن گئی تھی۔ غلام نے کہا: "میں ابھی جا کر اپنی ماکہ کو عزت و احترام سے لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ رموتی کی طرف چلنے لگا۔ میں نے رموتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "دیکھو یہ شخص جو تمام قبیلوں کا لفظ ہے۔ یہ میرا تختہ رو چک ہے۔ اور میرا فرما بنو اور ہے۔ یہ نہیں لینے آ رہا ہے۔ تم اس سے ذرا بھی خوف نہ دو۔ نہ ہونا ہے تمہارا۔ ایسے جان بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن تم جو کسی طرح کی آج نہیں آنے دے گا۔ اس بیگمور کی کو بھی سمجھا دو کہ یہ اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچانے کا اور نہ ہی وہ دیتا کی عہدیت چڑھائی جاسے گی۔"

غلام دیوتا کے جسم کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے رموتی کے سامنے جھک کر اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اس ہاتھ کو جو ہم کر آنکھوں سے لگا کر سدھا کھڑا ہو گیا اور اپنی قوم کی طرف رخ کر کے ان سے بولنے لگا۔ وہ ان کی زبان میں بول رہا تھا لیکن میں اس کے دماغ سے اس کا ترجمہ نہیں تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو بتانا چاہتا تھا: "لوگو! میں تمہارا سردار ہوں لیکن وہ شخص جس کے آگے ابھی میں جھکا ہوا تھا وہ میرا آقا ہے۔ تم سب پہلے اس کے سامنے جھک کر میرے سامنے۔"

اس کا حکم ہوا کہ پھر میرا حکم پوچھو گے اور جو عدت یہاں کھڑی ہوئی ہے جس کے ہاتھ کو میں نے جو پایا ہے اسی انگھوں سے لگا لیا ہے یہ میری مالک ہے۔ تم لوگوں کی بھی مالک ہوئی۔ اس کا بھی احترام کرو گے۔

اس کے کہنے کے مطابق پہلے تمام قبیلے داؤں نے میرے سامنے سر جھکا دیا اور وہاں سے گھوم کر روستوی کی طرف رخ کرتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اسی وقت غلام روستوی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے روستوی کی کمر کو تھام لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ پوچھ بچھ نہ سہی، اچانک ہی فضا میں بلند ہوئی۔ غلام نے اسے دونوں ہاتھوں سے لہجائی اٹھایا تھا۔ اسے جیسی غصے سے لگا رہے تھے۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پھر غلام نے روستوی کو اپنے کانہ سے پر بھرا لیا۔ ڈھول تاشے بجنے لگے اور وہ ڈھول کی تال پر فضا میں کرتا ہوا روستوی کو کانہ سے پر بھرا کر میرے پاس لے آیا۔

وہ رات ہمارے آرام ادا کرتی رات تھی۔ غلام نے ہمارے لیے بہترین کھانوں کا ادا اس جنگل کے مطابق بہترین رہائش کا انتظام کیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پوچھا: آقا! مجھے بتائیں کہ آپ یہاں کیسے پہنچے ہیں وہ کن حصیوں سے گزر رہے ہیں؟ میں نے پوچھا: پہلے تم یہ بتاؤ کہ ہم افریقہ کے کس حصے میں ہیں؟

”ہم اس وقت ناہیچہ پاکے ایک دریاں جنگلی علاقے میں ہیں۔ یہاں سے کون نامی شہر تیریل کے فاصلے پر ہے۔ میں نے پوچھا: کیا یہاں سے ایتھوپیا جانے کا انتظام ہو سکتا ہے؟“

”آقا! میں آپ کے لیے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کا انتظام کر سکتا ہوں۔ آپ یہاں حکوم کو گئے اور یہاں سے پوچھا: آپ بہت تھکے ہوئے ہیں، چھی طرح آرام کرو گے۔“

میں نے کہا: میری دوسری ساتھی عورتیں حصیوں میں گرفتار ہیں۔ وہ ادھر ادھر جھنگل میں ہیں۔ مجھے کبھی صبح ہی یہاں سے روانہ ہونا پڑے گا۔ میں ایک جگہ ٹھہر رہی ہوں۔ اور وہ سب میرے ساتھ ہوں، تو میں یہاں بہت عرصے تک قیام کر سکتا تھا۔“

”آپ مجھے ان لوگوں کا پتہ بتائیں کہ کہاں ان لوگوں سب کو یہاں لے آؤں گا؟“

میں نے انکار میں سر ہلایا۔ تم جانتے ہو کہ ہمارے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سازشیں چل رہی ہیں۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ ہمارے راستے سردرد کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو بھی رہے گا اس کا بھی ناظرہ بند کیا جائے گا۔ تم صرف ہماری رہنمائی کرو۔ میں خود وہاں تک جاؤں گا۔“

”آقا! مالک کا پاؤں بجا رہی ہے۔ ایسی صورت میں ان کا طویل سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں ہے اگر آپ مجھے اور میری قوم کو خدمت کرنے کا موقع دیں تو ہم اپنی مالک کو نذر دست و توانا بنا دیں گے اور یہی بھی صحت مند رہا ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ ان کی ٹیلی ویژن کی صلاحیتیں، تم ہوجاؤں گی۔ وہ مارا کر ڈھو چکا ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ہر اتنی جلدی ان کو صحت یاب کریں گے کہ ان کی صلاحیتیں بھی واپس آجائیں گی۔“

روستوی ایک آرام دہ لیٹر پر نیم ہلانگھی اس کے سر جانے دو خدا دماغ کھڑی ہوئی چنگھا کھیل رہی تھیں۔ عورتیں ہولے ہولے اس کے پاؤں کو داب رہی تھیں۔ اسی طرح دوسرے نگر و غلام میری بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ روستوی نے کہا: فریاد جب سے مجھے یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں تو میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ جو کچھ بھی میرے دماغ میں چلا میں تمہارے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ تم اس پر سنجیدگی سے غور کرو۔ بات یہ ہے کہ جب سے تم نے زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھے اس وقت سے تم کو آج تک کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکے۔ تمہیں کبھی سکون نہیں ملا۔ دشمن ہمیشہ تمہارے پیچھے لگے رہے۔ اگر دشمنوں نے تمہاری طرف رخ نہیں کیا تو تم خود پرانی آگ میں کود پڑے۔ تمہارے ساتھ کچھ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ جنگ سرد آئی تمہارا مشغلہ بن گیا ہے۔ لیکن میں سوچتی ہوں اگر تمہارے یہ طوطے چلتے جاری رہے تو میرے بچے کی زندگی بھی خواہات میں گھری رہے گی۔ اور میں اپنے بچے کو خطرات سے بھدھنا چاہتی ہوں۔ اس کی اچھی طرح تعلیم تربیت کا خیال رکھتے ہوئے اس کی اچھی طرح پرورش کرنا چاہتی ہوں۔ یہ ایک ماں کا فرض ہے اور ایک ماں کا سب سے پہلا فرض یہ بھی ہے کہ بچے کو حصیوں سے بھدھ رکھے۔“

میں نے اس کو کہا: ”محبیبوں سے دوڑ کئے کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم میرے بچے کو مجھ سے بھدھ رکھنا چاہتی ہو۔“

وہ اقبابت میں سر ہلا کر بولی: ”ماں بچے کو بھی ادھر خود

کو بھی جیسا کہ اس وجہ ڈاکٹر نے پیش کر کے کہ میں ایک بچے کو جنمو دوں گی تو میں اور میرا بچا تم سے دور نہیں رہے گا۔ دنیا کا وہ کون سا ایسا علاقہ ہے جہاں تم ہوگی، اور وہاں میں پہنچ نہیں سکوں گا؟“

”تم پہلی پستی کے ذریعے میرے پاس اور بچے کے پاس پہنچنا چاہو گے تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی۔ لیکن تمہیں آنا چاہیے تو اترتے ہو کہ اس کی جگہ اپنے بچے کی سلامتی کو دیکھو۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں بچے کی خوشخبری کی کہ اپنے اندر کیا انقلاب محسوس کر رہی ہوں۔ میرے دل میں اس وقت صرف اپنے بچے کی چاہت ہے۔ اب میرے سامنے کوئی سخت کوئی رشتہ نہیں۔ اس بچے کے ناتے سے صرف تمہارے ساتھ رشتہ ہے۔ میں تمہاری عزت کرتی ہوں۔ تمہاری محبت کی قسمیں کھاتی ہوں اور تمہاری محبت کے لیے ساری عمر اس بچے کی حفاظت میں گزار دوں گی، لیکن تمہیں بھی اپنی محبت اور اپنے بچے کا واسطہ لے کر کہتی ہوں کہ میرے اور اپنے جذبات کے متعلق سوچو۔ میرے دوستوں کو اس کا علم ہوگا تو وہ کسی نہ کسی طرح اس بچے کو انٹار کر کے تمہیں بلیک میل کرتے رہیں گے۔“

غلام نے کہا: مالک ٹھیک کہتی ہیں۔ سب سے پہلے بچے کی حفاظت کے متعلق سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیے۔ میں نے روستوی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: ”ہم اپنی جلد جہاں چاہیں گے۔ یہ کسی کی قسم ہے۔ ہم اس محبت کو اپنے سینے میں کیسے دفن کر کے رکھ سکیں گے۔“

”اگر اپنے بچے کی عبادتی مقصد ہے تو ہر اپنے سینے پر پہاڑ بھی رکھیں گے۔ محبت کو دفن کر کے کھنا کوئی فخری بات نہیں ہے۔ میں عورت ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ میرے امرو میرے سوا کسی اور کا نہ ہو اور ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہے لیکن میں بھی اپنے سینے پر ہتھ رکھ کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں کہ بچے کی خاطر تم سے دور رہوں گی۔ میں اس فیصلے پر عمل کروں گی۔ تمہیں خدا کا واسطہ میرے ہی متعلق کے مطابق فیصلوں تو۔“

”لیکن تمہارا کہاں رہو گی؟ دشمن تمہیں اور تمہارے بچے کو پہچانتے ہیں۔ تم جس ملک میں جاؤ گی، جس شہر میں بھی رہو گی، وہاں لوگ تمہیں پہچانیں گے اور ہمیشہ تمہاری ناک میں رہیں گے۔“

غلام نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”آقا! یہ بات مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں ان جنگلوں کا بادشاہ ہوں۔ اگر میری مالک

بچے کی خاطر آپ سے دور رہنا چاہتی ہیں تو یہ مہذب دنیا سے دور رہ کر ہمارے ساتھ زندگی گزار سکتی ہیں۔ بچہ اپنی جنگلی میں جڑے گا اور ہمیں پرورش پائے گا۔ ہم اسے محفوظ ترین انسان بنائیں گے۔ یہ تو ہوا اڑا ہوگا تو شہر کے اسکول میں جائے گا۔ وہاں میں اور میرے آدمی اس بچے کی قدم قدم پر حفاظت کریں گے۔ مالک بچے سے شہر میں نہیں ملے گی۔ لیکن میں یہی چاہتی ہوں کہ اس کا پاس آنا کرے گا۔ اسی طرح وہ کالج اور یونیورسٹی وغیرہ میں تعلیم حاصل کرے گا۔ ہم اسے دیکھ کر بہترین معلوم و فہم میں ماہر بنانے کی کوشش کریں گے۔“

روستوی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”ماں! میں اسے ٹیلی ویژن اور لوگا کا بادشاہ بناؤں گی۔ میں اسے ایک قابل شکست انسان بناؤں گی۔ کسی انسان کی مجال نہ ہوگی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بڑھ سکے۔“

”آقا! آپ کا بیٹا اس غلام کے سر کا تاج ہوگا جو اسے کیا جائیں گے۔ یہ تو اسے والا دقت ہی تیلے گا۔ اچھی تو آپ اپنا فیصلہ سنا لیں۔“

روستوی نے کہا: ”میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ میں غلام کے ساتھ جنگلوں اور دریاؤں میں زندگی گزار دوں گی۔“

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا: ”میں روستوی! یہ لیکن نہیں ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے دور بھاؤں۔ ہاں کچھ عرصے کی بات ہو تو میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔“

حاصل کرنے کے بعد اپنے عہد پر بھی خیال خوانی کے فائدے مطمئن ہو جاؤں گی کہ کوئی تمہارا پیچھا نہیں کر رہا ہے۔ تب میں تمہیں اپنے پاس آنے کی اور پیچھے سے ملنے کی اجازت دے دوں گی۔ اس سے پہلے تم مجھ سے پاس نہیں آؤ گے۔

میں نے تاکید میں مسمرا کر کہا کہ اس بات کو میں مان سکتا ہوں۔ تمہاری شہلی بیٹی کی صلاحیتیں واپس آنے تک تم سے دور ہوں گا۔ اہم جاننا ہوں کہ سببت جلد یہ صلاحیتیں تمہیں واپس مل جائیں گی کیونکہ غلام جس طرح تمہاری تیمارداری کرے گا، جیسی یہاں کی بڑی بوٹیوں خالی ہوا میں استعمال کرانے کے لئے تیار رہتا ہے، وہاں بھی وہاں جیسی ہی صلاحیتیں بھی حاصل کر لو گی۔

وہ بولی " تو پھر یہ فیصلہ پکارتے۔ تم اپنی زبان سے نہیں پھرے گے؟

" میں نے ہنسنے ہوئے کہا " تم تو اپنے لیے کی خاطر میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ جیسی میں اہم بھی ہوتا رہا ہوں گا۔ اگر سب کے کی بھلائی کے لیے فیصلے میں کچھ تبدیلی کوئی بڑی تو ہم مل کر کر لیں گے۔ فی الحال تو میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا، مرجانہ اور سائرہ بانو کی خبر لیتا چاہتا ہوں جب تک تم غلام کو اپنے پاس نہ لاناؤ کہ ہم کن کن حدیثوں سے گزرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں میں اچھی واپس آ جاؤں گا۔

میں نے سب سے پہلے سائرہ بانو کا حال معلوم کیا۔ وہ ڈیڑھ سال کے ساتھ اس فارم میں قید تھیں جہاں میں خیال خوانی کے بعد انہیں چھوڑ کر آیا تھا۔ وہاں اچھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ انہیں کسی طرف سے خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے میں انہیں چھوڑ کر سونیا اور مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

جب میں نے پہلے باہر سونیا اور مرجانہ کو دیکھا تھا تو وہ ہوش کے ایک کمرے میں تھیں۔ سونیا، مرجانہ کا میک اپ کر رہی تھی اور اسے عورت سے مرد بنا رہی تھی تاکہ مرد کے روپ میں ہوش سے باہر جلتے اور باہر جو لوگ نگرانی کرتے ہیں وہ ان کی نگرانی کرتی رہے۔ ہوسکے تو ان لوگوں کو نگرانی کی جگہ سے ہٹا دے تاکہ سونیا بھی دوسرے روپ میں ہوش سے باہر نکل سکے اب وہ نہ تو سپر مارٹر کی تنظیم سے کوئی مدد لینا چاہتی تھی اور نہ ہی اپنے اصل روپ میں رہنا چاہتی تھی اس لیے دونوں نے اپنا اپنا روپ بدل لیا تھا اور اب ہوش سے باہر نکل کر یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ آخر ان لوگوں کو کیڑا پو اور اخبارات سے دور کیوں رکھا جا رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات

ہے۔ جب میں بھی اس سائز سے بے خبر تھا جو میرے ملک کے خلاف لگتی تھی۔

سونیا کو پہلے ہی شہر ہو گیا تھا کہ کوئی بہت بڑی سائز ہو رہی ہے۔ ایسی سائز جن کو سپر مارٹر کی تنظیم کے افراد بھی سونیا تک ریڈیو اور اخبارات پہنچانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ سائرہ بھر وہ جان بوجھ کر خود ڈھیل دے رہے ہیں۔ اس تنظیم میں مادام سونیا کی اتنی زیادہ اہمیت تھی کہ سپر مارٹر کے بعد اس کا حکم مانا جاتا تھا، لیکن اس وقت جو ڈھیل دی جا رہی تھی تو لانا کبھی شہر پیدا ہوتا تھا کہ اس تنظیم کے لوگ بھی اس معاملے میں مخالفت برت رہے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو بھی نکل کے باہر کی دنیا کی کوئی خبر نہ ملے۔

مرجانہ کا میک اپ مکمل ہو جیلنے کے بعد اس نے ناپینے میں دیکھا تو سر سے پاؤں تک وہ ایک قدماد مرد نظر آ رہی تھی۔ اس کی ہلکی ہلکی موچھیں نہانی لگی تھیں جسے کوئی تو خیز جوان ہو، جس کی دائرہ منی نہانی ہو۔ موچھیں ہلکی ہلکی نکل آتی ہوں۔ وہ بہت ہی خوب و جوان مرد نظر آ رہی تھی سونیا نے اسے دیکھا کہ اس کی گردن میں بائیں ٹٹلتے ہوئے کماؤ دیکھو میں تمہیں ایک بات سمجھا رہی ہوں۔ باہر جا کر سچ سچ مرد نہن جانا اور کوئی پرہاشی نہ کرنا اگر میں نے کسی عورت کو تمہارا قریب دیکھا تو بہت بڑی طرح پیش آؤں گی۔ یہ مرجانہ ہنسنے لگی۔

تھوڑی دیر تک اس نے سونیا سے پھر پھر جھڑک کر اس سے الگ ہو کر دو دانے کے طرف گئی۔ وہ بیٹوں اور بیٹیاں ہنسنے ہوئے تھی اور بیٹیاں کے اوپر ایک بیٹھ کر رہ کر دکھاتا تھا وہ اس قدر سمارٹ نظر آ رہی تھی کہ کوئی اسے دیکھ کر عورت کہہ نہ سکتا تھا۔ ایک تو اس کا ذوق ڈول اور قدر مردوں جیسا تھا سونیا نے اسے میک اپ کے ذریعے مرد بنا کر ہی بھی کر پوری کر دی تھی۔ اس نے دو دانے سے پیٹ کر دیکھا تو سونیا نے کہا۔ " تم تو یہاں غضب ڈھا رہی ہو، پتہ نہیں باہر جا کر کیا کھلوانا؟ " اطمینان رکھو تم میری اہانت ہو اور میں تمہاری اہانت ہم اب باہر ملیں گے اور کسے۔

یہ کہہ کر اس نے دو دانے کو کھولا اور باہر لگی۔ باہر اوری برآمدے میں دو چادر ڈیڑھ ڈیڑھ اور دوسرے کردوں میں آئے جلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے ایک نظر مرجانہ پر ڈالی۔ اسے کوئی " اجنبی مرد سمجھا اور اپنے کانوں کے رہے۔ وہ اطمینان سے جانتی ہوئی زینے کے پاس آئی پھر زینے سے اترے ہوئے بڑے سے ہال میں پہنچی جہاں لوگ اس وقت دوپہر کا کھانا کھانے میں مصروف تھے کاؤنٹر ٹوک نے اس پر ایک

ڈالی لیکن وہ بھی شہر نہ کر سکا کہ دو عورتیں جو کمرہ نمبر ۱۰ میں گئی تھیں ان میں سے کوئی مرد بن کر واپس جا رہی ہے۔

وہ ہوش سے باہر آ گئی۔ وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہو رہا اور ڈھن نظر میں دوڑاتے ہوئے جیسے باہر کے ماحول سے نفٹ اندھ ہونے کی ایک تنگ کرنے لگی۔ اس دوران اس نے ایک دخت کے نیچے کھڑے ہوئے اس شخص کو دیکھ لیا۔ یہ ہوش کے کمرے سے اس نے اور سونیا نے کھڑکی کے پار دیکھا۔ وہ شخص وہیں دخت کے پاس کھڑا ہوا اس کی کھڑکی کی اہانت دیکھ رہا تھا جو کمرہ نمبر ۱۰ کی کھڑکی تھی اور جہاں اب وہ ایک اپ میں مصروف تھی۔

مرجانہ ہنسنے ہوئے اسی دخت کے سلتے میں پہنچ گئی۔ ہال کو نگرانی کرنے والا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک مرجانہ کو دیکھا پھر مخالفہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پرہیزانہ سیوا آپ مادام سونیا میں یا اس مرجانہ پر مرجانہ پہننے تو بچی کی پتھر پھیل کر بولی " تم عورتوں کے نام لہو سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا میں تمہیں مرد نظر نہیں آ رہا ہوں؟ " وہ ہنسنے ہوئے بولا " دیکھو آپ کو غیر ہٹے نکل کر آئی ہیں۔ اس کی اطلاع اچھی سمجھ لی جیسی ہے۔ " مرجانہ نے پوچھا " تم تو یہاں ایسے کھڑے ہوئے ہو؟ " انی تمہارے پاس آیا نہیں ہے کسی نے اطلاع دی ہے؟

اس نے جواب دیا " کوئی نہ کہے پاس والا کوئی فردوس ملی ہمارے قبضے میں ہے۔ ہمارا ایک آدمی وہاں ڈیڑھ گھنٹہ سے آپ لوگوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ جب آپ کمرے سے نکلیں تو اس نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر مجھے شکل اور اور ان شکل سے یہ بتا دیا کہ دو میں سے ایک باہر نکل چکی ہے۔ " تم لوگ ہماری نگرانی کیوں کر رہے ہو پوچھو؟ " آپ لوگوں کی بھلائی کے لیے سپر مارٹر حکم دیا ہے کہ ہم کسی بھی اجنبی شخص کو آپ لوگوں کے قریب نہ جانے دیں۔ پتہ نہیں وہ کونسا دشمن ہوگا اور کس طرح آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ لوگ کے کمرے میں واپس چلی جائیں۔ "

" اور اگر میں نہ جاؤں تو؟ " دیکھو آپ بات کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔ میں یہاں کے مارٹر سے اجازت طلب کر دوں گا۔ آپ لوگ ہوش سے باہر جانا چاہتی ہیں تو آپ کے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور آپ حفاظت سے باہر نکل سکیں۔ "

مرجانہ نے تلخ ہنسنے میں کہا " یہ انتظامات دشمنوں سے نہیں محفوظ رکھنے کے لیے نہیں۔ اس لیے میں کہہ رہی ہوں نہ سٹی سکھیں اور اخبارات نہ پڑھ سکیں کیوں میں بات نہ سنا۔ " اس نگرانی کرنے والے نے ذرا سختی سے مرجانہ کو دیکھا پھر کہا " میں آپ سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ ہوش کے کمرے میں چلی جائیں۔ "

وہ انکار میں مسمرا کر بولی " ایسے نہیں تم مجھے خود اس ہوش کے کمرے تک پہنچا کر آؤ تو میں جاؤں گی۔ ایکلے تو کبھی نہیں جا سکتی کیونکہ میرا سونیا سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ " " میں مزید آپ کو ہوش کے کمرے تک پہنچا کر آؤں گا اگر مادام سونیا سے جھگڑا ہو گیا ہے تو صلح بھی کرانے کی کوشش کروں گا پہلے۔ "

مرجانہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پھر ہوش میں داخل ہوئی۔ زینہ چڑھتے ہوئے ادبیری منزل میں آئی۔ پھر کمرہ نمبر ۱۰ کے دو دانے پر دخت کی سونیا کھڑکی سے مرجانہ کو اس کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ اس نے فوراً ہی دو دانہ کھول دیا۔ مرجانہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی " سونیا میں آنا نہیں چاہتی تھی لیکن یہ صاحب فرما رہے ہیں کہ سپر مارٹر کے حکم سے ہمیں ہوش کے کمرے میں محدود رہنے کے لیے کہا گیا ہے۔ "

اسی وقت وہ شخص بھی کمرے میں داخل ہوا پھر دوسرے ہی لمحے مرجانہ کا ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر لایا پڑا کہ وہ جیکر اکھینٹے لگا۔ مرجانہ نے فوراً ہی مردانہ سے کہہ دیا۔ پھر اس پر تیار توڑ دوچار ہاتھ جمائے۔ وہ فرش پر لبا لیٹ گیا۔ سونیا چپ چاپ تماشاً دیکھ رہی تھی۔ مرجانہ نے اس شخص کی گردن پر اپنا ایک پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ " بولو، اچھی کلا دوادوں یا زندہ رہنا چاہتے ہو پو؟ " وہ چپسٹ ہینسی آواز میں بولا " مجھے چھوڑ دو مجھے نہ مارو۔ " ہمیں یہ بتاؤ کہ یہ تو اور اخبارات ہمارے پاس کیوں نہیں پہنچاتے جا رہے ہیں؟ "

اس کا ٹکڑا ب رہا تھا وہ دبی ہوئی آواز میں بولا۔ " آپ لوگوں تک سب کچھ پہنچ جلتے گا۔ اس لیے کہ اب تک جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ " اس نے دبی بات بتائی جو اب مجھے معلوم ہو چکی تھی یہ سننے ہی سونیا اور مرجانہ کا دم نلنے میں آگئی تھیں۔ مرجانہ غصے سے ٹھٹھیاں جھینپتے کچھ سوچ رہی تھی۔ وہ اس قدر خوش اور جذبہ میں تھی کہ اسے یہ احساس بھی نہ ہو کہ اس کے تمہوں

کے بیچے کوئی تڑپ رہا ہے۔ پہلے ہی ایسے زبردست ہاتھ اس پر پڑے تھے۔ ناک اور منہ سے خون سے لگا تھا۔ وہ بڑی طرح زخمی ہو کر فرش پر گر تھا اور اب اس کے گلے پر مر جانے کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے جوش و خواس میں نہیں تھی۔ وہ جیسے بہت دودھ پیچ گئی تھی، اودان لوگوں کا خون بہتے دیکھ کر ہی سختی جنوں نے اپنے آبا و اجداد کے رٹنے سے پاکستان کی خاطر اپنا سب کچھ گزوا دیا تھا۔ اپنا وطن چھوڑ دیا تھا اور پاکستان کو اپنا سب کچھ لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان کے اس حصے کو بھی ان سے چھین لیا۔ تاریخ میں آخری اعظم بھی نہیں ہو کر ایک اسلامی مملکت قائم کرنے والوں کو دوبارہ بھرت کرنے کی پڑی ہو اور ہر بار بھرت کرنے کے لیے اپنے پیاروں کی لاشوں پر سے گزرا یاڑا ہو۔

مرجانہ اس وقت چونکی جب سونیل نے اسے سمجھوڑ کر کہا: اب اسے چھوڑ دینی۔ اس میں جان نہیں رہی۔ وہ مٹھان میں بیچ کو جانے نہیں کر بولی۔ میں ایک ایک کائنات میں جاؤں گی۔ میں دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف جانے لگی۔ سونیل نے راستہ دکھا کر اس نے سونیا کو ایک ہاتھ رکھ لیا۔ سونیا پھر تھکر پڑا اور اسے جا لگی۔ وہ سونیا کی پروا کیے بغیر پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ سونیل نے آگے بڑھ کر ایک لالت اس کے پیٹ پر ماری۔ مرجانہ تلکھٹ کی شدت سے جھکی تو سونیا کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ پلٹ کر دوسری طرف گئی اور فرش پر گڑھی دوسرے ہی لمحے ہی گڑھی تباہ یا زباں کھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے سونیا پر حملہ کیا مگر سونیا پیٹلے سے تیار تھی اس نے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچاتے ہوئے اسے ایک ہاتھ حماد پھر بولی۔

”دیکھو مرجانہ! میں جانتی ہوں کہ تم بہت اچھی فائٹر ہو لیکن اچھے سے اچھا فائٹر بھی خشتے کی حالت میں مارا کھاتا ہے۔ مار نہیں سکتا۔ اس وقت تم بچھ سے مار کھاتی رہو گی۔ بچھ کر کھانے کی میاں سے حملہ نہیں کر سکو گی۔ میں اب بھی نہیں بھجھتی ہوں۔ پیٹلے جوش میں آؤ۔“

وہ خشتے سے بولی: سونیا! میں نہیں آخری بار بھجھتی ہوں میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تو تمہاری ہڈی پسیلی توڑ کر رکھ دوں گی۔“

”مزور توڑ دینا، مگر یہ تو بتاؤ کہ کہاں جانا جاتی ہو تو؟“

”دس نمبر کے کمرے میں۔ ابھی دو ایک دشمن اور زبردست ہیں۔ میں انہیں بھی ختم کر دوں گی۔“

سونیل نے پوچھا: ان معمولی مہل کو مارنے کے بعد کیا

انتقام ہو رہا ہو جائے گا۔ کیا تمہارے ملک کے خلاف سازش کرنے والوں کو موت آجیلے گی یہ اود تھا راجستھان میں جا جائے گا۔“

”میں کو نہیں جانتی۔ اس وقت تم میرے راستے سے سونیا دھانڈا کے سامنے کھڑے ہو کر بولی: میں یہاں سے ہٹوں اور اب میں تمیں دھوکے میں اور نہ ہی تم پر ہاتھ ڈالوں گی۔ لیکن تم پر اگلا ٹھونک کر میرا سامنے جانا یا پھر میرے شہو سے پرہیز کرنے کے لیے بھڑکانا۔“

یہ کہہ کر سونیا دروازے کے پاس سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ مزید تیزی سے آگے بڑھ کر سونیا کے سامنے پہنچ کر کھٹک گئی۔ اس کے پیٹ کے پھینکے پچھ سوچا پھر اس کے دونوں شانے ہتھا کر لڑائی طرف ہٹنے لگا اسے سینے سے لگایا۔ اور ٹھکے کر بے بس بولی: میں کیا کر لوں گا۔ تمہارے مجھ پر ہمت نہ ٹھہرا کرے گا۔ اس نے نئے عورت بنایا نمر اور اگر مکمل عورت بنایا ہوتا تو میں اپنے ملک کا یہ پڑھوٹ چھوٹ کر دو ماٹروں کرتی۔ دل کا بوجھ کچھ بھگایا لیکن میں مجبور ہوں۔ میں اتنا جہان نہیں جانتی۔ بس دشمنوں سے انتقام لینا جانتی ہوں۔“

انتقام لینے کے لیے دشمنوں سے پیچھے آدمی کرنے کے لیے جوش میں نہیں ہوش میں رہنا پڑتا ہے۔ میرا شہو مارو تو اس وقت تک کوپتے کی گوشش کو رقم اس بات کا یقین کرو اگر ضرر یا دوسرے بات نام ہو جائے تو وہ صرف چند لمحے کے لیے جوش میں آئے گا۔ اسے جوش آئے گا لیکن پھر وہ اس خشتے کو ذہن سے جھٹک دے گا۔ خشتے کو دوسرے معاملات میں لکھ رکھنے کی گوشش کرے گا۔ جوش ہی فطرت کا آوی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جوش میں آ کر وہ کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لے سکے گا۔ کیونکہ دشمن بہت گہرے ہیں اور بڑے عجیب و غریب انداز کے مالک ہیں۔ ان لوگوں سے تم ہم برس سے لڑتے چلے آ رہے ہیں اور ہماری لڑائی تمہیں ہوش میں ہے۔ اب پاکستان کے خلاف جوش میں نہ جانیے اس کے بعد تو شاید لڑائی میں جوش میں ہوگی۔ فریاد بننے لگا۔ سونیا کے گانے تمام کے جوش میں اندھا نہیں ہوگا۔ اس کے اندھا انتقام کی آگ سٹلنے سے لگی۔ اور وہ اسی دشمنوں سے بچنے چاہتا ہے کہ اس میں اود نہیں ہوگی۔ کاپر دی کر تاجا بیسے اسی کی طرح ہتھے منسکارتے دشمنوں کا سامنا کرنا چاہیے۔“

مرجانہ نے فزادہ پڑتے ہوئے کہا: میرا دوا کو اس کا شکر علم پر ناچا ہے۔ کاش کہ وہ ابھی ہم سے رابطہ قائم کرتا۔“

وہ بیٹھتی ہم سے رابطہ قائم کرے گا۔ ابھی وہ کسی مصلحت میں ہوا ہو گا جیسے ہی اپنے معاملات سے منجات پائے گا ہم سے عرض کرے گا۔“

میں ہلے بتائیں گے لیکن ابھی میں کیا کرتا ہے۔ سونو۔ دیکھو مر جانہ! تمہارے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس نے تمہیں ایک مرد کے پاس دیکھا ہے۔ دس نمبر کے کمرے میں جو دشمن ہیں ان لوگوں نے تمہیں بنے دلچسپی میں دیکھا ہے۔ کیوں نہ ہم یہاں سے چپ چاپ ہیں۔“

مرجانہ نے پوچھا: یہ کتنا جاہلی ہو کر ہم ان دشمنوں کو بولی: لڑائی تو دس نمبر کے میں تو جوڑیں۔“

سونیل نے کہا: ہاں میں یہی جانتی ہوں۔ یہ سب معمولی لوگ نہیں ہاتھ لگانا جاہلی تو ہیں ہے۔ ان کو بس پونہ سے ڈر فہنا ہو چھوڑے جاہلی دشمنی کرنے کی خوش نہیں ہیں۔ بتلا دیں گے اور ہم ان بہت دور نکل جائیں گے۔“

لیکن سونیا نے ہم نے ہٹا کر کہا ہے اسے دس نمبر کے کمرے کی شکل میں چکھتا کر میں ہوش سے باہر جا رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ دس نمبر میں اٹھنے لگے اس حراتہ دو سب میں چلے۔“

سونیا نے خود لنگھ سوچنے کے بدلے بولی: اگر دیکھ ہی لیا ہے تو بات نہیں ہوں۔ دلوں نے بھی تمہیں جھلسا دے آتے دیکھا ہوگا اور ہاتھ نہ نکل کر ہے اسے بھی تمہارے ساتھ دیکھا ہوگا۔ اب میں یہاں سے ماٹھان سے ساتھ سے چلوں گی اور کسی دوسری جگہ پہنچ کر کھلا دوسرا بس آپ کر دوں گی۔ میرے کہنے کا مقصد صرف ہے کہ ہم ابھی ان لوگوں کو بس چھوڑیں۔ تم میری بات مان لو اور یہاں سے چپ چاپ نکل چلو۔“

سونیا جواب کا انتظار کے بغیر میک آپ کا تمام سامان ایک کمرے میں ڈالتے ہوئے چھوڑنے لگی۔ پھر اس نے ڈالنے کی لگایاں رکھتے ہوئے کہا: میں یہاں سے چلے جا رہی ہوں۔ پیٹلے میں چلوں گی اس سہوہرہ منٹ کے بعد ہم اس کمرے سے نکل کر بولنے کے باہر آناں منٹ میں ایک نیکی کی گانچ کر کے رکھوں گی۔ تاکہ تمہارے سامان خشتے کے بعد ہمیں فرار ہونے میں دیر نہ لگے۔ جب تک تم یہاں لگے اور وقت تک دس نمبر کے کمرے دسلے ہی بچتے رہیں گے کہ اس کا کام ہو۔ جب تمہیں نکل جاؤ گی تو وہ تمہارا نقاب کریں گے۔ اسی صورت میں فرار ہونے کے لیے ایک ٹیکسی خریدی ہے اور ناک انتقام میں لے کر رکھوں گی۔ چھاپیں جا رہی ہوں۔“

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلنے ہی اس کی توجہ سب زہر مصلحت سے پڑی۔ یہ ظاہر ہے اور نہیں دیکھی ہی تھی لیکن اس نے سونیل سے اُدھر دیکھا تھا۔ وہ دس نمبر کا دروازہ فزادہ لگایا ہوا تھا۔ فزادہ نے اس کے کوئی چہرہ نہ دیکھا اور اسی لفظوں پر وہ دس نمبر پر جا کر اچھ کر کے لڑکھن گئی اور دروازے کو بند کر کے اس کی

طرف تھا اس وقت صرف ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے وہ اس کے قریب پہنچی وہ ٹیکسی آگے بڑھی۔ قریب پہنچنے پر تاجا نے وہاں کھلی سیٹ پر بیٹھنے کی کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بے چینی سے دوسری ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔

ہوش کے سامنے والی کشادہ مڑک پر کئی ہی گایاں گزرتی جا رہی تھیں۔ کئی ٹیکسیاں بھی اس کے سامنے سے گزریں۔ لیکن وہ خالی نہیں تھیں۔ وہ کلاں میں گھڑی نہیں ہاڑھی تھی۔ لیکن اس وقت اسے گھڑی کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس وقت معلوم ہوا چلے جیسے تھا کہ کشادہ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد مرجانہ آجیلے گی تو اس کے لیے فوراً ہی ٹیکسی کی ضرورت ہوگی اور اگر وہ دونوں وہاں ٹھہری رہ گئیں تو نقاب کرنے والے پھران کے پیچھے پڑ جائیں گے۔

کلاں دیکھ کے ہمیں ہنسنے کے بعد اس نے اندازہ کیا کہ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں مرجانہ بھی تک ہوئی ہے باہر نہیں آئی تھی۔ سونیا سوچ رہی تھی۔ اچھا ہے۔ مرجانہ ابھی نہ آئے۔ پہلے ٹیکسی لے جائے۔ چونکہ مرجانہ نہیں آ رہی تھی اس لیے سونیا خود کو تسلیاں دے رہی تھی کہ ابھی پندرہ منٹ نہیں گزرے ہیں۔

وقت کا اندازہ غلط لگایا جا سکتا ہے۔ سونیل نے سوچا۔ اگر چہ میں نے غلط اندازہ لگایا ہے پھر بھی اُدھا گھنٹہ گزر چکا ہے۔ مرجانہ اب تک کیا کر رہی ہے آئی یوں نہیں؟“

وہ بے چینی سے کبھی ہوش کی طرف اور کبھی مڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ مڑک کی طرف آتے ہی کئی ٹیکسیاں ہی چلنے لگی۔ ہوش کی طرف مرجانہ کے نظر کئی قوت تھی۔ پھر خیال آیا کیا وہ کسی مصیبت میں نہیں گئی ہے؟

اس خیال نے اسے پریشان کر دیا۔ اُدھو ہی ہوش کی طرف تیزی سے چلنے لگی۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ مرجانہ اپنے شانے سے ٹیک لٹا کر ہوش سے باہر نکل رہی تھی۔ وہ قریب پہنچتے ہوئے بولی: ”سوری، بھگے فزادہ ہو گئی۔“

سونیل نے کہا: ”اچھا یہ فزادہ ہوئی ہے؟ میرے اندازے کے مطابق آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ تم اب تک کیا کر رہی تھیں؟“

”میں کیا بچاں لے کر سے نکل رہی تھی تو میں نے کس نمبر کے دروازے کو دروازہ کھلا ہوا پایا اس نکلے غصے لگایا کہ بھگت چھ کر گرائی کر رہا ہے۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر دروازے پر زور کی کوت ماری اس کے پیچھے کھڑا ہوا آدمی لفظوں پر ہوا دس نمبر پر جا کر اچھ کر کے لڑکھن گئی اور دروازے کو بند کر کے اس کی

سویانے گھم کر پوچھا: کیا تم نے اسے تم کو دیا ہے؟

اور نہیں تو کیا تمہارے چمورے دینی؟

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کیا یہی تم میرا مشورہ مانتی ہو یہی تم مجھ

سے محبت کرتی ہو۔ اب میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ جاؤ تمہارا

میرا راستہ الگ ہے۔"

یہ کہہ کر سویانے ٹیٹ کر مرنگ کی طرف جانے لگی۔

مرجانہ اس کے پیچھے بھاڑ کر بولی آئے تھی۔ سو سونیا، میں تو

تمہارے لیے نہیں دینے کو تیار ہوں مرنگ اس دشمن کو دیکھ کر کہنے لگا: کیا

تھا میں سو سوڑی دیکھ کے لیے تمہاری باتوں کو کھول گئی تھی۔ بس آئندہ

اسی غلطی نہیں کروں گی۔ دن و عد نہ کرتی ہوں۔ اپنی قسم کھاتی ہوں تمہاری

قسم کھاتی ہوں۔ مان جاؤ۔ نہیں تو میں سب کے سامنے تمہیں اٹھا

کر کھینکنا شروع کر دوں گی۔"

وہ دونوں آگے بڑھے پلٹی ہوئی فٹ پاتھ پر اگر گھڑی ہو گئی

اسی وقت ایک کبھی نظر آئی۔ سویانے پاتھ دھا کر اسے روکا۔ پھر

پگھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی۔ مرجانہ بھی اس کے پیچھے چلی سیٹ پر پہنچ

گئی۔ سویانے ڈرائیور سے کہا: آگے بڑھاؤ۔ ہم نہیں تباہیں گے کہ

کہاں جانا ہے۔"

ٹیکسی آگے بڑھی۔ سویانے اس سے پوچھا: "تم نے کونسی

میں جو کچھ بھی کیا وہ تمہارے لیے دس پندرہ منٹ کا کام تھا پھر اتنی

دیر کیوں لگا دی۔ کیا تم پابست تھا؟"

مرجانہ نے ڈرائیور کی طرف دیکھا پھر جاپانی زبان میں بولی: "یہ

ڈرائیور ہو سکتا ہے کہ انگریزی زبان بولتا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ تم

جاپانی زبان بولتے ہو اور بولنا آتی ہو۔"

سویانے جاپانی زبان میں پوچھا: "تم نے زبان کہاں سے

سیکھی ہے؟"

وہ بولی: "کیا تمہیں پتہ نہیں کہ میرا استاد ایک جاپانی تھا۔

ڈاکٹر اور کتنے پچھلے میں زبان سیکھا تھا ہے۔ ہر حال تم نے یہ ٹھیک سمجھا

ہے کہ میرے لیے اس کو ٹھکانے لگانا زیادہ مشکل نہیں تھا مشکل

سے دس منٹ لگے ہوں گے لیکن میں دوسری مشکل میں پڑ گئی تھی۔"

"کبھی شکل ۹"

مرجانہ چند لمحوں تک بیچک بولی پھر بولی: "مجھے اپنا میڈیکل

چیک آپ کرنا ہو گا۔ میں ایک جہاتی تکلیف میں اکثر مبتلا ہوتی ہوں۔

سویانے بولنے لگا: "آخر وہ تکلیف کیسی ہے۔ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

چیک آپ ہونا چاہتے ہیں کہ میں سکون ہاں سے اور اپنا علاج

کسی بہت بڑی لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کریں گے۔ دیکھتے ہیں

کیا کہتی ہیں؟"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھی ہیں۔ ڈرائیور نے

میں پوچھا کہہ رہا ہے؟"

سویانے کہا: "میری سہ سپر مائیکٹ میں سے پلو جہاں ٹھہرے

کی ہر چیز بنتی ہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی کا ایک دوسرے رستے پر موڑ دیا وہ دونوں

پھر خجیب بیٹھی۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سوچ رہی تھیں پھر لگا

ہی سویانے نے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے مجھے یہ بات بتائی ہے

تو میں اب ایک خاص بات لوٹ کر رہی ہوں۔ جب تمہارے ہر

پہرے لگانی تھی تھی اور تم بڑی طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد

تمہیں اس کیمپ میں آکر لی تھی۔ جیسی میں نے تم کو کہا تھا کہ تمہاری

آواز میں پہلی ہی تبدیلی آ گئی ہے۔ ڈانسا جھاری پن پیدا ہو گیا ہے

کوئی لاکھ لاکھ یا سو اس وقت میں نے اس تبدیلی پر زیادہ غور کیا

کیا۔ شاید اس لیے کہ میں تم سے متاثر ہوں۔ تمہاری ہر بات

گنتی ہے۔ اس لیے یہ تبدیلی بھی اچھی لگتی تھی اور میں نے اسے غیر مشورہ

طور پر قبول کر لیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک سپر مائیکٹ میں پہنچ گئے۔ وہاں

سویانے اپنے لیے مرجانہ کو خود اپنا اور مرجانہ کے لیے مرجانہ کو

نے پوچھا: "یہ بیٹی بان کیوں ہے میں دو قہن قہن سے اونچی ہوں اور

میں جھاری ہوں۔ مجھے مرگے روپ میں ہونا چاہیے۔"

"میں جانتی ہوں۔ اسی لیے پہلے میں نے تمہیں مر دینا یا قاتل

اب میں چاہتی ہوں کہ جلد سے جلد کوئی ایڈیڈ ڈاکٹر تمہارا

اور لیڈی ڈاکٹر اس وقت تمہیں پاتھ بھی نہیں لگائے گی جب تم

مرگے روپ میں ہوگی۔"

یہ کہہ کر سویانے ایک سوپ کے لیے دو چارہ ڈری پیر کر

چرودہ لوگ ایک بڑے سے ہو گئی ہیں پیچھے۔ وہاں تھیں ایک کڑا

بڑا لگا۔

خمیں بھوک گئی تھی لیکن وہ جلد سے جلد اپنا علاج بدلنا

تھیں۔ اس لیے کھانے کے عملے کو بلایا اور دوڑا سٹے کو اندر

سے بند کر دیا۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد جب دوڑا وہ کھانا لوٹنے سے

دشمن سے اجازت پر ایک سپر مائیکٹ میں پہنچ کر کھانے کا آرڈر دیا

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اجازت ہونے کے بعد اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ہمارے

دشمن نے بڑی سزاؤں کی تھی تھی اور میں کس مقصد کے لیے جنگوں

میں مصروف کیا گیا تھا۔ مرجانہ نے پھر ہفتے سے کہا: "میرا میچا ہوتا ہے

کہ میں بھی سپر مائیکٹ میں لوٹاں لوچ لوں۔"

سویانے کہا: "خفتہ خفتہ دو۔ سپر مائیکٹ کو ہم کئی برسوں

کے لیے بھی تلاش نہ کر سکے۔ ہاں ایک سپر مائیکٹ کھسکتا تھا کہ

باہر سے چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دوسرے سپر مائیکٹ کو ہم

بچ کر کئی مہینے محروس کھا رہے گئے۔ ابھی تم خفتہ دکھاؤ گی تو اس کا

تیرا بیٹا بن جائے گا۔"

ان کے آرڈر کے مطابق کھانا آیا۔ مرجانہ ہفتے میں ہی کھانے

لا پاتھ نہیں لگا رہی تھی۔ سویانے بچکا کر کہا: "کھانا کھاؤ۔ نہیں

کھاؤ گی تو میں بھی بھوکے ہوں گی۔ اگر تم میرے شورش کے مطابق

عمل نہیں کرو گی تو اچھے طور پر کوئی قدم اٹھانے اور دشمنوں سے لڑنا

شرعاً کر دینی تو بات بیڑا جاتی ہے۔ میں نالاش ہو کر ہمیشہ کے لیے

تم سے دور چلی جاؤں گی۔ مجھے تلاش کرتی ہو گی میں تمہیں نہیں

ملوں گی۔"

سویانے اسے سمجھا، مانا کر کھانا شروع کیا۔ خود بھی کھا با پھر

کھانے کے بعد چیلے بننے کے دوران سویانے کہا: "میں نے اس

اجرا کے ذریعے ایک بہت بڑی تھوڑی کار لیڈی ڈاکٹر کو اپنے ڈھونڈ لگا

ہے۔ اس کا فن تجربہ بھی ہے، لیکن میں دن پر رابطہ قائم کر سکتا ہوں

وقت تقریباً گزر گئی۔ ابھی صبح سے اٹھ کر سیر سے اس کے پاس

پہنچے گا۔ کیا خیال ہے؟"

وہ کھانے کے بعد وہاں سے اٹھ گئی۔ پھر ایک کیمپ میں

پہنچ کر اس پتے کے مطابق لیڈی ڈاکٹر کے پتے پہنچ گئی۔ وہ لیڈی

ڈاکٹر کے وقت تھی، مگر بہت سی شوروں اور جرجرے کا تھی۔ اس وقت

وہ اپنے کیمپ کے لیے تیار کی گئی تھی، اس نے پہلے تو ان سے

پتے سے انکا ایک چھ سوئیا کے اہلکار پر اس نے صرف پانچ منٹ کا

وقت دیا۔ اس پانچ منٹ میں سویانے اس ڈاکٹر کو اس بات پر آمادہ

کر لیا کہ وہ ایک بچے پر جانے سے پہلے ہی مرجانہ کا مدد کرے۔ وہ نہ

پانچ منٹ لوگ رہے تھی۔

لیڈی ڈاکٹر سویانہ کو ڈانٹتے رہے پھر ڈاکٹر مرجانہ کو جلنے

کے وقت تو نہیں ہو گیا، اس کا ذہن بڑی طرح الجھا ہوا تھا۔ تو میں رابطہ

قائم کر رہا تھا اور ذہنی اسپا اس کا کوئی دوست ہو گیا تھا، سپر مائیکٹ

جو دوست تھی وہ اب تم ہو چکی تھی۔ دوسری طرف مرجانہ انہیں کا باعث

بن چکی تھی۔

دو ماہ جن کی تھی، اس کا وہ بڑا تھوڑی دیر بعد شلنے والا تھا اور

تھوڑی دیر بعد جب لیڈی ڈاکٹر مرجانہ کے ساتھ ڈانٹتے رہے میں آئی

تو اس سے طرح طرح کے سوالات کر دی تھی مرجانہ نے کہا: "میں نے

آپ کو قہر آ رہے نہیں ہے، اسے اس کو الٹ کر دی تھی مرجانہ نے کہا: "میں نے

ہی سے ڈاکٹر سینی زندگی گزارنی آتی تھی اور جوئی تک میں نے سزا

محنت و مشقت کی زندگی گزاری ہے مردوں میں رہی ہوں اور مردوں

کا مزاج رکھتی ہوں۔ مجھے لوگوں کے لباس بھی پسند نہیں ہیں جو کچھ

مشرق ملک سے تعلق رکھتی ہوں، اس لیے اپنے ماتول کے مطابق

ڈانیاں پہن لیتی ہوں۔"

لیڈی ڈاکٹر توجہ سے اس کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے سٹیفین

کا رسیور اٹھا کر کسی کے بغیر ڈانٹ کیے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس

نے بڑے ادب سے کہا: "میرے سر سے پاس ایک کیمپ بنا دیا گیا

ہے۔ میں آپ کو رپورٹ سننا رہی ہوں، آپ خدایا توجہ سے سینی

اور مشورہ دے۔"

یہ کہہ کر وہ عملے کی رپورٹ اپنے مسٹر ڈاکٹر کو سناتے لگی

پھر اس نے بتایا کہ مرجانہ پچھلے سے مرجانہ زائر رہتی ہے اور اس مزاج

کو اپنی کرتوتوں سے بھی ظاہر کرتی رہی ہے، پچھلے سے یہ ایک نفسیاتی

کیس بنا ہے اور اب عملے میں پراس کا اظہار ہو رہا ہے۔"

یہ کھنے کے بعد وہ دوسری طرف سے کھنے لگی۔ تھوڑی

دیر تک سننے کے بعد اس نے ڈاکٹر کا فکروہ لوکا اور اسپور

رکتے ہوئے بولی: "پتہ نہیں ہو چکا کہ میں تمہاری ہوں۔ تم کو گوڑے

پلے لہی جڑو گی بائری۔" اس نے مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس عملت کی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اسے سہا پر ڈاکٹر کے لیے علاج

رہنا ہو گا۔ کچھ عرصے تک مخصوص ٹرین منٹ کے بعد ایک مرحلہ ایسا

آئے گا جب اس کا آپریشن کیا جائے گا۔ اگر آپریشن کامیاب ہوگا تو

یہ ایک مشکل مرحلہ ہو جائے گا۔"

سویانہ انہیں چھوڑنا اور مرجانہ کو دیکھنے لگی، مرجانہ خوش نظر

رہی تھی۔ اس نے ذرا قریب کھسک کر سویانہ کا ہاتھ تھام لیا، اُسے

لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی مرد اس کا ہاتھ تھام رہا ہے۔ سویانہ ایک جھکے

سے ہاتھ ہٹا کر اس کا نظریہ بھاری ہوئی۔ وہ سہیل بن کر مرجانہ کے لگ

سکتی تھی، اگر وہ مرگے روپ میں آجائے تو اسے ہاتھ پھرنے

کی بھی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

دوسری طرف مرجانہ خوش ہو کر ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی: "ڈاکٹر آپ

نے دیکھے بہت بڑی خوش خبری سنا رہا ہے۔ میں پچھن سے یہی خواب دیکھتی آرہی ہوں کہ میں عورت نہیں مردوں اور جب سے بھڑکے ملاوڑ دوست ملے سہاس دقت سے تو میں یہی دعا مانگتی تھی کہ مرد بن جاؤں، اب یہاں مرد بننے والی ہوں اور جس دن ایسا ہو جائے گا اس دن میں ساری دنیا سے مخالفین مومن لے کر پیغمبر کو حاصل کر لوں گی۔

ایسا کہتے ہوئے مرعجانے بڑے پیار سے اور بڑے علم سے سوینا کی طرف دیکھا جیسے سوچ کر ہی ہو کہ وہ سوینا کو حاصل کرنے کے لیے ہر مخالفت سے، ہر بولوار سے ٹھکرا جائے گی۔ چاہے وہ فریاد کی تھی پوچھنی کی دیوار کیوں نہ ہو۔

سوینا اور مرعجانے کے درمیان چند لمحوں کی خاموشی چھائی رہی چند لمحوں کی خاموشی میں پھیلے چند دنوں کا حساب تھا، ان چند دنوں میں دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آگئی تھیں، انھوں نے بڑی بڑی مٹھی مٹھتیوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا اور دشمنوں کو نہ تو جواب دیتے ہوئے وہ یہاں تک پہنچی تھیں، دونوں میں اتنا کراہی لگا گیا تھا جتنا کھوٹا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو اپنے زدن کی تکفین لگی تھیں جو مردوں اور عورتوں کے درمیان ہوتی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی بیداری پیاری سمیٹا رہی تھیں، لیکن اب سوینا بے چاری بن چکی تھی اور مرعجانے نے چارہ پٹنے چارہ پٹھا، نیکو لیدی ڈاکٹر نے ایک کاغذ پر لکھتے ہوئے پوچھا: "تم دونوں میں کیا رشتہ ہے؟"

مرعجانے نے کہا: "ہم آپس میں دوست ہیں۔"

لیڈی ڈاکٹر نے کہا: "مرد اور عورت کی دوستی کے کچھ نہیں ہوتے ہیں، لیکن اب تم دونوں کی دوستی کے درمیان ہوس نہیں ہوگی، کچھ عرصے بعد دونوں ہی مرد ہو گئے اور مردوں کی طرح مردانہ وار دوستی بن جائے گی۔"

یہ کہہ کر لیڈی ڈاکٹر کاغذ کا وہ پر نہ سوینا کی طرف بڑھلتے ہوئے ہوئی، یہ ڈاکٹر ڈیوڈ کا بہتر ہے۔ یہ لفظ نہیں سہتے ہیں اور بہت ہی ماسر اور تجربہ کار ڈاکٹر ہیں، پتھاری سے ساتھی عورت، ان کے زیر ملاحظہ کر کے آپریشن کے مرحلے سے گزر کر ایک دن پتھار سے یہی شکل مرد بن جائے گی۔"

چونکہ سوینا مرد کے روپ میں تھی اس لیے لیڈی ڈاکٹر سوینا کو دیکھتے ہوئے اس کے جیسے مرد کی مثال دے رہی تھی، لیڈی ڈاکٹر کی قیاس پیمانی ہی اٹھائی جا چکی تھی، وہ دونوں اس سے رخصت ہو کر اس بلنگے سے باہر آئیں اور ایک گلی سے گزرتے ہوئے مین روڈ کی طرف چلنے لگیں۔ ان کے درمیان عورتی دیر تک خاموشی رہی پھر مرعجانے نے پوچھا: "سوینا کیا بات ہے، تم بہت دیر

سے چپ چاپ ہو گیا میری اس تبدیلی پر تمہیں خوش نہیں ہوگی؟" وہ ہنسنے لگا اور مرعجانے نے بولی: "ہاں، مرعجانے کو ہنسنے کی کچھ بات ہے، ہرگز ہرگز عورت ہی نہیں، ہم آپس میں کسی بھی چیز میں جھگڑا نہیں کریں گے، ایک دوسرے پر جان بچھاؤ کر دیتیں۔"

"ہم اب بھی ایک دوسرے کے لیے جان پر کھیل جائیں گے، ہماری موت تم نہیں ہوگی، بلکہ بیٹے سے بڑھ جائے گی۔"

یہ کہتے ہوئے مرعجانے نے سوینا کا ہاتھ تھام لیا، سوینا نے کہا: "ایسا کہ اپنا ہاتھ چھڑا لے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا، اس کے ہوا میں یہ بات آئی کہ وہ مرعجانے سے کتنی کبھی لے کر تو مرعجانے نے ہنسنے کی اور اس کے دلی جذبات کو نہیں سمجھ سکے گی کہ سوینا اب بھی اس کو دل و جان سے چاہتی ہے، لیکن اس چاہت میں اب شرم اور حائل رہے گی اور وہ دکاندار کی طرح رہیں گی جن کے درمیان یہ کافر دنیا بستا رہے گا۔ لیکن ایک کارا دوسرے کنارے کو کھینچ کر مرعجانے ایسا نہیں سوچ رہی تھی، وہ صرف اپنے جذبات میں جھانکتے ہوئے کمر رہی تھی؟ اب جی جی میں تم سے بولوں گا، مردوں کی طرح بولوں گا، میں تمہیں سب سے ناچتا

سوینا خوب بھڑکی تھی۔ اگر وہ اندر زبان کی ادا کرے تو اس کی حیثیت سے نہ بولتی تھی، یہ اس کی آواز میں کسی قدر مردانہ پن لگتا تھا، اس کی آواز ڈاسی بھاری بھر کم ہو گئی تھی اور جب وہ بولتی تھی تو زبان کا دل ایک نامعلوم خوف سے دھرتے لگتا تھا، وہ وہی بزدلی تھی، اس کے اندر جو خوف تھا وہ اپنی بیداری مرعجانے کو چھڑ جائے، خوف تھا اور یہ خوف اس لیے بھی تھا کہ آج جو آئی گری موت ہے کل وہ شدید نفرت میں تبدیل جائے اور یہ نفرت دشمنی کا سبب بن جائے۔

وہ دونوں چلتے چلتے ایک کیمسٹ کی دکان کے سامنے کھینچ گئے، لیڈی ڈاکٹر نے جو کاغذ دیا تھا اس میں لکھ دیا تھا: "کبھی ہوتی تھیں سوینا نے مرعجانے کے لیے وہ دوائی خریدیں تاکہ استعمال آج ہی شروع ہو جائے، پھر اس کیمسٹ سے دریافت کیا، قریب میں پہلے رنگ کیمسٹ کے لیے کوئی جگہ ہے، کیمسٹ نے انھیں ایک پتہ بتایا، وہ اس پتے کو نوٹ کر کے دکان سے باہر آئے، سوینا کا رماشہ تیزی سے سوج رہا تھا کہ اگر وہ پہلے رنگ کیمسٹ سے مرعجانے کے ساتھ رہے گی تو ایک ہی کونے میں اسے رات گزارنی پڑے گی اور اب وہ ایک کونے میں اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی، اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "مرعجانے میں تمہیں اس پہلے رنگ کیمسٹ کے لیے بیٹھے ہیں، چھوڑ کر عورتی روپ کے لیے ایک کام سے جاؤں گے، جنڈ ہی دایس آجاؤں گی۔"

مرعجانے نے پوچھا: "ایسا کیا کام ہے کہ مجھے چھوڑ کر تمہیں

بڑی ہے۔" وہ بولی: "میں یہاں کے ماسٹر سے ملاقات کروں گی اور اس کا سامنا کر لوں گی، یہ پوچھوں گی کہ ان لوگوں نے ہمارے خلاف سازش کیوں کی، اگر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی تو تم خوش رہو، اگر اسے سامنے لے کر بیٹھ جاؤں گی، میں یہ نہیں چاہتی لیکن میں ڈاکٹر نہیں آتی۔ مرعجانے کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب آیا رہا تھا، انداز انقلاب کی وجہ سے سوینا، لیکن میں گرفتار ہو گئی تھی، میں نے چپکے سے سوینا کے دماغ میں ہلکا کر کہا: "بیٹو سوینا تم بہت پریشان ہو، میں سے عورتی روپ تمہارے دماغ میں رہ رہ کر بہت ساری باتیں معلوم کر لی ہیں، مرعجانے کا پورا جسم معلوم ہو گیا ہے۔"

سوینا نے کہا: "فریاد تم کو چاہتے ہو کہ آج تک میں نے کسی کو بھی لطف نہیں دیا، مرد کی بات تو مرد ہی کے ہی عورت کو بھی میں نے اپنی سسلی نہیں بنا یا، عورتی نہیں کی کسی کو اپنے لئے قریب آنے کی اجازت نہیں دی، جتنا کہ مرعجانے اپنی ہے، واقعی اس کی شخصیت اتنی بھی اتنی بیداری اور اتنی کرکٹ سب سے کہیں اس سے بہت زیادہ متاثر نہیں ہوئی، متاثر ہونا اور بات ہے۔ اسب مرعجانے کو موت کی طلب ہوگی اور یہ جو تمہیں نہیں ہونے کا یہاں میرے اور سوینا کے درمیان اختلافات پہلے ہو گئے اور یہ اختلافات بہت دور ہیں، اور بہت پریشانیوں اور لڑائیوں سے پیدا ہو سکتے ہیں۔"

"سوینا ہمنے آج تک اتنی پریشانیوں اور لڑائیوں میں جن کا ٹوٹ جا حساب نہیں ہے، وہ میں بارہا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان روکاؤں سے گزرتا چلا ہے، ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے، ہم نے زندگی کی حد و حد کے دوران سیکھا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ منصفی کے تو اس کو بہت زیادہ اہمیت نہ دی جائے، بلکہ پہلے اپنے دماغ کو پرسکون رکھا جائے، اس مسئلہ کو ٹالا جائے اور آہستہ آہستہ اس کے متعلق سوچا جائے، ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد اس کا کوئی عمل تلاش کیا جائے، ہم ایسا کر کے تم اطمینان رکھو، اسی مرعجانے مرد نہیں بن رہی ہے۔ اسے کل مرد بننے کے لیے کہتے ہیں مردوں سے گزرتا ہوگا۔ اس وقت تک تمہیں مطمئن رہنا چاہیے، جیسی کہ تم کے درمیان دوستی ہے، ویسی ہی دوستی بنا لو، اس سے دوستی بھاگو، اسے ابھی سے یہ احساس دلاؤ کہ تم وہ ہو رہی ہو۔ اس سے پھر اور پریشانیات کا اظہار کرو اور اسے ساتھ ساتھ یہ احساس دلاؤ جاؤ کہ تم صرف میری امانت ہو، لیکن اسے رفقہ رفقہ سمجھا یا جائے گا، وہ کچھ لے کر امانتیں نہیں ہے، اس کے اندر جو انقلاب آیا ہے تم اس سے پریشان ہو گئی ہو، پریشانیوں کو ہونا چھوڑ دو۔"

"فریاد تمہاری یہ بات درست ہے کہ مرعجانے ابھی مرد نہیں بن رہی ہے اور اس کے لیے ذرا وقت لگے، اس وقت تک مجھ سے

مرعجانے نے سوینا کے ماسٹر سے ملاقات کروں گی اور اس کا سامنا کر لوں گی، یہ پوچھوں گی کہ ان لوگوں نے ہمارے خلاف سازش کیوں کی، اگر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی تو تم خوش رہو، اگر اسے سامنے لے کر بیٹھ جاؤں گی، میں یہ نہیں چاہتی لیکن میں ڈاکٹر نہیں آتی۔ مرعجانے کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب آیا رہا تھا، انداز انقلاب کی وجہ سے سوینا، لیکن میں گرفتار ہو گئی تھی، میں نے چپکے سے سوینا کے دماغ میں ہلکا کر کہا: "بیٹو سوینا تم بہت پریشان ہو، میں سے عورتی روپ تمہارے دماغ میں رہ رہ کر بہت ساری باتیں معلوم کر لی ہیں، مرعجانے کا پورا جسم معلوم ہو گیا ہے۔"

گزرتے ہوئے اس جنگل میں دشمن سے متاثر کر کے ہونے اور تو خوار آدم خوردگروں سے بچتے چلتے ہوئے وہاں پہنچے ہیں، عورتی کی داستان جاری تھی غلام اس رہا تھا لیکن کچھ عرصے کے ساتھ یہ کوٹل سوینا کے پاس پہنچا، اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے، وہ دونوں جاگ رہی تھیں، سوینا کا ارادہ نہیں تھا، ارادہ ہوتا تھا، ابھی نیند نہیں آتی۔ مرعجانے کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب آیا رہا تھا، انداز انقلاب کی وجہ سے سوینا، لیکن میں گرفتار ہو گئی تھی، میں نے چپکے سے سوینا کے دماغ میں ہلکا کر کہا: "بیٹو سوینا تم بہت پریشان ہو، میں سے عورتی روپ تمہارے دماغ میں رہ رہ کر بہت ساری باتیں معلوم کر لی ہیں، مرعجانے کا پورا جسم معلوم ہو گیا ہے۔"

تو میں کرتا جا چکے لیکن میں کیا کروں کہ ڈاکٹری پورٹ سننے کے بعد اب وہ مجھ پر ہی ہوتی ہے تم نے اس کا وار نہیں سنی ہے اس کی آواز میں میری مزاحمت لگتا ہے لہذا اب تو وہ یہ کہتی ہے کہ وہ "شہی" نہیں ہے "جی" ہے، پوری طرح یہ یقین دلانی ہے کہ وہ مرد بین چکی ہے اور میرے اندر میری بات کا بھی ہے کہ اب جو سامعی ہے وہ محنت کم اور مرد زیادہ ہے اور مجھے اس سے کتر سے رہنا چاہیے۔ وہ دست نہ کر رہنا چاہیے مگر ہمارے درمیان شرع و حیا کی ایک دیوار قائم رہنا چاہیے۔

"یہ باتیں میں مرجانہ کو کبھی دادوں گا تم ایسا ان سے چلے پو۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں"

"یہ کہہ کر میں نے مرجانہ کے دماغ میں پتھر کر کے منقلب کیا۔" بیوی مرجانہ ایک حال میں "یہ بیوی فرادہ لیکن میں تم سے ملنا دیکھنا نہیں بات کروں گا"

میں نے ہنسنے سے روک لیا: "یہ کروں گا کیا مطلب ہوا؟" کے وہ دیر نہیں چلنے؟ مجھے یقین ہے کہ میرے پاس تم سے سہیلہ انے باتیں کر کے ہمارے دماغ میں جھانک چکے۔

میں ساری معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ ڈاکٹری رپورٹ سن چکا ہوں۔ میڈیکل چوس میں تمہاری مزاحمت اور زور پوری ہونے اور وہ ہنسنے پر مبارکباد دیتا ہوں لیکن ابھی تمہیں بہت سے مراحل سے گزرنے ہوں گے۔ جب تک تم مکمل طور سے مرد بین نہیں جاؤ گے۔ اس وقت تک مردوں کے انداز میں پونا اچھا نہیں لگتا۔

وہ بولی "میں جب سے بیٹا ہوئی تو تب سے اپنے اندر ایک مرد ہوں۔ قدرت نے مجھ سے ایک بہت بڑا انداز کیا ہے۔ جو اب تک میری مردانگی کو میرے اندر چھپا رکھا ہے نہ دنیا والوں پر ظاہر کرنا اور نہ ہی مجھے اس کا موقع ملا کہ میں خود ظاہر کرتی ہو سکے۔ شے عورتوں کا جسم ملا تھا۔ اب یہ جسمانی تبدیلی ہوئی۔ میرا مزاج پہلے سے بدل چکا تھا اب جسم بھی بدلے گا۔ مجھ سے بھی بدلے گئے۔ جب یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو میں ابھی سے مردانہ انداز میں کیوں نہ ہوں۔ کیا تمہیں میرا اس طرح پونا بڑا لگتا ہے۔ کیا تم اپنے دل میں کوئی غش رکھتے ہو کہ میں مرد کیوں نہ رہا ہوں؟"

"تمہیں مرجانہ یہ بات نہیں ہے۔ میں تمہیں حرف اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ سوینا تمہیں اب تک ایک سہیلی کی حیثیت سے قبول کر رہی ہے۔ تم جب تک عدت کے دور میں ہو اس وقت تک تم سہیلی ہی ہو اور سہیلی کے انداز میں، عورتوں کے انداز میں گفتگو

کر دو سوینا کو یہ احساس مت دلاؤ کہ تم مرد ہو اگر تم مرد کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہنا چاہو گی تو وہ تم سے کتر ہے۔ وہ سولے فریڈ کے اور کسی کو اس قدر قریب برداشت نہیں کر سکتی۔" فریڈ مات جانتے ہو کہ سوینا میرے اتنے قریب آچکی ہے جتنے قریب کبھی تمہارے ساتھ تھی۔"

میں نے کہا: "وہ اور بات تھی اس وقت تک تم دونوں سہیلیاں تھیں۔ اب تم یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم سہیلی نہیں رہو گی۔ سوینا اس کی صورت ہے کسی مرد دوست کو برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "کچھ عرصہ پہلے تک میں مرد اور عدت کی محنت کو محنت سمجھتا تھا میں خود میری مرد سے کتر شہی سے تمہیں بھی زیادہ دوست بنایا تھا میں حرف اپنی تھی سے محنت کرتا تھا۔ اور اب تم بھی کرتا ہو لیکن جب سے میں نے سوینا کو دیکھا ہے جب سے میں اس کے قریب رہنے لگا ہوں جب سے اس کی ایک ایک اور میرے دل میں اتنے لگی ہے کہ جب سے سوینا کی ایک ایک صلا جیت نے مجھے متاثر کیا ہے میں اس کا پورا پورا گیا ہوں یقین کرو کہ میں تمہیں اپنے مرحوم والد کی تمام دولت اور جائداد دے کر اور زندگی بھر تمہارا اٹھان بن کر سوینا کو اس کے بدلے تم سے مانگ لوں گا اور تم سے کون سا کس نے مجھ سے خود کو میری محنت کو کھو میرے جذبہ کو کھو میری دلوانی کو کھو اور ہونا کو میرے ذمے لے کر دو۔ ابھی بہت وقت ہے۔ جب تک میں اس کے مرحلے سے گزرتا ہوں اس وقت تک تمہیں میرے حق میں ایسا کرنا ہو گا۔"

مرجانہ یہ سب کچھ دل کی گرائیوں سے کہہ رہی تھی میں اس کے جذبول کو سمجھ رہا تھا اس کی دلوانی کو سمجھ رہا تھا جو کہ اس کے دماغ کے اندر تھا اس لیے اس کے دماغ کی گرائیوں تک پہنچ رہا تھا۔ میں ان گرائیوں میں حرف سوینا ہی سوینا کو دیکھ سکتا تھا لیکن میرے اور سوینا کے لیے وہ ایک بہت ہی اچھا جو سامعی بن تھی تھی۔ جہاں تک سوینا کو چھوڑنے کا تعلق ہے تو میں اسے اپنی مرضی سے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ میری روح، میری زندگی تھی۔ ایک بار جب وہ میری "ڈی" بلیک میں سے دلچسپی لینے لگی تھی تو میں نے سوچا تھا شاید وہ مجھ سے بھی پھر اس کی بن جانا چاہتی ہے لیکن حقیقتاً کچھ اور تھی۔ وہ باؤنگ میں کو میری ڈی کو قبول کر رہی تھی۔ اسے ایک کھلونا سمجھ کر قبول کر رہی تھی لیکن اس کیلئے کے دوران اس نے کبھی ایسا موقع نہیں آئے وہ باؤنگ میں اس کے ساتھ تھی میں اس وقت گزار رہا تھا۔ سوینا نے اپنی ذات کو صرف میرے لیے وقف کر رکھا

تھا۔ اس بات کو میرے ہر سوں کے تجربات سے سمجھا تھا اس پر مجھے پورا یقین تھا سوینا کی بھی یہی حالت تھی وہ باؤنگ میں کو فریڈ چاہتی تھی جس میں ایسے ہی چاہتی تھی جیسے آج کل مرجانہ اس سے محبت کر رہی تھی مرجانہ کے لیے میں اس کے دل میں بڑی وسعت تھی لیکن جو سندرہ مرجانہ پیش کر رہی تھی وہ میرے اور سوینا کے لیے قابل قبول نہ تھا۔

مرجانہ نے آواز دی: "فریڈ! کیا تم میرے دماغ سے جا چکے ہو؟" میں نے کہا: "نہیں، میں خود ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ تم ہمارے لیے ایک بہت ہی اچھا نامنڈن تھی ہو، بہر حال ابھی اس مسئلے پر غور کرنے بہت کم کرنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے کافی وقت ہے لیکن کیا تمہارے اندر کوئی عقاب آ رہا ہے تم اس میں اتنی محنت کر رہی ہو؟" میں نے فریڈ کو پوچھا: "تو میں نے اس لیے نہیں فریڈ دیکھے تھی ہمیشہ یاد آتی لیکن میں نے اس لیے نہیں پوچھا کہ تم خود تیار آ گے اور اس لیے میں فکر مند نہیں ہوں کہ جب تمہارے جیسا دوست اور محافظ کو جو دے تو میری اتنی پرکونی آئے گی؟"

"ہاں، ان پر ابھی کوئی آہٹ تو نہیں آئی ہے، لیکن وہ عہدیت میں گرفتار ہیں اور ایک جگہ قید ہیں۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی: "میری اتنی کہاں قید ہیں؟ کس نے قید کیا ہے؟"

میں نے کہا: "آدمی سے ملے جاؤ۔ تمہاری اتنی یقیناً عہدیت میں ہیں لیکن انہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس لیے میں مطمئن ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔"

سوینا نے پوچھا: "کیا بات ہے مرجانہ؟ تم اچانک اٹھ کر کیوں کھڑی ہو گئیں؟"

مرجانہ نے بیٹھے ہوئے کہا: "فریڈ نے بتایا ہے کہ میری اتنی عہدیت میں گرفتار ہیں اور وہیں قید ہو گئی ہیں۔"

میں نے سوینا سے کہا: "سوینا میں تمہاری زبان سے مرجانہ کی اتنی ہی داستان سن رہا ہوں۔ تمہارا ذہن ابھی سے سننا ہے گا اور تمہاری زبان یہ داستان مرجانہ کو سناتی رہے گی۔ تو سو۔"

سوینا بولنے لگی: "مرجانہ میں فریڈ بول رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ تمہاری اتنی پاکستان چلنے کے لیے ایک دوسرا روپ اختیار کر رہی ہیں۔ ایک آپ کے ذمے ان کے حیرے اور ان کی شخصیت کو جلا جا رہا ہے۔ پیر میں ایک خاتون سے جس کا نام ڈارنگ انوزہ ہے وہ تقریباً تیس تیس برس کی ایک تھامورٹ ہے۔ اس نے آج تک شادی نہیں کی۔ اس کا شغل ٹرانز کرانی ہے۔ وہ جسے ہم واقعات کی تصویریں انارکھڑوں ڈال کر ماتی ہے۔ تمہاری

ایسی ڈارنگ انوزہ کے روپ میں ہیں۔"

"تمہاری اتنی میری اتنی میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ اس کے متعلق نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ تو کم جانتی ہو کہ تمہاری اتنی ابھی جیسے برس کی بھی نہیں ہوئی ہیں۔ جو برس جیسے برس میں ابھی نہیں ہوئیں، اور پھر اس کی اتنی میں۔ تمہاری اتنی تمہاری خاطر میں برس تک جوانی کی عمر میں جتنی سن سکتی ہیں۔ اپنے جذبول کو کھلتی ہیں۔ حرف فتنہ کے جذبہ کو انہوں نے بیدار رکھا اور یہ سب کچھ تمہارے لیے کیا؟"

"ہاں فریڈ میں اتنی ہوں۔ انہوں نے ہر سہ لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ وہ جا چکی تو دوسری شادی کر سکتی تھیں۔"

میں نے کہا: "اب بھی کوئی نہیں بچتا ہے اگر تم جوان ہو گئی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہاری اتنی بڑی ہو گئی ہیں۔ وہ میری جوان ہیں۔ ان کے دل میں اتنی ارمان ہیں۔ ہنگ ہات سے کہ نہیں صرف دل کے خانے میں بھرا کر دیکھتے ہیں۔ بہر حال میں نے کہا تھا کہ تمہاری اتنی یہ شخص سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے۔ لیکن تمہیں ان سے کہیں شخص کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کا نام ڈیڑجال ہے اور تمہاری اتنی کا نام ڈارنگ انوزہ ہے۔ یہ ڈیڑ اور ڈارنگ کا جوڑ ہے۔ میں کیا بڑا میں نے ڈیڑجال ایک برس پہلے ڈارنگ انوزہ پر مرثا تھا اب تک اس کے عشق میں مبتلا رہتا۔ ڈارنگ انوزہ کو تلاش کرنے کے لیے وہ میری زبان میں آیا لیکن وہ نہیں مل سکی۔ اب وہ ہنگ کی طرف جا رہا تھا کہ کوئی جہاز میں تمہاری اتنی سے ملنا ہو گیا۔ جو کہ تمہاری اتنی ڈارنگ انوزہ کے روپ میں تھیں۔ اسی لیے وہ ان میں دلچسپی لینے لگی۔ اس کی یہ دلچسپی بہت پہلے سے تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو چوکے سے ڈارنگ انوزہ ہے میری اتنی کی شخصیت کے نہیں ہے۔"

اسی بات نے سوینا کو ڈارنگ انوزہ کا میک اپ یاد دہانے اور تمہاری اتنی کی شخصیت نکالنے اس کے سامنے ڈارنگ انوزہ کچھ بھی نہیں ہوگی۔ ڈیڑجال انہیں دیکھ کر ہوسوت رہ جائے گا اور اس کی دلوانی پہلے سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ تمہاری اتنی کی شخصیت سے اور ان کے حسن و جمال سے بہت زیادہ متاثر ہو گا۔ یہ میں یقین سے کہتا ہوں۔"

"اچھا تو میری اتنی کو اس شخص سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"ہاں پہلے نہیں تھی لیکن پھر برونڈیاتی نیکا جالنے تو پھر میں بھی مولد ہو جاؤں گے۔ تمہاری اتنی کے سوسے ہوئے پہلے پھر ڈیڑجال لینے لگے۔ وہ ۹۰ اندر میری اندر بہت پریشان بن کر گیا کہ اس جوان بیٹی اور ہم سب کے خیال سے کہ ان کا مذاق اڑایا جائے گا۔ وہ اپنی محبت کو کھانا بر نہیں کرنا چاہتی۔ ڈیڑجال سے جو ایک گاڑی پیدا ہونا چاہ رہا ہے۔ اس کا ڈیڑجوئی انہوں نے دل کے تہہ خاؤں میں چھپا



میری انی کواب اندر ہی اندر نہیں سلگتا چاہیے وہ بھی عورت ہیں سال کے سینے میں بھی دل ہے۔ انہیں ضرور دوسری شادی کرنی چاہیے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

”نیک خیال ہے۔ انہیں ضرور اپنا ایک گھر گھر سے بسنا چاہیے۔ جب وہ تھاری طرح جوان نہیں ہو گئی تو میری یا رانا گھر مہانے کے متعلق سوچا لیکن دشمنوں نے انہیں اسکارنے نہیں دیا پھر تعزیر ایک بار مہرمان ہوئی تو اب سلامت علی نے انہیں دینی عزت اپنی شریک حیات بنا لیا لیکن یہ ازدواجی ستر میں صرف دو سال تک رہیں۔ اس کے بعد زہ صاحب اس دنیا سے نہایت نزعت ہو گئے۔ اس وقت سے اب تک دیکھا جلتے تو تھاری انی گھر رہی ہیں۔ ان کا پنا گھر نہیں ہے۔ کون گھر صرف چار دیواری کو نہیں کہتے شوہر کے ملنے کو بھی کہتے ہیں۔“

سوینا اتنی دیر سے ہماری گفتگو کا ذریعہ بنی ہوئی تھی اور ہماری بات سن رہی تھی۔ اس نے کہا: اب آگے بھی تو بولو کہ کیا ہوا۔ جہاں تک انی کا تعلق ہے تو انہیں جلد یازمی کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھیں کہ ان دونوں کے روابط کا اثر کس کس کو روٹ بیٹھتا ہے۔ ہم ہرگز ان کو فراموش نہیں کرتی ان کی شادی کر لیں اور اگر ڈیر جلال اچھا لڑکا ہے تو اسے گھر کر لیں کہیں کہیں بھانگے نہ دیں اب انی کا یہ عینہ اتنی بزرگ نہیں ہیں جتنے کہ ہم اتنی کیے بے بزرگ ہیں گئے ہیں۔ ان کی تمام ذمہ داری ہم پر ہے۔ ہم اپنی نوزدیاں لیاں نہ لیں گے اور بڑی محبت سے ان کی شادی کریں گے۔ چلو اب آگے بیان کرو۔“

میں نے پھر سوینا کی زبان سے بیان کرنا شروع کیا۔ وہ جہاز جس پر دونوں سفر کر رہے تھے کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث قلمرو کے ایئر پورٹ پر اتار لیا گیا وہاں انہیں دوبارہ سفر کرنے کے لیے کئی گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ وہ ایئر پورٹ سے باہر کچھ دیر کے لیے نکلے تو چند بدعاشوں نے ان کے پاس پورٹ اور تھری چھین لی اور انہیں ایک ویلے میں سے جا کر چھوڑ دیا۔ وہ اس ویلے میں بہت دیر تک ایک سفر کے کٹالے چلتے رہے پھر ایک وین میں انہیں لفٹ ملی۔ وہ وہاں کئی گاڑی تھی۔ جنہوں نے انہیں ایک موٹر شوں کے نام میں لیا کر تیار کیا۔ اس وقت سے اب تک وہ وہیں قید ہیں۔ انی کے دماغ میں جھانک کر دیکھ کر پتا چلا وہ بخیریت ہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا یا لیلیہ ہے۔ اس لیے میں مطمئن ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔“

مرجانے نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اتنی دیر میں کوئی انہیں نقصان پہنچا ہے تم بڑی دیر سے ہلکے پاس ہو۔

فکر کرو۔ ان کے ساتھ ڈیر جلال ہے۔ میں نے تمہیں اعلان سے نہیں بتایا ہے کہ بہت اچھا فائل ہے جلال اور پھر تمہاری بھی ہے جن لوگوں نے اسے گھرا تھا ان میں سے ایک کے پاس لڑا لڑا دوسرے کے پاس چا تو تھا۔ دوسرے لوگ جنت تھے۔ اس کے باوجود اس نے ان سب کو چھلانگ پر جوڑ کر دیا وہ گھٹا گھٹا کاپالی پی چاہے۔ تھاری انی کو نقصان نہیں پہنچنے کے گا کہ پھر بھی بہت دیر ہو چکی ہے۔ تم اتنی کی فیریت سوچ کر آؤ۔“

”اچھی بات ہے میں جا رہا ہوں محراب تم دونوں کو قلمرو جانا چاہیے۔ جہاں تم انی اور ڈیر جلال کی مدد کر سکتی ہو۔ سو نیلے کہا۔ پھر بات ہے ہم سوچ کر فیصلہ کریں گے کہ یہاں سے قلمرو کتنی جلدی پہنچا جا سکتا ہے۔“

میں ان لوگوں سے نہایت ہلکا سا تارہ بانو کے پاس پہنچا وہ دونوں ابھی تک فارم کے ایک کمرے میں قید تھے۔ دشمنوں نے ان کے چہرے سے میک اپ اتار دیا تھا۔ ایک آپ اتارنے کے بعد ساتھ ہونے ڈیر جلال سے کہا تھا اب مجھے دیکھ لو یہ میرا اصلی روپ ہے۔ میں کتنی عروالی ہوں۔“

ڈیر جلال نے ہنستے ہنستے جواب دیا: میں کیا دیکھوں شاید تم نے ایک مہر سے سے تین نہیں دیکھا ہے اگر دیکھ لیا تو کبھی خود کو عروالی نہ کہتیں۔ میں تو تمہیں دیکھ کر حیران ہوں۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ دل کے دھڑک رہا ہے تم ڈارنگ انروہ سے بھی زیادہ حسین اور کشش ہو۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے عشق کی پیڑی بدل دوں۔ جس ڈارنگ انروہ کے چہرے سے محبت تھی اس کا چہرہ بدل لینے سے محبت تو نہیں بدل جاتی۔ محبت چہرے کے پیچھے ہوتی ہے اور اس سفر کے دوا میں نے تمہیں کر رہا ہے دیکھا ہے تھاری اتنی شہرت کو ابھی لیا دیکھنے کے بعد میں اس قدر تھاری شخصیت سے متاثر ہوا ہوں کہ اب اس شخصیت پر چہرے کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ یہ چہرہ خواہ ساتھ بانو کا ڈارنگ انروہ کا۔ میں صرف تھاری شخصیت سے محبت کروں گا۔“

اس کی محبت بھری باتیں سن کر ساتھ بانو اندر سے تڑپ جاتی تھی۔ ایک مدت تک اپنے قدموں پر قدم اور مٹا کھڑا ہوا تھا رکھنے کے باوجود اب دل بہت عیان رہا تھا اسی طرت کے کھنچا جاتا تھا۔ وہ پریشان ہو کر لیلیہ کے جمال تم کیوں نہیں سمجھتے کہ ہلکے عشق میں شادی کرنے اور گھر بسنے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ جب وہ عمر گزر جاتی ہے تو ہم سب اپنے بچوں کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ میری ایک جوان بیٹی ہے کل کلاں کو اس کی شادی ہو گئی۔ میرا کوئی داماد نہ

گا تو وہ میری بڑھاپے والی شادی پر ہنسنے لگے۔ وہ بولا: یہی تو شکل ہے کہ تم خود کو لڑھا سمجھتی ہو۔ اگر تھاری بیٹی جوان ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جوان بیٹی کے ہونے سے ہمیں بڑھی ہو جاتی ہے۔ ایسی ہزاروں لاکھوں خائیں ہیں کہ جوان بیٹی کی ماںیں بھی شادی کرتی ہیں۔ اور اس لیے کرتی ہیں کہ وہ نہ تو مہراں کا اعتبار سے اور نہ جسمانی اعتبار سے بڑھی ہوتی ہیں۔ ان کے سینے میں دل ہوتا ہے۔ ان کے اپنے جذبے ہوتے ہیں۔ ان کی اچھی ضروری ہوتی ہیں۔ تھاری بھی ضرورت ہے اور تھاری ضرورت میں ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے ڈیر جلال نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے تو تمہیں نہیں چھوڑ دوں گا۔ چاہے قیامت ہی کیوں نہ آجائے۔ تم میرے پیچھے جذبے کو آزما لیتا ہے۔ ”جمال تم نے مجھے پریشان کر لیا ہے میری مجھ میں نہیں اتنا کوشش کیا جھڑکوں پیچھے میں اپنی بیٹی سے اور زہا سے ملوں گی۔ ان کے سلفے کی طرح تھارا ڈر کرنا چاہیے۔ تم بھی ساتھ ہو گے تو شاید وہ لوگ خود ہی مجھ کو کھینچا جلتے ہیں۔“

اسی کہتے کہتے وہ ایک دم سے پڑ گئی۔ ڈیر جلال نے پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ بولی: ہم حیران ہوں کہ فرماوے کل رات سے اب تک میری شہر کیوں نہیں لی۔ وہ کبھی مجھ سے بے خبر نہیں رہتا۔ میں سوچ رہی ہوں کہ یا تو وہ کبھی بہت بڑی سعیت میں گرفتار ہے اور اسے دائمی رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے یا پھر وہ جا بوجھ کہہ رہا ہے انجان بن رہا ہے اور ہمیں ڈھیلے سے رہا ہے۔“

ڈیر جلال نے کہا: فرما دو دائمی رابطہ یہ تم تک یہ کہہ رہی ہو کیا فرماؤ لی تمہارے کوئی تعلق ہے؟ ”ہاں میں نے تمہیں اچھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ کون کون لوگ میرے دوست عزیز ہیں۔ ایک میری بیٹی مر جان ہے۔ دوڑ میرا بولا بیٹا فرماؤ لی تمہارے جیسے دنیا کے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو نہ جلتے ہوں گے۔“

ڈیر جلال نے انہماک میں سر ہلا کر کہا: ہاں میں جانتا ہوں۔ میں نے بہت کچھ بڑھاپے اور اس کے متعلق سلبہ سمجھے خوشی ہے کہ وہ تمہارا رستہ بولا گیا ہے۔ ”ہاں بولیں۔ تمہاری سے اس نظارہ لگاؤ کہ جب اتنے ٹپکے ٹپکے پیچھے اور اسی ہوں تو میری عمر کیا ہوگی۔ کیوں خواہ خواہ میری ذات کے دلچسپ لیتے ہو۔“ وہ بولا: تم چاہو تو ایک تھی کہیں بیٹا بنا سکتی ہو اور اگر ایسا

کر دگی تو تھاری عمر زیادہ نہیں ہو جائے گی۔ وہ ناراض ہو کر بولیں: کیا تم میرے سینے کو اتھی کہہ رہے ہو؟ ”نہیں بابا، میں مثال دے رہا ہوں۔ تمہارا بیٹا تھی کی طرح بھاری بھار کھیر کی طرح مقبول اور غیر اندر انسان کی طرح بڑھ رہا ہے۔ تمہارے بیٹے کے لیے جتنی مثالیں فراہم کی جائیں اتنی کم ہیں۔ خوش ہو جاؤ۔ غصہ نہ کر دو۔“

وہ مسکرائے لیکن میں تمہیں اپنے بے سے ملاؤں گی۔ دیکھنا کہ وہ کتنا خوب رہے۔ میرا اتنی چاہتا ہے کہ وہ ہنس میری بیٹی کا ہجر کر دے۔ میری بڑی تعلقہ کے سلفے داماد بناؤں۔“

میں ان کی خواہش پر مسکرایا۔ بیٹاری اپنی بیٹی کو ابھی تک بیٹی سمجھ کر کہنے داماد بنانے کے خواب دیکھ رہی تھیں اور ان کی بیٹی کچھ عرصے بعد بڑھتی ہیں کس داماد بننے والی تھی۔ ڈیر جلال نے کہا: میں نہیں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ فرماوے ساری عمر دوستی رکھنا ہے ایسا بیٹا بھی بنا لینا اس پر اپنی مناسبتی بھلا کر نائیکان اپنی بیٹی کے حوالے نہ کرنا۔ اس کا اتنا تب یہ نہیں ہے کہ شادی کر کے گھر بسنے اور بچے پیدا کر لیا ہے۔ وہ سلائی آدمی ہے اور دنیا کس اس سر سے اس سے تک ہوتا چلا جاتا ہے۔ تھاری بیٹی اور تمہیں میں پریشان ہو جاؤ گی۔“

وہ بولیں: ہم دشمنوں کی باتیں سلفے اطمینان سے کر رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں بیٹھے ہوں۔ کیا اسی خیلہ قدر میں زندگی گزارنے سے؟ ”نہیں، میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں۔ دیکھو ان لوگوں نے جسے ہلکے پاس رکھا اپنا بیٹا یا تو دادی کے تھے اور دونوں کے پاس رہا اور تھے۔ میں ایک بے خبر تھا کہ تو دوسرا مجھے ہلاک کر دیتا یا زخمی کر دیتا۔ اگر کوئی ایک آدمی کھانے کے آگے اور میں اسے کی طرح اپنی گرفت میں سے لوں تو میرے قہقہے میں ایک رہا اور آجائے گا۔ اس کے بعد میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا لیکن ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں مل رہا ہے۔“

آنے والے نے کہا تم پر جوہرہ زکرو۔ شہرہ کو دے گئے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں صحت نہیں جاؤ گے تو جوہرہ لے جایا جائے گا۔ مگر لے جانے پہلے ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ اپنا بہت جبروت یہ کہو کہ وہ ایک طرف ہے۔ تم اس کے پیچھے گھومنے ہوئے دو آدمیوں نے کھانے کی ٹہرے اور اپنی جاگ و خیزہ لاکران کے سامنے رکھا پھر کھڑے والے نے کہا تمھوڑی ہی درمیں ایک بلی کا پتھر یہاں پینچنے والا ہے تم دونوں کھائی کر تیار ہو۔ اس بلی کا پتھر میں تم تو کوں کا سفر شروع ہوگا اور تم نہیں جانا چاہو تو ہم اس شخص سے تنہا لڑ پھینچا پھرتا سکتے ہیں۔

ساترہ والے نے طنزی سے کہا تم نہیں میں اتنی نہیں جاؤں گی۔ یہ ڈیر جھال بھی میرے ساتھ جائیں گے۔  
 ”ٹھیک ہے۔ عدلیس ابابا پینچ کر تمہیں کسی ہول میں قیام کرنا ہوگا اور ابھی یعنی کو تلاش کرنا ہوگا۔“

دو چار کیا۔ ساترہ ہاؤور ڈیر جھال کھانے میں مصروف ہو گئے۔ میں ان کے پاس سے واپس لوٹ کر ماں علی پراس چھوٹی بیری میں حاضر ہو گیا جہاں سوتلی غلام کو بہاری داستان سنا رہی تھی۔ وہ داستان ختم ہوئی تھی اور اب وہ مستقبل کے متعلق باتیں کر رہے تھے کہ وہ کس طرح سہرتے والے پینچے کی پردوش کو سہرتے گی اور کس طرح غلام دوستی کی حفاظت کرے گا اور سہرتے کی قسم کی کیا احساس چاہیں ہو سکتے گا اور پینچے کی پردوش اس انداز میں کی جائے گی کہ وہ جان بزرگ کی ماں اور اپنے پاس سے زیادہ سہرت اختیار ہوگا۔

میں نے تنھوڑی اور بیک ان کی گفتگو سنی ہمیشہ مر جادہ کو اس کی اپنی وغیرہ کے متعلق سوچنے لگا۔ سب سے پہلے سوچنے کی بات یہ تھی کہ دشمن ساترہ ہاؤور کو کیوں مر جادہ کے پاس پینچا نا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ مر جادہ کے پاس پینچا نا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ مر جادہ کے پاس پینچا نا چاہتے ہیں۔

اس آدمی کے دل میں پینچ کر میں نے اس کی سوچ کو دیکھا کہ پینچ کر کیا تو کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی ہے۔ اس نے یہ چاہا کہ اس کے ذہن کے اسے علم دیا جائے کہ ساترہ ہاؤور کو عدلیس ابابا پینچا دیا جائے اور وہ تم کی تعمیل کرنا ہے۔

میں نے پتھر پر پینچنے لگا۔ اب اس کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا یہ اتوری جملہ مجھے ٹھیک رہا تھا کہ ساترہ ہاؤور کو عدلیس ابابا پینچ کر کسی ہول میں چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنی بچی کو تلاش کر سکیں حال کے کی بات ایسی تھی کہ اس نے مجھے دوسرے پہلو سے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ عدلیس ابابا میں ہرگز ہمتا وہ یقیناً سوتلی اور مر جادہ کو تلاش کرنا ہے۔ ہاؤور۔ ان دونوں

لے دوں اس کے آدمیوں کو نقصان پہنچا یا تھا بلکہ ماں والا تھا اور وہ اس کے ذریعے پناہ لوپ بدل کر ان کی نظروں سے کم ہوئی تھیں۔ جو یہ تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ گا مائی اس صورت میں ہوئی کہ ساترہ ہاؤور کو عدلیس ابابا پینچا دیا جاتا۔ جہاں مر جادہ انہیں دیکھ کر ان سے ملنے پر مجبور ہو جاتی اور جب مل بھی سکتی تو انہیں مر جادہ کا لڑکھن لہ جاتا اور مر جادہ کے ذریعے وہ سوتلی تک پہنچ جاتے۔

میں سوتلی اور مر جادہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں زخمی اور کمزور تھیں کہ ساترہ ہاؤور کو دشمنوں کی قید سے رہائی دلانے کے لیے قاہرہ جائیں گی۔ میں نے سوتلی کی زبان سے کہا تم لوگوں کو اب تاہر جاتے کی ضرورت نہیں ہے۔ دشمنوں نے ساترہ ہاؤور کو رہائی سے دی ہے۔ اب وہ لوگ ساترہ ہاؤور ڈیر جھال کو یہاں عدلیس ابابا پینچا رہے ہیں۔ مر جادہ کو بائیں ہاتھ سے پہلے ہی ابھی اسے مل سکتا ہے۔

مر جادہ خوش ہوئی۔ سوتلی نے حیرانی سے پوچھا۔ ڈیر ہاؤور دشمن یا جاگ اتے ہریان کیوں ہو گئے؟  
 میں نے کہا تم کو چادروں کیوں کر رہے ہیں؟  
 مر جادہ نے کہا۔ ہاؤور یہ سوچنے کی بات ہے، ٹھیک ہے۔ میں مجھ جی دشمن اپنی سازش میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ میں اتنے عرصے تک جنگوں اور ویرانوں میں جھجکا نا تھا۔ جھجکا چکے ہیں۔ ان کا قصد پورہ ہو چکا ہے۔ اس لیے اب میری اتنی کو بائیں ہاتھ سے کسی کو قید میں رکھنا ہریشان کرنا۔ ادا دھرے کو گھر میں گانا پینچ فروری ہے۔ اسی لیے وہ اتنی کو یہاں پینچا ہے۔ میں تاکہ ہو جاؤں کہ میں مل جائیں۔

سوتلی نے بہتے ہوئے کہا۔ واہ مر جادہ بڑی بچی بات سوچی ہے۔ اور دشمنیں یہ چاہتی ہیں کہ تم آپس میں ملیں اور اسی طرح زندگی گزارنے لگیں۔ یہ بات نہیں ہے؟

مر جادہ نے پوچھا۔ اور کیا بات ہو سکتی ہے؟  
 ”مر جادہ تم نے سوئی کر لے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ہمارے دوسرے ہول میں پینچ کر اپنا علیہ بدل لیا اور اب ہمیں دشمن اپنی سازش میں ناکام ہو رہے ہیں۔ میں تلاش کر رہا ہوں کہ پینچ کر کون ہے تم ان کی نظروں میں نہیں آتے ہیں جتنا چاہا ان کے سامنے ہے ایک صورت را گئی ہے کہ بہاری اتنی کو کس شہر میں پینچا جائے گا۔ تم انہیں دیکھ کر بلا اختیار اپنے پر مجبور ہو جاؤ۔ اس طرح وہ ہم تک کو ہونے لگیں گے۔“

وہ بولی یہ تو یقین بات ہے میں اپنی اتنی سے ضرور ڈر رہوں گا۔ دشمنوں نے ہمیں بتایا ہوگا کہ کس شہر سے ساترہ یہاں اس شہر میں ہونے والے ہیں وہ یہاں آئیں گی اور مجھے نہیں دیکھیں گی تو بہت زیادہ پریشان ہوں اور روئے نہیں گی۔ میں بھی پریشان ہو جاؤں گا۔ ان سے ملے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔“

سوتلی نے کہا کہ دشمن بھی چاہتے ہیں۔

مر جادہ نے کہا۔ سوتلی اور اداؤم دونوں کو ایسی تدبیر سوچ کر اپنی اتنی سے مل بھی پورا دیا۔ دشمن نہیں دیکھتے میں نہ پائیں۔  
 میں نے جواب دیا۔ ایسا تو ہر نہیں سکتا۔ دشمن نادان نہیں ہیں۔ اس وقت بہت گہری چال چلی ہے۔ ساترہ ہاؤور ڈیر جھال نے اداؤم کو چھوڑ دیا ہے۔ میں پہلے تو وہ رہ دیکھیں گے کہ تم مجھ پر ہکر اپنی اتنی سے ملتی ہو یا نہیں۔ اگر تم سے میرے کام لیا اور ان سے دو درمیں پھر وہ دوسری چالیں لیں گے۔ شلایہ کہ بہاری اتنی کو کسی معیت میں لاکر کر دوں گے اور دوسرے تھا شاید ہمیں گے کہ تم سوتلی کی مدد سے اپنی اتنی کو اس معیت سے نجات دلانے آتی ہو یا نہیں یہ تو قاہرہ ہے کہ تم انہیں کسی معیت میں رکھ کر برداشت نہیں کر سکتی گی۔ ان سے دو درمیں رہ سکو گی؟

مر جادہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ پھر کیا کیا جائے؟ اتنی سے تو لینے فر دیتا ہے۔  
 سوتلی نے کیا۔ فر دینا ایک مشورہ وقتوں ہوں۔ ہم کیوں نہ لیا اس لڑکے کو بہر ماٹری سے دوستی کریں۔ میں یہاں کے ماٹری سے ابھی رابطہ قائم کر لیں اور باتیں بنا کر تعلقات بحال کر دیں۔“

مر جادہ نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھنے چاہیے۔ میرے تک کے خلاف سازش کی ہے۔  
 سوتلی نے کہا۔ فر دینا وہ جسے اس ننگو ڈیر جھال نے یاد رکھی ہے۔ لہذا جو میں آنے سے یہ مسلو نہیں ہو گیا۔ ہمارے مسائل کو اور بڑھتے جانیں گے۔ سوتلی ٹھیک کہہ رہی ہے۔“

سوتلی نے کہا۔ فر دینا وہ جسے اس ننگو ڈیر جھال نے یاد رکھی ہے۔ لہذا جو میں آنے سے یہ مسلو نہیں ہو گیا۔ ہمارے مسائل کو اور بڑھتے جانیں گے۔ سوتلی ٹھیک کہہ رہی ہے۔“

سوتلی نے کہا۔ فر دینا وہ جسے اس ننگو ڈیر جھال نے یاد رکھی ہے۔ لہذا جو میں آنے سے یہ مسلو نہیں ہو گیا۔ ہمارے مسائل کو اور بڑھتے جانیں گے۔ سوتلی ٹھیک کہہ رہی ہے۔“

جو بہت کم لوگ مہر سکتے ہیں۔ آدمی ہر پہلو سے سوچتا ہے۔ لیکن اس پہلو سے انہیں کوئی نہ کہ دشمن سے دوستی کرنا کہ جسے تو ایسا رہے گا تم نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔ یقیناً ہم دونوں میں تم بھی مناسب منع پر اختلاف لے سکتے ہیں اور اس طرح ان کے بڑے بڑے منصوبوں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کا استیلا بحال ہو جائے۔ میں بہاری اتنی سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم پہلی دوست میں یہاں کے ماٹری سے رابطہ قائم کر دو۔“

سوتلی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ابھی بات یہاں کوئی یک جہتی کیون ہوگا۔ میں پہلے ان کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔“

مر جادہ نے کہا۔ ابھی چلو ابھی بدل کی منتظم سے بددلیوں کے تو معلوم ہو جائے گا کہ کس دن کہاں ہے۔“

سوتلی نے فر دینا پریشان ہو کر مر جادہ کو دیکھا پھر کہا۔ تم میرے ساتھ کہاں جاؤ گی تم نہیں بیٹھیں ابھی دن کر کے آتی ہوں۔“

مر جادہ نے کہا۔ ابھی چلو ابھی بدل کی منتظم سے بددلیوں کے تو یہاں ہمارا ساتھ کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ چاہے وہ تنھوڑی دیر کے لیے بھی کیوں نہ نہ ہو۔ ہمیں میں تمہارے ساتھ جیوں گا۔“

سوتلی نے کہا۔ کیا تم پر ہکتی تھیں مجھ کو نہیں جھج کر نہیں جھاگ رہی ہوں۔“

”میری جان میں طرح تم مجھ سے رہا کہ گھبرانے لگتی ہو۔ مجھے کترانے لگتی ہو تو مجھے شہرہ ہو سکتے ہیں۔ تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ۔ میں یہ کہتا ہوں۔ اپنی اتنی کو تم کھاکر کہنا ہوتا ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں بے صوت مر جاؤں گا۔ تمہارے بغیر یہ ساری دنیا مجھے ڈیر ان لگے گی۔“

سوتلی نے کہا۔ اور ہوا تم ہر وقت اپنی حجت کا رنگ نہ لایا کرو۔ یہ توقع نہیں ہے ابھی ہمیں ماٹری سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ اور یہ بات میں اس سے اسٹیکھی کر سکتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے تم کیوں نہ فر دینا تو صرف تمہارے ساتھ رہوں گا۔“

میں نے سوتلی کے داغ میں کہا۔ سوتلی خواہ خواہ اس سے بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہ ساتھ چل رہی ہے تو چھوٹے دو تم اس طرح نہ کرو۔ بہاری اتنی سے دوستی کا کیا ہے تم نے مر جادہ کو اتنا بڑا پرالیم کیوں بنایا ہے؟  
 وہ کہنے سے نکلے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی۔ کیا کروں نہ فراد۔ میری دشمنی تو جس سے ہے۔ میری ابھی پہلے سے مجھے اس سے بحث ہے۔ میں اس سے دشمنی نہیں کر سکتی کجا اس کی حرکتیں مجھے دشمنی پر مجھو کہ رہی ہیں۔ تم سوچو اگر کبھی وہ وقت آئے کہ ایک ایک دوسرے کی دشمنی کرنا شروع ہو جائے۔“

وہ بہت بڑا وقت ہو گا میں کو خوش کروں گا کہ مر جانے کے سہ  
تہا رہے مطلق کا موت اتر جائے ؟  
سو نیلے کہا وہ فریادیں ابھی ماہر سے رابطہ قائم کروں گی۔ وہ  
مجھ سے گفتگو کرے گا تو تم اس کے جان میں پہنچ جانا آج میں مر جاؤں  
گہری نیند سلا ناچا ہوتی ہوں۔  
"وہ بولا"

دیکھو بیب سے مر جاؤ کوڈ انٹرنی کی رپورٹ ملی ہے کہ اس کے  
اندھا ایک انقلاب پیل ہونے والا ہے تب سے وہ کچھ زیادہ ہی مرد  
مان رہی ہے۔ آج وہ تھوڑے پریشان کرے گی میری بہت بہنیں  
مانے گی بلڈ ایڈھا سادا ماہر طریقہ ہے کہ اسے نیند کی دوا لگا کر سلا  
دیا جائے۔

اس نے گیسٹ ہاؤس کی منظم سے ٹیلی فون کے متعلق دریافت  
کیا۔ اس نے بتایا کہ بیروں میں ٹیلی فون ہے وہ ساتھ چلے گی تو اسے  
فون کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

وہ دونوں بار بار دالے مکان میں گھنٹیں بچھو وہاں سو نیلے رہی ہو  
ابھا کہ ماہر کے شہر ڈرائیو کے لیے وہ اپنے ٹیکس میں موجود تھا۔ ٹیلی فون کی  
گھنٹی بجتی ہے یہ رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے سو نیلے کی آواز سنی تو کہہ  
داماد ہمیں انٹوس سے کہہ ہم نے آپ کو کھو دیا ہے۔ آپ کہاں نہیں؟  
سو نیلے کہا کہ میں کیا بتاؤں۔ تہا رہے آدمی صحیح طرح سے  
گزار کرنا نہیں جانتے ہیں۔ وہاں دشمن کے دو آدمی ہماری لڑائی کر رہے  
تھے۔ اس لیے ہم نے انہیں ٹھکانے لگا دیا اور ہمیں بدل کر بھیجے  
ہوئے ہیں۔

ماہر نے کہا کہ ماہر ماہر آپ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ دشمن کے  
آدمی نہیں تھے وہ ہمارے ہی آدمی تھے اور آپ لوگوں کی حفاظت  
کے لیے آپ لوگوں کی لڑائی کر رہے تھے۔  
"تو پھر تم نے غلط آدمیوں کو ہماری لڑائی پر مامور کیا تھا کیونکہ  
ان کی حرکتیں ایسی مشکوک تھیں کہ میں انہیں معاف نہیں کر سکتی تھی۔  
مجھے انٹوس سے کہہ کہ میں نے آپ کے آدمیوں کو وضع کر دیا ہے۔"  
"کوئی بات نہیں داماد آپ کے لیے تو ہماری تنظیم کے بہراؤ  
آزادی کا جانیں مہاتر ہیں۔ مزید سے آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے بہت  
سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ایک گیسٹ ہاؤس میں ہوں۔ آپ اس کا پتہ نوٹ کریں  
اور میرے لیے گاڑی بھیج دیں میں ڈریں اگر بات کروں گی۔  
"شکر ہے داماد میری عزت افزائی ہے کہ آپ میرے پاس  
آکر میری الجھنیں دور کر رہی ہیں۔"  
سو نیلے گیسٹ ہاؤس کا پتہ بتا کر رہی ہو کہ وہاں میں اس ماہر  
کے دماغ میں پہنچ گیا سا سلا کر نا کروں گا تھا۔ نام سے ظاہر ہے کہ وہ

دو ماہر سے بولا۔ فراد صاحب! میں آپ کے متعلق  
کچھ سنا چکا ہوں۔ بہت کچھ پڑھ چکا ہوں۔ آپ کا پورا  
کا پورا ہم لوگوں کو باہر بانی یاد رہتا ہے۔ پھر بھی پہلی بار آپ میرے  
بانی آئے ہیں اس لیے مجھے فدا سنا رہا ہے کہ یہ کہیں میری اپنی  
ہر جگہ نہ ہو۔ آپ ایسا ثبوت پیش کریں جس سے میری ذات  
انفصاف نہ ہو سکتی۔

میں نے کہا۔ ابھی بات ہے۔ اپنی کلانی کی گھڑی کو دیکھو  
اس وقت بارہ بج کر پندرہ منٹ اور پندرہ سیکنڈ ہوتے ہیں۔  
جب میں سیکنڈ کے بعد تم میں سیکنڈ ٹیک باہر نکل سکتا ایک  
بڑی کورت کی طرح اپنی جگہ بیٹھے رہو گے۔ پلٹا جائے گا، دل  
میں سکون۔ دل چاہو گے دل نہیں سکون۔ میں بہت ساری  
دنیا سے۔ میں سیکنڈ پڑھ لینے کے بعد ہمارے دماغ کو آزاد  
پروڈوں گا۔ گھڑی دیکھتے رہو اتنا ہی کہتے رہو بلکہ پندرہ  
منٹ اور میں سیکنڈ ہو گئے تھے۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ پر  
ناض ہو کر ادا اس کی آنکھوں سے گھڑی کو دیکھنے لگا۔ اب  
دل نہیں سکتا تھا، دل نہیں سکتا تھا۔ کبھی آنکھوں سے  
کلانی کی گھڑی کو دیکھ رہا تھا لیکن میں اس کے دماغ میں  
دقت کو سمجھ رہا تھا کہ کتنے سیکنڈ گزر رہے ہیں۔ ٹھیک بیس  
سیکنڈ گزرنے کے بعد میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے  
ہوئے کہا۔ اب گھڑی دیکھو میں ٹھیک بیس سیکنڈ کے ہوں نہیں  
لاؤنگ رہا ہوں۔

اس نے گھڑی دیکھی پھر حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا  
اپنی بوکر بولا۔ فراد صاحب! میں مان گیا۔ آپ دنیا کے  
بہت سے حیرت انگیز انسان ہیں۔ میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔ میں  
ہا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ تو خوش آمدید کہہ رہے ہو یا خوشامد کہہ رہے ہو؟  
"نہیں مہر فراد! میں جا چکی ہوں کرتا۔ میں آپ سے  
بہت متاثر ہوں۔ آپ کی عزت کرتا ہوں اور آپ کے لیے جان  
دے کر بھی تیار ہوں۔"

"خوش نہ ہو۔ پھر تم نے پھر پھر ماہر کے لیے جان دو گے  
پھر پھر ماہر کا حکم ہوگا تو مجھ پر جان دو گے۔"  
وہ تائبہ میں سر ہلا کر بولا۔ آپ تو دماغ کے اندر چھپی  
کلانی کا دل کو بھی سمجھ لیتے ہیں۔ جی ہاں، یہ درست ہے۔ میں  
پھر ماہر کا حکم خواہوں اگر میں اس سے وفاداری نہیں کروں  
تو اس کے گن گن کا دل کو تو یہ فدا کر دیتی ہوں اور مجھ جیسا فدا  
کرنا آپ کا بھی دخل ہوں۔ وہ سنے گا کیا آپ میری وفاداری  
انداز نہیں کر سکتے؟

"مجھے جاؤ اور اپنے پڑاشرک طرف سے اس سوال کا  
جواب دو کہ میرے ملک کے خلاف سازش کیوں کی گئی اور تم  
لوگوں کو جنگوں میں کیوں بھٹکانا گیا؟"

وہ ریوانگ چیز پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ فراد صاحب!  
یہ ایک لمبی اور بہت الجھی ہوئی داستان ہے۔ مختصر میں اتنا  
بتا دوں کہ آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی جان بچانے کے لیے  
پھر ماہر کو آپ کے دشمنوں سے یہ سودا کرنا پڑا۔

میں نے کہا۔ ہماری جا میں ہمارے ملک سے زیادہ  
قیمتی نہیں ہیں۔

وہ تائبہ میں سر ہلا کر بولا۔ جی ہاں پھر ماہر کا بھی یہی  
خیال تھا۔ ہم بھی جانتے تھے کہ جب آپ کے سامنے دشمنوں  
کی یہ شرط رکھی جائے گی تو آپ اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے  
تیار ہو جائیں گے، لیکن پھر ماہر نے جوش و خروش میں رہ کر  
فیصلہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زندہ رہنا چاہیے  
اگر آپ لوگ زندہ رہیں گے اور پھر ماہر سے دوستی قائم رہے  
گی تو رفتہ رفتہ آپ اپنے دشمنوں تک پہنچ کر ان سے اتحاد کرنے  
سکیں گے۔ یہ دانشمندی کا راستہ تھا جو پھر ماہر نے اختیار کیا۔  
میں نے پوچھا۔ یہ شرط کس نے لگائی تھی؟

"آپ میں ان اقوامی سیاست سے بڑی حد تک باخبر  
ہیں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ دشمن کون ہیں۔ جلال بیگ ان  
کا ایک کارندہ ہے اس نے یہ شرط لگائی تھی۔ آپ یقین کریں  
جن وقت آپ کو داماد رسوئی کے ساتھ ایک ستون سے باز  
دیا گیا تھا اسی وقت یہ شرط پیش کی گئی تھی۔ وہ آپ لوگوں کو  
باز رہنے کے بجائے اسی وقت شرط کو دینا چاہتے تھے دوسری  
طرف ملام سوینا اور مر جانہ ان کی والدہ ساڑھ باجوہ جلال  
بیگ کے آدمیوں کی نظروں میں تھے۔ وہ ان سب کو ختم کر دینا  
چاہتا تھا لیکن پھر ماہر نے اس سے سوئے بازی کی۔ آپ  
لوگوں کی جانیں بچا کر اس نے وعدہ کیا کہ جب تک جلال بیگ  
کے آدمی آپ کو جنگوں میں جھسکتے رہیں گے اس وقت  
تک پھر ماہر اور اس کے آدمی آپ کی ظاہری حیلہ پر مدد تو  
کرتے رہیں گے لیکن آپ لوگوں کو جنگوں سے نکال کر کسی  
آبادی تک نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی آپ لوگوں تک ریڈیو  
اور اخبارات کو پہنچانے دیا جائے گا۔ یوں دیکھا جائے تو ایک  
طرح سے ہم نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن یقین جانیے  
کہ آپ کی زندگی میں عزیز ہے اور اسی طرح آپ کے ساتھیوں  
کو بھی ہم زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو کسی  
اور طرح سے میری بات کی تصدیق کریں۔"

میں تصدیق کروں گا ویسے تم جلال بیگ کے متعلق کیا جانتے ہو؟

اس نے جواب دیا تم میں نے ادھر چند دنوں میں اس کا نام سنا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت بڑا مراد ہے۔ کسی کی نظر میں نہیں آیا۔ شاید اس لیے کہ وہ آپ سے چھینا جا رہا ہے۔ ہاں یہی بات ہے۔ میں نے بہت خوشخبری کی ہیں کہ کسی طرح اس کی آواز سن لوں مگر وہ بہت غماخ ہے۔ اس کے جتنے آدمی میری نظروں میں آتے اور میرے ساتھیوں سے ٹکراتے وہ یا تو ٹوٹتے مہرے مہرے یا بے تہ زبے تو اس طرح کہ اپنی جان، مقصدی پر لپکتے آتے تھے لیکن جلال بیگ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔

ماسٹر کو ڈانا مانگنے کہا لیڈی سائزہ ہاؤ کو آج صبح سے جلال بیگ کے آدمیوں نے قاہرہ کے ایک مصفا فانی علاقے میں قید کر کے رکھا تھا۔ لیکن آپ کے دشمن ملک سے سیر ماسٹر کا جو معاہدہ ہوا تھا اس کی دوسرے اسے مجبور ہو کر سائزہ ہاؤ کو ہا کرنا پڑا۔ وہ آج رات دو یا تین بجے تک یہیں کا پڑنے کے ذریعے یہاں پہنچ جائیں گی۔ آپ کے دشمن ملک اور سیر ماسٹر کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ آج رات کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کل سے پھر محاذ آرائی شروع ہوئی ہے آپ کے لیے آپ کے دشمن ملک کی طرف سے اور جلال بیگ کی طرف سے خطرہ منڈلاتا ہے۔ لیکن آپ فکرت نہ کریں۔ آپ کو ڈانا مانگا کے علاقے میں ہیں یہاں میں آپ پر یا آپ کے ساتھیوں پر کوئی بھی نہیں آئے دفعتاً گانہ میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ رسوئی مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی یہ فریاد اگر تمہیں خیال خوانی سے ڈکا نہ جاتے تو تم شام سے صبح اور صبح سے شام کرتے رہو گے اب بس بھی کرو۔ رات آرام کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ صبح پھر ان لوگوں سے بات کر لیتا کیا وہ لوگ کی مصیبت میں گرفتار ہیں؟

میں نے کہا: نہیں فی الحال تو سب خیریت سے ہیں۔ ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ میں ابھی ان سے رخصت ہو کر آتا ہوں۔ تم تھوڑی دیر اور میرے کرو۔ یہ کہہ کر میں پھر کو ڈانا مانگا کے پاس پہنچا۔ وہ جب چاہا بیٹھا ہوا سامنے دو پار کو گھورتا ہوا اس انتظار میں تھا کہ میں لے غائب کروں گا۔ میں نے کہا: ماسٹر کو ڈانا مانگا! میں بس بیگ ہوں وہاں کافی رات ہو چکی ہے۔ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں صبح تم سے ملاقات کروں گا لیکن رخصت ہونے سے پہلے یہ بتا دوں کہ مادام سونیا کو ایک ایسی دعا کی ضرورت ہے جس کے ذریعے وہ کسی کو بھی رات بھر گری نیند سلا سکے اور اس دعا سے

سوئے ملے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ کیا آپ ایسی دعا مادام کے لیے میا کر سکتے ہیں؟

وہ ہنستے ہوئے بولا: فریاد صاحب آپ نے کتنی مصلحتی بات کہی ہے۔ میں تو مادام کی خاطر کسی کو رات بھر سلا بھی سکتا ہوں اور سوئے والے کے چہرے ان پر بھی رہ سکتا ہوں۔ شہ سے جو خدمت لی جائے میں تیار ہوں۔ مادام کو دعا مل جائے گی: "لیکن یہ دعا اس انداز میں دینا کہ مادام سونیا کی تمام مریجات کو اس کا علم نہ ہو۔"

اس نعرہ کو کہہ کر وہ ایسا ہی کہے گا۔ میں اس کے پاس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس آیا۔ اتنی دیر میں وہ ایسے کر دیش ہڈا کر گھسٹ ہڈاؤں کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ یوں اور مر جانے اس کی بھینچی سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں اور کاروہاں سے روانہ ہو رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا: ماسٹر کو ڈانا مانگا سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ کافی بائیں طرف ہوتی ہیں۔ بائیں طرف تم کو لیتا۔ ویسے میں نے ماسٹر سے کہہ دیا ہے کہ وہ تمہیں کوئی ایسی دعا دے جس کے ذریعے تم جہاز کو رات بھر گری نیند سلا سکو، لیکن یاد رکھو جب بہت مجبور ہو سبھی ایسا کرنا ورنہ اگر جہاز کو زبان سے سمجھایا جائے تو اسے سمجھانی رہتا میں اب رخصت ہو رہا ہوں۔ صبح ملاقات کروں گا نظرہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ سائزہ ہاؤ اس وقت وہاں پہنچ رہی ہیں۔ یہ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اگر اور کوئی بات ہو تو بتاؤ؟

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس سوئے سے پہلے ایک بار میرے دعا میں جس جہانک کہہ لیتا۔ اگر پھر خیریت ہوں گے تو آرام سے سو جاؤ۔ پھر صبح ملاقات ہوگی۔ اچھا گانا ناٹھ۔"

خیال خوانی کا رابلہ ختم ہو گیا۔ میں نے آنکھیں کھلی دیں۔ وہ جی جھوٹیری تھی جہاں میں اور سوئی رات بسر کرناوے تھے۔ غلام وہاں سے جا چکا تھا۔ رسوئی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسا لگا کہ ہاتھ میرے بہت بڑا ہوا۔ اس کے دل پر گزند ہا۔ جو میں نے پوچھا: کیا بات ہے تم نے سر کو اس طرح کیوں تھام رکھا ہے؟

وہ بولی: اللہ کیا کروں یہ ہنارے ساتھ تو کوئی بھی عورت زندگی نہیں گزار سکتی۔ رہو گے اپنی عورت کے پاس اور خیال خوانی کے نذرے ساری دنیا کی سیر کرتے رہو گے۔ خدا بھی اس بات کا خیال نہیں رہے گا کہ کوئی تمہارا متعلق ہے؟ میں بستر پر رہی تاکہ ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ چپڑس کے

جو رحمت سے تھام کر بولا: جیو خیال خوانی کی چھٹی ہو گئی ہے۔ ہر طرف سے اطمینان ہے۔ یہ رات صرف ہم دونوں کے لیے ہے کوئی تیسرا ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔

"اور کوئی آگیا تو میں اس کا ہاتھ مارا یا بگاڑوں گی۔" یہ تو نصیب ہی ایسے ہیں۔ میں اپنے گھر لے کر آئی تھی۔ میرا اس کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ میں نے پوچھا: کیا اب یہی تمام فیصلے پر قائم ہو کر مجھ سے وعدہ کر کے پھر نہ فرار ہو گی؟

اس نے ایک سرواہ بھری۔ "فریاد! تم سے وعدہ کرنے کے خیال سے جان جاتی ہے۔ میں کیا کروں کچھ مجھ میں نہیں آتا۔ جب تک تمہاری نہیں ہوتی تھی اس وقت تک یہ سب کچھ ہی تم میرے بن جاؤ گے۔ میں تمہیں جیت لوں گی تو پھر میں کسی دوسرے کے پاس جانے نہیں دوں گی۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی، عیوضاً اپنے ساتھ رکھوں گی، اور اسے سلتے میں ساری عمر گزاروں گی۔ کیا معلوم تھا کہ مال لے کر گھڑی آتے تو میرا مزاج بدل جاتے گا میرے ارادے بدل جائیں گے۔ میرے منہ بدل جائیں گے۔ اب میں صرف ان کو سوچ رہی ہوں۔"

وہ میری طرف منہ کر کے بولی: وہ میرا اور تمہارا ہے۔ میں نے اسے نہیں دیکھا ہے لیکن اس کی آواز میرے اذان میں آتی ہے۔ وہ رہ رہ کر کہتا ہے مال میری حفاظت اور سلامتی کا انتظام ابھی سے کرو، نہیں تو میرے لیے ساری رسوئی رہے گی۔ ہمارے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ اگر تم کوئی بھی جان کو کماں چھپاؤں گی تو بس ایک ہی راستہ ہے کہ تم دھوڑو گے تو دشمن بھی ہمارے پیچھے سے دوڑے ہیں۔ میں کس مل سے تمہاری جدائی برداشت کروں گی یہ میں ہی جانتی ہوں۔ میرا جھگو ان جانتے ہیں اور تم میری رحمت سے غافل نہ گئے ہو کہ میں اپنے آپ کو مار کر صرف اپنے بیٹے کیلئے زندہ ہوں گی۔"

اس کے بولنے کے بعد ان میں نے چند لمحوں کے لیے ایک لمحہ کے مابین میں جہانک کہہ دیا۔ اس کی خیریت معلوم کی گئی۔ وہ اپنی طوری پر رسوئی کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسوئی نے کہا کہ اب ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہ آئے۔ میں نے اپنے خیر خیر نہ ہونے ہی اللہ وہ تک سفر کر کے واپس آ گیا۔ اس نے پوچھا: فریاد! ابھی تو تم دو چار روز میرے

ساتھ رہو گے؟  
میں نے کہا: بہت مشکل ہے۔ تم جانتی ہو کہ ہمارے ساتھ کتنی جھیا تک سازشیں کی گئی ہیں۔ مجھے یہاں سے جانا ہو گا۔ میں ایک بار پھر پھر ماسٹر سے مدد سنی کر رہا ہوں۔ اسے اس بات کا احساس نہیں ہونے دلیے کہ میں اپنے ملک کے ایسے کے سلسلے میں اس سے ناراض ہوں۔ میں اب دوست بن کر اس سے دشمنی کروں گا۔ اگرچہ وہ اپنی صفائی میں بڑھنے کا لہجہ پیش کر رہا ہے۔ اس نے یہ سب کچھ میری اہم ترگوں کی جان بچانے کی خاطر کیا ہے یا نہیں یہ میں اس بات کی بھی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کل ہی مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟  
میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تم خود مجھے چھوڑنا چاہتی ہو؟  
"کیا میں نے تمہارے بچے کے سلسلے میں غلط فیصلہ کیا ہے؟"  
"فیصلہ درست ہے۔ ہم دونوں کو اپنے اپنے خدوں پر جبر کرنا ہو گا۔ میں خوشخبری کروں گا کہ تمہارے بغیر وہ سکون۔ ذرا رہ سکتا تو تمہارے پاس آ جاؤں گا؟"  
"نہیں فریاد! مستقل مزاجی سے فیصلہ کرو کہ ایک طویل

232

عصے تک نہیں آئے۔ بچے کو جمع لینے دو بجے کو ذرا بڑا ہونے  
 دوسرے نمونوں کو اپنے پیچھے پیچھے لے کر یہاں مت آجانا۔ میں  
 تمہارے سامنے ہاتھ کوڑتی ہوں۔ تم مجھے کیوں نہیں ہو۔  
 تمہارے لیے خطرات کوئی وقعت نہیں رکھتے، لیکن میرے  
 بچے پر تو قیامت گرد جائے گی اگر اس شخص کو ذرا سا بھی نقصان  
 پہنچتا۔

”میں تمہاری محبت اور مامتا کو سمجھتا ہوں۔ ٹھیک  
 ہے میں نہیں آؤں گا۔ میں کل جلا جاؤں گا“

یہ سنتے ہی وہ مجھ سے بیٹھ کر چھوٹ چھوٹ کر  
 رٹنے لگی۔ وہ مجھ سے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی مگر اپنی مرضی سے  
 چھوڑ دی تھی اور اپنی مرضی سے زور پود ہی تھی۔ ہم بہت بات  
 تک جاتے رہے باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے سنی پتی  
 کے ذریعے سو سوتی کے دماغ کو ٹھیک ٹھیک کر سلا دیا اس  
 کے بعد مجھ کو جانا چاہیے تھا مگر مجھے ہوش ہر سونے سے  
 پہلے چلے اور فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ ایوں کی کثرت  
 معلوم کے لیے سونا مناسب نہیں ہوتا۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ میں  
 نے کسی کی خبر نہیں لی تو بعد میں بہت بڑی الجھنوں سے گزرنا  
 پڑا۔ لہذا میں سونیکے پاس پہنچ گیا۔

جس وقت میں سونیا سے نہایت ہوا تھا اس وقت  
 وہ مرجانہ کے ساتھ گا۔ کی پھلی سیٹ پر بیٹھ کر مارٹر کو ڈانٹا  
 سے ملاقات کرنے جا رہی تھی۔ اس کے بعد ان کے حالات پڑیں  
 ہیں کہ جب وہ کو ڈانٹا کی بڑی سی کو مٹی میں پہنچیں تو ان  
 کا شایان نشان استقبال کیا گیا۔ کو ڈانٹا ننگے خود کو مٹی سے  
 باہر کر سونیا کے لیے کا کا دروازہ کھولا تھا اور بڑی گرجو ش  
 سے استقبال کرتے ہوئے اپنے ساتھ اپنے شاندار کمرے میں لے  
 گیا تھا جسے وہ دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ مرجانہ بھی ساتھ  
 ہی تھی۔ اس کی بھی اتنی ہی عزت کی جا رہی تھی لیکن جو رہینا کا  
 رعب و دہرہ دشمنوں اور دوستوں پر تھا وہ بات، وہ وقار  
 پیدا کرنے کے لیے مرجانہ کو ابھی برسوں کے تجربات کی ضرورت  
 تھی۔

ایک بہت ہی خوبصورت سچے چمکتے کرے میں پہنچ  
 کردہ لوگ آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ سونیا اور مرجانہ کے  
 سامنے مشروبات پیش کیے گئے پھر کو ڈانٹا ننگے سب سے  
 پہلے وہی بات چیری جو مجھ سے ہو چکی تھی یعنی ہمارے ملک  
 کے ساتھ جو امید ہو تھا اور ہمیں جنگوں میں جھٹکانے کی جو  
 سازشیں کی گئی تھیں۔ وہ سب کچھ کہوں ہوا ایسے ہوا اور  
 پھر مارٹر نے ہماری باتیں چلانے کے لیے جلال بیگ سے کیے

معاہدہ کیا۔ وہ اس کی تفصیلات بتانے لگا تھا۔  
 کو ڈانٹا ننگے اپنے بات مکمل کرتے ہوئے کہا: ”مادام  
 میں سپر مارٹر کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس نے  
 یا ہم میں سے کسی نے آپ لوگوں سے دشمنی نہیں کی ہے۔ آپ  
 یقین کریں کہ سپر مارٹر، مشرف و فاد کی اور آپ کی خدمت کے  
 لیے ہر وقت تیار رہتا ہے اور آپ لوگوں کی خوشنودی حاصل  
 کرنے کے لیے وہ اپنے بڑے سے بڑے جان بخارا محنت کو قربانی  
 دینے کے لیے بھی آمادہ رہتا ہے اس کی مثالیں پہلے بھی کی جا  
 پڑیں گی جا چکی ہیں۔ شہر دم کا مارٹر اور پیر کے مارٹر مشرف  
 کی جائیں آپ ہی لوگوں کی خاطر تھی ہیں۔ ہم آئندہ بھی ایسی ہی  
 قربانیاں پیش کرتے رہیں گے“

سونیا نے کہا: ”ٹھیک ہے جو کچھ بھی کہنا سنا ہوگا،  
 اس کے لیے فراد موجود ہے وہ تمہاری باتوں کی تصدیق کرے  
 گا۔ ایک نایک دن سہا جی اسٹن آجائے گا“  
 مرجانہ نے کہا: ”مارٹرا یا باتیں تو ابھی ہوتی ہیں گی  
 گی، پہلے یہ بتائیے کہ میری اتنی کب میاں پہنچ رہی ہیں؟  
 مارٹر نے مسک کر کہا: ”آپ کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ  
 آج رات کو ڈھالی یا تین بجے تک میاں پہنچ جائیں گی بہر حال  
 کوئیے جائیں گے“

سونیا نے پوچھا: ”سازہ بانو کو کیا جلال بیگ کے آدین  
 نے گرفتار کیا تھا؟“

”جی ہاں جبکہ کہ میں نے بتایا ہے سپر مارٹر نے جلال  
 بیگ سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچایا  
 جائے گا اور نہ ہی وہ یا اس کے آدمی آپ لوگوں کو گرفتار کریں  
 گے۔ سازہ بانو کو جو ہر حال میں رہی ہے وہ اسی معاہدے کا نتیجہ  
 ہے جب وہ ہمارے پاس پہنچ جائیں گی تو آج رات کے بعد  
 جلال بیگ سے کیا ہوا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ ہم پھر سنے  
 مرے سے حفاظ لگتی کریں گے۔ جلال بیگ معاہدے کے کڑے  
 آزاد ہو جائے گا۔ پھر وہ ہمارے اور آپ کے علاقہ کوئی بھی  
 سازش کرنے اور سازہ بانو اور س مرجانہ کو اپنے قبضے میں  
 رکھنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آج رات کے بعد ہم اس کی  
 طرف سے حفاظ رہیں گے“

سونیا نے کہا: ”میں تمہاری مدد کی ادھیڑے کی تہ کر تکی  
 ہوں کیا جلال بیگ سے کیے ہوئے معاہدہ کی آخری شرط یہی  
 ہے کہ ایڑی سازہ بانو کو گرفتار کیا جائے؟“  
 ”جی ہاں آخری شرط یہی ہے۔ ان کے رہا ہوتے ہی  
 معاہدہ ختم ہو جائے گا“

سونیا نے کہا: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی سازہ بانو  
 میں ملیں گی ان کی طرف سے کوئی خفا ناکار ورائی ہو سکتی ہے  
 کو ڈانٹا ننگے آئندہ میں سپر مارٹر کا کما“ جی ہاں مادام ایسا  
 ہو سکتا ہے۔ میں نے سب کچھ سوچ رکھا ہے۔ جسے ضرورت  
 حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں۔ یہی کا پڑے لیڈی سازہ بانو  
 اور ان کے ساتھی کو آماندے کے بعد ہم پوزن حفاظت سے ان  
 کر کسی سائیڈ چپس میں پہنچائیں گے“

مرجانہ نے کہا: ”میں اپنی اہلی کو لینے کے لیے یہی کا پڑے  
 جاؤں گی“

مارٹر کو ڈانٹا ننگے کہا: ”اگر آپ اصرار کریں گی تو ہم آپ کو  
 وہاں تک لے چلیں گے، لیکن میرا مشورہ ہے کہ آپ اور مادام  
 بیس میں آرام کریں۔ ہم آپ کی اہلی کو وہاں تک بغاظت  
 پہنچا دیں گے۔ آپ لوگوں کے جانے میں خطرہ ہے“

سونیا نے کہا: ”مارٹر فخر میں ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں  
 پریشان نہیں میں ملتا کریں گے یا کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں  
 گے لیکن میں جان سے نہیں ماروں گے، خصوصاً لیڈی سازہ بانو  
 اور مرجانہ کو تو وہ ہلاک کر ہی نہیں سکتا۔ انہیں سازہ بانو کی  
 دولت کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم  
 وہاں جہان سے آپ لوگوں کو پریشان نہیں ہوگی۔ ہم خود بھی اپنی  
 حفاظت کرنا جانتی ہیں“

”ٹھیک ہے مادام آپ کا ساتھ ہمارے لیے باعث  
 فخر ہوگا۔ ایک الجھن مجھے پریشان کر رہی ہے کہ آپ دن کے  
 وقت ہوٹل سے نکلنے کے بعد پھر گھنٹے تک کہیں گم زمین آپ  
 نے اس دوران مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟“

سونیا نے جواب دیا: ”ایک تو اس لیے کہ ہمیں کہیں چھپ  
 رہیں بدلنا تھا۔ ہم تمہارے آدمیوں کو جلال بیگ کے آدمی  
 کو گرفتار کر کے تھے اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ ان کے دوسرے  
 ساتھی ہمارا حفاظ کر رہے ہوں گے۔ لہذا ہمیں اپنا مدار پ  
 رکھنے کا فی وقت تک گیا۔ پھر یہ کہ مرجانہ کچھ مہاجر تھی“

یہ کہتے ہوئے سونیا نے مرجانہ کی طرف دیکھا اور مرجانہ مسکرا  
 ہتی تھی۔ کو ڈانٹا ننگے کہا: ”اگر ان کی ہماری پریشان کن ہے  
 اڑھے بتائیں۔ میں بڑے سے بڑے ڈاکٹر کا انتظام کر سکتا ہوں  
 کہ وقت یہاں کسی بھی ماہر کو بلا سکتا ہوں“

سونیا نے کہا: ”میںیں مارٹر، ہم یہاں کی ایک مشہور لیڈی  
 ڈاکٹر سے مل چکے ہیں۔ اس نے مشورہ دیا ہے کہ مرجانہ کو لندن  
 مل ڈاکٹر ڈیوڈ کے زیر علاج دینا چاہیے۔ ایک وقت ایسا  
 ملے گا کہ اسے آپریشن کے مرحلے سے گزرنا ہوگا“

کو ڈانٹا ننگے حیرانی سے پوچھا: ”اسی کیا ہماری ہے؟  
 سونیا نے حریف کر پہلے تو مرجانہ کی طرف دیکھا پھر  
 مارٹر سے بولی: ”آپ کو بتانا ضروری ہے۔ چھپانے سے کام  
 نہیں چلے گا کیونکہ آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔  
 اور مرجانہ کو لندن بھیج سکتے ہیں۔ وہاں بھی دوسرے مارٹر کے  
 ذریعے اس کے حفاظتی اقدامات کر سکتے ہیں“

مارٹر نے سر جھکا کر کہا: ”جی ہاں مادام! آپ حکم  
 دیتے ہیں ہم سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تاہم مرجانہ کو  
 تکلیف کیا ہے؟“

سونیا نے سمجھتے ہوئے کہا: ”آپ مرجانہ کو آج مس  
 کہتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد مسر نہیں گے۔ یہ مس کے بجائے مسر  
 بننے والی ہیں“

مارٹر کو ڈانٹا ننگے حیرت سے آنکھیں چھڑا چھا کر  
 کہیں سونیا کو اور کہیں مرجانہ کو دیکھا۔ سونیا نے اسے یقین دلایا کہ  
 یہ درست ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ ہے اور اس نے مشورہ  
 دیا ہے کہ مرجانہ کو ڈاکٹر ڈیوڈ کے زیر علاج دینا چاہیے۔  
 مارٹر نے مرجانہ کو دیکھتے ہوئے کہا: ”جیسی ان کی جہانت  
 اور قہر ہے اس کی مناسبت سے انہیں مزہ ہی ہونا چاہیے۔ ان

کی والدہ کو آنے دیجئے ان سے بات کریں گے۔ پھر وہ اجازت  
 دیں گی تو ہم کل ہی ماں بیٹی کو لندن بھیج دیں گے۔  
 مر جانے کہا۔ میں سونیلکے بغیر لندن نہیں جاؤں گی۔  
 کیوں سونیا تم میرے ساتھ چلو گی کیا ہے؟  
 سونیلکے جواب دیا " اس کے لیے مجھے فریاد کی اجازت  
 درکار ہوگی۔"  
 " میں فریاد سے اجازت حاصل کروں گا " مر جانے نے  
 اردو میں جواب دیا۔  
 سونیلکے ماسٹر کی طرف دیکھا، ماسٹر نے پوچھا ہم جہاز  
 ابھی کچھ اپنی اجنبی زبان میں کہہ رہی تھیں۔ اگر آپ لوگ براہِ رُوح  
 گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو آپ کے لیے دوسرے کمرے کا انتظام  
 کیا جائے یا ہم یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں؟  
 مر جانے نے جلدی سے جایانی زبان میں سونیلکے کہا۔  
 " یاں سونیا! ہمیں انک کمرے میں جانا چاہیے کل شاہد میں تم  
 سے دور ہو جاؤں اس لیے کیوں نہ ہم تھوڑا سا وقت تمہاری  
 میں گزارا دیں؟"  
 سونیلکے کہا " تمہیں اس کے سوا کوئی اور بات نہیں ہو سکتی؟  
 بزمی خاکے رومانوی ماحول میں نہیں ہیں۔ ہم جیتی جاگتی اور خوات  
 سے پڑنے لگی گزار رہے ہیں۔ تمہیں ابھی اپنی ہی کے متعلق سونیا  
 چاہیے کہ وہ یہاں آئیں گی تو وہ تمہیں کیسی چاہیں چلیں گے؟  
 پھر سونیلکے جلدی سے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔  
 " ماسٹر آپ کچھ خیال نہ کریں یہ مر جانے بڑی بدعاش ہے۔ مجھ  
 سے جایانی زبان میں عشقیہ گفتگو کر رہی تھی۔ یہ کہتی ہے کہ مرد  
 بن جانے کے بعد مجھ سے شادی کرے گی۔ اس کا دماغ خراب  
 ہو گیا ہے۔"  
 ماسٹر کو ڈٹا مانگانے بنتے ہوئے مر جانے کو دیکھا پھر کہا۔  
 " مر جانے، ہماری دعا ہے کہ آپ جلد ہی شریں جائیں۔  
 لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ آپ دنیا کی ہر چیز حاصل کر  
 سکتی ہیں لیکن ماوام کو فریاد صاحب سے نہیں چھین سکتیں۔"  
 مر جانے نے صوفے کی پشت سے ٹپک لگا کر ایک  
 گرمی سانس لیتے ہوئے کہا " جب وقت آئے گا تو دیکھا  
 جائے گا۔ میرا نام مر جانے ہے۔ بچپن سے آج تک جو خواہش  
 کی ہے وہ پوری ہوئی ہے۔ سونیا میری زندگی ہے۔ اس کے  
 لیے میں فریاد سے بڑی سے بڑی سودے بازی کے لیے تیار  
 ہوں۔ میں فریاد کے لیے..."  
 سونیلکے اس کی بات کاٹ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔  
 " بس کرو۔ میں سچ کہتی ہوں کہ تم میری خاطر اپنے باپ کی نام

دولت فریاد کو کہنے دو گی۔ فریاد کی ساری زندگی غلامی کر کے  
 مجھے نہیں چھوڑے گی۔ ٹھیک سے جب وقت آئے گا تو دیکھا  
 جائے گا۔ مگر خدا کے لیے ابھی تو خوشی سے باز جاؤ۔"  
 کروٹا مانگانے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ادب سے کہ  
 " ماوام اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لیے باہر  
 جا کر دیکھوں کہ خافتی اقدامات کہاں تک مکمل ہیں اور میرا  
 آؤں کتنے چاق و چوبند ہیں۔"  
 سونیلکے اجازت لے کر وہ چلا گیا۔ اس کے جاننے  
 بعد تنہا بیٹھے ہی مر جانے کھسک کر سونیلکے پاس آئی اور کہا  
 کھسک کر فریاد اور بیٹھ گئی اور بولی " دیکھو شرارت نہ کرو۔  
 سیدھی طرح بیٹھ کر باتیں کرو۔ تم سے بہت ضروری باتیں  
 کرنی ہیں۔"  
 مر جانے نے کہا " محبت سے زیادہ ضروری بات کوئی  
 نہیں ہوتی۔"  
 سونیلکے کہا " میں محبت کی ہی بات کرنا چاہتی ہوں۔  
 وہ خوش ہو کر بولی " سچ ہے چلو تم ہی پہلے ضرورت  
 کرو۔"  
 سونیلکے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا " اپنی محبت  
 کی نہیں میں تمہاری اور ڈیڑھ ڈیڑھ جمال کی محبت کے بارے میں  
 بات کرنا چاہتی ہوں۔"  
 اس نے ایک گرمی سانس کھینچی پھر ایک ہاتھ کے  
 ساتھ سانس چھوڑتے ہوئے بولی " ہائے، میں تو چھوٹی ہی  
 گئی تھی کہ امی کے اندر بھی تیر ہی آ رہی ہے۔ ان کے دل کی  
 دنیا ہل رہی ہے۔"  
 سونیلکے کہا " یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔  
 کیا ہم تمہاری امی پر یہ ظاہر کر دیں کہ ہمیں ان کے دل کی بات  
 معلوم ہو گئی ہے۔ ویسے وہ زبان سے کبھی اقرار نہیں کریں گی۔  
 شرمائیں گی۔ ہم سے چھپائیں گی۔"  
 مر جانے نے کچھ سوچ کر کہا " میرا خیال ہے کہ ابھی یہاں  
 سے کچھ نہ کہیں۔ چپ چاپ امی اور جمال صاحب کی محبت  
 کا تماشا دیکھتے رہیں۔ انجان بنے رہیں۔"  
 مر جانے تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر ہنسنے لگی۔  
 سونیلکے پوچھا " کیا ہوا؟"  
 وہ ہنس تو رہی تھی کہ بولی " کیسی عجیب سی بات  
 ہے کہ ہم ننگ نہ بن کر امی کی شادی کر لیں گے۔"  
 سونیا مسکانے کی مر جانے نے کہا " بلکہ وہ ہونگے۔"  
 ہی دن امی کی شادی جمال صاحب سے ہوگی اور میری تم سے

سونیا نے غصہ دکھاتے ہوئے پوچھا " کیا تم اپنی بات  
 نہیں چھوڑو گی؟"  
 " میری جان! میں اپنی بات کو کیا اپنے آپ کو بھی قبول  
 کرتی ہوں۔ مگر تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔"  
 " دیکھو مر جانے! میں نے آج تک تمہیں کسی سچے سچے قبول  
 کیا۔ تمہارے بہت قریب آ گئی۔ تم سے بے تکلف ہو گئی۔  
 بے نہیں معلوم تھا کہ یہ بے تکلفی مجھے ہنسنے کی پڑے گی۔"  
 " ایسی باتیں کیوں کرتی ہو کہ میں بڑی ہوں وہ بد صورت  
 ہیں یا میرے اندر جو انقلاب پیدا ہو رہا ہے وہ تمہیں پسند  
 نہیں ہے؟"  
 " نہ تم بڑی ہونہ بد صورت ہو۔ تمہارے اندر جو انقلاب  
 آ رہا ہے وہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے۔ میں تمہیں مبارکباد  
 دے چکی ہوں لیکن میں اس انقلاب کو اپنے لیے قبول نہیں  
 کر سکتی۔ اتنی بڑی دنیا میں میں ایک ہی مرد ہے جو مجھے پسند  
 ہے اور تم جانتی ہو کہ وہ کون ہے اس کے بعد تمہیں میرے او  
 اس کے درمیان تمہیں آنا چاہیے۔"  
 وہ ناگوار سی سے بولی " تم اس کی بات کر رہی ہو اس  
 کی جو دوستی کے ساتھ میں کر رہا ہے، تمہاری محبت کا باق  
 ڈال رہا ہے۔ یہ صرف آج اور کل کی بات نہیں ہے۔ تم خود  
 سوچو کہ اس نے تمہیں بسوں بھلائے رکھا جب بھی اسے  
 کتنی ہی عیاشیاں سوچتی ہیں وہ تم سے جیسا چھوڑا کر کسی نہ  
 کسی کہانے دور ہو جاتا ہے۔ تم ایسے مرد کی محبت گن گے گا  
 بلا کر مجھے آزار دیکھو کہ میں تمہاری خاطر ساری دنیا کو تمہارے  
 ذمہ میں لا کر ڈال دوں گا۔ اللہ تمہارے سوا کسی دوسری عزت  
 نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ محبت اس کو کہتے ہیں۔  
 کہ اور عموں میں کر رہی ہوں نہیں کر رہا ہوں؟"  
 سونیلکے ہنسنے ہوئے کہا " یہ دیکھو کہ وہ مجھ سے  
 مانگے کہاں جاتا ہے۔ دنیا گول ہے۔ جہاں بھی جاتا ہے،  
 گول کرے ہے ہی پاس والے آتے ہے۔"  
 " سونیا! یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ تم اپنے دل میں  
 جھانک کر دیکھو، کتنی بار تمہارا دل کڑوا ہوتا ہے کتنے بار  
 اس کے خلاف سوچتی ہو کیا ایسے وقت جب تمہیں  
 اپنی محبت کا مرہم اپنے ذمہوں کے لیے ملے گا تو اسے قبول  
 نہ کر سکتی؟"  
 " میں تمہیں ایک بہت عزیز سہیلی کی حیثیت سے  
 قبول کر سکتی ہوں۔ جب تمہارے اندر تبدیلی آئے گی۔ تم  
 دل کا وہی تو میں تمہیں ایک بہت اچھا دوست سمجھ کر قبول

کر دوں گی۔ تمہارے ساتھ دوستی نہیں ہوگی۔ کبھی وقت پڑا تو جان  
 بھی لے کر دکھاؤں گی۔ جب میں تم پر جان بھی نہیں سکتی ہوں  
 تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے، وہ محبت جو فریاد کے لیے ہے اسے  
 تم مانگ رہی ہو۔ یہ تمہاری زیادتی ہے۔"  
 مر جانے اپنی ضد سے باز آنے والی نہیں تھی ماں نے کہا۔  
 " اچھا چلو ابھی میں تم سے عند نہیں کروں گی، لیکن یہ وعدہ  
 کرو، اگر فریاد دوستی کو اپنے لے یا اس سے شادی کر لے تب تو  
 تم میری بن جاؤ گی کیا ہے؟"  
 سونیلکے سوچا کہ فریاد کا مزاج ایسا نہیں ہے۔ وہ دوستی  
 سے یا کسی سے بھی شادی نہیں کرے گا۔ وہ محبت تو کر سکتا ہے  
 دوستی بناہ سکتا ہے، ساری عمر ساتھ سے سکتا ہے لیکن شادی  
 کے ہنڈھن میں خود کو نہیں باندھ سکتا۔ کیا ہر جے اگر مر جانے  
 سے وعدہ کر لیا جائے۔  
 اگر سوچ کر وہ بولی " اچھی بات ہے میں وعدہ کرتی  
 ہوں اگر فریاد دوستی سے شادی کر لے گا تو میں تمہاری بن  
 جاؤں گی۔ میں اب اس موضوع پر گفتگو نہ کروں۔"  
 مر جانے نے خوش ہو کر ایک دم سے ٹپٹے ہوئے کہا۔  
 " تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ اب میری کو خوش رہو گی کہ  
 فریاد دوستی سے شادی کو کہنے۔"  
 اسی وقت ماسٹر کو ڈٹا مانگانے والیں کرے میں اگر  
 کہا " ماوام دو بج رہے ہیں مگر آپ تیار ہوں تو ہم بیٹھی  
 سارہ باتوں کو لینے کے لیے چلیں؟"  
 سونیلکے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا " ہاں ہم  
 بالکل تیار ہیں چلیں۔"  
 اس وقت دوستی گرمی ننگ سوچا تھی۔ میں سونیلکے  
 پاس پہنچا تو وہ مر جانے کے ساتھ کار کی چھپی سیٹ پر بیٹھی ہوئی  
 تھی۔ اگلی سیٹ پر ایک ڈاڈا بیٹھا اور ڈاڈا بیٹھے کے بار بار  
 کروٹا مانگانا بٹھا ہوا تھا۔ آگے پیچھے دو جیب گڑا ہاں تھیں  
 ان میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ سچے سچے اور بہتر شریں فائٹر  
 بھی تھے۔ ان کے علاوہ پراپرٹی اٹریجڈ سے لے کر کسی  
 ساڑھے بیس تک کروٹا مانگانے کے جانا ناز چھیلے ہوئے تھے۔  
 اور دشمنوں کی بوسٹوں سے چلے تھے۔ میں نے یہاں سے چھوٹا  
 کروٹا مانگانے کے دماغ میں پہنچ کر حاصل کر لیں تھیں۔ پھر  
 میں پینٹ چاب تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور معلوم کرتا رہا  
 کہ مر جانے اس کی کیا باتیں ہوئیں۔  
 جب مجھے سونیلکے وعدے کا علم ہوا تو میں نے سونیا کو  
 مخاطب کیا " بیٹی! میں آ گیا ہوں۔"

وہ بولی : اچھے وقت پر آئے۔ ہم لوگ سارہ بانو کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں۔  
 "ہاں اچھی ان کے آنے میں فدا دیر ہے لیکن تم نے مر جانے سے میرے اندر موتی کے رشتے کا حال دیتے ہوئے وعدہ یوں کیا تھا؟  
 سوئیانے کہہ : تو کیا ہوا یا کیا تم موتی سے شادی کرنے والے ہو؟ یہ تو تمہارے مزاج کے خلاف ہے۔  
 میں بچپن کے لئے لگا۔ پھر یہ سوچ کر حوصلہ ہوا کہ موتی سے شادی کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ تو مجھ سے ایک حویل پت کے لیے بچھڑنے والی ہے مجھ سے قدرہ کو زندگی گزارے گی۔ جب ہم تمہاری بیوی کی حیثیت سے مستقل ازدواجی زندگی نہیں گزاریں گے تو پھر سوئیانا کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ناراض ہو جائیے۔  
 سوئیانے پوچھا : فراد! یہ تم کہاں غائب ہو گئے ہو؟ کچھ سوچ رہے ہو یا جا چکے ہو؟  
 میں نے کہا : میں تمہارے دامخ میں موجود ہوں اور ایک کس کش میں مبتلا ہوں۔  
 وہ بولی : کیسی کس کش ہے مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری لہجہ دور کروں گی؟  
 "ہاں سوئیانا! اب اسے میری غفلت سمجھو یا حالات کی غبوری، میں نے نہ سوئی تو اپنا کیا ہے۔  
 وہ مسکرا کر بولی : یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے تمہارے عرصے سے جمال چھینک رہے تھے آج کامیاب ہو گئے۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟  
 "سوئیانا! یہ بات نہیں ہے۔ تم نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی کی تھی کہ میں ازدواجی زندگی گزار سکتا ہوں۔ وہ بیچگونی کسی حد تک درست ہو گئی ہے۔  
 وہ بولی : کیا مطلب ہے تم ازدواجی زندگی نہ نہی کے ساتھ کیے گزار رہے ہو؟  
 "اے کہ جب ہم ایک بہتر زندگی میں بندھے ہوئے تھے اور اپنے جذبات سے مدد نہیں سما سکتے تھے تو ان حالات میں مجبور ہو کر ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو اپنا لیا۔ اگر اس طرح دل کی گراہیوں سے اور اپنے مہر کو سامنے منوں کر کسی کو شریک حیات بنا یا جا سکتا ہے تو میں نے موتی کو بنا لیا۔  
 وہ بولی : میں تو شادی ہوئی ہیں اور نہیں ہی واصل ہے اپنے دل کی بات ہے۔ کیا تم نے اسے دل کی گراہیوں سے

شریک حیات سمجھ لیا ہے؟  
 "ہاں سوئیانا! میں خدا کو حاضر و ناظر جاننے کے بعد موتی کو دھکا نہیں دے سکتا۔ وہ میری شریک حیات بن گئی ہے۔ بلکہ اب وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔  
 سوئیانا پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی : فراد! اب چپ رہو۔ ہو سکے تو میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں ابھی کچھ نہیں واپس چاہتی۔ چپ چاہیے کہ صرف سوئیانا چاہتی ہوں۔ دیکھو، میری سوئیانا نہ پڑھو پھیلے جاؤ۔  
 "دیکھو سوئیانا! یہ بات ابھی مر جانے کو مت بتانا۔ میں تمہارے حکم کی پابند نہیں ہوں۔  
 "یہ سیکھ نہیں آتی ہے۔  
 "مت اٹھا کرو۔ مت بے وقوف بناؤ۔ بہت ہوجکا فراد؟  
 "سوئیانا! تم نے آگے نہا ہی نہیں پھیلے پوری بات تو سن لو۔  
 "میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ تم میرے دماغ سے جاؤ گے یا نہیں؟ اگر نہیں جاؤ گے تو ابھی میں یاں ہوں کہ طرح طرحی شرواح کروں گی۔  
 میں نے کہا : غصہ تو تمہاری ناک پر ہلکے سا چسپاں بات ہے میں جا رہا ہوں۔ جب تمہارا دماغ ٹھنڈا ہو گا تو آکر بات کروں گا۔  
 یہ کہہ کر میں واپس آ گیا۔ میں نے سوچا مجھے سارہ بانو کی بھی خبر لینا چاہیے کہ بحیرت سفر کر رہی ہیں یا نہیں۔ جب بیچل بار میں ان کے حالات معلوم کر سکے واپس ہوا تھا تو اس وقت وہ اور ڈیر جمال فرش پر بیٹھ کر کھانے میں مصروف تھے۔ کھانے والوں نے کہا تھا کہ ان دونوں کو ابھی دیکھنا بابا پھینچا دیا جائے گا۔  
 ڈیر جمال اس تاک میں تھا کہ کسی طرح چھپ کر ان دشمنوں میں سے کسی کا ہتھیار چھین لے اور ان پر غالب آکر سارہ بانو کو اس قید سے نکال کر لے جائے۔ وہ کھانے کے دوران بھی مختلف طریقوں سے سوچا رہا اور منصوبے بنانا رہا۔ کھانے کے بعد انہیں بیٹی کا پرکھ کر آواز سنانی دینی انہوں نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بیٹی کا بیٹھو بیٹھوں کے فارم کے سامنے ہی ایک کھلے میدان میں اتر رہا تھا۔  
 ٹھوڑی دیر بعد ان کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ باغیچے میں فراد داخل ہوئے۔ ایک ہنستا تھا اس نے کھانے کے

نام پر بتن اٹھائے اور دیاں سے چلا گیا۔ پھر ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ڈیر جمال کو دیکھتے ہوئے کہا : شریک حیات تم بڑے جی دار ہو۔ اگر تم اس عورت کی غیرت چاہتے ہو تو چپ چاہنے یا اپنے ہاتھ پاؤں بندھو اور۔  
 ڈیر جمال اپنے ہاتھ پاؤں بندھوا کر بے دست ہونا نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات سننے ہی اس نے اچانک ایک اٹھن گن ولے پر چھلانگ لگائی۔ اس سے پیٹ کو لے لے ہوئے فرش پر لڑھکتا ہوا مدد جانے لگا۔ اتنی ہی دیر میں باقی مسلح لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا تھا جیسے ہی جمال نے اپنے شکار کو اپنے نیچے دبا لیا ہے ہی جیسے سے کسی نے اٹھن گن کے جھٹکے سے ضرب لگائی۔ ڈیر جمال کے منی سے گراہ نکل گئی۔ دو سر حملہ اس کے سر پر ہوا پھر اس کی کمر پر تار توڑ کئی حملے ہوئے۔ منہ پر بھی ایسی فز میں لگائی گئی کہ چہرہ اہولان ہو گیا۔  
 سارہ بانو بیچ رہی تھیں اور ہی تھیں اس کے لیے دیکھ کر ٹھیک مانگ رہی تھیں۔ لیکن ایک شخص نے ان کے بازو کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور انہیں ڈیر جمال کی طرف بڑھنے سے روک رہا تھا۔ اب ڈیر جمال کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔ چہرہ اہولان ایسے ٹھیک گیا تھا، زخم ایسے آئے تھے کہ وہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ وہ واقعی جی دار تھا۔ فرش پر پڑا ہوا گری گری سانس لے رہا تھا اور ڈیر ہی تھا ہت سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو مسلح جوانوں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر اسے جاڑوں شانے چیت لیٹے رہنے پر مجبور کر دیا۔  
 جب انہیں یقین ہو گیا کہ ڈیر جمال اب حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے تو ان کے پاس نے کسی کو حکم دیا : وہ لڑے لے آؤ۔  
 ٹھوڑی دیر بعد ایک شخص دونوں ہاں میں ایک ٹری کی ٹرسے ٹھا کر لایا۔ اس ٹرسے میں ایک زبردست قوت کا لم رکھا ہوا تھا۔ ہم لوہے کی ایک چوکر ڈیر میں تھا۔ ان ڈیر کا کہ پلاسٹک بنا ہوا تھا اور وہ ڈیر ایک بیٹھ سے منسک تھی۔  
 پاس نے اس پر کڑی احتیاط سے اٹھاتے ہوئے کہا : سارہ بانو میں تمہیں اور تمہارے ساتھی کو رہا رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ ایک ایسا مجسمہ ہے جو کبھی مار بھی سکتا ہے اور زندہ بھی رکھ سکتا ہے۔ اسے میں تمہارے سینے سے باندھ دوں گا اگر تم انکار کی صورت میں

جدد ہمدردی کو توجہ سے ماری جاؤں گی۔ تمہارے ساتھ ہم بھی مر جائیں گے۔ یہ فراد علی تعین جاننا ہے کہ ہم کس طرح اپنی جان بچائیں۔ یہ رکھ کر اسے لڑنی آؤں گی سناتے ہیں ادا اب کس طرح اپنے مالک کے حکم پر یہاں تمہارے ساتھ اس کے ہم کھینے تباہ ہونے لگے ہیں۔ یقین نہ ہو تو میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تم جدید ہمدرد ہو۔ ہم سب یہاں فتن ہو جائیں گے۔  
 ڈیر جمال نے چیخ کر کہا : نہیں تم لوگ انسان ہوؤ نہ نہ ہو۔ ایک کڑی عورت کی زندگی سے اس طرح نہ کھیلو۔ ایر لکتے ہوئے ڈیر جمال فرش سے اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ دونوں طرف سے دو مضبوط اور مسلح جوانوں نے اسے پکڑ رکھا تھا۔ یوں بھی وہ اس بری طرح مار کھا جکا تھا اور ایسا اہولان ہو گیا تھا کہ اس میں لڑنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ پھر بھی وہ احتجاج کر رہا تھا۔ پاس نے لڑنے کو اس سے کہا۔ "ہم سارہ بانو کی زندگی سے نہیں کھیل رہے ہیں۔ یہ تو سارہ بانو پر منحصر ہے کہ وہ اپنی زندگی سے کھینتی ہیں یا موت سے۔ اگر موت سے کھیننا چاہیں گی تو اس وقت اس پر کم لینے سے لگتے وقت جدید ہمدردی کے ادا کر نہ رہنا چاہیں گی تو اسے خاموشی سے اپنے سینے کے ساتھ بندھ جائیں گی۔ ہم تو انہیں زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں ان کی بیٹی کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں۔ بھلا اسے انہیں کیوں ماریں گے؟  
 "جب تم لوگ سارہ بانو کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو پھر ایسی حرکت کیوں کر رہے ہو؟ موت کو اس عورت کے گلے کیوں لگا رہے ہو؟  
 پاس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا : تم ابھی نئے ہو۔ نہیں جانتے ہو کہ جہاں ان سے کیا جھگڑا چل رہا ہے۔ جب وہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ ہمارے مالک کی شرطیں پان لیا جائیں گی تو سارہ بانو کو اس موت سے نجات مل جائے گی۔ بس اب خاموشی سے تماشا دیکھو۔  
 سارہ بانو نے کہا : نہیں میں اسے نہیں باندھنے دے گی، میں مر جاؤں گی لیکن لڑنے موت کا انتظار کرتے ہوئے زندہ نہیں رہوں گی۔  
 پاس نے کھاتے ہوئے کہا : اچھی طرح سوچ لو سارہ بانو! تمہاری زندگی صرف تمہاری زندگی نہیں ہے۔ یہ زندگی جو جوانی ہو تم نے بیس سال تک لڑنی بیٹی کے لیے گزار دی ہے۔ کیا اس بیٹی کے لیے زندہ نہیں رہو گی؟ کیا حدیں بابا جا کر اپنی بیٹی سے نہیں ملو گی؟ نہیں نہیں سارہ بانو! تم فراد اپنی

بیٹی سے ملوگی۔ اپنی بیٹی کے لیے زندہ رہو گی۔ لوں اسے تار سے  
 قریب لارہا ہوں۔ مجھ ہم اورد تم دونوں فنا ہو جائیں گے۔  
 یہ کہتے ہوئے وہ لڑتے ہوئے ہاتھوں سے بڑھا اٹھا  
 ہوتے ساتھ ہانڈے کے بالکل سامنے پہنچ گیا۔ اس کے ذہن میں  
 دوسلج جو ان تھے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے بیٹھ کے دو  
 مردوں کو تھام لیا اور ساتھ ہانڈے کا کہ وہ دونوں ہاتھ اوپر  
 اٹھالیں۔ ساتھ ہانڈے باؤں چپ کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک  
 شخص نے پیچھے سے اکر ان کے دونوں ہاتھوں کو ادا رہا تھا  
 دیا۔ وہ دم کی جو کوسا ہنی ڈھیر ان کے سینے پر رکھ دی تھی بیٹھ  
 کو ان کی دونوں بغل کے نیچے سے گزارا گیا۔ بیٹھ کے باقی دو  
 حصے ان کے دو شانوں پر سے گزارا کر ان سب کو پشت سے بیٹھ  
 لایا گیا پھر انہیں ایک بیکل کے ذریعے بانڈ دیا گیا۔  
 جب یہ کام ہو گیا تو باس پیچھے جا کر اس بیکل سے کچھ  
 تاروں کو آپس میں منسک کرنے لگا۔ وہ بیٹھ جو بغل کے نیچے  
 سے اور شانوں کے اوپر سے گزرتے تھے ان میں بھی تار لگے  
 ہوئے تھے اور وہ تار پیچھے جا کر ایک دوسرے سے مل رہے  
 تھے۔ باس نے ڈیر جھال کو دیکھتے ہوئے سچی بجا کر اشارے  
 سے اٹھنے کے لیے کہا پھر لولا ڈا ادر آڈا اور دیکھو کہ موت  
 سارہ بانوں کے سینے سے کس طرح لگی ہے۔ دل کی کھڑکوں  
 کے ساتھ جھک جھک، دھک دھک، ٹھک ٹھک، دھک دھک  
 دھک۔ یہ احساس ہر لمحہ ہوتا رہے گا۔ ہر لمحہ ہر ٹھک ٹھک  
 اور ہر دھک دھک کے ساتھ موت بوقتی رہے گی کہ میں آ  
 رہی ہوں۔ اگر تم میں ذرا بھی ہمت ہے تو یہاں آکر سارہ  
 بانوں کے سینے سے بندھے ہوئے اس بزم کو کیا بیٹھ کو ان تاروں  
 کو پھیر کر دیکھو اور ابھی دھک سے تم دونوں کے پر نیچے اڑ  
 جائیں گے۔  
 دوسلج جو انوں نے ڈیر جھال کے دونوں بانڈوں کو دو  
 طرف سے پکڑ کر ایک جھک سے اٹھایا اور اسے کھڑا کر دیا ڈیر  
 جھال پر کھڑا تے ہوئے ساتھ ہانڈے کی طرف آنے لگا۔ جب  
 وہ قریب پہنچ گیا تو باس نے کہا ساتھ ہانڈے کے نیچے آؤ  
 تمہیں کھ دیکھا نا چاہتا ہوں۔  
 ڈیر جھال پہنچ گیا۔ پیچھے وہ بیٹھ جو بغل کے نیچے  
 سے اور شانوں کے اوپر سے آئے تھے وہ سب ایک جگہ ایک  
 بیکل سے منسک ہو گئے تھے۔ ان میں تار اور سارے ادھر گڑبڑ  
 ہو کر بندھ ہو گئے تھے۔ باس نے کہا۔ اس بیکل کو ہاتھ  
 لگانا جو باکر اس عدت کی موت کو بلانا ہے۔ یہاں جتنے تار

ایک دوسرے سے پیٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں ان کو کوئی کھینچ  
 نہ لگائے۔ معمولی سا پکڑا بھی چھو کر نگر دے۔ چھوٹے سے پکڑا  
 کچھ نہیں ہوگا لیکن ایک بھی تار دوسرے سے الگ ہو گیا پھر  
 اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو پھر وہ موت کا بردست دھک دھک  
 سارہ بانوں کے نیچے سے کس طرح ہاتھوں سے دھک دھک  
 ہوئی تھیں اور موت آہستہ آہستہ سانسوں کے ہمراہ ہنسنے لگی  
 ڈیر جھال کا تھا۔ حالانکہ موت اس کے گلے نہیں لگی تھی لیکن  
 سارہ بانوں کی زندگی اور موت سے وہ وابستہ ہو چکا تھا۔ موت،  
 ہمدردی اور کلاوٹ ایسی تھی کہ ان کی موت کو اپنی موت سمجھا  
 تھا۔ وہ رہ کر اس کی بھی سانس جیسے رک ٹک جاتی تھی۔  
 باس نے کہا۔ پورے کراس بیکل سے لگے ہوئے تاروں کو  
 چھیرنا، موت کو دعوت دینا ہے۔ لہذا سارہ بانوں کو مشتے وقت  
 کرسی یا کسی چیز سے بھی ٹیک نہیں لگائی گی۔ اگر ٹیک لگے  
 گی تو یہ تار دب جائیں گے۔ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور  
 انہیں ہنسنے نہیں چاہیے۔ سانسوں دینا نہیں چاہیے۔ یہ آرام سے  
 بستر پر لیٹ بھی نہیں سکیں گی۔ خصوصاً جانوں مثلاً جیت  
 لیٹ نہیں سکتیں۔ یہ بیٹھی رہ سکتی ہیں یا کھڑی رہ سکتی ہیں اور  
 کھڑے یا بیٹھے بیٹھے اپنی نیند پوس کر سکتی ہیں اگر نیند نہ آتی  
 گرس گی تو بیٹھ کے لیے کر جائیں گی پھر زندگی انہیں نہیں ملے  
 سکے گی۔  
 کیا خالما طریقہ کار تھا۔ کاش میں اس وقت سارہ  
 بانوں کے دماغ میں موجود ہوتا تو ان کے ذہن سے اس باس کے  
 دماغ میں بھی پہنچ جاتا۔ پھر سے اتفاق نہیں دیتا کہ وہ  
 اس بزم کو ساتھ ہانڈے کے قریب لائے۔ میں اس باس کو کم کے  
 ساتھ باہر پہنچا کرتا ہوں لیکن افسوس اس وقت میرے ہاتھ  
 کی ہستی میں تھا اور موتی کے ساتھ وقت گزرا تھا۔ میرا  
 قصور کیا تھا۔ میری اپنی مصروفیات بھی ہوتی ہیں۔ میرا اپنا  
 سکھ آرام بھی ہوتا ہے۔ مجھے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ  
 گلے اپنی ذات کے لیے وقف کروں اور اپنے ذہن کو تمام  
 رکھنے کی کوشش کروں۔ میں ایسا نہیں کروں گا تو خیال خالی  
 کرتے کرتے بہت جلد پاگل خانے پہنچ جاؤں گا۔ مصیبت  
 تو ہے کہ جب میں اپنی ذات کے لیے مقور ہوا وقت مریت  
 کرتا ہوں تو کسی دوسری نئی مصیبت میں نہیں یا میرے سامنے  
 گرفتار ہو جاتے ہیں۔  
 ہر حال سارہ بانوں اس وقت ایسے دور رہے پکڑ  
 ہوئی تھیں کہ ایک راہ زندگی کی طرف جاتی تھی اور دوسری

موت کی طرف لے جاتی تھی اور وہ کسی طرف نہیں جا سکتی تھی  
 جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی رہ گئی تھیں ان کے پیچھے ڈیر جھال  
 مسلح افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ باس نے انگلی اٹھا کر بیٹھ  
 کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اب دیکھو یہ وہ بیٹھ  
 اس عدت کی بغل کے نیچے سے گزرتے ہیں اور یہ وہ بیٹھ شانوں  
 پر سے ہو کر سامنے اس بزم کو منسک کیے ہوئے ہیں۔ عورت کو کچھ  
 ان تمام بیٹھ پر سے بائیں تار گزارے گئے ہیں لہذا اگر  
 کوئی یہ سوسٹیک کو بیٹھ کو کاش کر ہر سارہ بانوں سے علیحدہ کیا  
 جا سکتا ہے تو یہ اس کی زبردست حماقت ہوگی بیٹھ کاٹے  
 جائیں گے تو ان کے ساتھ تار بھی نہیں گے۔ تاکہ ان کے تو پھر  
 دی موت اور صرف موت۔  
 باس نے سارہ بانوں کے سامنے پہنچ کر ڈیر جھال سے  
 کہا۔ مرنا اب ادھر آ جاؤ۔  
 ڈیر جھال سارہ بانوں کی پشت کی طرف سے جیت ہوا  
 سامنے آیا۔ باس نے کہا۔ اب اس آہنی ڈیر کے اندر کیو۔  
 اس ڈیر کا ڈھکن ڈیر ڈیرٹ پلاسٹک کا ہے۔ اس کے اندر  
 آ رہا ڈیر چھریل دیکھی جا سکتی ہیں۔  
 ڈیر جھال ذرا جھک کر اس ڈیر کو دیکھنے لگا۔ اندر چھریل  
 چھوٹے پیل کی طرح چار بزم ایک دوسرے سے بندھے ہوئے  
 نظر آئے۔ ان کے علاوہ کچھ نیچے تھے آلات تھے۔ پلاسٹک  
 کے ڈھکن کے سامنے بی سوپ سے نمایاں چھریل تھیں وہ  
 چار عدد تھے ایک تاکہ رنگ سفید، دوسرے کا سبز،  
 تیسرے کا زرد اور چوتھے کا سرخ تھا۔ باس نے کہا۔ ساری  
 اہمیت ان چار تاروں کی ہے۔ ان میں سے تین تار موت کی  
 طرف لیا تے ہیں اور ایک تار زندگی کی طرف۔ اگر زندگی کے اس  
 ایک تار کو اس بزم سے الگ کر دیا جائے تو پھر دھک دھک نہیں  
 ہوگا سارہ بانوں زندہ رہیں گی۔ اگر ان تین تاروں میں سے کسی کو  
 بھی چھیر گیا تو پھر ان کی زندگی کی حماقت نہیں دی جا سکے گی۔  
 اس سوال پر پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کا وہ تار کون سا ہے۔ سفید  
 رنگ کا ہے یا سبز رنگ کا ہے یا زرد رنگ کا ہے یا سرخ  
 رنگ کا ہے؟ وہ کون سا تار ہے جسے اس بزم سے علیحدہ کر دیا  
 جائے تو سارہ بانوں سلامت رہ جائیں گی؟  
 ڈیر جھال نے پوچھا۔ وہ زندگی کا تار کون سا ہے؟  
 کونسا رنگ کا ہے؟ مجھے بتاؤ۔  
 باس نے انکشاف میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ میں بڑی  
 سہجی تھو کھانے کے لیے تیار ہوں کہ میں خود نہیں جانتا  
 ہمیں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ تار کون سا ہے صرف وہ

مخصوص جانا ہے جس نے اسے تیار کیا ہے۔ وہی شخص اس  
 تار کو اس بزم سے الگ کر سکتا ہے۔ اس بزم کا ہر بار کوئی  
 ہے کہ کوئی بھی باعد سے کیلئے والا ہر اس تار کو نہیں کھینچ سکے گا  
 جو سارہ بانوں کو زندگی دے سکتا ہے۔  
 ڈیر جھال نے ہفتے اور جون میں باس کا گلا دلتے ہوئے  
 کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو، ہمیں معلوم ہے۔ مجھے بتاؤ کہ زندگی  
 کا وہ تار کون سا ہے۔ کس رنگ کا ہے؟ وہ تار میں ابھی نہیں  
 کھلا کھوٹ کر ہاڈا ہوں گا۔  
 وہ یا گوں کی طرح پیچ رہا تھا اور دوسرے مسلح جوان  
 اسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے، اپنے باس سے الگ کر رہے  
 تھے پھر فراسی ڈیر میں انہوں نے اپنے باس کو ڈیر جھال کی  
 گرفت سے چھڑا لیا اسے دو چار گولے رسید کر کھینچ کر باس  
 نے کہا۔ پگن نہ ہوا، اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو فوراً ڈھکی توڑ دے  
 کہو کہ میرے دماغ میں پہنچ کر کونسا کونسا کھوٹ کا سمجھ لے نہ  
 اس بات کی تصدیق کر لے گا کہ میں واقعی زندگی کے اس تار کو  
 نہیں جانتا ہوں۔ دیکھو مرنا، اگر تمہیں اس حکمت سے ذرا بھی  
 محنت ہے اور تم اس کی زندگی چاہتے ہو تو اب اس کے محافظ  
 بن جاؤ۔ اس کا ایک بانو تھو تھو اور اسے نبھال کر یہاں سے  
 بیٹھ کی باہر نکلے جاؤ۔  
 ڈیر جھال کے سامنے بس بھی ایک حدوتتہ گئی تھی  
 کہ وہ سارہ بانوں کو نبھالنے ان کے زیادہ سے زیادہ قریب رہے  
 ان کو تسلیاں دیتا رہے اور ان کی حفاظت کرتا رہے۔  
 اسی خیال سے اس نے سارہ بانوں کو اپنی حفاظت میں  
 لیا پھر وہ موتیوں کے ہاتھ کے پاس سے گزرتا ہوا بیٹھ  
 کا چر کے پاس پہنچ گیا۔ باس اسے سمجھا دیا ہاتھ دکھوا کر  
 بات کا خیال رکھنا کہ عورت بیٹھ کی باہر کی پشت سے ٹیک نہ  
 لگائے۔ یہ جہاں بھی بیٹھے بغیر کسی سہارے کے بیٹھے۔ بستر پر  
 نہ لیٹے، کھڑی رہے یا بیٹھی رہے اور اس وقت تک  
 ہوتا رہے گا جب تک کہ ہمارے اس خطرہ عمل نہیں کیا گیا۔  
 یہ کہہ کر اس نے ایک لفظ نکال کر ڈیر جھال کو دیا۔  
 "اور یہ خطرہ مارٹھ کے لیے ہے۔ عدس اہا ما میں وہاں کا  
 مارٹھ کو مارنا تم کو گولوں کے استقبال کے لیے آئے گا۔ یہ خطرہ  
 اس کے حوالے کر دیا۔ وہ اپنے پیر مارٹھک اسے پیچھا دیکھا۔  
 سارہ بانوں کو بہت احتیاط سے بیٹھ کی بزم میں سوار کر لیا  
 گیا۔ اس کے بعد ڈیر جھال ان کے پاس پہنچ گیا اور ان کے  
 بازو کو تھامے رہا۔ اب وہ بڑا شہادہ تھا کہ سارہ بانوں کو ہمیں  
 سیٹھ کی پشت سے نہ ٹھک جائیں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ



میل کا پتھر جو جھٹکا بیچتا تو وہ جھٹکے سے بیچنے لگ پڑتیں۔ ڈیرے جمال کو اس بات کا خیال نہ رکھتا تھا کہ ایسا نہ ہونے یا نہ۔ بیل کا پتھر کا پلٹ کا ک پرٹ میں بیچنے کے بعد لیٹ کر ڈیرے جمال سے بولا: "مسٹر! میں اپنی جان بھصل پر رکھ کر اس بیل کا پتھر کو لے جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں اگر اس عورت سے نہ اس سے بھی غلطی ہوتی یا تم نے غفلت کی تو ہم سب میل کا پتھر کے ساتھ تباہ ہو جائیں گے۔ میں اتنا کرنا ہوں کہ جب تک سفر جاری رہے اس وقت تک سبک بہت جیٹا نہ ہو۔"

سفر شروع ہو گیا۔ بیل کا پتھر بڑی آہستگی سے پرہاز کرنے کے لیے زمین پر سے بلند ہوا اور آہستہ آہستہ مٹی پر پہنچ کر آگے اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ جب تین گھنٹے تک سفر جاری رہا اور پلٹ کے اندازے کے مطابق آدھے گھنٹے کا سفر اور باقی وہ گنیا تب ہی میں ساڑھے باؤنٹے ناغ میں پہنچا تھا۔ وہ داغ کے اندر پہنچ کر میں نے ان کے اندر بی بی جاسکا کو سمجھا تھا۔ وہ ایسی بوگٹی تھیں جیسے رلے نام زندہ ہوں۔ موت کا احساس پوری طرح ان کے دماغ پر غالب تھا۔ وہ صرف بیٹی کو دیکھنے کی آس میں زندہ تھیں ورنہ اس عمر کے باندھنے کے بعد تو ان کا دم ہی نکل گیا ہوتا، لیکن مامائی کی قوت تھی جو ابھی انہیں سانس لینے پر مجبور کر رہی تھی۔

ڈیرے جمال انہیں سنبھالے جوئے تھا ورنہ ان کے ہاتھ پاؤں میں جان نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے سہارے بیٹھی بیٹھی رہ سکتیں۔ میں نے سوچا کہ انہیں پوری طرح مختا کر رکھنے کے لیے اب مجھے ان کے دماغ پر قابض ہونا پڑے گا لیکن اس سے پہلے میں سوچنا اور مرجانہ کو یہ بات بتانا چاہتا تھا کہ اس کا کافی کتنے نازک اور کتنے جھپٹا تک مرے سے کلر رہا ہے۔ میں نے سونیکہ کے پاس پہنچ کر کہا: "اگر تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جو تو ایک بڑی جبریں لوٹ۔"

وہ بیسٹر غصے میں بولی: "اس سے بڑی خبر اور کیا ہوگی جو تم مجھے سنبھالے ہو پتہ میں نے دیکھا سخت جیسے میں کہا تھا میں ساڑھے باؤنٹے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ اس وقت وہ زندگی اور موت کے درمیان معلق ہیں۔ ان کے سینے سے خونوں نے ایک ایسا لہجہ دکھایا ہے جو کسی بھی وقت ان کی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ میری یہ بات سنتے ہی سونیا سیدھی ہو کر بیٹھی تھی اس نے مرجانہ اور ماسٹر کو مانگا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: "فراد اس وقت ہمارے درمیان موجود ہے اور وہ میری زبان سے ایک بہت بڑی خبر سنا رہا ہے۔ آپ لوگ نہیں۔"

سونا کی زبان سے وہ مانا باتیں نظر پڑیں انہیں بدلے جانے جو کتنے عظیم ہوئی تھیں مرجانہ جتنی جانی تھی۔

پہلو پر لٹی جا رہی تھی اور پریشان ہو کر رہی تھی: "میرا جو ہلکا ہے، فراد بڑی آہ کے ساتھ کہا ہوا ہے، تم نے ان کی حفاظت کیوں نہیں کی؟" میں نے کہا: "میں مجبور تھا۔" دیکھو مرجانہ میں تو جیسے گھسنے لگا ہوں، دماغ میں نہیں رہ سکتا کبھی اس کے پاس بھی اس کے پاس پرکری کی غیرت معلوم کرنے کے لیے جھٹکا رہتا ہوں۔ پھر مجھے اپنے شوہر کے دماغ پر ہنسا رہا ہے، میری عمر و نیا تھی ہوتی ہیں، میرے ہی وقت دشمنوں نے اپنی چال چلی اور بھائی اسی کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا لیکن تم کو وہ میں بھی جاکر ان کے دماغ پر قابض ہوجاؤں گا اور انہیں اس عمر کی ہمت کا زیادہ احساس نہیں ہونے دوں گا۔" مرجانہ نے کہا: "تو پھر جلدی جاؤ، یہاں جاملے پاس نہ رہا اس وقت اسی کو بھاری عزت ہے۔"

یہے شک بری ضرورت سے لیکن میں کروانا نکالے کون گا کہ وہ ساڑھے باؤنٹے کے لیے کسی ایسی گاڑی کا ایسی سٹ کا بندوبست کرے جن کی پشت بہو اور اس میں ایسے آہنی لڑاؤں تھے جو سوار ہاؤ کو سڑھت سے جلا کر رکھیں۔ انہیں بیچنے کی طرف ڈھکنے میں نے تیسے کا موقع دی۔ وہ بیچتی رہیں۔ سندنائے کی تڑپ سے بیٹے میں پوری کرب کی اور سندنائے کے دوران ہی کسی طرف ڈھکنے نہیں پائیں کی پھر اس کی سینٹ کا انتظام فری طور پر کرنا ہے۔

ماسٹر کو مانگا نگانے کہا: "آپ المیانا رکھیں، میں ابھی اس کا اتفاق کرتا ہوں" میں نے کہا: "ماسٹر بارودی ہوں تو ناگاہک نہ بننے والے ہوتے ناہریا آپ کی تقریر میں ان سب کو بلائیے اور ان سے کہیے کہ وہ اگر ساڑھے باؤنٹے کے سینے سے بندھے ہوئے ہوں تو وہ سے سوادہ کر لیں اور سنبھالنے کی کوشش کریں کہ ان چالوں میں سے کون سا زنگی کا کارہ ہے جسے الگ کرنے سے ساڑھے باؤنٹے سادہ وقت نہ لگی ہیں۔ اس میں جلدی ہوں۔ آپ میرے ساتھ دو ٹھوس پر عمل کیجیے۔"

میں نے ساڑھے باؤنٹے کے دماغ میں بیچ کر ان کو سنبھال لیا۔ صدمہ نے ساڑھے باؤنٹے مسکرا کر ڈیرے جمال کو دکھا دیا وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولنے لگا: "تمہاری مسکراہٹ میرے اندر زندگی بیدار کر دی ہے۔ ساڑھے باؤنٹے سے اس طرح مسکرائی ہو۔ ہم ہنشا اللہ زندہ ہیں گے۔ ساڑھے باؤنٹے کو کوجب تک موت تھا تو تمہارے جسم سے بھی تھے، اس وقت تک میری جانتے ساتھ ساتھ سائے کی طرح ہوں گا۔ جوں کا توں تھا سے ساتھ مرنا کا غصہ ساتھ۔"

میں نے کہا: "اس نے چونک کر ساڑھے باؤنٹے کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔" چہیتی سے بولا: "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" "کہہ رہی ہوں میں، کہہ پاؤں۔ اگر ساڑھے باؤنٹے زبان سے سنا بیویات یہ ہے کہ میرے بیٹے فراد نے میرے پسرے کو جسم تو سنبھال رکھا ہے تم پر زنا کر دیتے۔ وہ تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا میں اس طرح تو سنبھال کر کھڑی ہوں گی۔"

کہاں سے؟ اس نے تیرا ہی ہے پوچھا۔ یعنی اس وقت میرے اور بیٹے درمیان فراد صاحب کو جو ہے؟ "ہاں میں موجود ہوں۔ ساڑھے باؤنٹے اندر مگر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اندر سے سب کچھ ہی ڈوب رہی ہیں، بالکل ٹھوکھی ہوئی ہیں عورت ہے لڑکی اس میں اپنے آپ کو سنبھالنے کو سکتے تھیں۔ میں نے سوچا کہ لڑکے کے جسم پر قابض ہو کر کھینچ سنبھالا تو ان پر ہمت پڑا کرتے اندر یہ بے ہوش ہوجائیں، بیماری جاشیں، اسی لیے میں اس وقت ان کے ہاتھ قابض ہوں۔"

ڈیرے جمال نے کہا: "فراد صاحب آپ سے غامبانہ ملاقات کر کے اپنی تڑپ بوری ہے، آپ نے ایسے وقت ملاقات کی جبکہ مجھے خدا کے ایک بہت ہی غلطو سامنے کی ضرورت تھی اور آپ وہ سماں گئے ہیں؟" یہی جو پھر کے پلٹ کی آواز سنانی تھی، سڑھم عدیں ایسا بیچنے کے آخر میں اس وقت کے بعد میری کو پڑھیں پڑاڑے کا میری پوری کوشش ہوئی کہ اترنے کے وقت اسے دور دراز رکھا جائے۔ آپ احتیاطاً بیچنے کا ہاتھ نہیں، اس عورت کو سیٹ باندھنا نہیں جاسکتا۔ سیٹ کی پشت لگا نہیں جاسکتا۔ ہنسا ہوا دونوں ہاتھوں سے اسے سنبھال کر بیٹھے۔ بالکل کوشش کریں کہ سبھی کو جھٹکا بیچنے کو عورت کی پشت سیٹ سے لڑ پائے۔"

میں نے ڈیرے جمال سے کہا کہ وہ ساڑھے باؤنٹے کو جھٹکا کرنا بالکل بے فکر ہو جائیں۔ سیٹ باندھ لے۔ اس کے بعد ساڑھے باؤنٹے کو دونوں ہاتھوں سے نکال لے۔ ایک طرف ڈیرے جمال سنبھالے گا اور دوسری طرف میں مدعا ہی طور سے ان کے اندر سے ان کو نکھیں اور ہر ڈھکنے سے پہلے رکھوں گا کہ ہر طرح توڑ جائے۔ اس منٹ گزرتے ہی پندرہ منٹ کے فائدہ پہلی کو پڑھیں گے۔ گھٹیا بیچنے کی کوششوں کے سگنل دینے چاہتے تھے اور ان کے مطابق وہ پلٹ پڑا رہتا تھا۔ ہر حال پالکٹ سے بڑی ہمارے سے سبھی کو پڑا رہا۔ میں سوچتا اور مرجانہ وغیرہ کے دماغ میں پہنچ کر نہیں دیکھ سکتا تھا کہ کون کون سے کتنے وہ ہیں اور کیا کر رہی ہیں، میں ساڑھے باؤنٹے کو پڑا کر کہیں سے سانس لیتا تھا۔ مجھ کو یہ اور میری کو پڑا کر کے اس نے کہا تو میں ساڑھے باؤنٹے کو سنبھال کر لڑنے لگا۔ ڈیرے جمال بھی اسی طرح انہیں سنبھال رہا تھا۔ سونیا سیدھی سے ہم تین پہنچنے لگے۔

ساڑھے باؤنٹے دیکھتے ہی مرجانہ سے بیچ کر مادی اتی، میری اتی، وہ ذرا آگے بڑھنا پاتا تھی لیکن سونیکہ اس سے باز کو بڑھ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ کہا: "دیکھو مرجانہ عجب تیرے جوش میں بیچتی ہے، نہایت جانا، اتنی زندگی کا سواں ہے، جوش میں ہے۔"

ڈیرے جمال ساڑھے باؤنٹے سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ متعلقہ جوان کے قریب نیچا گیا، ان کا استقبال یوں ہوا کہ کوئی کسی سے بھانپ نہیں کر سکتا کسی مصیبت کی ٹھوکھی کوئی ساڑھے باؤنٹے قریب نہیں آسکتا تھا۔ بس ابھی دھری سے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

میں نے قریب نیچ کر ساڑھے باؤنٹے کہا: "مرجانہ اس وقت تمہاری اتنی جہاں طور پر کھلے سامنے موجود ہیں لیکن دماغی طور سے حاضر نہیں ہیں، وہ تمہیں نہیں پہچان سکیں گی، میں فراد کو تو تم سے مخاطب ہوں۔ جو صبر کرو اور اتنا کر دو، دیکھو کہ تم تمہاری اتنی کو سنبھالنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں، کتنی ذہانت سے کام لے سکتے ہیں؟"

میں نے کو مانگا نگانے سے مخاطب ہو کر پوچھا: "تم نے میڈی ساڑھے باؤنٹے کو یہاں سے بیٹیں تک پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے؟" "ماسٹر کروانا مانگانے کہا: "فراد صاحب میں نے ایک شیخروہاں سے کسی ہنسے کا انڈرٹے دیا ہے جس میں میڈی ساڑھے باؤنٹے کو رکھنا غفلت سے بھٹا جاسکتا ہے اس میں اپنے گھسنے جوں جوں انہیں چاروں طرف سے بھڑکے ہیں گئے بیچنے کی طرف ڈھکنے دیں گے۔ نہ بیٹھے دیں گے، ہاں نیشنل پوری کرنا ہوگی، تو یہ بیٹھے ہی سوجائیں گی مگر گرنے نہیں پائیں گی، اس میں فراد وقت لگے گا، ہم ابھی ان کو ایک ویڈیو کے بیچنے ہتھ میں پڑے آہستے جھٹکا کر لے جائیں گے اور انہیں اور ہر گھر گرنے نہیں دیں گے، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔"

میں نے کہا: "ماسٹر ان سے ملو۔ یہ ڈیرے جمال ہیں رہے جارے زخموں سے چور ہیں، ان کے چہرے کے زخم خشک ہو گئے ہیں، ان کی عمر بڑی بھی توڑ ہوئی چاہیے۔"

ساڑھے باؤنٹے آہستہ آہستہ لے جا کر الگ الگ کار کے پھیلے تھے میں سوار کر لیا گیا۔ سب کچھ میں نے ایک آرام دہ کن تھا، جس پر انہیں بٹھا دیا گیا، ان کے بیچنے کی سیٹ پر ایک عورت مندا و غرضو نوجوان بیٹھی گیا۔ اس نے پشت کی طرف سے ساڑھے باؤنٹے کے دونوں بازوؤں کو کھٹام لیا تھا تاکہ وہ لوہر اور ڈھکنے نہ پائیں، ان کے دایں بائیں بھی وہ دونوں نہیں سنبھالنے کے لیے بیٹھے تھے۔ مرجانہ سونیا اور مانگا نگا اور ڈیرے جمال بھی ویڈیو کے کسی بیچنے تھے تھے، ایک شخص فرسٹ ایڈ کا مسلمان نکالے ڈیرے جمال کو ہر جگہ پر کھینچ کر لے گیا تھا۔ گاڑی وہاں سے آہستگی سے روانہ ہوئی اور ڈیرے جمال میں سنبھالنے کا فاصلہ لے کر نہ لگی۔ ڈیرے جمال کی بات دیکھی تھی کہ ہمت ہوشیاری لگی چلائی جا رہے تھے، بس کسی جگہ جگہ گاڑی کو زور کا جھٹکا لگنے پہلے کروانا مانگانے کہا: "میڈی ساڑھے باؤنٹے جاننا سے

گڑھی ہیں اس کی چوٹی پر ہر لمحہ بچاؤ کی ہی ہے۔ ہمارے پیغمبر  
جین ہمک ہوں گے جس سے ہمارے جین وہ ہم جسے ہونے تک ہمارے پیغمبر  
کے اور اس کی ستمی کر کے ہمارے پیغمبر ہونے تک ہمارے پیغمبر  
جناات دلا سینگے ؟

ڈیڑ جال تھے ابھی جیسے وہ غافل ٹھکان کر دیا منگال کی طرف  
بڑھتے ہوئے کہا : یہ دشمنوں کی طرف سے ہراساں کر دیا گیا ہے۔ مجھے کیا  
کیا تھا کہ یہ خط میں آپ کے خالے کروں ؟

کر دیا مانگنے اس نکلنے کو کے ساتھ باؤ کی طرف دیکھتے ہوئے  
پوچھا : فراد صاحب کیا اس نکلنے کو بھی کھول کر دیکھنا چاہتے ؟  
میں نے ساتھ ساتھ باؤ کی زبان سے کہا : ہاں پھر جہان منب نہیں  
ہے۔ یہاں سے پیس تک ہیں ساتھ ساتھ باؤ کی طرف زیادہ سے زیادہ دو جیا  
چاہیے انھیں حفاظت سے پہنچانا چاہیے۔ وہاں پہنچ کر اطمینان سے اس خط  
کو پڑھا جائے گا ؟

مرجانہ نے کہا : فراد میں اپنی ہمت سے اس کرنا چاہتی ہوں میں  
چاہتی ہوں کہ اس کی جگہ دیکھیں مجھے بچاؤ میں اور مجھے بھی کمر کھانا طلب کریں۔  
ہوسکتا ہے کہ بھی کوئی گرفت اور قحط ملے اور وہ زندہ رہنے کی گنج لپنے  
اند پیداکریں ؟

”جی ہاں بات ہے تم اپنی ہی کہیں یاں اگر جیت جاؤ میں ان کے داغ  
کو ہمتہ جیتہ آزاد کروں گا پھر یہ نہیں پتہ چلا ہے کی“

وہ سنا کر ان کے سامنے مگر کچھ نہیں ہی میں نے پہلے ساتھ باؤ کی انھیں  
بندگی بھران کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد چھوڑنے ہوئے ان کی سوچ  
میں کتنے لگا : ”میں اس وقت اپنی بیٹی کے سامنے ہوں۔ جب میں انھیں  
کھولوں گی تو مجھے میری بیٹی نظر کرے گی مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت  
میرے سینے سے وہ نذرناک ہم بندھا ہوا ہے۔ اس لیے مجھے ہر طرحی قحط  
مندانہ کہیں ڈرا جائے اور ہتھیاری کر رہی گی یا اپنے آپ کو جاگ کر کسے کوشش  
کریں گی تو میرے ساتھ میری بیٹی بھی چھوڑ جائے گی۔ آہ : کیا یاد آتی میں اپنی  
بیٹی کے پاس پہنچتی ہوں ؟ کیا وہ میرے سامنے پہنچتی ہوں ہے ؟ یا اس میں  
انھیں کھول کر دیکھتی ہوں ؟

سوچتے سوچتے انھوں نے آہستہ آہستہ انھیں کھول کر دیکھی سامنے  
مرجانہ نے انھوں نے بے اختیار پکارا : میری بیٹی میری بیٹی مرجانہ !  
ساتھ ساتھ باؤ کو بھیجے سے اور دایں بائیں سے تین ٹوٹاؤں نے اچھی  
مرح مغلروں سے بڑھ کر دکھا تھا۔ وہ ساتھ ساتھ بالوں سے لگے بڑھ کر  
مرجانہ سے ملت جاتی۔ وہ ایک لمحے کے لیے اس کی موم کو بھول گئی تھی۔ لیکن  
دوسرے لمحے ہی انھیں پھر یاد آگیا اور وہ چپ چاپ پتھر کے جھکے کی جھک سے  
بے حس و حرکت رہ گئی۔ مرجانہ اپنی جگہ ساکت تھی۔ دونوں ماں باؤ کے سامان  
موت یوں حال تھی کہ وہ ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھتی وہ کسی نہیں لگتے  
میں بل سستی تھیں مرجانہ نے ڈرتے ہوئے دل سے پوچھا : ”ہی آپ

میرے لیے زندہ نہیں کی ؟“  
”ہاں بیٹی میں تمھارے لیے زندہ نہیں کی گی“

مرجانہ نے دونوں ٹھکان پہنچ لی وہ اپنے اندر کے کوشش اور  
کونین بھی چھوڑ کر لڑتے ہوئے جی بولی۔ ”اتی آج میں آپ کے  
سامنے قسم کھاتی ہوں کہ جہان بیک کا کسی ہی موت مالدن گاہ  
کو کھوڑتا ہے بلکہ خود زندہ ہے بلکہ سادہ دیکھنے کو اسے زندہ کئے  
کے لیے طرح طرح کے جن کریں گے لیکن سے موت سے سنبھلا کر  
گے۔ ہر آنے والی گھڑی اس کے لیے موت کا پیام لے کر آئے گی۔“

ان کی انھیں سمجھاتے جھگ گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ کے دیمان کرنے  
ہوتے ہوئے : ”میں جانتی ہوں اتنی محنت لیک تم سے خوف دہہ ہے لیکن  
سے زندگی گزار نہیں سکتا۔ بلکہ ایسا وقت آئے گا جب جہان بیک تمھارے  
خون سے کھانا پینا بھول جائے گا۔ اس کی نیندیں بھی نرمان ہجاش کی گئی ہری  
پہنچیں نہیں ہو گیا ہو“

سوینا نے موضوع بدلنے کے لیے اور اس موت کے خوف کو گھبرا  
پر فحتم کتنے کے لیے ساتھ ساتھ کہہ کیا : ”اتی آپ کے لیے یہ خوشخبری ہوئی  
کہ جسے آپ اپنی بیٹی بیکتا ہی ہیں وہ سچ جیسا بنائے والے اس  
کی ڈاکری ریوٹ تباہی ہے کہ اس کی جس تیل ہوگی۔ یہ ایک گھبراہٹ  
کے زیر علاج ہے کہ اور رفتہ رفتہ ایسے مرحلے پہنچے گی جہاں آپ جی زندگی  
ہوگا۔ اس کے بعد یہ سچ آج آپ کا میٹا بن جائے گی“

ساتھ ساتھ سوینا کی باؤں کو ذرا بے یقینی سے سنا پڑی بیٹی  
کو سوا ب نظروں سے دیکھا مرجانہ نے تائید میں مردانہ کر کہا : ”ہاں ہی سوینا  
جیکہ کئی ہے۔ ڈاکری ریوٹ موجود ہے اور میں تیل ہونے والی ہوں  
ساتھ ساتھ کہنا : ”میں تو کچھ سن رہی ہوں یہ ناممکن تو نہیں ہے۔

دیمان میں جو ہے۔ لیکن مجھے جب سالگ ہائے کہ یہ میری بیٹی کی بیٹی  
معاصل ہے میں نے کیے کیے خوب دیکھے تھے کہ میں اپنی بیٹی کو کھول کر  
گی اور مری و حرم جہان کے ساتھ کسی کے ساتھ نصرت کروں گی اب  
یہ سوچ کر مجھ سا گنگنا ہے کہ یہ خود کسی کا بھی دو بھلنے کی گی“

ان کی بات پر سوینا کو بھٹکنے لگی پھر ایک اس کی سبکی آہنی  
رک گئی سبھی کو یاد آئی کہ موت ان کے دیمان میں ہی ہوئے۔ اور وہ کوشش  
ہشندانہ میں ہے۔ اگر ساتھ ہونے کے مسئلے میں ڈرا جائے ایسی ہی ہوئی  
ڈرا جائے گا یہ بولی تو وہ دیکھن ایک وہم کے لئے کہ او اس کے کند  
پہلے ہونے تمام آلوں کے جھکے سے اڑا جائے گے۔

ڈیڑ جال کی مگر میری بیٹی تھی۔ وہ تو لیے سے اپنے چہرے کا کچھ نہ  
صاف کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر ساتھ ساتھ باؤ کے پاس آیا۔ ان کے ساتھ  
حرف سے خود بخود انھیں تمھارے ہوئے پھینکا ہوا تھا اس دوران کو ڈیڑ جال  
نے ہٹا دیا اور اس کی جگہ میوہ کر لیا۔ ”میں ہر لمحے کیسے تم سے فدا ہوں  
ہو گیا تھا تو میں اپنے وعدے اور اپنی قسم پر قائم ہوں میں تمھارے

ساتھ بہن کا اور تمھارے ساتھ مردوں کا۔ ویسے اتنے ذہین اور بہادر  
لوگ کی خودی سے یقین ہو گیا کہ موت سے دور چلی جائے گی“

ساتھ ساتھ باؤ نے شہرت سے ہوشے بھٹکے ہوئے اور ڈیڑ جال سے نظریں  
جاتے ہوئے سر جھکا کر کہا : ”بیٹی یہ ڈیڑ جال میں بہت اچھے آدمی ہیں انھیں  
نے بد ماشریوں سے مجھے بچایا تھا۔ یہ میری حاضر زواریوں سے جو بھوکا اس حال  
کو پہنچے ہیں“

مرجانہ نے مسکرا کر ڈیڑ جال کو دیکھا پھر اس سے مصافحہ کرنے نکلے  
بولی : ”فراد سے میں بیٹے ہی آپ کے متعلق بہت کچھ بتا رہا ہے۔ آپ سے بل  
کہ بہت خوشی ہو رہی ہے اور میری دوست سوینا ہے۔ اگر میں اتنی کے بعد  
کسی کو چاہتی ہوں تو وہ یہی ہے“

ڈیڑ جال نے فدا آگے کی طرف جھکتے ہوئے سوینا سے مصافحہ کرتے  
ہوئے کہا : ”آپ سے بل کہ بہت خوشی ہو رہی ہے۔ فراد صاحب کے ساتھ  
ساتھ آپ کا نام بھی سنا ہے بلکہ فراد صاحب کو جانتے ہے وہ آپ کو بھی  
جاتا ہے۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم لگتے ہیں“

سوینا مسکرائی تو اندر سے کچھ کہی۔ اس کے دل سے کہا : میں اور  
فراد لازم و ملزوم ہوتے تو وہ دشمنی سے شادی نہ کرتا۔ جیسے بہت  
برداشت کیا جب تک وہ دوسری عورتوں کے پیچھے پھرتا رہا۔ یہ نے عرض  
کی مگر اس نے نفرت بھی نہیں کی تھی۔ سچ پھر فراد نے بائیں نے عرض  
اس نے شادی کر لیے۔ اب اس کی تو سب کچھ روشن ہے۔ آہ صبر میرے  
خات سے فراد کو مرنا سمجھتے ہیں۔ کاش کہ ایسا ہوتا۔“  
میں نے کہا : ”یہ میری جان ایسی ہے کہ تم نے فراد سے خواہ کتنی  
ہی ناراض ہو جاؤ لیکن میں یقین مانتا ہوں کہ میں یہ ثابت کر دوں گا کہ میں  
سب سے پہلے اور سب سے آخر تھا را ہی ہوں گا“

وہ عقلمند بولی : ”جب یہ ہو جاوے تو کرو“  
ڈیڑ جال نے کھلا کر کہا : ”جی ہم۔۔۔“  
تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں“  
سوینا نے جدی سے نکل کر کہا : ”اے سواری، مرنے جال میں تمھیں  
نشان کسری تھی۔ وہ بات کہ دوسری تھی“  
مرجانہ نے اپنا سر ہوا کر کہا : ”اے بیٹی تمھاری تم اس وقت فراد سے  
تھکرا کر رہی تھیں۔ ایک تمہی جو کوئی فراد کو اتنی سستی سے کوئی بات نہ کہتی  
ہو اور وہ کس فیصلے سے۔ تمہری بیٹی ایسی ہو۔“  
سوینا پر ہی میں نے جھپکے سے پوچھا : ”اب بتاؤ کیا یہ جھوٹ  
ہے یا حقیقت ہی تو ہو جس کی سخت باتیں میں دشمنی سے سن لیتا ہوں“  
وہ پورے کے فیصلے بولی : ”اس ایسی ہی باتیں کر کے خوش کر لیتے ہو۔  
میں اب تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی میں نے تمھیں منع کیا تھا کہ میرے  
دماغ میں مدت آؤ چلو میں اسے جاؤ اور جاکر اپنے پیچھے کو گریں کھلاؤ“  
میں نے ہنستے ہوئے کہا : ”چر اور جی ہو گیا۔ میں یقین ہے تمہارا چاہتا

ہاں میں انتظار کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ ساڑھ بالوں کو اس پس کے ایک دروازہ تک میرے پس لاکر ایک آدم دادہ میں بٹھا دیا گیا، ان کے چاروں طرف محافظ بہت سخت اور ہموک رکھے تھے۔ ساڑھ کرنا مانگا کا حکم تھا کہ کوئی ذرا سی بھی غفلت نہ برتے۔ ڈیڑھ سال ساڑھ بالوں کے ساتھ ساتھ ماہ اور اس کے رہنے، پرانے کے پاس ہی ان کے ایک بازو کو حکام کو بھیجا رہا پھر میں نے سوچا کہ کیا؟ اب کرنا مانگتا کہ کون وہ لغو فحواں کر اس میں بھی کھتی ہوئی تحریر پڑھ کر سکتا ہے؟

وہ غفٹے سے بولی، ”تم لٹفلٹنے کے لیے میرے ہی پاس کیوں پھیلے آتے ہو؟“

میں نے کہا ”تم غفٹے میں رہتی ہو تو تمہیں چھوڑنے میں بڑی مروتا ہے جو کوئی بات نہیں ہے، میں تمہیں جیت سے کہا ہے کہ کرنا مانگتا ہے میری بات نہ کر دینی چاہئے؟“

”ہاں نہیں، کیوں گی؟“

”وہ تو تمہیں کہنا ہی ہو گا، یہ دیکھو تم کہہ رہی ہو؟“

دوسرے ہی لمحے میں ان کے دلخیز و تانیقش ہو گیا پھر اس کی زبان سننے لگا، ”ماستر کو مانا مانگا آپ وہ لغو فحواں کر چھوڑیں، دنیا بھر کے دیرینا موجود ہے، وہ ہر دستا ہے گیا؟“

میں نے سوچا کہ وہ مارا اور دھچکھڑا کر کہا؟ تاہم اس بہت اچھی ہو میری بات مان لیا کرتی ہو گی؟

وہ چل کر بولی ”ٹریب کرنے کے بعد اپنی بات منوانا کہاں کی بولی

سے میرا دل تو نہیں ماننا ہے۔“

”سوچنا تھا کہ دل کی بات مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ

دل کی گزرتوں میں اور دلخیز کی گزرتوں میں صرف فرماؤں، چاہتہ تم کہنا

ہی جھگڑا کر لو، اب خاموش رہو، وہ دیکھو اس نے لغو فحواں لیا ہے

اور اب پڑھنا شروع کر رہا ہے۔“

ماستر کو مانا مانگتا پڑھنا شروع کیا کہ تحریر یوں تھی ”ماستروں

کے ماسٹر آؤں، اہل پیرو ماسٹر سے جلا وطن ہونگے، میں اسے

کیے جسے معاہدے کے مطابق آخری شرط پوری کرتے ہوئے ساڑھ بالوں

آپ کے ماسٹر کو مانا مانگتا کے والے کر رہا ہوں۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا

تھا کہ آپ فریاد اور اس کی سامتی قزروں کو کھانا آبادی ہمہ دور رکھنا اور

حالات حارہ سے بے خبر رکھنے میں جاری کردوں گے اور اس کے عوض

ہم فریاد اور اس کی سامتی قزروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، دیکھ

لیجئے کہ جب ہمارے درمیان یہ معاملہ طے پایا تھا تو اس وقت عرف سوچنا

اور مردانہ رویہ، ہمہ سے نکلی تھی اور فریاد اور دوستی ہمارے نشتلے

پرستہ ہمہ جوشی، من طرف ان دونوں کو تسلیم کرتے تھے۔ دوسری طرف ساڑھ

بالوں کو بھی بلانا کر دینا ہمارے لیے کوئی بڑی بات تھی نہیں، لیکن ہمہ اپنے

وعدے کے مطابق ایسی کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اس وقت بھی

جب کماڑھ بالوں کو آپ کے ماسٹر اور آپ کے ماتحتوں کے درمیان بھی ہوئی

تھی تو کوئی ہمہ ان نقصان پہنچائے اور نہ ہی کوئی ذہنی اذیت دہی

گئی ہے ہاں صرف اتنا ہے کہ موت کو نکلنے کے نکل کر بھیج دیا گیا ہے،

میں نے ایسا نہیں کیا؟ اس کی وضاحت کر رہا ہوں، دیکھتے ہوئے

فریاد اور دوستی کو چھٹی کے کراچی میں قید کیا تھا، ہمارے آری ان کی گزرتی

اور حفاظت کرتے تھے، تین انھوں نے ہمارے آریوں کو قتل کر دیا ہے اور

وہاں سے فرار ہوئے۔ یہ سراسر جھوٹ تھا، جلال بیک پیر ماسٹر کو غلط

معلومات فراہم کر رہا تھا، اب فریاد اور دوستی لاپتہ ہیں، ہمارے آریوں نے

پورا جلال چھان مارا لیکن وہ نہیں نہیں ہے، اب جلال کے ملنے کے ترقے

نہیں وہاں ہمارے دو لوگ بھی کو پھرتے تھے، وہ سب کے سب غائب

ہوئے، فریاد ایک بار پھر ہمارے لیے عیبت بن گیا ہے، اب اگر میں

ساڑھ بالوں کو سیدھی طرح آپ کے حوالے کر دیتا تو میرے ہاتھ سے سب

کے سب نکل جاتے پھر میں کسی کو اپنی گرفت میں نہ لے سکتا، اپنے چاہوں

ایک تریب کا پتہ دیکھنا پڑتا ہے، تریب کا استعمال کے بڑی بڑی میں کامیابی

ہوئی، لہذا میں نے وہ تریب کا پتہ ساڑھ بالوں کے سینے سے باز کر دیا ہے۔

اس کو صرف میرا ایک آدمی کھول سکتا ہے، آپ لوگ کوشش کر کے دیکھیں،

اگر آپ کا مانا، ہمارے ساڑھ بالوں کو اس موت سے نجات دلا سکتا ہے، تو چھینا

کا سزا آپ ہی کے سر ہے اور اگر موت سے نجات دلانے میں ڈراما بھی ہو

چک ہو، تو ساڑھ بالوں کو پھیرا دینا میں نہیں دیں گی، ان کے پاس

سننے والے بھی دھماکے اڑا جائیں گے

سپر ماسٹر میں جانتا ہوں کہ آپ بہت بڑی طاقت میں، آپ کی

تخلیو کے مجھے ہونے کو دیکھنا ہے، ہمارے ملک میں بڑے بڑے کارنامے

انجام دیتے ہیں، میں آپ کے سائنسے ایک پتہ ہوں، میں آپ کو پیچھے نہیں

کردوں گا، لیکن یہ جو پتہ بھی ہو، ہمارے یہ خاص طور پر فریاد کے لیے ہے،

فریاد سے آپ سب سکتے ہیں کہ ساڑھ بالوں کو مر جائے، کو میرے دل کے روتے۔

ہمارا ساڑھ بالوں کو ختم ہو چکے ہیں، ہمیں آپ کے راتے میں بھی نہیں آؤں گا

اور فریاد صاحب سے بھی کبھی کسی گزرتی میں کسی گزرتی میں نہیں آؤں گا، دیکھتے

ہیں فریاد کے لیے اپنے بڑے بڑے ماتحتوں اور ماسٹروں کو قربان کر دیتے

ہیں، فریاد یاد آپ کے کہنے سے ان دو غزرتوں کی قربانی میں نے سگنا

کر نہیں لے سکتا، تو وہ آپ کا دوست نہیں ہو سکتا

دیکھنے میں سمجھنے والے کا فرض اور اگر وہاں دنہ اس یقین سے

ساڑھ بالوں کو آپ کی تحویل میں لے چکے ہوں کہ یہ صورت اپنی بیٹی کے ساتھ

پھر میرے پاس دوپہن آئے گی میں ساڑھ بالوں کو موت سے ہی دقت نجات

دی ساڑھ بالوں کو لے کر چلائی تھی، جگہ پہنچ جائے گا۔

اس خط کے ساتھ ایک ٹیبلٹ کا ہنڈیرا میں اس کے سینے میں ایک

ڈرامنگ بھی بنا دی گئی ہے، تاکہ آپ کے ماتحتوں میں اس کی اسٹیڈی کریں

اس ہم کے متعلق پوری تفصیل بھی میں کبھی ہے کہ کون سا کجاہاں سے نکلا

ہے اور سب جگہ جاکر منسلک ہونا ہے، ہم اور اس کے ساتھ لگے ہوئے ٹیبلٹ

اور تمام ٹیبلٹ کو ایک جگہ جوڑنے والا لیکن اور اس نکل سے لپٹے ہوئے

تار تمام سب کی کامیاب ہے۔ اور ان کے کھنڈن کرنا میں یہ سب کچھ

اس ڈرامنگ سے معلوم ہو جائے گا۔ اس کے باوجود میں پھر آسنا ہوں کہ آپ

کہا بہت اچھا نیشنل منقل کر کے اپنی جلدی ہو سکتے ہیں جلدی ساڑھ بالوں

اور مر جائے کہ میرے پاس ہی سچ دیکھتے تھے ختم ہو جانے کا میں تھے اور کچھ

تین کمان ہے۔

میں ہوں ایک سنڈیکٹ کا بگ باس، جلال بیک؟

وہ تحریر ختم ہو گئی، ماسٹر کو مانا مانگنے دوسرے بڑے کارناموں

پر اس دقت تک ہم کا پورا نقشہ بنا ہوا تھا، اپنے ایک ماتحت کو لے

کر کہا، اس کی کوئی فریڈ اسٹیٹ کامیاب بناو، جو ہمارے آریوں کے ان کے

ساتھ اس کی کامیابی میں کامیابی کی

جو یہ ماتحت بن گیا تو ساڑھ بالوں کو پھیرا دینا

کو خود ہو؟“

میرے ہائی زبان نے کہا، ”جی ہاں، میں یہاں موجود ہوں، آپ کی کمانا

”بیٹے، میری بد نصیبی تم سب کو کھاجا لگے گی، مجھے دیکھو میں ایک

عزت تک چڑھوں، جب میں بندہ رہوں گی، اسی وقت سے بد نصیبی کا

مزدبھی آ رہی ہوں، تم ہم پر کچھ بھوکے دیے گئے تھے، لوٹا گیا، فریاد

کیا گیا، میری شراعت سے کھینچا گیا، میری عزت کی وجہی اڑاں نہیں اڑ رہی

میں ایک بیوی کی مان کی تھی میں سکوت سے رہ سکتی تھی، تقدیراتی ظالم

ساتھ فریاد اور اس کے جیمن یقین دان ہوں کہ ہمیں اپنی داپسی دشمنوں کو

بہت سبک دہی کے لیے؟

سوچنے سے اس کا ہاتھ ہتھام کر کہا، ”مر جائے ایسا نہیں ہوگا، تمہاری تھی

فریاد مصیبت سے نجات پالیں گی، ہم تمہیں دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے

اور اگر ایسا ہوا بھی تو میں تمہیں تمہارا کے درمیان نہیں جانے دوں گی، میں بھی

تمہارے ساتھ جاؤں گی؟“

میرے نے ڈیڑھ جال کے دماغ پر کا بغیر ہو کر اس کی زبان سے کہا، ”تم

سب یہ کہوں سوچ رہی ہوں کہ ساڑھ بالوں کو اس میں مصیبت سے نجات نہیں

ملے گی، ایسی کوئی بات نہیں ہے، انشاء اللہ ماسٹر کی غلطی میں جو ہرگز نہیں

وہ اس کم کچھ کر نہیں فریاد متیوں کے لیے؟

کو مانا مانگتا ہے، ابی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا، فریاد صاحب آپ

درست کہتے ہیں، میں اس خط کی تفصیل ابھی ہوا ماسٹر کو پہنچا ہوں، صبح تک

آپ دیکھیں گے، ہمارا ماسٹر ملتی ساڑھ بالوں کو جان بولنے کے لیے کوئی نہ کوئی

ڈرامنگ نکال لے گا، اگر کچھ نہیں ہوا تو اٹھال لگائے کچھ کر کے کہا، تمہیں

اس ہم سے نجات مل جائے گی میں کبھی آتا ہوں؟“

یہ کہہ کر وہ گھر سے چلا گیا، سوچنے سے ہونے لگا، ”ہمارے لیے

تمہارے قدم پر اگر جان لیںے والے میں تو جان لینے والے میں ہی، ماسٹر کو مانا مانگا

بھی یہی دعویٰ کر رہا تھا کہ میں نقصان پہنچانا چاہوں گے، تو صاحب ماسٹر

کو مانا مانگا کوشش پر سے لڑنا کرنا ہو سکتا ہے، ہمارے ہرگز میں کھینچا گیا ہے

لگا کبھی بھی ہمارے جان لینے کو نہیں چاہتا، یہاں نہیں چھو سکتے؟“

میں نے کہا، ”سوچنا ایسے ہو تو پھر تمہیں ان کو حوصلہ افزائی کرنا چاہیے

تاکہ وہ خود ہر عمل سے ہونے لگے اور پہلے کوئی بد نہیں کرتے ہوئے گزر

جائیں، ماسٹر اپنے مزاج کے خلاف ہائیں کر رہی ہو؟“

وہ ناگوار سے بولی، ”تمہارے سونے کا شکر، میں اپنے مزاج کو تم



کوہست بھی طرح سچا لکھا تھا۔ وہ میرے سونے اور جلنے کے طریقے کو بھی خوب سمجھتا تھا۔ ایسے ہی اس نے اینٹیلینے کے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ کنگرہ کو بنوایا جائے۔ دوہول ماتھے جلنے کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ جب تک میں میدان میں اس وقت تک میری جھوٹیری کے پاس کسی کو چلنے پھرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ تمام باتیں مجھے میدان ہونے کے بعد معلوم ہوئیں۔ سوئی میدان ہونے کے بعد جھوٹوری پر تک اس نے تامل کو کبھی ہمتی نہ دی تھی۔ اس لیے اس نے اس کے پاس ہی سوراخا تھا۔ اس نے کرفٹ بدل کر فریڈی جہت سے دیکھی۔ چند لمحوں تک کبھی ہی پھر وہ ہمت آہستی سے بستر سے اٹھ کر تباہت سے پلٹتی ہوئی جھوٹیری سے باہر نکلی۔

باہر تک نہ پتھر برفوں شاہانہ نما زمین چھٹا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف وہ جوں کے انداز میں اس کے قبیلے کے لوگ بیڑا اٹھائے کھڑے ہوئے تھے۔ سوئی کو دیکھتے ہی غم ادا ہو گیا۔ وہ سب لوگوں نے اپنے سر جھکا دیے جب سوئی قریب آئی تو غلام نے ہمتی سے بولیا: "ایک آتا میدان ہونے میں؟"

وہ بولے: "نہیں، انھوں نے اپنی میداری کا کیا وقت متفرک کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی غلام کی جھوٹیری میں گیا۔ وہ جھوٹیری میں اندر سے بڑے ٹھکانے میں آئی تھی۔ اس وقت وہ بستر چھا ہوا تھا۔ وہ دراصل سات عیش و عشرت کے کارکن تھے۔ حاکم صاحب خانہ میں بھی عیش و عشرت کی جھوٹیری میں تھی۔ جنہیں اپنی کوئی پھٹری پر بناؤ تھا۔ وہ جوں غلام کی کینٹین پر جاتی تھیں۔

سوئی تو ایک اونچی سمت پر بٹھا ہوا تھا۔ وہ جھوٹوں اندر میں غلام کے حکم کے مطابق سوئی کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک ٹیکر و پورٹ ایک بڑے سے میاں میں کوئی شروب لے کر سوئی کے ساتھ آئی پھر وہ اب سے جھک کر بیٹھ گیا۔ سوئی نے غلام سے کہا: "میں نے بھی منہ نہیں دوہولیا۔ پہلے میں غلام کو روکوں گی۔ اس کے بعد نامتہ کر دوں گی؟"

غلام نے کہا: "یہ نامتہ نہیں ہے۔ یہ ایسی دوسرے جو تہا منہ بنا جاتی ہے۔ یہ آپ کے لیے بہت مفید ہے۔ آپ کا جسم اور دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کی طبیعت کی صلاحیتیں غم ہوئی ہیں۔ اگر یہ دوسرا آپ مسلسل ایک ہفتے تک روزانہ منہ نہیں لگیں تو ہمارا دماغی منہ کو آپ جھنڈ بھی ہو جائیگی۔ اور آپ کا دماغ بھی کمزور نہیں ہے۔ گا۔ آپ کی طبیعت بھی منہ صلاحیتیں غم ہو رہی ہیں۔ پھر یہ کہ یہ آپ کے ہونے والے پتے کے لیے بھی مفید ہے۔"

وہ گڑوا اور کبھی مشروب تھا۔ لیکن ایک صحت مند پتے کو چھوڑنے کی خاطر سوئی نے ایسی ہی طرح صحت سے آگیا۔ وہ بیٹھ کر کہا: "ماتہ کے اجازت کسی کو نہیں دینی تھی۔ عورتوں سے بھی کمرزائی تھی لیکن غلام نے کہا کہ روز صبح اس کے بدن کی ماش کی جائے گی۔ اس کے بعد اسے

منزل کر لیا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ اس کی بھالیوں کے لیے کیا جا رہا ہے۔ سوئی اس کے لیے بھی ممانعت ہوئی۔ خود دار جزوی بیڑوں کے ذریعے ماش کے لیے ایک تیل تیار کیا گیا تھا۔ ہندو کے میں اس بیڑوں سے سوئی کی بھالی گئی تھی۔ اس نے غلام کو لڑا۔ کہنے کے لیے سازش میں تھی۔ اس کے بعد جھوٹوری چلی ہو سکی۔ وغیرہ جیسے ہاں تھے۔ سوئی نے کسی میں لڑا کر لوں سے پاؤں تک بند کر چھاپا ہے۔ غلام نے کہا: "میں انھوں سے کہ آپ کی بیڑیاں یہاں نہیں ہے۔ جب میں اپنے آکر آنکھ دیکھتا ہوں تو وہاں سے کبھی آپ کی بیڑیاں نہیں لے آئی گا۔"

جا بھٹنے کے بعد میری آنکھ کھلی تھی۔ گہری نند سے میدان ہونے کے بعد جب آکھ کھلتی ہے تو اجنبی ماحول چند لمحوں تک جوں میں نہیں رہتا۔ پھر آکھ کھول کر سوچتا ہوں کہ میں کبھی کبھی کبھی کبھی یاد آگیا ہے۔ نے اپنے بارہ میں وہی اور بستر پر سوئی نہیں تھی۔ سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ غلام کی جھوٹیری میں تھی۔ اس سے باتیں کر رہی تھی اور مستقبل میں اپنے بیٹے کے لیے پروگرام بنا رہی تھی۔ اس کے پاس سے واپس آکر چپ چاپ لیٹا ہوا جھوٹیری کی چھت کو کھنڈے لگا۔ مجھے ساڑھے نو یا دوا کی جھوٹیں ہیں۔ وقت سینہ پڑی ہونے کے بعد دماغ بالکل تازہ تھا اور اس تازہ دماغ میں جو پہلی سوچ آئی وہ یہ تھی کہ ساتھ باؤ کو بھی اس ہم سے نجات نہیں دلا جا سکتا ہے۔ انھیں دشمنوں کے حوالے کر دینا چاہیے۔

میرے دماغ میں یہ دشمن سوچ پیدا ہوئی تھی۔ یہ ساڑھے نو یا دوا اور مرچانہ سے دشمنی جو تو کران دونوں میں اپنی کو جلال بیگ کے حوالے کر دینا چاہیے۔ کیسی آکھ کھنڈے ہی میرے دماغ میں یہ خیال کیوں آیا؟ اس لیے کفر شریکوں پر میں کل سے یہی سوچتا آیا تھا۔ ماں بھی جلال بیگ کے پاس جا میں لڑا تو شاید میں ان کے ذریعے اس دشمن تک پہنچ سکوں۔ میں نے ہمت سے ہم سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس کی ایک تصویر بچا تھا۔ سے پہلے لکھی تھی وہ کہاں رہتا ہے۔ اس کا ڈاکا ہے اور وہ ساڑھے نو یا دوا مرچانہ کو جا کر کیا رہتی ہے۔ ان سے باتیں کر کے کیا اطمینان اپنے ذریعے تک کر رہی ان سے چھپانے کا؟

اگر وہ چھپانے سے تپ بھی لے لے کر لوں کو ساڑھے نو یا دوا مرچانہ سے باتیں کرنے کی اجازت دے گا۔ کوئی نہ کوئی شخص اپنی جان بھری پرہیز کر لینی آواز دے گا۔ اور ساڑھے نو یا دوا کے ذریعے مجھے ساتھ لے کر توہم لکھے گا۔ میں اس کے لیے کسی دوسرے کچھ ترسے گا۔ پھر جو تھے تو لڑپ کرنا ہوا جلال بیگ تک پہنچ جاؤں۔ اس لیے مجھے ایسی کوشش کرنے کے لیے وہ دونوں مال ہوتی ہیں۔ لیکن بیگ کے حوالے کر دینا چاہیے۔ یہ خیال اس وقت میرے دماغ کے کسی گوشے میں پک رہا تھا۔ جو اب شہوری طور پر مجھے اس طرح کے اندام کے لیے آگیا رہا تھا۔

اس وقت ساڑھے نو یا دوا کی شہنشاہی والی کرسی پر جاؤں۔ غرض کہ کچھ ہوتی گئی۔ سینہ میری جھوٹیں سوئی لاد مرچانہ کے لیے بھی میں نے پانچ لکھنے

بڑی کا دست متفرک تھا۔ یعنی وہ جوں بھر سے ایک گھنٹے بعد میدان ہونے والی تھیں۔ میں نے ساڑھے نو یا دوا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، بے زبانیاں تھا کہ ساڑھے نو یا دوا کے سینہ پڑیوں کی۔ اسی مناسبت سے نے ہم ماہرین کے ساتھ ایک نیچے ایک مینٹک رکھی تھی۔ اس میں یہ فیصلہ ہونے والا تھا کہ ساتھ ماہرین کو ساڑھے نو یا دوا کے پاس جلنے اور اس پر کھانا لے کر اجازت دے دی جائے۔

میں نے سوئی کے پاس پہنچ کر کہا: "میری جان میں میدان ہونے چکا ہے۔ جاؤ۔"

وہ عرض ہو کر غلام سے بولی: "تو ہمارا آقا میدان ہونے چکا ہے۔ ان کے لیے یہ وہی طریقہ کار بندوبست کرو۔"

غرض وہ صفر سے فارغ ہونے میں میں منہ لگے۔ اس کے بعد سب مہر زمان کے اطراف بیٹھے تھے۔ غلام نے بڑے ہی سر تکلف کیے کہ ان کے اہتمام کیا تھا۔ کھانے کے دوران میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ ساڑھے نو یا دوا اس وقت یہاں نہ تھے۔ سوئی نے کہا: "یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔ کیا وہ ماہرین نہیں بلکہ تم نجات دلا سکتے ہیں؟"

"میں آجی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ابھی ابھی میرے جوں میں خیال توائل کے ذریعے وہاں پہنچا کہ اور ساڑھے نو یا دوا کے ساتھ نجات تک لگا رہا۔ جب تک کہ انھیں اس ہم سے نجات نہیں ملے گی۔ میرا خیال ہے کہ کافی وقت لگے گا۔ شاید ہم اس وقت تک نہیں رہیں گے۔" وہ بھی گڑ جائے لیکن میں اسے دہتا تو تھا۔ مانی طور پر جھانک کر باتیں کر رہا ہوں کہ تم کچھ خیال نہ کرنا۔ ہونے کو غلام کے ساتھ وقت گزارو۔ اس راستی کو دیکھو۔ یہاں کے لوگوں سے ملو، اور مستقبل کے متعلق پھر لو۔ اور انداز میں پلاننگ کرو۔"

"فریاد اگر تم یہاں سے خیال توانی کے ذریعے ساڑھے نو یا دوا کے کام آئے ہو گے۔ تو یہ اچھا ہی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تمام مہر زمانوں کی مدد کرتے ہو؟"

"میں بھی ایک بڑے بڑے نہیں سمجھتا۔ تم کو کہہ رہا ہوں کہ میرے پاس میں کچھ نہیں لگاؤں گی۔ ایسی بات جو جانے کی کچھ نہیں ہے۔ لیکن اسے کہہ رہا ہوں کہ میرے ہاتھ میں جلال بیگ کے پاس میں کچھ نہیں لگاؤں گی۔ جب تک کہ فرزند نہ ہو جو میرے پاس میں کچھ نہیں لگاؤں گی۔ جانا تو مگر گا؟"

"دیکھو فریاد اگر جلال بیگ سے ہم نے اتفاق سے میرے پاس ساڑھے نو یا دوا کے ہاتھوں میں اپنی کچھ ہمت سے اس کے ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ ساڑھے نو یا دوا میں شخص میں کچھ ہمت سے ہی وہ ہمدردی سے اس کے ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ اپنی بیٹی کی بھی شہادی کر دیں گی۔"

"اسے بھی نہیں، بیٹا ہوں۔ میں نے نہیں بتایا ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کے ذریعہ علاج نہ کر دیتے والی ہے۔"

سوئی نے کہا: "چلو بیٹا یہی ہے۔ شادی تو ہوئی اس کی بھی۔ وہ جی سونیا تو میں اسے برداشت کروں گی۔ میں تم اور سونیا بہت دوستانہ دشمنوں کی دیکھتا ہوں۔ الگ اپنی ایک دنیا بنا لیں گے۔"

"ایسا ہو جائے تو اس سے بھی بات اور کیا ہوگی۔ سوئی اچھی جوانی کا زور ہے تو میں دیکھنے کے ایک سر سے دوسرے سر تک ہانک رہا تھا۔ کچھ ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ ساڑھے نو یا دوا میں شخص میں کچھ ہمت سے ہی وہ ہمدردی سے اس کے ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ اپنی بیٹی کی بھی شہادی کر دیں گی۔"

"میں نے کہا: "چلو بیٹا یہی ہے۔ شادی تو ہوئی اس کی بھی۔ وہ جی سونیا تو میں اسے برداشت کروں گی۔ میں تم اور سونیا بہت دوستانہ دشمنوں کی دیکھتا ہوں۔ الگ اپنی ایک دنیا بنا لیں گے۔"

"ایسا ہو جائے تو اس سے بھی بات اور کیا ہوگی۔ سوئی اچھی جوانی کا زور ہے تو میں دیکھنے کے ایک سر سے دوسرے سر تک ہانک رہا تھا۔ کچھ ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ ساڑھے نو یا دوا میں شخص میں کچھ ہمت سے ہی وہ ہمدردی سے اس کے ہاتھوں میں لگاؤں گے۔ اپنی بیٹی کی بھی شہادی کر دیں گی۔"

میں نے کہا: "ایہ تو بالکل نامہیں کرنا چاہیے۔ وہ خناسے کہے یا گئے ہیں۔ یہاں سے چلنے کی تو بھڑائی ایک کلمہ تک نہیں مانگے۔ آئی کی اور زیادہ خواہ پریشان کا باعث بن گئی ہیں میں جانتا تھا کہ وہ جاہل کر بات نام کر کے کہ فرزند کی ساتھی بڑی ان ہتھیوں کے درمیان رہ گئی ہے۔ یہ بات دشمنوں تک پہنچ جائے گی؟"

میں نے گھڑی دیکھی، دوپہا بچوں گھنٹہ گزرنے والا تھا، جو ساڑھے پانچ بج رہا تھا۔ نہ کی بیداری کے لیے مقرر کیا گیا تھا، میں ان سے نصیحت کر کے پورے توجہ پر مائل ہوں گیا۔ رومی، غلام کے ساتھ اس کی بیار لڑکی کی عیادت کرنا کوئی اور میرا سے ملنے سنی گئی۔ غلام نے اپنی لپٹا طے مطلق میں کہا، میرے بیٹے کے لیے بہت کچھ کیا تھا، ان جنگوں کے حال میں کہیں اور صومے نہیں تھے جہاں میں آرام سے بیٹھ کر خیال توانی کر سکتا۔ لہذا مجھے پھر لسترا پر کر مینیا پڑا دیا، جیسے ہی میں ساڑھے پانچ کے داغ میں پہنچ گیا۔

ان کی سیدنا اب ختم ہوئے، والی والی تھی۔ میں نے آہستگی سے کہا: "میں بیدار ہو رہی ہوں، مجھے انہیں کھولنے اور حرکت کرنے سے پہلے سمجھ لینا چاہیے کہ میرے دونوں بازو ٹانگوں میں جھنسنے ہوئے ہیں، اور میں کسی کو کسی بھی جوتی ہوں، جہاں میں اپنی ہتھی کے مطابق اٹھ نہیں سکتی۔ میرے بیٹے سے وہ جان بولا، میں اپنی تک بندھا ہوا ہے۔ اس لیے مجھے آٹھ گھنٹے ہی بہت احتیاط سے چپ چاپ بیٹھا رہنا ہوگا۔"

ان کا سر ہکا ہوا تھا، ہتھوں نے بہت آہستہ آہستہ انہیں کھولتے دیکھے۔ سب سے پہلے اپنے پیٹ پر ہتھی ہونی اس کو دکھایا، میں نے ان کا دیکھا دیکھا۔

پانچ بجے کے کہا: "ابھی اسدم کو تمہارے؟"

"وہ عیالدار بیٹے، تمہارے بچے کو سب سلامت رہتی تھی اور بھائی سے میں اب اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی ہوں، مجھے یہ بھی بتاؤ کہ اس کی تم میرے پاس سے نہ ملنے کے سلسلے میں کیا کیا گیا ہے؟"

میں نے کہا: "یہاں آئے والے ماہرین یقیناً ان کو سمجھ گئے ہوں گے، ابھی ایک بچے ان سب کی شکر ہے۔ تمہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ آپ کو اس سے کب آئیے، جہاں مل سکتی ہے، اہل حال آپ ماشکر کریں، چلنے میں، پھر سب اس شکر میں شریک ہوں گے۔ میں عرض کیا، کیا کرتا ہوں۔ وہ آپ کے پاس آجائے گی؟"

میں عرض کرنے کے پاس پہنچا تو اس کے بچا جو نے کادقت میں ہر چکا تھا، اس لیے وہ اور میرا جگ کی تھی، میں نے دونوں کو ایک ایک کہہ کر میں سونایا تھا، پندرہ من سے میرا سے کہا کہ اس کی اپنی بیداری میں بلدا وہ ان کے لیے ماشکر وغیرہ ساتھ لے کر چلے پھر میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا: "ابحال ہے، پندرہ بڑی ہو گئی؟"

وہ نا مانگی سے بولی: "بہت کمال کر دیا جو مجھے روزی سوا دیا؟"

"جب سب سچی اٹھی تھی میں نے تمہارا تو کیا ایسی کمالات دکھائی ہو گی؟"

"تم اپنی اٹھی بیٹی سے مجھے سیکے ہو، پندرہ گرتے ہو، اٹھائے ہو؟"

بٹھا سکتے ہو، لیکن میرے دل میں اپنے لیے محبت نہیں بیدار کر کے؟"

"اس کی خردت کی کہ بے خبری جان، جب سے تمہارے جوانی کی خبر ان کو مل لی ہے، اسی وقت سے فریاد تھا ہے، دل میں دھڑک رہا ہے؟"

"جو اس ختم ہو گئی جو قاب جاؤ؟"

"جی ہاں، تم اٹھ کر تیار ہو جاؤ، ایک بچے ماہرین کی شکر میں شریک ہوئے۔"

میں نے ماسر کر دیکھا، گانگے کے پاس پہنچ کر کہا: "ہیلو ماہرین فریاد گول رہا ہوں، کتنے ماہرین آئے ہیں؟"

"ہمارے ملک کے چار ماہر اور بیرون ملک سے دس آئے ہیں، ان کو ماہرین کہا جاتا ہے؟"

"مختلف ملاتے دیکھے ہیں، پھر ماہرین کتنے ہیں کہ ان چار ماہر میں سے زندگی کا تار کون سا ہے، یہ مجھ میں نہیں آتا، چار ماہرین کتنے ہیں کہ کون سا کو ایک کر دیا جائے تو دھماکا نہیں ہوگا، بات تو ان ماہرین میں اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا کو ایک کرنا چاہیے، ان میں سے ایک ماہر نے اپنی ہتھی کٹی لے لی تھی، میں کہتا ہوں کہ اس کے گھٹنے میں گھسی گت باندھے گا؟"

سب چپ چاپ ہو کر اس کا ہاتھ دیکھے، ماہر نے پوچھا، تمہارا کیا بابت ہے؟"

"میرے کننا جا رہا ہوں، ناگرم سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ کس تار کو باندھنے سے دھماکا نہیں ہوگا اور حادثہ زندہ سلامت رہیں گی، کو میں پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کون امراس خاتون کے سامنے جا کر بیٹھے گا، اس کو سوسنی ذبیحہ کی ذبح کرنے دیکھیں، کھولنے کا اور اس کی زندگی کے تار کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے گا، کیا یہ ایک بہت بڑا شکر نہیں ہوگا کہ وہ تارا گھاسے لڑائے، ہمارے گھرے مطالعے کے باوجود غلط ثابت ہوا تو اس حوالے سے عرف پر خاتون کی موت کے اندر میں نہیں جائیں گی، بلکہ وہ ماہر کو سولنے پوچھ جو اس کو سچی بچے پوچھے، ابھی اسے میں پوچھ رہا ہوں، کئی لگے ہیں گھسی گت باندھے گا کون اپنی جان کو داؤ پر لگا کر وہاں اس تار کو مٹانے چلے گا؟"

"وہ سب چپ گھسے، اس ماہر نے ایسا سوال کیا تھا جس کا کوئی جواب نہیں تھا، پندرہ ماہرین نے کہا: "میں نے تو اس امید پر آپ لوگوں کو اپنی دور سے اور اتنے مختلف ممالک سے بلا لیا تھا تاکہ آپ میرے خولے اس کے بیسیکزم کو سمجھیں گے، پھر پورے اعتماد سے اس تار کو موت کے منہ سے نکال کر لیدری ساڑھ باؤ کو توئی زندگی دیں گے۔"

اس ماہر نے کہا: "یقیناً آپ نے جس اعتماد سے ہم کو بلا لیا ہے ہم اس اعتماد پر ہونے پر متکتے ہیں، ہم پورے یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کس تار کو مٹانا چاہیے اور اس تار کے مٹانے کے بعد یقیناً لیدری ساڑھ باؤ کو زندگی ملے گی، لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ من خود نہیں ہے، اس نے جو ڈانگ پڑیں کہ ہے جو کہتے ہیں کہ اس کے اندر اس کے کوئی ذرا سی تبدیلی ایسی کوئی ہو جو اس سے مختلف ہو، چاہے میں میرے پھر پوچھوں، جب کیا ہوگا؟"

ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ اس کا ہاتھ دیکھے، وہ اسی حال میں تھا کہ ساڑھ باؤ سے دل میں نے اس کو بھی زندہ نہ رہیں۔ یہ پوچھ کر انہوں نے کوئی ایسی تبدیلی کی جو اس کا ڈانگ میں نہ ہو، اگر اس بات کا نتیجہ ہو جائے کہ اس پر اور ڈانگ میں کوئی فرق نہیں ہے، تو یہ شکر ملک کو اس کے یہ خضرہ کو لے کر میں ساڑھ باؤ کے سامنے بیٹھوں گا اور اس تار

کو ہٹاؤں گا، جسے ہٹانے کے بعد انہیں زندگی ملتی ہے، بلا سے اگر موت ملے اور میرے چھتیرے ایسا میں کوئی پورا نہیں، لیکن ہم ساڑھ باؤ کو زندہ سلامت رکھنا چاہتے ہیں۔"

ماہر کو دیکھا، مانگنے کہا: "یہ ایک خدشہ والی بات پیدا ہو گئی ہے کہ جن میں کوئی میرے پھر پوچھ کر ہو گی اور میں اس بات سے کہ اسے تسلیم کر سکتا ہے، جو ماہر سب کو دیکھ کر نہیں لے سکتے، اس کو ہم کو ہاتھ لگا لیا جائے۔ اس کے اوپر ہی دیکھ کر انہوں کو پتہ چلے گا کہ اس کو پھر مٹانے سے خطرہ پیدا ہوگا، لہذا یہ دیکھا نہیں جاسکتا کہ دشمن نے اس میں کسے اندکی سی تبدیلی کی ہے۔"

میں نے ڈیڑھ گھنٹے کی زبان سے کہا: "ماہر میں فریاد کو ان ماہروں میں آخری ماہر نے جو بات کہی ہے وہ داغ کو کسی میں اللہ کے تسلیم کرنا پڑے گا اور ہر کون خطرہ کو لینا نہیں چاہتے، میں اس میں پہلو نہیں سوجھتا ہے کہ ہم ساڑھ باؤ کے جسم سے اس میں کو خطرہ کر سکتے ہیں، اس پہلو پر بحث کر رہی ہیں، کس ساڑھ باؤ کو دشمن کے حوالے کر دیا جائے؟"

کہہ کر مانگنے میرا ہی پوچھا: "فریاد صاحب! آپ کیا کہہ رہے ہیں، کیا دشمنوں سے شکست تسلیم کر لی جائے؟ کیا ساڑھ باؤ کو خطرہ سے میں بھوک دیا جائے؟"

میرا جواب نہ تھا: "فریاد کا مشورہ نہایت ہی مناسب ہے، اب جبکہ یہ خدشہ ہے جو کیا ہے تو میں بھی ماہر کو اس کے قریب جاننے کی اجازت نہیں دوں گی۔ بہت بڑا خطرہ ہوگا، میں اپنی اپنی کے ساتھ جہاں بیگ کے پاس جاؤں گی، کیوں کہ وہ کہہ گیا کہ سب سے میں اس کی ہر شرط مان کر اپنی اپنی کو اس موت سے نجات دلوانے کی؟"

ساڑھ باؤ نے تمہارا پھر پوچھو سے اسے دیکھتے ہوئے کہا: "مجھ میں دشمنوں کے پاس ضرور دو پسینا ہوں گی، لیکن تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جانا گئی ہیں، جاتی ہوں کہ وہ کہتے ہیں، وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، اگر کسی طرح کسی دور سے زندہ نہیں ہو گیا تو پھر پڑے ظلم دکھائیں گے۔ اور میں بلاشکرت نہیں کر سکتی، میرا ڈانگ؟"

ماہر نے کہا: "فریاد صاحب! ابھی لیدری ساڑھ باؤ کوئی داپسی کے سلسلے میں سوچا جائے، ہمیں پھر ماہر کی طرف سے کچھ پتہ چلتا ہے، ہٹانے والے ہیں، ان کا انتظار کیا جائے، ہمارا خیال ہے کہ پھر ماہر اور جہاں بیگ کے درمیان پھر کوئی سمجھوتہ ہوئے والے ہے، شاید لیدری ساڑھ باؤ کو تو میں اس میں سے نجات مل جائے اور جہاں بیگ کوئی آدمی اگر یہ کام کر دے، ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔"

میں نے پوچھا: "کتنا انتظار کرنا چاہیے، ہمیں کب تک پھر ماہر کی طرف سے پتہ چلتا ہوں؟"

"شاہد شاہد ہمیں کچھ پتہ چلے گا، ہمیں حتم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، شاہد! تم انتظار کیا جاسکتا ہے، لیکن آپ میری

256

259

256

حرف سے بہرہ مند ہو گیا۔ یہ کلمہ اچھوتے کراشم تک ساتھ ساتھ بانو کے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یہ جو موت ان کے ساتھ باغذوب دی گئی ہے۔ یہ اتنا بڑا نظم ہے کہ اسے ساتھ ساتھ زیادہ کوئی محسن نہیں کر سکتا۔ ان کے لیے برائے والی نکروی موت کی نظر ہی ہے۔ آپ میرا مہر سے جدا زہد فیصلہ کر لیں یہ مہر سے کہا "ہیں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ شام تک کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے قما بہر زینے سے کہہ کر لوگ اپنے اپنے ملک واپس جانے کی تیاریاں کیں۔ ابن کا میان کوئی کام نہیں رہا ہے۔ اس نے تمام ماہرین کو وہاں سے رخصت کر دیا جب وہ لوگ چلے گئے تو ڈیڑھ چال ساڑھ بانو کے ایک ہاتھ کا حفا کر گئے لگاڑا ساڑھ اب جبکہ زندگی اور موت کا کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا ہے۔ تمھاری زندگی کا یقین نہیں ہے اور موت بھی وقت ہی نہیں سمیٹ کر ملے جا سکتی ہے تو میں اب بھی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ تم کیسی اس دن اپنے نہیں جاؤ گی۔ میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ دینا سے بھی اور دشمنوں سے بھی میں تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ تمھاری وہی مہاں سے لوٹی تو میں بھی تمھارے ساتھ رہوں گا فریاد صاحب کو سمجھا دو ماسٹر کو ڈانٹا اور اسی کو وہی طرح دیکھ لینے ساتھ ساتھ نہ چوں گے اپنے پیچھے چھوڑ کر نہ جانا یہ ساڑھ بانو کا مہر جو ہوا تھا۔ انھوں نے اسے کھینچ لیا۔ جہاں میرے سامنے سے اٹھ جاؤ۔ یہ تم اس دن اپنا نہیں کہتے ہو۔ میرا تلو سوبیا کیا سوچیں گی؟

مرحبا نے جدی سے ان کی طرف سے سامنے دو آؤ جوئی اور ان کا دوسرا ہاتھ تھام کر بولی "اچھا تم سب جانتے ہو کہ آپ ایک دوسرے کو چاہتے ہو۔ کیونکہ بڑی بات نہیں ہے آپ کو کوئی زندگی کے ہلے میں اپنی خوشی کے ہلے میں، اپنے مستقبل کے ہلے میں فیصلہ کرنا چاہیے میرے سب کو خوشی ہوگی اگر تم آپ کو اور میرا صاحب کے ساتھ دیکھیں یہ"

وہ بھی جھپٹ کر بولیں "پچی یہ کیسی باتیں کہہ رہی ہو۔ یہ میری عمر ہے کہ اب میں...

مرحبا نے جدی سے بات کاٹ کر کہا "ہیں اتنی آگے نہ بولیں آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ آپ پڑھی نہیں ہیں۔ یہ عروزی تو ہیں ہے کہ میری زبان جو تو ماں بولتی ہو چلے"

کہا مگر اتنا گتے قریب "مگر سر کر گئے ہوئے کہا "لیڈی سا مازو مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں یوں تو نہیں چاہیے لیکن ایک اچھی بات کے لیے گریز بھی نہیں کرنا چاہیے۔ میں کتا ہوں موت اچھی طاقت رکھتی ہے کہ موت کے ان گنوں میں آپ کو ایک نئی زندگی کا احساس دل دلا رہی ہوگی۔ آپ کے دل میں میرا حال کے لیے جو جذبہ ہے جو محبت ہے۔ وہ موت کے احساس کو کسی دیکھی طرح بھڑکا بہت ہر دم کو دیتا جو کہ کیا کہیں غلط نہ رہا ہوں؟ سونیا نے کہا "مشرق تہذیبوں تو بہت اچھی ہے لیکن ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ عورتوں کو وقت سے پہلے تو بھی تیار کیا جاتا ہے۔ ان پر

دوسروں کو یا اس طرح لا دیا جاتا ہے اور انہیں اس طرح لیتے چھڑ کے سلسلے میں احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے آگے خود کو بڑھتی سمجھتی رہتی ہیں اور ان کے شوہر بڑھلے ہیں یہ بھی جانیں پھر سے نہیں ہاڑھا ساتھ ساتھ ہانڈی کے بھی نفروں سے کہا "ہیں ایک غلاب میں ہوتا ہوا تم لوگ اپنی باتیں کر رہے ہو"

سونیا نے کہا "اچھی تمھاری دعائیں ہیں اور کوششیں ہیں کہ آپ کی ان غلاب سے نجات مل جائے۔ قرض کیجیے کہ نجات نہیں ملتی اور موت آتی ہے تو اس آئی موت سے پہلے زندگی کے آخری لمحوں میں آپ کو ایک چاہنا پڑا کی بھر پور محبت میں چلیے۔ اور جب آپ کی محبت مل رہی ہے تو آپ اسے دل وہجان سے قبول کریں"

میں نے مہر سے کہا "یہ لوگ اسی طرح بیٹھے رہیں تو چھاپا ہی ہے اور ساتھ بانو کو بھی شام تک بھلائے ہیں۔ ماسٹر میں اب جا رہا ہوں۔ وہ گھٹے گھٹے کہہ چھڑا ہے کہ پاس آؤں گا۔ اس وقت تک آپ کوشش کریں کہ میرا ماسٹر کوئی فیصلہ ہو نہ ہو پہنچ جائے۔ میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے دل میں پہنچ گیا۔ وہ ساڑھ بانو کو اس بات پر آمادہ کر رہی تھی کہ وہ بلا جھجک اپنی محبت کا اظہار کریں، اس پر مرچا نے کچھ غلاب کرتے ہوئے کہا "فریاد تم کہاں جو چپ کیوں ہو تم سچی تو سچی سے کہو کہ"

میں خاموش رہا جب میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو ماسٹر نے کہا "فریاد صاحب دو گھنٹے کے لیے چلے گئے ہیں"

مرچا نے کہا "وہ ہم سے کہہ گیا کہ یہ تمھاری ہی اور چلے گئے۔ سونیا کی سوچ نے کہا کہ جاہل سے کیوں نہیں۔ نئی لڑی دہن ہوئی طرف دل کچھا گیا ہے۔ ابھی تو اسی کے ساتھ دن رات گزرتی ہے جب دل بھر جائے گا تو وہ ہر جہاں اسے بھی پھوڑے پھوڑے کسی نئی تلاش میں چل پڑے گا۔ میں خواہ مخواہ اس کی باتوں میں آجاتی ہوں۔ اس کی محبت سے مجبور ہو جاتی ہوں اور ہزار بھگڑا کرنے کے باوجود اس کی طرف جھک جاتی ہوں۔ اب میں گھٹی گھٹی اس کی طرف مائل نہیں ہوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ وہ دیکھے کتنا ہی جلد سے چلے لائے۔ اب میں اس کی باتوں میں نہیں آؤں گی"

میں نے سوچ کے ذریعے اس کے دماغ میں ایک سرد آجھری ہیکہ دہم سے چوک گئی۔ پھر جدی سے سنبھل بھی گئی، اس پاس کے لوگ اس کے بڑھنے کے انداز کو دیکھ کر اسے پھر اس نے سوچ کے ذریعے غصے سے کہا "تم جو درد ہو"

اس کے جواب میں خاموشی رہی۔ وہ وہاں سے ہمارے کمرے دوسرے کمرے میں آیا پھر غصے سے پاؤں تختی چھٹیوں پھینچتی ہوئی۔ میں اس کی باتوں میں آگم میرے سامنے آئے تو میں مختار بہت بڑا ہون گئے۔ بہت دیر سے دکھائے ہو۔ دماغ میں آکر گھسے ہو پڑیاں کرتے ہو سچے سچے تاجو ہوا ہو"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ میرے جواب کا منتظر کر رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا نہیں، وہ سونیا کیسے خود بوسکتا ہے۔ وہ تو نئی ذہنی کے پاس ہوگا"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "نہ سوتی تو اس کے پاس موجود ہے۔ اسے جینان ہوگا وہ کہا بھی نہیں چلے گا۔ جب بسز چھاپا ہو تو سونے والے کا ہینا ہوتا ہے کہ یہ وقت بھی جا کر پہنچے بھلائے جا سکتے ہیں۔ میں اس کی فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔ ابھی وہ میرے پاس ہی چھپا ہوا ہے"

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی اور منتظر کرنے لگی کہ شاید اس کے اندر کوئی دوسری سوچ پیدا ہو یا میرا دل جو کسی طرح پچاں لے کے چھوڑے۔ منتظر کرنے کے باوجود میرا سراغ نہ ملا۔ اس کی اپنی سوچ نے کہا "تو شاید چھاپی گیا ہے۔ اذہم۔ بلا سے چلا گیا ہو یا خود جو رہا میں اس کے ہلے میں کچھ نہیں چوں گی میرے پاس سوچنے بگھنے کے لیے ہوت کہ ہے اور اسی کو لیدی ساڑھ بانو کا اتنا بڑا اور ہم مسئلہ ہے کہ تھکے سے کہ متعلق ہو سوتا چلیے۔ وہ ساڑھ بانو کے سامنے سوچنے لگی۔ میں اس کے پاس سے دوسری کے پاس چسلا آیا۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد میں نے ماسٹر کو لانا لگنے کے دماغ پر دنگ ڈی "ہیب ماسٹر میں فریاد بول رہا ہوں۔ کیا خبر ہے؟"

اس نے اٹیشن ہو کر کہا "نہ جاب "ہیں آپ ہی کا منتظر کر رہا تھا۔ میرا ماسٹر کی طرف سے جو ٹیکس اس کے ہیں وہ میں آپ کو پتہ نہ کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دہلی میزک پاس والی لڑی لگ چھڑ پڑ پڑ پڑ گیا۔ گیزر پر ایک نا مل رکھا ہوا تھا، اس سے اسے کھول کر بیٹھا شریع کیا۔ موشر بلا ہانڈی انتہائی کوشش سے ہر قے کہ ہم سر بھی آپ کے کام آئیں اور آپ کے بڑھنے سے بڑھنے کوئی کسی کسی طرح حل کر دیں، لیکن اس باتوں میں ناکامی کا نہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اس کی دلچہ یہ نہیں ہے کہ ہم دشمن کی کوئی شرط ماننے کے سامنے سے پیچھے ہٹے ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی ستر ہلے سامنے لکھا۔ تم بہت کم کی خاطر مان لیتے لیکن جناب ایک بہت معذور ہو گیا ہے اچھی اس سے ہی زبردست دشمن سے جو ٹ نہیں کھا لائے۔ ہم سب کو یہ بھی چاہیے کہ ہم کتنے ہی زبردست ہوں، ابھی نہ کبھی شکست سے بھی کھان پڑتی ہے اور شکست کھانے کے بعد کھوتے کہ راہ تلاش کرنا پڑتی ہے، جناب بیگنے اچھی جانے مقابلے میں مسز چاہتا ہے۔ جب وہ پورے درپے نقصانات چھلے گا تب، اسکی بھی نہیں آئے گا۔ ہر حال میں ہے مجھانے اور اسے اپنی طرف اُلگ کرنے کے سلسلے میں تھک گئے ہیں، ناکام ہو گئے ہیں، اس ایک ہی مذہب کے سامنے اوروں کو ایک کے پاس پہنچ دیا جائے۔ وہ ساڑھ بانو کو اس نوست سے نجات دلانے کا ہیں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں کہ میڈی ساڑھ بانو کے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہوں۔ اب آپ اپنے طور پر فیصلہ کریں کہ کیا ہوتا چاہیے۔ مسز فریاد، جانے کچھ ایسے جاسوسی آلات ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ دشمن یا ستر کے ذریعے کتنی دور سے بات کر رہا ہے اور کس سمت سے

بول رہے ماس جناب ایک سے میرے ایک ماسٹر نے سمجھوتے کی جو ٹیک کی تو جانے آلات یہ بلتے سے کہ ماسٹر نے یہ وہ آئی جو جناب بیگ کی طرف سے بول رہا ہے، وہ پوری سے شمال غرب کی طرف ہے۔ مغرب کی طرف ایک خدشہ آئی ہے۔ انگریز اور اسکاٹ لینڈ میں۔ جاہا اندازہ ہے کہ جناب ایک ان دونوں انگریز یا اسکاٹ لینڈ میں ہے۔ اگرچہ مسٹر پرجواں ایک کا کوئی آنکھ بول رہا تھا، لیکن وہ ہماری کسی بات کا جواب دینے سے پہلے تھوڑی دیر سے بیٹے۔ دک جاتا تھا، جیسے جناب ایک اسے تحریر کے ذریعے اس بات کا جواب دے رہا ہو، پھر وہ ماسٹر پر ہونے والا تحریر کو پڑھ کر اس کا جواب دیا۔ پھر یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جناب بیگ انگریز یا اسکاٹ لینڈ کے کسی شہر میں موجود ہے۔

اب کہنے جناب بیگ سے یہ کہا ہے کہ دو یا تین گھنٹے میں فریاد سے گفتگو کرنے کے بعد اس سے یا اس کے آدمی سے پھر رابطہ قائم کیا جائے گا اور اسے بتایا جائے گا کہ ساڑھ بانو کو پاس بھیجا جا رہا ہے۔ اب ہمارے پھر رابطہ قائم کرنے کے لیے یہ کہہ متعلق حاصل کیا ہے۔ اس بار لندن کا ایک ماسٹر جناب ایک کے آدمی سے رابطہ قائم کر کے گا اور اس طرح معلوم کرے گا کہ اب جو ماسٹر سے بات کی جا رہی ہے، تو بات کرنے والے لندن سے کتنی دور اور کس سمت میں ہیں۔ لہذا آپ جلد سے جلد یا فیصلہ سنا دیں کہ ساڑھ بانو کو پاس بھیجا جا رہا ہے یا نہیں۔ اگر اسکاٹ لینڈ کا ایک ماسٹر سے اس کی خواہش پوری ہو جائے گی آپ

میں نے اس کی سوچ میں کہا نہیں، وہ سونیا کیسے خود بوسکتا ہے۔ وہ تو نئی ذہنی کے پاس ہوگا"

اس دشمن تک پہنچ سکیں گے۔ اس کے لئے آپ کا جو بھی طریقہ تھا ہو، اگر آپ نہیں جانتا مناسب سمجھیں تو ہمارے کسی بھی ماسٹر سے رابطہ قائم کر لیں۔ آپ جس ملک میں بھی ہوں وہاں کے ماسٹر کو صفحہ و صفحہ ایک نمبر ڈالیں اس سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔ پھر جلال بیگ جہاں بھی ہوگا اس علاقے تک آپ کے پہنچنے کے لئے تمام سولیتیں فراہم کر دی جائیں گی۔ ہم اپنی خدمات کا موقع دیتے ہیں۔ فقط، آپ کا اپنا سہارا ہے۔ میں نے اس خط کو سنبھالنے کے بعد کروٹا مانگا ہے۔

ماسٹر ایڈیسی سائزہ بالو کو واپس بھیجا جائے گا۔ ان کے ساتھ مرزا نے بھی جانے کی۔ آپ سے پورا سائزہ بیگ پر ہنگامہ صبح دین کو اب جلال بیگ سے رابطہ قائم کر کے اسے اس کی کامیابی کی خبر سنائیں۔ میں ابھی سونیا اور مرزا نے دفتر کے پاس جا رہے ہوں۔ وہ یقیناً وہیں سائزہ بالو کے پاس بیٹھی ہوں گی۔

وہ سب وہیں تھیں۔ ڈیز جہاں بھی موجود تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ ڈیز جہاں کے ذریعے ان لوگوں کو مخاطب کروں، لیکن میں سائزہ بالو کو اپنی کہتا تھا اور ڈیز جہاں کی زبان سے ہی کا لٹا اور کا نام مناسب نہیں تھا۔ اگرچہ میں ہی پولسٹا

انہوں نے کہا: بیٹی! فرزاؤ میرے پاس موجود ہے اس کا فیصلہ ہے کہ ہم دونوں کو دشمنوں میں جانا ہے؟

سب نے سائزہ بالو کو یوں دیکھا جیسے ان کی کھوپڑی کے اندر سچے دیکھ لے رہے ہوں۔ پھر میرا جاننے کا ہنسنے تو پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی کہ ہم کو ہٹانے کا ایک کوئی نہیں لے گا۔ ٹھیک ہے اسی! آپ کسی قسم کا خوف نہ کھائیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ فرزاؤ بھی ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو دشمن ہمیں نہیں مار سکے گا، اور مرزا، اس بار جلال بیگ کو ضرور ہٹانے لگا دیں گے۔

سونیا خاموش بیٹھی رہتی تھی۔ مرزا نے پوچھا: تم کیا سوچ رہی ہو؟

وہ بولی: میں ارادہ کر رہی ہوں۔ اگر تمہارے ساتھ نہ جا سکی تو تمہارے پیچھے ضرور جاؤں گی۔ دیکھوں گی کہ دشمن تمہارے ساتھ کیا کرے گا؟ اور میں دشمن کے ساتھ کیا کرتی ہوں؟

ڈیز جہاں نے کہا: اور میں تو یوں ہی رہ جاؤں گا۔ نہ ادھر کا نہ ادھر کا؟

سائزہ بالو نے مجھے مخاطب کیا: فرزاؤ بیٹے! کیا ایسی ضرورت نہیں ہو سکتی کہ جلال صاحب بھی تمہارے ساتھ جائیں؟

نہیں اسی۔ آپ ضرور مرزا کو ساتھ لے کر جائیں۔ جلال صاحب بخیریت رہیں گے۔ اگر کسی ان کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں ان سے ضرور کام لیا جائے گا۔ میں آپ دونوں کو ایک دو سڑکی تیرت سے آگاہ کرتا رہوں گا؟

ڈیز جہاں نے کہا: فرزاؤ صاحب! اگر آپ میرے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت اتنا کہجئے کہ یہاں سے جلی یا سپورٹ کے ذریعے یا ماسٹروں کی تنظیم کے ذریعے مجھے پیرس بھیج دیں۔ میں ان دونوں کا اور مجھے یقین ہے کہ سائزہ کو دشمنوں میں لے جائیں گے انہیں دولت کی ضرورت ہے اور ان کا خفیہ خزانہ وہیں پیرس میں موجود ہے۔ بس آپ میرا یہ کام کریں۔ پیزا، ماسٹر کروٹا مانگا سے کہیں کہ وہ مجھے آج ہی یہاں سے پیرس روانہ کریں؟

میں نے سونیا کی زبان سے کہا: بیشک خزانہ پیرس میں ہے لیکن ہر سنا ہے کہ دشمن آئی سائزہ کو کسی دوسری جگہ لے جائیں اور وہاں انہیں خزانے کا راز لکھنے پر مجبور کریں۔ آئی کو وہیں سے یہ بتانا ہو گا کہ وہ فرزاؤ کہاں ہے؟

سائزہ بالو نے کہا: ہاں، دشمن ایسا کر سکتے ہیں۔ بہت چالاک لوگ ہیں۔ لیکن انہیں اس بات پر مجبور ہونا پڑے گا کہ مجھے پیرس لے جائیں کیونکہ خزانے تک پہنچنے کے لئے میری ذاتی رہنمائی بہت ضروری ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ان کو سارا سارا کمان

ڈیز جہاں اور جہاں جہاں لاک لگے ہوئے ہیں، وہ کہ غمبیر سے کھلتے ہیں۔ ان کے نسب صرف میرے دماغ میں ہیں۔

سونیا کی زبان سے پھر میں نے کہا: آئی! وہ آئے لاک نمبر اگلا کہ نوٹ۔ کر لیں گے اور یہ بھی پوچھ لیں گے کہ کوئی لاک نمبر سبک کا ہے؟ تب آپ کو پیرس لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ دشمن آپ کو کسی ایسے مقام پر پہنچائیں گے جہاں ہم نہ پہنچ سکیں یا خیال خزانے کے ذریعے میں یہ نہ معلوم کس کوں کو آپس تک پہنچائی گئی ہیں؟

سائزہ بالو نے مجھ سے کہا: فرزاؤ! جب تمہیں ہمارا ٹھکانہ معلوم ہو جائے تو تم جہاں صاحب کو وہاں کا پتہ بتا دینا۔ کہہ دوں تک پہنچنا۔ فی الحال تو انہیں پیرس پہنچا دو۔

ڈیز جہاں نے کہا: میں جانتا ہوں کہ پیرس پہنچ کر ماسٹر ایڈیسی ماسٹروں کی نظیر سے نہ ہے۔ میں بالکل اجنبی بنا رہا ہوں۔ میں خود دشمنوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اگرچہ یہ بہت مشکل کام ہے لیکن میں اپنے طور پر کچھ کر کرنا چاہتا ہوں؟

میں نے کہا: اچھی بات ہے۔ ابھی آپ کے پیرس جانے کا انتظام ہو چکا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ آپ ماں بیل روانگی کے سلسلے میں سوچ لیں اور کوئی ضروری بات ہو تو وہ بات ماسٹر کروٹا مانگا سے پوری کرانی جائے۔ میں میرا ڈر لگاؤں گا۔

یہ کہہ کر میں ماسٹر کروٹا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پیرس کے پاس اطلاع بھیج چکا تھا۔ میں نے ماسٹر سے کہا کہ وہ ڈیز جہاں کو آج ہی کسی طریقے سے پیرس پہنچائے اور انہیں جن قدر رقم کی ضرورت ہو وہ فراہم کرنے تاکہ پیرس میں انہیں کسی کا شمت آج تک نہ رہنا پڑے۔

اب میں سونیا سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس خیال سے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں وہ اور مرزا نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے بیٹھی ہوئی تھیں۔ گردانی کے تقویر سے ان کے دل ڈوب رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بچھڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ اگر ان کی جگہ دوسری عورتیں ہوتیں تو ایک دوسرے سے بٹھک کر رونا شروع کر دیتیں لیکن وہ دونوں ہی فولاد کی تی ہوتی تھیں۔ رونا نہیں جانتی تھیں۔ اس لئے بہت ہی ادا اس ہو کر ایک دوسرے کا بھی منہ تک نہ بٹھکتیں، سمجھی نظریہ جھکا کر پچھ کر رہتی تھیں۔

اسی وقت میں سونیا کے دماغ پر تالین ہو گیا۔ سونیا نے ہاتھ چھڑا کر کہا: میں ابھی اپنے کمرے سے آئی ہوں۔ مجھے ہاتھ دھو کر میں جانا ہے۔

یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھی گئی اور کمرے کی طرف جانے لگی۔

بھی کمرے کے اندر پہنچ کر دوڑنے کو مارا۔ وہ بڑا کھلا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے کے وسط میں آئی۔ تب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک لمحے سے چونک کر اپنے اس پاس کے ماحول کو دیکھنے لگی۔ اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ پھر وہ ایک لمحے سے بیسے پاگل ہوئی۔ وہ خون میں مبتلا ہو کر کمرے کی گرسی اٹھا کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ تمام کمرے کے سامان کو الٹ پٹ کر دینا چاہتی تھی۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی اور اپنا غصہ دوسری چیزوں پر نکالنا چاہتی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ڈر سب تک میل کی طرف جا رہی تھی، تاکہ وہاں سے چیزوں کو اٹھا کر بھیج سکے۔ لیکن میں نے اسے روک دیا۔ آہستہ سے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ سونیا! پاگل نہ بنو میں تمہیں بہت ضروری باتیں کرنے کے لئے یہاں لایا ہوں۔

وہ غصے سے بولی: یہ کونسا طریقہ ہے۔ تم مجھے سے کہہ سکتے تھے اس کمرے میں آنے کے لئے۔ میں خود چل کر آئی تھی تم میرے دماغ پر تالین ہونے والے کون ہوتے ہو؟

پہلے میں تمہارا سب کچھ تھا۔ اب پوچھتی ہو میں کون ہوتا ہوں۔ دراصل تم دماغی مریض ہو۔ تم خود غصہ نہیں ہو کہ تمہیں کب کسی سے محبت ہوتی ہے اور کب کسی سے نفرت ہوتی ہے؟

ابھی کل ایک تمہارے میں مرزا کو مریض کر اس سے دوڑھا گیا۔ یہی تھیں۔ اس لیے اس کی محبت میں گرفتار رہیں اور مرزا ان کی وجہ سے دشمنوں کے نرے میں جا رہی ہے تو مرزا نے محبت جاگ اٹھی ہے۔ آخر تمہارے دماغ کی کوئی کلی سیدھی بھیجی ہے کہ نہیں؟

"میں سیدھی ہوں۔ تمہاری کھوپڑی الٹی ہے۔ آج میں تمہیں اپنا فیصلہ سناروں کو میں مرزا سے شادی کروں گی؟"

"ایں؟" میں نے چونک کر پوچھا: مرزا سے شادی کرو گی؟ کیا پھر کھوپڑی غراب ہو رہی ہے؟

"کیا تم سے مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"اگر مذاق نہیں ہے تو بولو۔ کسی نکاح پڑھانے والے کو بلاؤ؟"

"ابھی نہیں۔ جب وہ بالکل تبدیل ہو جائے گی۔ میرا دل چاہے گی، تو میں اس کی پناہ میں چلی جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کتنی دقا دار ہو گی؟ میرے سوا کسی کو نہیں چاہیے گی کسی عورت کو لفظ تم سے گی۔ صرف پھر پر جان لے گی اور میرے ساتھ ساری زندگی گزارے گی یا یوں کہو کہ وہ میرے ساتھ ساری عمر گزارے گا؟"

"گویا آج سے میں مرزا کو اپنا ہونے والا رقیب بھولوں؟"



”تم کچھ بھی سمجھتے رہو، میری بلا ہے۔“  
 یہ کہہ دینے سے بات ختم نہیں ہوگی۔ جب میں اُسے  
 رقیب کہہ کر ہوں گا۔ تب تک اس کے اس طرح کام نہیں آؤں گا۔  
 جس طرح آنا چاہیے؟  
 ”تم مجھے دھمکی نہ دو۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارا دل ایسا  
 نہیں ہے۔ تم ان کے کام ضرور آؤ گے۔“  
 ہاں، بس طرح ضرور کام آؤں گا۔ انہیں نصیبت سے  
 نکالنے کی ضرور کوشش کروں گا لیکن تمہیں مزاجاً سے دور  
 رکھوں گا اس کے قریب پہنچنے میں دنوں کا۔  
 وہ گھونٹ دکھا کر بولی: ”لے جاؤ اس مت کرو۔ اگر تم نے  
 میرے مزاج میں پہنچ کر مجھے مزاجاً کے راستے سے بھٹکانے  
 کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔“  
 میں تمہارے دماغ میں پھنچ کر تمہیں نہیں ٹھکاناؤں گا۔  
 لیکن تمہیں اس سے دور رکھنے کا ایک طریقہ میرے پاس ہے۔“  
 وہ کیا طریقہ ہے؟  
 ”میں تیس ہی پتی کے ذریعے یہ سمجھ گیا ہوں کہ جلال بیگ  
 ان دنوں کس علاقے میں ہے اور مزاجاً وغیرہ کو کہاں پہنچایا  
 جائے گا۔ میں اسی علاقے میں تمہیں پہنچا سکتا تھا۔ اسی تھے  
 تمہیں یہاں تنہائی میں بلا کر لایا ہوں۔ ارادہ تھا کہ تمہیں اس جگہ  
 کا نام بتاؤں لیکن اب تم میرے کالوں میں خطرے کی گھنٹی بجا  
 دی ہے۔ مجھے یسیر رقیب کا چہرہ دکھا دیا ہے، اسی لئے...“  
 وہ میری سوچ کو کاٹتے ہوئے بولی: ”دیکھو خرابا! تمہیں  
 رسوائی کی قسم ہے۔ مجھے بتاؤ کہ مزاجاً اور آئی سائزہ کو کہاں لے  
 جایا جا رہا ہے۔ میں پہلے ہی وہاں پہنچنا چاہتی ہوں۔“  
 ”سواری میں نہیں بتا سکتا۔“  
 ”تم مجھے کیوں پریشان کرتے رہتے ہو۔ اب تو رسوائی  
 مل گئی ہے۔ اب تو میرا بیچا پھوڑ رو۔“  
 یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم تو پہلا ہوتے ہی میرے نام لکھ  
 دی گئی تھیں۔ موت تک تمہارا بیچا نہیں پھوڑوں گا۔ اگر ایک  
 شرط میری مان لو تو میں تمہیں اس علاقے تک پہنچا دوں۔  
 وہ خود گرج تیار ہو گئی: ”ہاں! میں تمہاری ہر شرط طے  
 کرنے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ، میں جلال بیگ کی بولی بولی  
 کاٹ کر چھینک دوں گی؟“  
 ”شرط یہ ہے کہ شادی میں نے رسوائی سے کی ہے لیکن  
 مینی ٹون تمہارے ساتھ منانا چاہتا ہوں اور وہ بھی لندن میں،  
 بولو چلو گی؟“  
 وہ مجھ تک کر بولی: ”بجواس مت کرو۔ کوئی دوسری شرط

پیش کرو۔ میں تمہاری پرہیزگاری کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔  
 تو پھر ٹھیک ہے، مزاجاً کے پیچھے جاؤ۔ وہ تو دشمنوں  
 کے ساتھ عملی جائے گی۔ تم ادھر سے ادھر بھٹکتی رہو گی۔ تمہارا  
 سسر ماٹھر اور اس کی تنظیم کے لوگ بھی تمہیں وہاں تک نہیں  
 پہنچائیں گے۔ جہاں تک میری خیالی خوانی پہنچنا سکتی ہے۔ یہ میرا  
 دعوئی ہے۔“  
 وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ پھر مجبور ہو کر بولی: ”دیکھو  
 مجھے پریشان نہ کرو۔ بس اتنا بتا دو کہ کس علاقے میں وہ کینہ  
 شیطان رہتا ہے؟“  
 ”چلو، ایسا کرتے ہیں کہ جہاں وہ کینہ شیطان ہوگا وہیں  
 جا کر یہی مون منائیں گے۔“  
 وہ دانت پیٹتے ہوئے بولی: ”فردا کے بچے، میں تمہیں  
 کچا چبا جاؤں گی۔“  
 ”میری جان! میرا گوشت بڑا سخت ہے۔ بیٹا ڈالنے  
 سے بھی نہیں گلے گا۔ غصے میں اپنا ہاتھ خراب نہ کرو۔ کام کی  
 بات کرو۔ بولو چلو یہی ہو؟“  
 ”ضرور تمہارے ساتھ چلوں گی اور دو کیوں گی کہ تم کس طرح  
 بہن ہون مانتے ہو۔ میں تمہارا کیا آڑا کر کے رکھ دوں گی۔ اسی بڑی  
 طرح پیش آؤں گی کہ میرے ساتھ کس آنا جانا قبول جاؤ گے۔  
 ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔ بولو، کہاں چلنا ہے؟“  
 ”مہم شاہ لندن جائیں گے۔“  
 وہ بولی: ”یہ شاید کا کیا مطلب ہوا؟“  
 ”مطلب یہ کہ میں نے ٹیلی فنی کے ذریعے جلال بیگ کے  
 متعلق معلوم نہیں کیا ہے کہ سسر ماٹھر نے معلوم کیا ہے کہ وہ آج کل  
 انگلینڈ یا اسکاٹ لینڈ کے کسی حصے میں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر  
 بعد اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ کہاں ہے۔ پھر ہم وہاں  
 جائیں گے۔“  
 وہ نفرت سے بولی: ”اور نہ، میں اور تمہارے ساتھ جاؤں  
 دھوکے باز، نکار! ابھی تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ٹیلی فنی کے ذریعے  
 معلوم کیے۔ سسر ماٹھر سے تو میں بھی معلوم کر سکتی تھی۔ تمہارا کون سا  
 احسان ہوا کہ تم اپنی شرط مناؤ گے۔ جاؤ، مجال عیاں یہاں  
 سے۔ میں اکیلی انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کی طرف جاؤں گی۔“  
 ”چلو آئیگی ہی جاؤ۔ مگر وہاں جاؤ اسامنا ضرور ہوگا۔ فرق  
 صرف اتنا ہے کہ تم اپنے اہلی چہروں کے ساتھ نہیں ہوں گے۔  
 کہی دوسرے روپ میں نہیں گے۔“  
 وہ میری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہنے سے نکل  
 گئی۔ وہاں سے۔ تمہارے ماٹھر کو ڈٹا مانگا کے کمرے میں پہنچا۔

وہ ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ادب  
 سے اٹھ کر ٹھہرا ہوا گیا۔ اس نے ٹیلی فون پر کسی سے کہا: ”آپ  
 سے لوہیں باتیں ہوں گی۔ سواری میں ابھی ضرورت ہوں۔“  
 یہ کہہ کر اس نے ریسورور کر دیا۔ پھر کہا: ”آئیے مادام  
 تشریف لائیے۔ کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔“  
 ”میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ سسر ماٹھر کی طرف سے  
 جلال بیگ کا کیا سراغ نکلا گیا ہے؟“  
 ”کچھ دیر پہلے میں نے فرزا د صاحب کو بتایا تھا کہ اب  
 جبکہ جلال بیگ کے آدمی سے دوسری بار رابطہ قائم کیا گیا اور  
 انہیں بتایا گیا ہے کہ لیڈی ساٹھ بانڈ اپنی بیٹی کے ساتھ وہاں  
 جانے والی ہیں۔ اس سے باتوں کے دوران ہلے جا سکیں آلات  
 نے سلسلے نکالیں کہ جلال بیگ کا وہ آدمی انگلینڈ کے کسی  
 حصے سے بول رہا ہے۔ اندازاً وہ لندن میں کہیں ہے۔“  
 ”سزنا نے کہا؟ میں آج ہی کسی فلائیٹ سے لندن  
 جاؤں گی۔“  
 ”سوئیٹا! یہ بات کسی کو نہ بتانی جائے کہ تم لندن جاؤ گی  
 اور جلال بیگ وہاں پایا جا سکتا ہے۔ یہ بات مزاجاً کو کبھی نہیں  
 معلوم ہونی چاہیے۔“  
 ”تمہارے مشوروں کا شکریہ۔ اتنی عقل چوہیں بھی ہے۔“  
 ”میں نے کوئی مانگا سے پوچھا؟ کیا ڈیر جہاں کی روانگی  
 کا اختتام ہو رہا ہے؟“  
 ”جی ہاں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آج رات کی ہی فلائیٹ  
 سے انہیں یہاں سے روانہ کر دیں۔ اگر کوئی مجبور ہی ہوتی تو بیس  
 تک بھیج دیا جائے گا۔ لیکن اب تو مادام کے لئے سب سے پہلے  
 کوشش کرنی ہے۔ اگر یہاں سے کوئی فلائیٹ نہ ملے تو ان کے  
 لئے چارٹرڈ طیارہ یہاں سے بھیجا جائے گا۔ کیوں نہ ایسا کیا جائے  
 کہ مادام اور ڈیر جلال دونوں اس چارٹرڈ طیارے میں یہاں سے  
 پیرس جائیں۔ وہاں یہ دونوں ایک دوسرے سے پھیر جائیں۔  
 مادام ہماری تنظیم کی کسی نہ کسی پٹی میں جا سکیں گی۔ پھر ایک آپ کرنے  
 کے بعد رولوش ہو جائیں گی اور وہاں سے لندن پہنچ جائیں گی۔“  
 ”یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ دشمن جاری بخوانی کر رہے ہوں  
 گے۔ سوئیٹا اور ڈیر جلال یہاں سے پیرس جائیں گے تو وہ ان کو  
 اپنی نگاہ میں رکھیں گے۔ ایسے وقت سوئیٹا تک آپ کے  
 ذریعے رولوش ہو کر لندن پہنچ سکتی ہے اور ان کی بخوانی سے  
 محفوظ رہ سکتی ہے۔“  
 ”کر ڈٹا مانگا نے پوچھا؟ فرزا د صاحب! کیا آپ بھی  
 لندن جائیں گے۔ آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ ان

دلوں کہاں ہیں؟“  
 ”میں بتا رہی ہوں۔ یہ اطلاع سسر ماٹھر تک پہنچا دو تاکہ  
 میسک لئے اس جگہ پہنچا کر کل صبح بھیجا جائے۔ آج رات میں  
 اسی جگہ گراؤں گا جہاں سسر ماٹھر ہے۔ سسر ماٹھر انفرنگ کے ٹکٹ  
 میں ایک ایسا ہوائی علاقہ ہے۔ جہاں سے ہجرنا ہوتا ہے۔ وہ  
 آکسفورڈ میں ہے کہتا ہوا ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا اب  
 آگے بڑھتا ہے تو ایک یا دو میل کے فاصلے پر بہت سے گڑھے  
 نظر آتے ہیں۔ وہ سیکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں دکھائی دے رہے  
 ہیں ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ چھوٹی سی جگہ کے پیچھے ایک پانچ سو فٹ  
 گہری کھائی ہے۔ اس کھائی کی پستی میں جو وسیع میدانی علاقہ ہے  
 وہاں مشینوں کی ایک بستی ہے۔ بس تین ہی رہتا ہوں۔ بس کسی  
 پہلی کا پٹر اس بستی سے بہت دور آنا چاہیے۔ میں ڈیر جلال کا پٹر  
 کے پاس پہنچوں گا۔ پہلی کا پٹر سے کوئی بھی شخص اس بستی کے  
 اندر داخل نہ ہو میرا بیٹا ہم پر ماٹھر تک پہنچا دیکھے؟  
 تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ساٹھ بانڈ کی روانگی شروع ہوئی  
 انہیں شکستوں والی کرسی سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر انہیں سنبھال کر  
 اٹھا یا گیا اور ریجن کار کے پیچھے تھے۔ ان کے مقررہ علاقے سے بھا  
 دیا گیا۔ اسی مخالفت سے انہیں اس پرائیویٹ سٹیبل پیلڈ کی طرف  
 لے جایا گیا۔ جہاں وہ پہلی کا پٹر اب تک ٹھہرا ہوا تھا۔ جس میں  
 وہ ڈیر جلال کے ساتھ بیٹھ کر دشمنوں کے پاس سے یہاں  
 آئی تھیں اور آج اسی پہلی کا پٹر میں وہاں دشمنوں کے پاس جا  
 رہی تھیں۔ مسرت صرف اتنا تھا کہ آتے وقت ڈیر جلال ان  
 کے ساتھ تھا۔ جانتے وقت مزاجاً ان کی ہم سفر بن ہی تھی۔  
 ڈیر جلال بہت چپ چاپ تھا۔ یہی حال ساٹھ بانڈ کا بھی  
 تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بھڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر  
 چھوڑتے۔ دوسری طرف سوئیٹا اور مزاجاً نے بھی ان کی طرح خاموش  
 تھیں۔ وہ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ مگر ساتھ  
 چھوڑنا تھا۔ سوئیٹا مزاجاً کو اور ڈیر جلال ساٹھ بانڈ کو اپنی  
 اپنی جگہ سمجھا رہے تھے کہ وہ فکر نہ کریں۔ وہ دونوں ان کے پیچھے  
 ضرور پہنچیں گے۔  
 بہر حال وہ ماں بیٹی جی کا پٹر میں سوار ہو گئیں۔ تھوڑی دیر  
 بعد وہ پہلی کا پٹر زمین سے بلند ہو کر پرواز کرتا ہوا ان کی نظروں  
 سے اوجھل ہو گیا۔ ماں بیٹی ان کی نظروں سے گم ہو گئیں۔ اب کوئی  
 نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں جائیں گی۔ کس حال میں رہیں گی؟  
 ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا۔ کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا  
 تھا۔ صرف میں ان کی خبر لے سکتا تھا۔ اس وقت تک  
 جب تک کہ مجھ ان کے ذریعے ان تمام مقامات کا علم ہوا تھا کہ

وہ اس وقت کہاں میں اور کہاں سے زور دہی برہم ہی جانا تھا کہ آگے چل کر ان کی آنکھوں پر چڑی بانڈھی جانے لگی یا انہیں کسی دوا وغیرہ کے ذریعے لڑی نیند ملا دیا جائے گا تاکہ میں ان کے ذریعے ان کے کسی مخصوص اڈے تک پہنچ سکوں۔

ان کا سفر جاری تھا۔ میں کبھی کبھی دولوں مان بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر انہیں لہین دلاتا رہتا تھا کہ میں ان کے ساتھ سفر کروں ہوں۔ رات کے آٹھ بجے کھانے کا وقت ہوا تو میں، رسوئی اور غلام ایک بڑے سے دسترخوان کے اطراف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ میں نے اپنی بتایا کہ اکل صبح میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ سنتے ہی رسوئی ایک دم سے ہونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں بھیجک گئی تھیں۔ میں نے کہا: "اے۔ یہ کیا بات ہے مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ کھانے سے پہلے میں نے یہ خبر سنا لی چلو کھانا کھاؤ، اس کے بعد بلتی باتیں ہوں گی"۔

"ہنیں، میرا جی نہیں چاہتا۔ مجھ سے کھا یا نہیں چاہئے گا؟" میں نے پہلے تو ایسے بہت سمجھایا۔ جب وہ کھانے پر راضی نہ ہوئی تو جوڑا بیٹی پینٹی کی پلیٹ میں کھانا رکھ کر اسے خیال تو افی کے ذریعے لٹے کھلانے پڑے۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ ذرا ناراض ہو کر لڑی لاہم بڑے شراب ہو۔ زبردستی مجھے بیٹھ بھر کر کھانے پر مجبور کر دیا۔ حالانکہ اسے وقت کوئی عورت کھانا پینا اور سونا پستانہ نہیں کرتی؟

میں نے اپنا کھانا شائع شروع کرتے ہوئے کہا: "رسوئی! یہ تو تمہارا ہی فیصلہ ہے کہ ہم کبھی کبھی کھانے کے دنہ میں نہیں بھیج سکتے ساتھ مل جاتا؟"

"یہی تو مجھ دہی ہے کہ میں ساتھ نہیں جا سکتی۔ دیکھو لو کہ دشمنوں نے ساڑھ ہاونٹ کے سینے سے ہانڈھ کر کسی اذیت ناک سزا دی ہے۔ انہیں ذہنی سرلیٹیں بنا کر رکھ دیا ہوگا۔ وہ ہر طرح موت کا انتظار کر رہی ہوگی۔ جھوٹا نہ کرے اگر دشمنوں نے میرے پیچھے کے ساتھ ایسا کیا تو میرا دل تو دم ہی لٹک جائے گا۔ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتی گی۔ مزارم تم میرے پیچھے کے لئے ایک حقیقت باپ یقیناً بن سکتے ہو جس میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم ماں بیٹے تم سے آخری سانس تک محبت کرتے رہیں گے۔ لیکن تمہارے ساتھ سے مجھ گئے رہیں گے۔" رسوئی نے کسی بات کہہ دی تھی۔ واقعی میں ایک ایسا انسان ہوں جس سے اپنے اور دلنے محبت بھی کرتے ہیں اور دیتے بھی ہیں۔ میری پناہ میں آتے بھی ہیں اور میرے ساتھ سے دور بھی بھاگتے ہیں۔ رسوئی جب سے ماں بیٹے کے جذبات

کو اپنے اندر شہرت سے محسوس کرنے لگی تھی اس وقت سے وہ ایسی ہی باتیں سوچ رہی تھی اور بڑی ہی سچی اور گھری باتیں سوچ رہی تھی۔ میری قربت اس کے لئے اور ہونے والے پختے کے لئے بڑی ہونگی بڑی پڑتی۔

کھانے کے بعد غلام! میں ہاری جھونپڑی تک چھوڑنے کے لئے آیا میں نے اس سے کہا "میرے لئے جو بیلی کا پٹرکل میں آنے والا ہے وہ لہتی ہے بہت دور اتسے گا۔ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی سستی کی طرف نہ آئے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ آنے والے رسوئی کو یہاں دیکھیں یہ ہر عیب، ہر شخص سے، اپنے اور برائے لوگوں سے ہی ہوں گا کہ رسوئی جھنگل میں مجھ سے کچھ لٹی تھی اور اب تک وہ مجھے نہیں مل سکتی ہے۔"

"آقا! مجھے آپ کی خدمت کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ آپ کی ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے لیکن میں آپ کو لینے دلاتا ہوں کہ مالکہ رسوئی کو یہاں کسی چیز کی محسوس نہیں ہوگی۔ یہ بہت اچھی طرح زندگی گزاریں گی اور آپ کا چہرہ بہت عمدہ طریقے سے پرورش پائے گا۔ آپ خیال تو افی کے ذریعے معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے کہ ہم نے آپ کے پیچھے لئے بہت کچھ سوچ رکھا ہے۔"

اس سے باتیں کرنے کے بعد میں رسوئی کے ساتھ جھونپڑی کے اندر گیا کچھ میں نے اس سے کہا: "دیکھو جان! میں اس وقت کبھی ادھر اور کبھی ادھر مھاگتا چھوڑا ہوں۔ تم تو جاتی ہو کہ سارے دن اس وقت دشمنوں کے چنگل میں ہیں۔ پتہ نہیں وہ انہیں کہاں سے جائیں گے۔ اس لئے کبھی کبھی میں تمہارے پاس سے دماغی طور پر غیر حاضر ہوں گا۔ تم بڑا ماننا، میں دولوں سے ان کی خبر لے کر پھر تمہارے پاس آجیا کروں گا۔"

میں بستر پر بیٹھ کر مغزوی دیر تک رسوئی کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پھر ساڑھ ہاونٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ہلی کا پٹر میں نہیں تھیں۔ اب ان کے سفر کا طریقہ بدل گیا تھا۔ انہیں کہیں آنے کے بعد ایک طیارے میں سوار کر لیا گیا تھا۔ مزارم جانے کی سوچ نے بتایا کہ وہ کہاں ہے وہ ایک دیوانہ سا لڑکا ہے۔ ایک چچی چوٹی سی شوک ہے۔ جس پر وہ طیارہ کھڑا مہا ہے۔ اسی سے رن سے کام لیا جا رہا ہے۔ لہذا وہ چارٹرڈ طیارہ ہوگا۔ ان ماں بیٹی کو اس پر سوار کر دیا گیا تھا ساڑھ ہاونٹ کو دستے اور نئے بڑی حفاظت سے ایک سیٹ پر بٹھا دیا۔ ایسی سیٹ پر جس کی پشت نہیں تھی ان کے آگے پیچھے دو اور دستے افراد بیٹھ گئے تھے تاکہ انہیں برداؤ کے دوران سفر کے احتیاط ایک آگے پیچھے سے، دائیں بائیں سے

سنبھالے رکھیں۔ مزارم نے کہا: "میں مزارم نہ! میں آپ سے باتیں کرتے ہوئے اپنے آپ کو گویا کمر بند ڈاکٹر سمجھ کر ہونے لگا ہوں۔"

پھر اس نے طیارے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے شاید تصور میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "فردا صبح اپنے ننگ آپ میرے دماغ میں موجود نہیں لیکن آپ اپنے مطلب کی معلومات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ میں خود ایک انجان آدمی ہوں، ایک کرائے کا مٹو ہوں۔ مجھے جو تحریری ہدایات میں ملی ہیں ان کے مطابق میں ان ماں بیٹے کے ساتھ سفر کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ طیارہ کہاں چلے گا اور اسے کہاں پہنچا جائے گا۔"

مزارم نے فرمایا کہ وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا: "آپ ایک نادان اور نا تجربہ کار لڑکی ہیں۔ سنا ہے کہ بہت اچھا لڑکی ہیں۔ آپ کا یہ شوق آپ کو یہاں کسی حاکم کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ آپ کی کسی حرکت سے آپ کی والدہ کی جان بھی جا سکتی ہے اور میں بھی انھیں پہنچ سکتا ہے لہذا مجھے حکم دیا گیا تھا کہ طیارے میں سوار ہونے کے بعد آپ کے دولوں کا مقنون کو پشت پر باندھ دیا جائے۔ اور سیٹھی سیٹ کے ذریعے آپ سیٹ سے بندھی ہیں۔ مزارم نے پوچھا: "کیا تم لوگ مجھے بھی سے باندھ کر بے دست و پا بنا دینا چاہتے ہو؟"

اس شخص نے ہنسنے ہوئے کہا: "آپ تو یوں بھی بہت دبا ہیں۔ دیکھ لیجئے، آپ کی والدہ کس حال میں ہیں؟ آپ کی پوری ٹیم فراد کے ساتھ بالکل ناکارہ ہو گئی ہے۔ سخت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ اپنے دولوں کا ہتھ پشت کی طرف لے جائیں؟"

میں نے فرمایا کہ وہ کہا: "ٹھیک ہے خواہ مخواہ مجھے ٹھیک نہیں۔ تم اپنے ہاتھ بندھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ اگر کوئی ایسا موقع آتا تو میں اسی شخص کے دماغ پر قابض ہو کر اس کے سانس مارتا ہوں گا اور تمہارے پاس ہی جمانی اور دماغی طور پر موجود رہوں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ پشت پر لے جا کر اپنے ہاتھ بندھوانے ساڑھ ہاونٹ سے لہتی سے لہتی سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا: "آئی! آپ پریشان نہ ہوں۔ مزارم کو باندھ لینے سے کیا ہوتی ہے۔ میں تو آزاد ہوں اور آپ بھی کہ پاس میں ہوں۔"

پوری کردی تھیں۔ سونیا اور ڈیڑھ جمال کو بھی ایک طیارے میں پیرس کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس لئے اطمینان سے بیٹھ کر پی رہا تھا۔ میں نے کہا: "ہیلو ماسٹر! کیا سوچ رہا ہے؟"

وہ اپنے دماغ میں میرے لب لہجے کو محسوس کرتے ہوئے ایک دم سے چونک گیا۔ اس کے گلاس سے شراب ٹپک گئی۔ اس نے طیارے سے گلاس کو زمین پر رکھتے ہوئے اٹھ کر کہا: "میں سونیا حاضر ہوں۔ فرطیہ پھر کھری کام پڑ گیا۔"

"ہنیں! ایسا کوئی ضروری کام نہیں ہے کہ تمہیں فوراً یہاں سے اٹھنا پڑے ویسے میں ایک دستاورداری سوچ رہا ہوں۔ تمہارے صبح سے پہلے کر سکتے ہو۔"

"آپ کچھ دیکھیں۔ میں اسی وقت وہ کام کروں گا۔"

"مزارم! میں تو شراب پی رہے ہو کوئی ماسٹر ایسا ہوگا جو کلب میں ہوا کھیل رہا ہوگا کوئی ایسا ماسٹر ہوگا جو کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کر رہا ہوگا میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ کوئی نہ کوئی برائی لگتی ہے۔"

اب تم یہ سوچو کہ کیا جلال بیگ کسی بڑی کاشفا نہیں ہوگا؟ اسے کبھی کوئی دست ضرور ہوگی۔ اگر ایسی بات ہو تو ہم لندن کے علاقے میں ایسے لوگوں کو خاص طور پر راکر کر رہیں جو کسی نہ کسی عادت کاشفا ہوں اور بڑے بڑے کلبوں میں جا کر یا تو شراب زیادہ پیتے ہوں یا عورتوں سے دلچسپی لیتے ہوں یا جو کھیلنے ہوں۔ اگر جلال بیگ ان تین بڑائیوں میں سے کسی ایک کا بھی شکار ہوگا تو یقیناً لندن کے کسی نہ کسی کلب میں قمار خانے میں یا بار میں مزدور ملے گا۔"

"آپ درست کہتے ہیں۔ جلال بیگ کبھی ضرور کسی عادت کاشفا ہوگا؟"

میں نے کہا: "یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ برائی کاشفا ہو شراب کا مالامال بھی ہو سکتا ہے مثلاً اسے گولف کھیلنے کا شوق ہوگا یا گھوڑ سواری کی عادت ہوگی یا پیچھوہ تیراکی پسند کرے ہوگا۔ ایسے جگہ میں بھی مثلاً گولف کلب، سوننگ کلب وغیرہ کا بھی جہاں احاطہ کرنا ہوگا۔ لندن میں تنظیم کا جو ماسٹر ہے اور سینٹا آزاد ہیں ان سے کہا جائے کہ کل صبح شراب خانوں قمار خانوں کلبوں گولف کلب، ریس کورس اور سوننگ کلبوں وغیرہ جیسی جگہوں میں پھیل جائیں۔ وہاں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔ میں ان کے ذریعے ہر اس آدمی تک پہنچوں گا جن سے وہ ملیں گے۔ اور باتیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جلال بیگ سے ٹکرائے ہی جائیں۔"

ماسٹر نے کہلڈن جیسے بڑے شہر میں تعلیم کے فراد کو آدم تین سو کی تعداد میں ہوں گے۔ کیا آپ ان تمام لوگوں سے مل سکتے

ان تمام لوگوں کے دماغوں میں جھانک کر ان سے ملاقات کرنے والوں کے دماغوں میں جھانکیں گے۔ آپ سترہ سو افراد کے لب و لہجہ کو کیسے یاد رکھیں گے؟

ماسٹر! اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تنظیم کا ماسٹر اپنے لڑکوں کے تمام مانتوں کو باہری باری باری بل کر ان کی آواز کیسٹ میں ریکارڈ کرے گا۔ بہت زیادہ باتیں ریکارڈ کر سکی ضرورت نہیں ہے۔ تنظیم کا ہر فرد اپنا نام بتائے گا۔ اور وہ گھبرائے گا جہاں وہ ڈیوٹی پر ہوگا۔ اس کے بعد پھر دوسرے فرد کی آواز اسی طرح نام اور اپنے کے ساتھ ریکارڈ کی جائے گی۔ لندن میں تنظیم کے افراد تین سو ہوں یا تین ہزار ان سب کی آوازوں کے کیسٹ تیار کئے جائیں۔ مجھے جب بھی کسی سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ میں کیسٹ میں ان کا نام آسنوں گا۔ ان کی آواز سنوں گا۔ پھر ان کے پاس پہنچ کر ان کی مصروفیات کا جائزہ لوں گا اور ان کے ذہنی ان کے ملنے والوں تک پہنچوں گا۔ لندن کے ماسٹر سے کہہ دیجئے کہ وہ میرے وہاں پہنچنے تک ان کیسٹوں کا کام مکمل کر کے رکھے۔ مجھے ان کی بہت سخت ضرورت پڑے گی۔

چند سیکنڈ کے لئے بھی آجاؤ گے تو میرے لئے بہت ہوگا۔ میں اسے پیار سے سمیٹ کر پرواز کرتا ہوں اس لئے وہ باؤ کے پاس پہنچا۔ ان کی آنکھوں پر بھی بندھی ہوئی تھی چونکہ وہ دلچسپ نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے میں بھی نہ دیکھ سکا کہ لیٹے ہیں ان لوگوں میں اور کیا ہو رہا ہے۔ ویسے اتنی دیر میں بیارہ کبھی اتر چکا تھا میں مرچانہ کے دماغ میں بھی پہنچتا تو مجھے وہی تاریکی دکھائی دیتی اور جہاز کا منظر بھی لگا ہوں کہ سامنے ڈرتا۔ لہذا میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جس کی آواز مجھے مل چکی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ساتھ ہاؤ کو سفیال کراس جہاز سے اتارنا چاہتا ہے۔ ان کے بعد مرچانہ کو دو آدمیوں نے دونوں طرف سے تمام لیا ہے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے کر جہاز سے اترنے لگے۔ جہاز کے باہر کا منظر ایک تھا۔ یہ میں دیکھ سکا۔ یہ کونسی جس شخص کے دماغ میں تھا۔ وہ لیٹا ہے اس کے اندر ہی ایک طرف کھڑا تھا۔ میں اسے انتظار کرنے لگا کہ شاید دونوں ماں بیٹی کے بعد وہ شخص بھی ملتا ہے سے باہر آئے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص نے اپنے ریلوے والوں کی ان اس کے سینے پر رکھ دی۔ یہ دیکھ کر لوہا۔ یہ کیا حرکت ہے؟

کر دیکھا تو انہیں بھی سفیال کر گاڑی میں سوار کرنا یا جہاز پر اترنا۔ ایک ہی وقت میں دونوں ماں بیٹی ایک ہی گاڑی میں سوار نہیں ہو سکتی تھیں۔ مجھے کچھ شبہ ہوا تو میں نے مرچانہ سے کہا: اپنی اہلی سے پوچھو کیا وہ تنہا ہے ساتھ گاڑی میں سوار ہو چکی ہیں؟

مرچانہ نے بھی سوال اپنی ماں سے کیا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے ساتھ ہاؤ سے کہا: آپ مرچانہ کو آواز دیں؟

انہوں نے آواز دی: بیٹی! تم کہاں ہو؟ میرے پاس موجود ہو؟

جواب میں مرچانہ کی آواز سنائی نہیں دی۔ بیانات ہو گیا کہ دونوں ماں بیٹی کو الگ الگ گاڑی میں سوار کرنا یا گیا ہے۔ تب ساتھ ہاؤ چھیننے لگیں۔ میری بیٹی کہاں ہے؟ میری بیٹی کو کیسے پاؤں لاؤ؟

دوسری طرف مرچانہ عقہ و جہد کر رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر بھی تھی۔ پھر یہ کہ چار۔ مبلغ افراد اسے پکڑے ہوئے تھے اور زیادہ جہد و جہد کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ میں نے کہا: مرچانہ! ذرا خاموشی سے بیٹھی ہو۔ اس طرح کو سرشش کرنے کی قوت بات نہیں رہتی گی؟

وہ پریشان ہو کر لوٹی۔ وہ تنہا ہے کہنے سے میں نے اپنے ہاتھ بندھ لئے۔ تنہا ہے کہنے سے میں نے آنکھوں پر بھی ہاتھ بندھ لئے۔ اب تم کہہ لے ہو کہ خاموش بیٹھی رہوں۔ پتہ نہیں، وہ لوگ میری اہلی کو نکالنے لگے ہیں؟

تم یہ کیوں جھلکتی ہو کہ میں تنہا رہتی اہلی کے ساتھ ہوں گا۔ تم خاموش بیٹھی رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر تم جہد کرو گی تو یہ لوگ تمہیں مارنے ڈالیں۔ اس لئے میں تمہیں ذرا صبر و تحمل سے گال لینے کا مشورہ دے رہا ہوں؟

وہ لوٹی: اچھی بات ہے۔ میں خاموش رہوں گی۔ تم اہلی کے پاس جاؤ۔

یہ صفر ختم ہو۔ وہ کسی منزل پر پہنچیں تو معلوم ہو کہ دشمن اب کیا کرنے والے ہیں۔ مگر وہ صفر تھا کہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ راستے میں دونوں ماں بیٹی کو کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دی۔ شاید وہاں بھی رات گہری ہوگی۔ ایک عالم سوار ہوگا۔ کوئی ادھر ادھر سے راستے سے گزرنے والا اور لوٹنے والا نہیں ہوگا۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں کے تلوے میٹک لے رہے ہیں میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو روتی میرے قدموں کے پاس لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا سر میرے پیروں پر تھا اور میرے پاؤں اس کے آنسوؤں سے جھگ لے رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر پوچھا: میری جان! کیا یہ تم دوسری ہو؟

وہ اپنے گلہ بانہ ہونٹوں کو میرے پاؤں پر رکھ کر روتی لگی اپنے آنسوؤں کو میرے پاؤں پر بہانے لگی، پھر لگنے لگی میں تم سے کیسے الگ ہوں گی، اپنی اسقم، اپنی عزت، اپنے فرائض پن کا غور سب کچھ تنہا ہے والے کو کہ میں باکل خالی ہوئی ہوں۔ تم نے میری گردن میں ایک پتھر ڈال دیا ہے۔ اب اس پتھر سے میں لپٹنا پہنچتی ہوں گی۔ مگر وہ تنہا ریل تو نہیں ہو سکتا میں تنہا لے نہیں سکتی رہوں گی؟

وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی لگی۔ میں نے اسے قدموں سے لپٹا کر اپنے سینے پر سجایا۔ اس کے آنسو بہنے لگا۔ بڑے پیار سے اسے تسلیاں دینے لگا۔ میری جھوٹی ہنسی کو میں پوری قوت سے اس کے پاس حاضر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے آنسو مجھے لپٹا رہے تھے میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے مجھ پٹنے والی ہے ایک نامعلوم مدت کے لئے وہ مجھ سے اتنی دُور ہو جائے گی کہ شاید تقدیر ہی نہیں پھرے ملا سکتے۔ ایسی حدائی کی نظری آئے والی تھی اور میں اس کے پاس ہر گز بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ تسلیاں دینے کے دوران کبھی کبھی ہلکے پھلکے ہی ساتھ ہاؤ کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

آفریک ہلکے اس صفر ختم ہو گیا۔ جب میں روتی سے رخصت ہو کر ساتھ ہاؤ کے پاس پہنچا تو وہ ایک آرام دہ مکتب پر بیٹھی ہوئی تھیں پاؤں کے نیچے ملا تم قائلین محسوس ہو رہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی کمرے میں پہنچا رہی تھیں۔ دوسری طرف میں نے مرچانہ کو دیکھا کہ وہ بھی سلیپے ہی ایک کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ اسے صوفے پر بٹھا دیا گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اچھی تنہا رہی اہلی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ وہ باکل غیر مت سے ہیں۔ تم بھی اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ تھوڑی دیر بعد ہمیں پتہ چل جائے گا کہ تم کہاں پہنچی اس وقت کہاں ہو؟

مرچانہ کے لہجے اسی طرح پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اس نے اپنے سر کو ادھر ادھر گھما کر پوچھا: میری آنکھوں پر

میں نے دیکھا کہ ہاؤ کے دماغ میں دماغ اندر نے دونوں طرف سے آ کر اس کے بازوؤں کو منظمی سے پکڑ لیا۔ وہ احتجاج کر رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا ایک اور شخص اپنے ہاتھوں میں ٹی بی سٹی سٹریچ پکڑے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا کہتے ہو؟ یہ میرے سٹریچ کیسے ہے؟ کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سب کو گنگے پھرے رہنے لگے۔ پھر وہ شخص عقہ و جہد کرنے لگا اپنے آپ کو گھبراتے کی سرشش کرنے لگا۔ لیکن وہ چار شخص افراد تھے۔ باہر ان شخص اس کے قریب پہنچ گیا عقہ و جہد سے ہی لٹے میں نے اس شخص کی کراہ سنی۔ سٹریچ کی سٹونی اس کے بازوؤں میں کھپ گئی تھی۔ اس کے بعد اس شخص کا دماغ تار کیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ادھر بھی تاریکی تھی۔ ادھر بھی تاریکی تھی۔ دونوں ماں بیٹی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا یا ہوا تھا۔ وہ دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ کچھ لوگوں کے ذہن میں ان کے سہارے پل بھی تھیں۔ پھر ایک جگہ انہیں روک دیا گیا۔ مرچانہ نے پوچھا: اہلی! آپ میرے پاس موجود ہیں؟

ماں بیٹی! میں تنہا رہی آواز سن رہی ہوں۔ پھر مرچانہ نے محسوس کیا کہ اسے کسی گاڑی میں سوار کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف میں نے ساتھ ہاؤ کے دماغ میں جھانک

میرے اندر ہے جینتی سمی تھی کو کسی طرح دونوں ماں بیٹی کا

وہ میرے چہرے پر اپنی ہتھیلی پھرتے ہوئے کبھی آنکھوں سے میرے چہرے کو دھاتے ہوئے لوٹی۔ کیسے سوچاؤں؟ کما مجھے فیذا آئے کی؟ کل تم پکڑنے والے ہو۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ میری زندگی کی آفری رات ہے۔ میں کسی طرح سو نہیں سکتی گی تم خیال خزانہ کرو۔ میں تنہا ہے پاس موجود رہوں گی۔ شاید تمہیں ذرا دیر کی فرصت ہو تو پھر تم میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ۔ مجھے تنہا رہنا ذرا ڈرا ہے تو جسیر بہت اہم لگ رہی ہے

وہ میرے چہرے پر اپنی ہتھیلی پھرتے ہوئے کبھی آنکھوں سے میرے چہرے کو دھاتے ہوئے لوٹی۔ کیسے سوچاؤں؟ کما مجھے فیذا آئے کی؟ کل تم پکڑنے والے ہو۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ میری زندگی کی آفری رات ہے۔ میں کسی طرح سو نہیں سکتی گی تم خیال خزانہ کرو۔ میں تنہا ہے پاس موجود رہوں گی۔ شاید تمہیں ذرا دیر کی فرصت ہو تو پھر تم میرے پاس دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ۔ مجھے تنہا رہنا ذرا ڈرا ہے تو جسیر بہت اہم لگ رہی ہے

۷۲۶

کب تک بچی بندھی ہے گی؟

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا: اگر جواب نہیں دیتے تو مجھے کسی طرح سمجھاؤ کہ کب تک میں انڈھی بنی رہوں گی؟ اسے پھر کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اس نے کہا: فریاد کیا تم

موجود ہو؟

ان میں موجود ہوں چونکہ ہتھالی آنکھوں پر بچی بندھی ہوئی ہے اس لئے میری خیال توانائی کی آنکھوں پر بھی بچی بندھی ہے۔ میں سمجھ نہیں سکتا کہ تمہارے اس پاس بچوں کو موجود ہیں وہ گونگے بنے ہوئے ہیں یا بسے سے وہاں کوئی ہے یا نہیں۔ نہیں چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر جا سکتے ہیں؟

اچھا مٹھو، میں آزماؤں ہوں؟

یہ کہہ کر اس نے پشت پر بندھے ہونے والے ہاتھوں کو سرھا کیا۔ خود بڑھی ہو کر جھبک گئی۔ پھر ہاتھوں کو اپنے بدن کے چھپکتے سے گزرتے ہوئے اپنے ہیروں کے پاس لائی۔ اگر کوئی اس کے اس پاس میرا تو اسے ایسا کرنے سے روک نہ بنا۔ وہ لہجہ کسی روک ٹوک کے دونوں ہاتھوں کو پاؤں کے نیچے سے گزار کر اپنے سامنے لے آئی۔ پھر ان ہاتھوں کو کمرے اور پورے گردن کے پاس لے جا کر روہی بھول دی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کمرہ روشن تھا۔ تاریکی چھٹ گئی تھی۔ کمرہ خالی تھا مگر خطرے سے خالی نہیں تھا۔ فرش پر پانچ چھ سانپ رنگ بے تھے۔ وہ اہل کمرے پر چڑھ گئی۔ غصے سے چیخ کر بولی: بزدلو! سانپوں سے کیا ڈراتے ہو مرد ہو تو سامنے آکر مقابلہ کرو۔ میں ایک ایک کا سر توڑ کر رکھ دوں گی؟

میں نے کہا: مر جانو! تم میں اور سونیا میں یہی فرق ہے سونیا لیسے دقت نہ ڈرتے تھے میں آئی نہ دشمنوں کو چیلنج کرتی پہلے وہ اپنی فکر کرتی۔ لہذا تم بھی یہی سیکھو۔ اپنی فکر کرو اور اپنے ہاتھوں کو آزاد کرنے کی کوشش کرو؟

وہ ہاتھوں کی رستی کاٹنے کے لئے پورے کمرے کا سرسری گردہ پر جائزہ لینے لگی۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں اور میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ وہاں صوفوں کے درمیان ایک بڑی ہی مینہ پر مشراب کی بوتل اور دو گلاس لٹکے ہوئے تھے۔ بڑن گنا تھا جیسے مر جانو کو دل میں پہنچانے سے پہلے وہ آوی ہو گیا مگر شراب سے شغل کہتے تھے ہوں۔ مر جانو تک بیک مونسے پر سے چھانک لگا کر سینٹر فیمل پر اس طرح پہنچی کہ دونوں پاؤں تیر پ آکر جھکے۔ اگر وہ ڈگمگائی یا لڑھکتی تو نیچے فرش پر سانپوں کے درمیان پہنچ جاتی۔ وہاں پہنچ کر اس نے کمرے کے بند دروازے کی طرف

دیکھا۔ دروازے کے نچلے حصے میں دو سوراخ تھے۔ ان سوراخوں سے کچھ اور سانپ دیکھتے ہوئے کمرے کے اندر پہنچے تھے۔ مر جانو نے شراب کے ایک خالی گلاس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے مینروں زور سے مارا۔ گلاس ٹوٹ گیا۔ اس کا باقی آدھا بچا ہوا حصہ مر جانو کے ہاتھوں میں رو گیا۔ مر جانو نے اس حصے کو دونوں پاؤں سے دبا دیا۔ پھر اپنی کانٹی پر بندھی ہوئی رستی کو اس کے ٹوٹے ہوئے حصے سے کاٹنے لگی۔

اس کے اس عمل کے دوران میں سائزہ بانو کے پاس پہنچ گیا اس ان کی آنکھوں سے بھی بچی بھول دی گئی تھی۔ وہ ایک کشن پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ دو دستے جوان ان کی آنکھوں سے بچی کھونٹے کے بعد اس کمرے سے جا بے تھے۔ میں نے کہا: ائی! آپ اطمینان سے بیٹھی رہیں۔ میں مر جانو کے پاس جا رہوں گی؟ اگر سائزہ بانو کو ذرا بھی اس بات کی ہشک مل جاتی کہ مر جانو جس کمرے میں قید ہے وہاں سانپوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے تو وہ سینے پر بندھی ہوئی موت کو فرط کوشش کر کے بچی کے لئے چھاتی بیٹنا شروع کر دیتیں۔

مر جانو رستوں سے آزاد ہو چکی تھی جو سانپ ننگے فرش پر ریگ لپٹے تھے۔ اب وہ سینٹر فیمل کے پاس آکر اس کے ہاتھ سے لپٹ رہے تھے۔ وہ مر جانو کے پاس پہنچتا جاتے تھے ایک سانپ چھن اٹھانے لئے نیکو رہا تھا۔ مر جانو مینروں پر بھڑکی ہوئی گئی۔ پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے سوچنے لگی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس کی آنکھیں کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھیں اور دماغ سے سمجھا لیا تھا کہ وہاں کیا موجود ہے اور اس کمرے کے کس ماں سے مر جانو کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس کی نظر ایک دیوار پر پڑھ گئیں۔ وہاں ایک دو م ہٹنگ لگا ہوا تھا اور اس کا سوچہ دہن قریب ہی دیوار پر تھا میری سمجھ میں ذرا آ گیا کہ مر جانو کو اب کیا کرنا چاہیے؟ میں نے اسے سانپوں کو بھگانے کی تدبیر بتائی۔ وہ فرش پر بیٹھنے والے سانپوں کو گنتے لگی۔ اب ان کی تعداد ہوا تھی اس نے شراب کی بوتل کو اچھی طرح بند کر کے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑا جس مینروں پر کھڑی ہوئی تھی وہاں سے اس ہٹنگ کے فاصلے کا اندازہ کیا۔ پھر وہاں تک ایک لمبی چولہا تک لگائی۔ سانپ اُدھر نہیں تھے۔ وہ ہٹنگ قریب پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے ہٹنگ کو سوچے پوڑ پوڑ لگا لگا اور جن آن کر کے پورا ٹھما دیا۔ ہٹنگ کے تاروں سے سرخ آگ بھٹکتی گئی اس کے قریب ہی ایک کھڑکی تھی۔ وہ کھڑکی کے پر سے کود دوں ہاتھوں سے پکڑ کر لوری قوت سے کھینچنے لگی۔ اسے بھاڑتا رہی۔ پردہ ہٹتا ہوا گیا۔ پھر اس کے ہاتھوں میں آ گیا اس

کے ایک کمرے کو میٹ کر اس پر مقعدی سہی مٹراب لپی بوتل کو ایک طرف پھینکا۔ پھر جس حصے کو شراب میں گولیا اسے ہٹنگ کی طرف بڑھا دیا۔ پک بھٹکتے ہی پر سے کے اس نے آگ پکڑ لی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔

وہ اس شعلے کو لہراتے ہوئے سائزہ بانو کی طرف لے گئی۔ نہ لپ کھاتے ہوئے اُدھر سے اُدھر ننگے فرش پر رستے گئے اور بھاگنے لگے۔ وہاں سے دروازے تک کا راستہ صاف بتا گیا۔ وہ آگ بھڑکتے ہوئے دروازے کے ان سوراخوں تک پہنچی جہاں سے سانپ داخل ہو کر کمرے کے اندر آ رہے تھے۔ اس وقت بھی ایک سانپ ایک سوراخ سے داخل ہوا تھا لیکن قریب ہی شعلوں کو بھڑکتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔ چلا جاتے ہوئے پر سے کو دہن چھوڑ کر دروازے کے پر سے کھینچ کر باؤں شروع کر دیا۔ وہ پھر دوڑتی ہوئی گئی اور شراب کی بوتل کو اٹھا کر اس پر سے پھوٹ کر وہاں پر سے کو وہ جلتا ہوا پوڑ کر آئی تھی۔ اس کے شعلے اب دروازے سے لپٹ رہے تھے اسے نیچے سے اوپر تک جلاتے جا رہے تھے۔

کمرے میں جو آگ بھڑکی ہی تھی وہ اب باہر سے دیکھی گئی تھی۔ باہر والے لینا بے اختیار بیچھ کھٹے تھے۔ لیکن بڑے جگ کی بات تھی کہ باہر سے کسی کی چیخ سنائی نہیں دی۔ ڈرتے تھے تدبیر کی آواز نہیں ملتی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن ب کمرے کے آس پاس نہیں ہیں یا اس مکان میں ہی نہیں ہیں اگر موجود ہیں تو انہوں نے میرے سابقہ ریکارڈ کو اتنی توجہ نہ دے سکا ہے کہ انہیں رستوں کے والدین کے قید ہونے اور وہاں کھینچنے کے کا واقعہ یاد ہو گا۔ اور وہ بہت محتاط ہوں گے ان کی بے اختیار بھی ان کی زبان سے کوئی بات نہ نکلے اور ایسا ہو رہا تھا۔

کمرے کے بند دروازے کو کھلنے اور ذرا کمر در پڑنے میں اہمیت لگا۔ اس دوران میں پھر سائزہ بانو کے پاس پہنچ گیا۔ غصے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھیں اور ہر لمحہ کسی دشمن کے آنے کا غار کر رہی تھیں۔

میں پھر مر جانو کے پاس آیا۔ اس وقت تک دروازے بندھی طرح آگ پکڑتی تھی۔ شعلے اُدھر سے اُدھر لہرا رہے تھے مر جانو نے سینٹر فیمل کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آئی اور ٹیل سے ایک زوردار ضرب لگائی۔ دروازہ کھلا۔ وہ کمرہ در پوچھا تھا۔ مر جانو نے دوسری وار بھی یہ کیا: دروازہ کھل گیا۔ آگ کے سائزہ بانو کو دیکھ کر کمرے میں آ گیا۔ تم تینا کے

ادھر شعلوں میں لپٹا ہوا دروازہ گرا اُدھر کو پڑو میں پتیار سانپوں کے پھانکرنے کی آواز ہونے سے ان تک لہرائی جلی تھی۔ مر جانو نے تیزی سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ جہاں تک کو پڑو میں نظر آئی، وہاں سانپ ہی سانپ رنگ بے تھے۔ کو پڑو کے دوسری طرف ایک جالی دار کمرہ بنا رہا تھا یا اسے سانپوں کا کینہ کھانا ہے اس کا جالی دار دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہیں سے سانپ نکل کر آ رہے تھے۔ جہاں جلتا ہوا دروازہ کھرا تھا۔ وہاں سے سانپ بہت ڈور چلے گئے تھے۔ مر جانو نے آگے بڑھ کر دروازے کے قریب پہنچ کر اُدھر اُدھر دیکھا، اندازہ ہوا کہ وہ مکان صرف ایک کمرہ کا ہے اور اس کے سامنے ایک جالی دار سانپوں کا کینہ بنا گیا ہے باقی چاروں طرف جالی دار دیوار ہیں جن میں ایک سانپ اس جالی سے باہر نکل سکیں۔

میں نے کہا: مر جانو! دشمن اگر کہیں قریب ہوں گے تو بھڑکی ہوئی آگ کو دیکھ کر تھوڑی طرف چلے آئیں گے۔ تم حلہ سے حلہ اس آگ کا سہارا لے کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو؟

اس نے دو دستہ پر سے کو بھی آگ لکھائی۔ پھر اس جلتے ہوئے پر سے کو لے کر کو پڑو سے گونے لگی۔ سانپ اُدھر سے اُدھر سرٹ رہے تھے۔ صفا گ رہے تھے اور اس کے لئے راستہ چھوڑ رہے تھے۔

اس چھوٹے سے مکان کے چاروں طرف کھڑکی کے فریم میں باریک تاروں کی جالیاں بنائی گئی تھیں ان سانپ پالنے والوں سے کبھی یہ سوچا نہیں ہو گا کہ کسی انسان کو بھی وہاں قید کرنے کی ذمیت آسے گی۔ اسی لئے انہوں نے صرف کھڑکی کے تاروں کے ساتھ باریک جالیوں کی دیواریں کھڑکی دی تھیں۔ سانپ اس دیوار سے لپڑ نہیں جا سکتے تھے۔ مر جانو نے جلتے ہوئے کھڑکی کے سرے کے پاس رکھ دیا۔ ذرا سی دیر میں وہاں بھی آگ لگ گئی۔ پھر وہ جلتے ہوئے کھڑکی کے دو دوسری کھڑکیوں کی طرف لے گئی۔ اس کے بعد وہاں آکر اس نے پہلی طبقی ہوئی کھڑکی پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ اپنی جگہ سے ٹوٹ کر الگ ہو گئی۔

میں نے کہا: مر جانو! میں تمہاری اتنی کے پاس جا رہا ہوں لیکن جتانے سے پہلے یہ سمجھاؤں کہ کب نہیں اٹھنے کے پاس پہنچنے کا موقع ملے تو کوشش ہی کرنا کہ کسی سے شکرانے کی ذمیت نہ آئے۔ اپنے آپ کو جھیک کر وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرنا، تاکہ دشمن نہیں اُدھر جلتے ہوئے مکان کے پاس آکر کوشش کر رہے ہوں۔ دشمنوں کو جتنا بھٹکاؤ اتنی ہی کامیابی ہو گی؟

میں اسے سمجھا کہ سائزہ بانو کے پاس آ گیا۔ اس دوران .... حشمت بیگ ان کے کمرے میں آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے۔ اس نے سائزہ بانو کو دیکھ کر کمرے میں آ گیا۔ حشمت بیگ: تم تینا کے

آخری سر سے پر پہنچ جاؤ، تب بھی میں نہیں پہنچ کر لپٹنے پاس لے آؤں گا۔ دیکھ لو کہ تم میں بائیس برس سے دور مجھ جی رہی ہو لیکن گھوم پھیر کر واپس آ جاتی ہو؟

سازگارہ بانو نے اسے نصرت سے دیکھتے ہوئے کہا: "انشا اللہ یہ پہاڑی آخری ملاقات ہوگی؟"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر لولا: "نہیں، نہیں، آخری نہ زکوہ۔ تم مجھ ہی ہو کہ یہ ہم نہیں ہلا کر دے گا۔ نہیں میری جان؛ میں لپٹنے مانہوں کو لپٹنے ساتھ لے آیا ہوں۔ یا مجھ نہیں اس موت سے نجات دلا دیں گے۔ ہمیں نئی زندگی دیں گے اور تم اپنی وہ نئی زندگی مجھ پر خرچ کر دو گی؟"

"دیکھو شہت۔ بیگ، اس سے پہلے ایک بار تم نے بد تیزی سے مجھ سے مخاطب کیا تھا۔ جان جیسا لفظ میرے لئے استعمال نہ کرو ورنہ نہ ہر دو نہیں کسی ذہنی آزمائش پہنچانے کا یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ مجھ کو ڈیویر کے لئے غائب ہے آ جائے گا، تب کیا ہو گا؟"

اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ سخت ڈیویر تک پہنچا رہا۔ پھر تانید میں سر ہلا کر لولا: "ٹھیک ہے۔ میں نے فراد صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ عزت سے پیش آؤں گا۔ بہر حال اس میں محتاط ہو کر گفتگو کروں گا۔ دیکھو اگر میں چاہوں تو نہیں اس وقت تک اس ہم سے نجات نہ دلاؤں جب تک تم مجھے خزانے کا پتہ نہ بتا دو لیکن یہ ہم صرف تمہارے لئے نہیں، ہم سب کے لئے بھی خطرناک ہے، ہم اس مکان میں ہیں امدید آتا طاقتور ہے کہ اس پاس کے کڑوں کی بچت بھی اس کے دھاگوں سے گری جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے ہمیں اس سے نجات دلا دوں اس کے بعد گا کی باتیں ہوں گی؟"

ہر تاجو بی بی سے کہ پہلے مطلب کی بات کی جاتی ہے بارہ باز کے سینے سے موت بندھی ہوتی تھی، وہ اس دہشت سے اور اپنی بیٹی کی سلامتی کی خاطر شہت بیگ کو خزانے کا پتہ بتائیں۔ لیکن شہت بیگ کو یقین تھا کہ انہیں ہم سے نجات دلانے کے بعد بھی وہ اسے خزانے تک پہنچا دیں گی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہت بیگ نے مرزا کو ذرا پہلے ہی ساتھ میں اس کے درمیان گھیر رکھا تھا۔ یعنی بیٹی کی موت کے درمیان گھیر کر اب ماں کو اس ہم کی طاقت سے نجات دلانے آ رہا تھا۔

شہت بیگ کے ساتھ آتے والے ایک ماہر چوٹا سا اسٹول لے کر ساتھ بانو کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دو اسٹنڈ ساتھ بانو کے اطراف کھڑے ہو گئے اور ان کے دونوں بازوؤں کو اٹھا کر مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ایک چھری کسی ٹپے پر چھوڑے چھوڑے آلات رکھے

ہوئے تھے۔ تیسرے اسٹنڈ نے ایک اسٹول پر ان آلات کو رکھ دیا۔ پھر اس ماہر کے سامنے نقشہ کھول کر انکلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: "جناب! یہ ریل سفید تار؟"

اب چند لمحوں کے بعد ہی ساتھ بانو کو اس ہم سے نجات ملنے والی تھی۔ شہت بیگ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ اندر سے سہا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا اگر ماہر سے کوئی غلطی ہو جائے تو سب کے سب دھکے سے اڑ جائیں گے۔ کمرے سے نکلنے کے بعد وہ تیزی سے چلتا ہوا مکان سے باہر نکل گیا اور حقیقی درجا سکتا تھا، جانے لگا۔

میں ساتھ بانو کے دماغ میں گھس گیا۔ اس وقت اپنی حوصلے کی ضرورت تھی اور وہ تنہا ایک عورت کی حیثیت سے اپنی گھبراہٹ پر قابو نہیں پاسکتی تھیں۔ اس لئے میں ان کے دماغ میں جا رہا۔ زیادہ دیر نہیں لگی۔ ایک منٹ پورا ہونے سے پہلے ہی موت کا وہ تار بٹ گیا۔ اس کے اسٹنڈ دوڑن طرف سے بلیٹ کھول کر اس ہم کو ساتھ بانو سے الگ کرنے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ موت مل گئی ہے تو ساتھ بانو کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

انہوں نے شعوری طور پر اپنے اس پاس کے لوگوں کو دیکھا پھر اس ہم پر نظر لگی۔ جو اب اس ماہر کے ہاتھ میں تھا یعنی ان کے جسم سے الگ ہو گیا تھا۔ پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا، تقریباً بیس گھنٹے سے وہ موت کھگے لگائے ہوئے تھیں۔ اب ایک چھینکے کی نئی زندگی مل گئی۔ پھر یکساں دل کو خوشی سے تیزی کے ساتھ ہلک گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ مائے خوشی کے بے ہوش ہو گئیں۔

میں جانتا تھا کہ خطرے کی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ یقیناً انہیں ہوش میں لائیں گے کیونکہ ساتھ بانو ان کے لئے بہت اہم تھیں۔ میں انہیں چھوڑ کر ذرا دیر کے لئے مرزا کے پاس جانا چاہتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ شہت بیگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہیں زیادہ دور نہ بھاگ جائے۔ اس لئے میں شہت بیگ کے دماغ میں پہنچا تو وہ مکان سے بہت دور نکلنے کے بعد ایک دم سے ٹھک گیا تھا۔ سائیزوں کا مکان اس کے سامنے تھا اور وہاں سے شہت بیگ چلے گئے تھے۔

اس کے دماغ میں فوراً خیال پیدا ہوا۔ یہ آگ کیسے لگی؟ کیا مرزا نے فرار ہونے کے لئے کوئی چال چلی ہے؟ وہ واپس دوڑتے ہوئے اسی مکان کی طرف جانے لگا۔ پھر چند قدم دوڑنے کے بعد رک گیا۔ لیکن پھر وہ گھبراہٹ سے پتہ نہیں ساتھ بانو کے سینے سے اس ہم کو مٹایا گیا تھا یا نہیں؟ اس کا یہی نہیں مرنے کی وہ کبھی اس مکان کے اندر سے دھاگہ پھینٹے لگا۔

وہ گھم کر اُدھر بھاگنے لگا۔ جدھر درختوں کے چھند میں لکڑی کا ایک کین بنا ہوا تھا۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ اسی کین میں ہلال بیگ کا ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے جو ہلال بیگ کے ہاں کی خبریں پہنچانے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ چونکہ شہت بیگ بری ٹیلی ویژن کی زد میں آ چکا تھا۔ اس لئے وہ براہ راست اپنے بیٹے سے کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ بیٹے کے ساتھ اس کا براہ راست رابطہ رہتا ہی نہیں تھا۔

بہر حال شہت بیگ وہاں سے دوڑتا ہوا اسی کین کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کسی کو آواز دی: "مستر سومرو! کیا تم موجود ہو؟" کیا تم نے وہ آگ لکھی ہے؟" وہ یہ کہتا ہوا کین میں داخل ہوا۔ ایک مینز کے پیچھے ایک ایڑھے کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس دو سٹج جان کھڑے ہوئے تھے۔ شہت بیگ نے کبھی پریشانیت ہوئے شخص سے کہا۔ "مستر سومرو! وہاں سائیزوں والے گھر میں آگ ہو چکی ہے؟"

مستر سومرو نے مینز پر جھک کر ایک کاغذ پر کچھ لکھ پھر اسے شہت بیگ کی طرف بڑھا رہا۔ شہت بیگ نے اسے اس میں کھا تھا۔ "مستر! میں سب معلوم ہے۔ چارے آدمی سائیزوں کے گھر کے پاس گئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ مرزا کو فرار ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ آپ یہاں سے چلے جائیں، ہم نہیں ہائے کہ ہم سرگوشیوں میں بھی بات کریں تو آواز آپ کے کازن تک جاوے۔ آپ حالات کی نزاکت کو سمجھ سکتے ہیں۔ پیر ایک آدمی کے ساتھ جائیے تاکہ وہ واپس آکر مجھے بتائے کہ آپ ہلائی آواز سے بہت دور چلے گئے ہیں؟"

شہت بیگ نے اسے پڑھنے کے بعد کہا: "ٹھیک ہے۔ میں ساتھ بانو کے پاس جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے، اب تک اس ہم کو ہلا دیا گیا ہو گا۔ کوئی خطے کی بات نہیں ہے۔ میں تمہارے آدمی کے ساتھ جا رہا ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ سومرو کا ایک آدمی بھی چلنے لگا۔ وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ شہت بیگ ان کی آواز سے بھی دور چلا گیا ہے۔ میں نے مرزا کی خبر لی۔ وہ غیر مت سے تھی اور بہت پہلے ہی سائیزوں کے اس گھر سے نکل گیا تھی۔ افسان سے وہ انہی درختوں کے چھند کی طرف جا رہی تھی۔ جہاں کوئی آدمی کا وہ کین بنا ہوا تھا۔ اس کے دماغ نے یہ سمجھا یا تھا کہ درختوں کے چھند میں جو کین بنا ہوا تھا شاید وہیں اس کی امی کو پکڑ لیا گیا ہو گا۔ لہذا پہلے وہ اسی طرف جا رہی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "مرزا! تمہاری امی اور سائیزوں میں کیا تم صحت جا رہی ہو۔ تم اس کین کی طرف اس طرح

پہنچ کر تمہاری اہٹ کسی کو نہ ملے۔ وہاں مسٹر سومرو نام کا ایک بہت ہی ماہر آدمی ہے۔ جو ہلال بیگ سے براہ راست یا بالواسطہ رابطہ رکھتا ہے۔ تمہیں اس کی آواز سننا ہے۔ وہ تمہاری میں اپنے ماتحتی میں در کوئی بات کہے گا۔ میں اس کی آواز تمہارے ذریعے سن لوں گا! استیلا کے ساتھ وہاں جانا کہ تم اس کی نظروں میں نہ آسکو؟"

"میں صحت طور پر ہوں گی۔ تم یہ بتاؤ۔ میری امی کسی ہیں؟" "میں یہ بتانا تو معمول ہی گیا کہ وہ ہم ان کے سینے سے ہٹا دیا گیا۔ بس دقت میں ان کے پاس سے آیا تو وہ ملنے خوشی کے بے ہوش ہو گئی تھیں۔ اب میں پھر ان کے پاس جا رہا ہوں؟" "یہ کہہ کر میں ساتھ بانو کے پاس پہنچا۔ وہ خوش ہو آ چکی تھیں۔ میں نے کہا: "امی! نئی زندگی مبارک ہو؟"

وہ نقاب سے سرکرتے ہوئے بولیں: "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ زندگی میں ایسے تجربات بھی ہوتے ہیں۔ میں پچھلے تیس گھنٹوں سے دیکھ رہی تھی کہ موت کس طرح ہرے پھینے پر مولار رہتی ہے۔ یہ ذاتی تجربہ ہو گیا۔ میری بیٹی کہاں ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے۔ غیر مت ہے۔ ابھی آپ کے پاس آنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک لیا۔ میں چاہتا ہوں کہ شہت بیگ سے تمہاری میں آپ کی گفتگو ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ مرزا نے ایک اہم مقصد کے لئے دوسری جگہ ڈکی ہوئی ہے۔ میں اس کے ذریعے دشمنوں کے دماغ تک پہنچانا چاہتا ہوں؟"

"بیٹے! کہیں تم مجھے ہلا کر نہیں ہے ہو؟" "نہیں امی! میں آپ سے بھڑک نہیں لوں گا ہوں۔ مرزا جان بادل غیر مت سے ہے۔ مجھ کو ڈیویر بعد آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ کرنا؟"

شہت بیگ ابھی ان کے کمرے میں نہیں پہنچا تھا۔ میں ان سے اجازت لے کر پھر مرزا کے پاس آ گیا۔ وہ ننگے پاؤں بچوں کے بل چلتی ہوئی اس کین کی پچھلی کھڑکی کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں کسی لمحے بھی اس کے ذریعے مسٹر سومرو کی آواز سن سکتا تھا۔

دوسری طرف کچھ لوگ بھاگتے دوڑتے اس سٹنڈے ہوئے سائیزوں کے گھر کی طرف ملبے تھے اور کبھی اسی کولری کے کین کی طرف گئے درختوں میں واپس آئے تھے۔ ایک نے آکر سومرو سے کہا: "جناب! آگ چاروں طرف سے بھڑک رہی ہے۔ اندر کوئی نہیں جا سکتا اور جب تک کوئی اندر نہیں جائے گا۔ یہ یہ نہیں چلے گا کہ مرزا جان واپس نہ آئیں۔ یا تو وہ فرار ہو گئی ہے یا پھر اندر مل کر مر گئی ہے۔"

سمر نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر آنے والے کی طرف بڑھایا۔ اس نے پڑھا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے پڑھنے لگا۔ سمر نے لکھا تھا۔ احقنا نے باہن زد کو اگر جان آگ میں چھینی ہوتی تو یقیناً جیتی۔ وہ ایسی صابر اور اتنی مضبوط اعصاب کی تو نہیں ہوتی کہ چپ چاپ آگ میں جل جائے۔ باہر جا کر اسے ایسی طرح تلاش کرو۔ وہ اپنی ماں کی طرف ہوتی گی یا اس کین کی طرف آئی ہوگی۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ کین کے چاروں طرف اسے تلاش کیا جائے؟

میں نے مر جانے سے کہا کہ تم فوراً اپنی جگہ چھوڑ دو۔ کہیں چھپ جاؤ۔ وہ لوگ ہتھیار تاش کرنے کے لئے ابھی کین کے چاروں طرف پھیل جائیں گے؟ وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ دہے قدموں تیزی سے چلتے ہوئے ایک گھنٹے درخت کے پاس آئی اور اس پر چڑھنے لگی۔ جلال بیگ کا ماتحت سمر وہ بہت زیادہ محتاط تھا۔ شاید اسے اسی طرح محتاط دیکھنے کی تاکید کی تھی۔ اسی لئے وہ اپنے کسی بھی ماتحت سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ تحریر کا سہارا لیتا تھا۔ ٹیپو کی دہشت اس پر بڑی طرح بیٹھتی ہوئی تھی۔

کین کے اطراف مسلح افراد گھومتے تھے۔ اس وقت رات کا اندھیرا تھا۔ مقوڑی دیر دیر بعد ہونے والی تھی۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی میں وہ مسلح افراد اسے لے کر نظر آئے۔ سمر اور نور دور تک مر جانے کو تلاش کرنے کے لئے چلے گئے۔ درخت میں سانس رکھے چھپی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی پتے ہوائی زونیں اگر سرزد ہوتے تھے مگر کسی کا وہاں درخت کی طرف نہیں گیا۔ یونہی ایک آدھ بار کسی نے سنا تھا کہ دیکھا انگریزوں سے میں کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں سمر کے اس ماتحت کے دماغ میں بیٹھ کر سمر کے کہیں میں پہنچا۔

دوسری تلاش کرنے کے بعد مظہن ہو کر سمر کے کہیں میں آگے۔ ایک نے کہا: جناب! ہم چاروں طرف کی بار بار دیکھ چکے ہیں۔ اب اندھیرے میں وہ اندر نہیں جا کر چھپ گئی ہو تو ہم کہہ نہیں سکتے۔ دوسرے ماتحت نے کہا: بالائیں ہے وہ اندر نہیں آئے گی۔ اسے تو اپنی ماں کی تلاش ہوگی۔ وہ یقیناً ادھر دوسری طرف چلی گئی ہے؟ سمر کو اب جواب میں کچھ کہنا چاہیے تھا۔ کین وہ خاموش رہا۔ اس کے ایک ماتحت نے آکر کہا: جناب! میں نے مسطر حشمت بیگ کو ادھر ساڑھ بانو کے پاس پہنچا دیا ہے۔ اب وہ راہر نہیں آئیں گے۔ آپ چاہیں تو آزادی کے گفتگو کر سکتے ہیں

دوسری بات یہ کہ ساڑھ بانو سے اس ہم کو الگ کر دیا گیا ہے۔ میں بڑی توجہ سے دماغ ان لوگوں کے دماغ میں موجود تھا اور تو قہ کر رہا تھا کہ اب تب میں سمر کو پھیلنے والے والا ہے لیکن وہ کم ہمت یا نکل ہی کو نکلانا ہوا تھا۔ یہ جاننے کے بعد بھی کہ مر جانے کین کے پاس کبھی نہیں بھی نہیں ہے اور حشمت بیگ بھی اس کی آواز سننے کے لئے موجود نہیں ہے، وہ مجھ پر بھی کوئی بنا ہوا تھا۔

انسان ہمیشہ بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ ساری زندگی اس کو حشمت میں رہتا ہے کہ اسے کبھی کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔ زندگی کو اس قدر سنبھال کر لکھتا ہے کہ موت بھی نہ آئے۔ کین بہت زیادہ محتاط رہنے کے باوجود اور بڑی ذہانت اور بڑی پلاننگ سے کام لیتے تھے۔ باوجود قدرت کے آگے اسے شکست کھانی پڑی ہے۔ اس وقت بھی سمر وہ اپنے طور پر بڑی ذہانت سے ادھر بڑی چالاکی سے اپنے آپ کو ٹیپو پیچھے سے محفوظ رکھے ہوئے تھا۔ کین قدرت کو کچھ اندر منظور تھا۔ میکے لئے ان لوگوں نے کام راستے مر د کر دیے تھے کہ میں جلال بیگ کی ماتحت تک پہنچوں۔ مگر اللہ کی مدد چاک ہی مجھے نہ گئی۔

پھر یہ جہاں کہ اچانک ہی سمر وہ چیخ مار کر اچھل پڑا اور اچھل کر سینہ پر چڑھ کر بولا: "سانپ، یہ سانپ! ادھر آئے شے ہیں؟ اس کے تمام ماتحت ادھر زمین پر ریگتے ہوئے اس سانپ کو دیکھنے لگے۔ جو تیر نہیں کھر سے اس کھر سے اندھا گیا تھا اور کتا سمر سمر وی کر کسی کی طرف جا رہا تھا۔ ایک ماتحت نے اپنا دیالو نکال کر اس سانپ کو گولی مار دی۔

اب اسے گولی مارنے سے کیا ہوتا تھا۔ سمر وہ ٹیپو کی گولی کھانے کے لئے میری زونیں آچکا تھا۔ میں نے اطمینان سے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ سانپوں کا جو گھر چل رہا تھا۔ یقیناً اب وہاں سے سانپ نکل کر ادھر ادھر پھیل رہے ہوتے۔ یہ ایک ہی سانپ نہیں، کچھ اور بھی ادھر آئیں گے اور دوسرے مکانوں کی طرف جائیں گے۔

یہ سوچتے ہی وہ کاغذ کی ایک پرچی پر لکھنے لگا۔ "یہ نہ سمجھ کر یہ ایک ہی سانپ ہے۔ چلتے ہوئے کھر ہے شہا سانپ نکل کر دوسرے کہیں لے جے ہوں گے۔ اس مکان کی طرف گئے ہوں گے۔ جہاں ساڑھ بانو کو قید کیا گیا ہے۔ ناؤ کی حفاظت ہر حال میں لازمی ہے۔ مسطر حشمت بیگ کو ان سانپوں کے خطرے سے فوراً آگاہ کیا جائے اور ان سانپوں سے محفوظ رہنے کی تدابیر کی جائیں۔ میری آپ! "

اب میں سمر کے دماغ میں کسی وقت بھی المیہاں سے نہ کستا تھا۔ میں نے مر جانے سے کہا کہ سانپ چلتے ہوئے گھر کے نکل کر چھیننے لگے ہیں۔ تم چوٹے ہیں لو۔ اب محتاط ہو کر بیٹھو، زنا، یا مقوڑی ڈر وہیں بیٹھ کر صبح کا انتظار کرو۔ دن کی نفی میں نہیں اترا نا چاہیے۔ سانپ بہت ذہریلے ہیں۔ ہتھیار نہ بیچ سکتا ہے۔

نہیں، فریاد! میں یہاں کب تک بیٹھی رہوں گی۔ پیر نہیں بچ کئی دیر میں سوگی؟

میکے انسانوں کے مطابق شاید آدھ گھنٹے یا پون گھنٹے ہی اجالا پھیل جائے گا۔ ہتھیار دوا دیر میرے کام لینا چاہیے۔ اچھا گھر، میں تمہاری اتھی کے پاس سے آتا ہوں۔ اس کے بعد سوجا ہائے گا؟

ساڑھ بانو کے سامنے دو ایک موٹے پر حشمت بیگ بیٹھا اور اس کے سامنے سینٹھیں پر حشمت کی توپ اور ایک گلاس لگا ہوا تھا۔ وہ حشمت کو گلاس میں اٹھتے ہوئے کبہر تھا۔ اس سے ہونے والی ہے۔ پینے کا وقت تو نہیں ہے لیکن ہتھیار دوا کے بعد تو میں آنے کو بیچنا چاہتا ہے۔ اس لئے ذرا مشغول ہو جائے

ساڑھ بانو نے ناگہاری سے کہا تم میرا اور اپنا وقت تلف کر رہے ہو۔ کام کی بات کیوں نہیں کرتے۔ میری بیٹی کو یہاں کیوں نہیں بلاتے؟ وہ بد نظور دیکھتا رہتا ہے ہونے لولا۔ ہتھاری بیٹی اس لیے وقت نہارے سامنے آئے گی جب کام کی باتیں تمہاری طرف سے شروع ہوں گی۔ دیکھو، کوئی بڑا کام نہیں ہے، خزانے کا پیر تانا ہے۔ ہمارے سامنے کاغذ قلم سب کچھ رکھا ہوا ہے۔ اگر اس راستے کا نقشہ بنانا چاہو تو نقشہ بنا سکتی ہو اور یہاں ہی کرنا چاہو تو زبانی سنائی کر سکتی ہو۔ تم جو کچھ بتاؤ گی، میں اس کے مطابق پیرس کے ماتحتوں سے رابطہ قائم کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ تمہاری ہتھیار کے مطابق اس خزانے کے دروازے تک پہنچیں۔ اگر وہ پہنچ لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے جا لے۔ ساتھ ساتھ فراڈ نہیں کیا ہے تب ہم نہیں اور مر جانے کو آزاد کر دیں گے؟

ساڑھ بانو نے پوچھا: کیا اب ہتھیار اندر نہیں ہیں؟ ہر جہاز آزاد ہوتے ہی پھر تمہاری جان کی دشمن بن جائے گی؟ حشمت بیگ نے ہنستے ہوئے حشمت سے کہے ہوئے کھانے کو اٹھا لیا اور اسے ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔ میکے کھانے کو اس کی ناک تک پہنچ گیا۔ اس نے حشمت کو گلاس کو دیکھا۔ پھر دوسری بار پینے کے لئے ہونٹوں تک لے لایا لیکن ادھر گلاس ہونٹوں سے نیچے مقوڑی کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں سے

شراب چھٹک گئی، اس کے گردیاں کو جھگوتے لگی۔ اس نے کچھ پریشان ہو کر کچھ پھینپ کر ساڑھ بانو کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے گلاس کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسے اپنے ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔ اس بار مضبوطی کے باوجود گلاس اس کے ہونٹوں سے اوپر اٹھا۔ ناک کی طرف گیا، ناک سے اوپر اٹھا۔ پشانی کے پاس آیا۔ پشانی سے اوپر اٹھا۔ گلاس اس کے سر پر پہنچا۔ پھر اس کی حشمت سے اس کے سر پر پھینپ گئی اور اس کا شراب سے ڈھلنے لگا۔

ساڑھ بانو نے اختیار ہنسنے لگیں۔ خوب کھد کھد کر ہنسنے لگیں۔ شاید بہت عرصے بعد وہ اس سے ہنس رہی تھیں۔ انہوں نے کہا: کچھ حشمت دیکھو! یہ کارنامہ کسے بیٹھ کا ہے۔ تم اس کی ماں کے سامنے شراب پینا چاہتے ہو۔ وہ ہتھیار کبھی نہیں پینے لے گا؟ وہ بیٹھنے سے گلاس کو میز پر رکھے۔ ہونے لولا: مجھے کیا معلوم تھا کہ فریاد صاحب موجود ہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو میں شراب کو ہاتھ بھی نہ لگتا؟

کام کی بات کرو۔ یہ بتاؤ کہ مجھے اور میری بیٹی کو کب آزاد کر رہے ہو اور میری بیٹی اس وقت کہاں ہے؟ وہ فاختانہ انداز میں مسکراتے ہوئے لولا: پہلے تم موت کو گلے لگاتے ہوئے تھیں۔ ہتھیار اس سے نجات ملی ہے۔ نواب تمہاری بیٹی کے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ جب تک تم خزانے کا پیر نہیں بتاؤ گی، اس وقت تک وہ موت کے گردیاں یہی گھری رہے گی؟

ساڑھ بانو ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے میری بیٹی کے پاس پہنچو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ فریاد اس کی حفاظت کر رہے؟ وہ پھر مسکراتے ہوئے لولا: فریاد صاحب تو موجود ہیں تم خود ان سے پوچھ لو۔ تمہاری بیٹی اس وقت ذہریلے سانپوں کے درمیان ہے؟

میں نے ساڑھ بانو سے کہا: ہائے! اس کی بات ایک حشمت درست ہے لیکن اب مر جانے کے درمیان نہیں ہے۔ وہ وہاں سے نکل چکی ہے۔ یہ بات حشمت بیگ جانتا ہے۔ سانپوں کے حسب گھر میں مر جانے کو قید کیا گیا تھا۔ وہاں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ خود یہ دیکھ چکا ہے۔ آپ اس سے کہیں کہ مر جانے کے متعلق صحیح صحیح بات آپ کو بتائے؟ ساڑھ بانو نے سوچ کے ذریعے کہا: بیٹا! میں اس پر حشمت سے کیا پوچھوں؟ تم مجھے صحیح بات بتاؤ؟ "وہ تو میں بتا چکا ہوں۔ آپ یقین کریں۔ مر جانے کا سکل

محفوظ ہے۔ دشمن اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ آپ حشمت بیگ سے باتیں کریں، میں سن رہا ہوں؟

وہ حشمت بیگ سے یوں فرما دے مجھے بتا دیا ہے کہ میری بیٹی اس وقت کہاں ہے۔ کیا وہ سانپوں کے گھر سے فرار نہیں ہو چکی؟ کیا وہ ان آگ لگی ہوئی نہیں ہے؟

حشمت بیگ نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا ہاں یہ بات میں چھپا نہیں سکتا۔ فرنا د صاحب کے ذریعے بہتیں حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مرجانہ موت کے گھر سے نکل بسکے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرجانہ اتنی تیز طعنا راز دہانہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے چھپے فرما د کے ذہن نے کام کیا ہے؟

سانہ بانزنے کہا: جو کچھ بھی ہو ہے۔ میری بیٹی، اس وقت خیریت ہے۔ تمہاری بلا ننگ نکلی تھی؟

میں نے اسے سانپوں کے گھر میں قید کر دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ سانپوں سے محفوظ رہنے کے لئے خانوسہ سے ملتی ہے گی۔ اس وقت تک وہ اسی حالت میں ہے گی۔ جب تک تم نہیں فرماتے کہ پتہ بتا دو گی۔ اس کے بعد ہم اسے سانپوں سے نجات دلا دیں گے؟

ناب کیا ارادہ ہے؟

ارادہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ تم ہمیں فرماتے ہو کہ پھینچا دو۔

حشمت بیگ: تم دیکھ لے ہو کہ اب موت میرے قریب نہیں ہے۔ فرنا د میرے پاس موجود ہے۔ تم مجھے نہیں مار سکتے مارو گے تو تم بھی زندہ نہیں چھو گے۔ میں صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے کمزور پڑ جاتی ہوں۔ میری بیٹی بھی اب تمہارے جینوں سے نکل چکی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تم کیسے مجھ سے فرماتے کہ راز اگلو آؤ گے؟

اس نے ہنستے ہوئے کہا: جس طرح تمہاری زندگی کی پروا نہیں ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی جان داؤد پر لگا کر اپنی آواز فرنا د صاحب کو سناتا ہوں۔ ہم دونوں موت سے نہیں ڈرتے۔

میرے بیٹے نے مجھے چارہ بنا کر فرنا د صاحب کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اسی طرح تم چارہ بن کر میرے بیٹے کے سامنے موجود ہو۔ وہ گئی بات مرجانہ کی، تو وہ کہاں چلے گی۔ ہم نے کہاں تم لوگوں کو قید کیا ہے۔ دہاں دور دور تک آدمی موجود ہیں۔ مرجانہ کہیں بھی چلے گی، ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ جلد ہی میرے بیٹے کی حراست میں ہوگی۔ پھر تمہیں ایسی آذیتیں پہنچائی جائیں گی جسے تم توشت یاد برداشت کر لو اور مرنے کے لئے تیار ہو سکیں

فرنا د صاحب اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔ لیکن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ میری جان بے لیں گے۔ لیکن مجھے آدمی تمہیں آذیتیں پہنچائی ہیں گے۔ تمہیں زندہ رکھ رکھا کرتے جاؤ گے اور مار مار کر زندہ رکھیں گے۔ تب فرنا د صاحب کیا کریں گے، میں نے سانہ بانزنے کہا: اسی آدمی آپ کئے کہ آپ کو فرماتے سے دلچسپی نہیں ہے۔ آپ اس کا پتہ بتا دیں گی لیکن اسی مشرطہ پر کہ مرجانہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دکھیں اور اسے دونوں کو رہائی کے مشرطے تک پہنچا جائے۔ اس کے بعد آپ ان دونوں کو فرماتے کا پتہ بتا دیں گی۔ بنیادی مشرطہ یہی ہونی چاہیے کہ مرجانہ آپ کے پاس موجود ہو؟

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ لوٹیں۔ اسی وقت کہیں خانوسہ کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا گھر میں آیا۔ اس نے ایک کاغذ حشمت بیگ کی طرف بڑھا۔ حشمت بیگ نے اسے بڑھا، لکھا تھا: ہم سانہ بانز کو اسی وقت یہاں سے گاڑی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ سانپ اس جلتے ہوئے گھر سے نکل کر چاروں طرف پھیل رہے ہیں۔ لاکھ مکان میں بھی داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے ایک سانپ کو ٹوک کر لیا ماری ہے لیکن ان کی تعداد بھی خاصی ہے۔ یہیں ہاں سے نکل جانا چاہیے؟

یہ سنتے ہی حشمت بیگ کے ہوش اٹکے۔ وہ یہ کہتا ہوا کمرے سے صاف جاؤ، ہاں، ہاں۔ سانہ بانز کو فوراً یہاں سے نکال کر لے جاؤ؟

سانہ بانز اعتراض کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا: امان کے ساتھ چلیے۔ یہاں زہر ہے سانپ دودھ دودھ تک پھیلنے جا رہے ہیں۔ میں مرجانہ کی حفاظت کے لئے جا رہا ہوں؟

میں مرجانہ کے پاس آیا۔ وہ ابھی تک درخت پر چڑھی ہوئی بیٹھی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کی امی کو ایک گاڑی میں کہیں لے جایا جا رہا ہے۔ میں امید میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ ان کی طرف سے اے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اسی طرح اُدھونڈی دیر درخت پر بیٹھی ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔

اسے سنی کے کہ میں دماغی طور پر برسرِ موتی کے پاس حاضر ہو گیا اس سے کہا: میں تمہارے پاس ہوتے ہوئے بھی تمہارے پاس نہ رہ سکا۔ لیکن اب رہوں گا۔ میں آج اپنے جانے کا پروگرام ملتوی کرتا ہوں اور یہ بات میں ماسٹر کو ٹانگنا نکلا کو بتا دیتا ہوں میں آج نہیں کل جاؤں گا؟

وہ یہ سنتے ہی خوش ہو گئی۔ میں نے کہا: اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔ نیز پوری کرنے کے بعد ہم خوب جی ممبر کر رہیں کریں گے؟

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک دن کا حال ابھی کا تھا۔ میں نے اس سے کہا: دیکھو! اب تم درخت سے اتر کر کسی طرف بھی نکل سکتی ہو۔ دن کی روشنی میں سانپ سے نظر آجائیں گے۔ تم اپنا بیچا ڈرو کہو۔ میں سومرو کے پاس جاتا ہوں۔ دیکھوں گا کہ وہ جلال بیگ کا لکتا اچھ آدمی ہے اس طرح اس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔ تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا؟

مگر میں درخت سے اتر کر کہاں جاؤں؟ امی کو کہاں جایا جا رہا ہے۔ میں بھی اسی طرف جاؤں گی؟

ڈرا میر کر۔ میں تمہیں ابھی بتاؤں گا کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟

میں مشرطہ سومرو کے سامنے میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گاڑی کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی اسٹیئرنگ کیٹ پر اس کا ایک مسلح ماتحت ڈرائیور کی حقیقت سے واقف ہوا تھا۔ اس ماتحت نے گاڑی اشراف کی تھی۔ میں نے اسے بانز کے مبالغ میں پہنچ کر دیکھا کہ وہ بھی گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

میں نے چپ چاپ سومرو کے دماغ میں اس کی اپنی سوچ ڈالنے کے سوالات کئے۔ جواب ملا کہ سومرو کی گاڑی آگے جارہی ہے اور اس کے پیچھے جو گاڑی ہے۔ اس میں سانہ بانز موجود ہیں۔ یہ معلوم ہو گیا کہ ان کی منزل اب کہاں ہے۔ میں نے مرجانہ کے پاس کہا کہ دیکھو، اس وقت تم قریب غازی میں ہو۔ یہاں نماقاری امی کو رہی ہوگی (ظاہر ہے) لے جایا جا رہا ہے۔ لہذا میں بن قاری خان یا پانچ سو مل کے قاصد پرے تھیں اس شہر میں غازی میں ایک گھنٹے تک یونہی بٹھکنا ہوگا میں ابھی وہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے اسے کول ٹیپا رہ ظاہر میں جاتا ہوں۔ اگر تمہارے لیے نقصانی ہوگا نہ ہوتے ہوئے اسے گارنٹی دیتی ہوں۔ اور ان دشمنوں سے پہلے ہی ظاہر میں چھ جاؤ گی؟

وہ درخت سے اتر چکی تھی اور اس کے تنے کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی۔

میں نے غصے سے کہا کہ وہ کچھ پریشان ہے اور اپنی پریشان تھی جو سے جیسے شش کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟

"کوئی بات نہیں ہے۔ تم کہوں پوچھتے ہو؟"

"یونہی تمہارے دماغ سے پتہ چلے گا کہ تم پریشان ہو جوتو؟"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں ایک آدھ گھنٹے تک شہر میں ہی رہوں گی اور پھر اتنا انتظار کروں گی؟"

"ابھی بات ہے۔ میں جایا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس کے دماغ میں ہی وجود رہا۔ وہ اندر ہی اندر جذباتی

لکھتے محسوس کر رہی تھی تکلیف تو خراساں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی مگر کچھ عجیب سی بے چینی تھی۔ اپنی اس بے چینی کو وہ مجھے پھیلا رہی تھی حالانکہ اسے یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں تھی کہ وہ تبدیل ہونے والی ہے اور اس کے لیے بہت سے ہی مراحل سے گزرنا ضروری ہے اس وقت بھی اسے اچھی انداز کی ضرورت تھی۔

میں اس کے لیے طبی سہولتیں فراہم کر سکتا تھا لیکن کچھ کرنے سے پہلے میں نے مور کی تہلہ لکھے۔ یقین تھا کہ وہ جلد ہی جلال بیگ سے رابطہ قائم کرے گا میں جن وقت اس کے پاس پہنچا اس وقت اس کے سامنے ڈرائیور کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا اس کے اندر ایک ٹرانس مشرطہ نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے اسے رابطہ قائم کرنے کے لیے بین آں کر دیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے کہا: ہیلو مسز خان۔ بی بی آف بی ایس؟

وہ مخمف حوت میں کہہ رہا تھا۔ لیکن میں سمجھ گیا۔ بی بی کا مطلب تھا ایک باس اور بی بی اس کا مطلب تھا بلیک منڈ کیٹ۔ جلال بیگ نے جو مخمف نام کی تھی اس کا نام ایک سنڈ کیٹ رکھا تھا۔ اور خود اس سنڈ کیٹ کا کچھ باس کھلاتا تھا۔ گویا کہ سومرو اس وقت جلال بیگ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "میں پلینڈری کا ڈرائیور آن کر رہی آن لوسج ڈریکار ڈرائیور ہے آپ اپنا پیغام دیکھ کر ڈکڑاؤ؟"

دوسری طرف سے آنے والی آواز اسی صورت کی تھی میں اس صورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ صف میں دیکھ رہی تھی۔ ایک عالی بستر پر ٹری ہوئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر تباہی ہرکرات سے اُدھر اُدھر کوٹ لینے پر اور اسٹھے پر بھجور کیا۔ وہ برطانیائی باجقہ باؤں بھر دھن بڑے۔

پھر مباحثی سی ہو کر چاروں شانے جت ہو گئی۔ وہ اس بڑی طرح نشہ میں تھی کہ زبان سے صیغہ الغطا واد انہیں کر سکتی تھی۔ پھر دوسری طرف سے ٹرانسمر پراس کی آواز کیے آئی تھی؟

اس صورت کی آواز پہلے ریکارڈ کر لی گئی تھی کہ جب ہی ٹرانسمر پر غلبہ کیا جائے گا۔ تو کیسٹ کو پہلے صفے سے ہی آواز دے گی۔ کہ ریکارڈ آواز ان کی بری آواز سے ہو۔ اور یہی بات سٹر سومو و کوسٹان دی تھی۔ اور اب سومو و سائینڈیکام ریکارڈ کر لیا تھا۔ تاہم ریکارڈنگ کے وقت ہی ٹرانسمر سے خیانت دلا دی تھی جسے لیکن مرجانہ فرار ہو گئی ہے۔ اس نے سامنوں کے گھر میں لگا دی ہے۔ تمام سائپ منسٹر ہو کر اسے پاس لے کر نکالوں تک پہنچنے گئے ہیں۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی ہے اور اب سائرہ بانو کو لے کر طرائفین پیچ ہی رہے ہیں مرجانہ لانا ہے۔ حالہ کچھ آدمی شہرین غازی میں رہ گئے ہیں۔ وہ اسے مزید تلاش کر کے اور گرفتار کر کے نظر الیں لے آئے ہیں۔

سومو نے اپنی رپورٹ ریکارڈ کرانے کے بعد محوولی درینگ صلاب کا منتظر کیا۔ چہرے کے دماغ نے کہا۔ جواب اتنی جلد ہی نہیں ملے گا۔ جلال بیگ کی طرف سے خود ہی کوئی آواز آئے اسے مخاطب کرے گا۔ پھر اس کی رپورٹ کی مناسبت سے اسے ہدایتیں دی جائیں گی۔

اس نے ٹرانسمر آن کر کے ڈیش بورڈ کو تینڈر دیا میں وہاں سے اسٹرکور ٹا مانا لنگے پاس پہنچا۔ اسے مرجانہ کے متعلق ہدایت دینا چاہتا تھا کہ مرجانہ غازی میں اس کے آہم و آسانس اور آٹھ سفر کے انتظامات فوراً کیے جائیں۔ پھر اپنی رپورٹ اسے تھی کہ سبھی نے جاگ کر صبح کوڑی گئی ڈاٹر میں اور سوچی جگہ کر رہے تھے۔ اور مرجانہ اور سائرہ بانو نصیبت میں گرفتار تھیں۔ سویتا اور ڈریج جمال کی خبر میں سے بہت دیر سے نہیں لگتی تھی۔ اور کوئی مزوری بھی نہیں تھا۔ یہ یقین تھا کہ وہ ایسی تینڈر پوری کر رہے ہوں گے لیکن کر دیا مانگا بھی نکل جاگ رہا تھا۔ دوسری بہت ہی ہمدونیا ت تھیں۔ دیر سے سلسلے میں وہ ایک تاریک ہال میں بیٹھا تھا اور پرجہ کے پہلے والی فلم دیکھ رہا تھا۔ اس فلم میں لندن کی بڑی بڑی شخصیتوں کو تصویریں آتی تھیں اور ان کا لیکارڈ بیان کیا جا رہا تھا کہ کون کون شخص کیا ہے۔ یہ سب کچھ میرے لیے مہربان تھا۔ کر دیا مانگا میرے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہتا تھا کہ جب میں اس کا وہاں اختیار کروں تو مجھے بہت زیادہ دیک ایک آپ نہ کرنا پڑے۔ ماسک میک آپ سے بھی رعایت مل جائے۔ بلکہ جیکے میک آپ اور محوولی تینڈریوں کے لیے میں فرادگی حیثیت سے یہاں مانا جاؤں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بلا زخنیہ جناب میں آپ کی لیے کام کر رہا ہوں۔

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں تمہیں دو باتیں کہنے کے لیے آئی ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ میں جہاں ہوں وہاں ایک دن اور قیام کروں گا۔ دینی میں ہی کل لندن کے لیے روانہ ہوں گا۔ میرے لیے کل یہاں پہلی کو پڑیا

کون گھاڑی بھیجی جائے۔ دوسری بات یہ کہ مرجانہ اور سائرہ بانو کو شہرین غازی پہنچا گیا تھا۔ وہاں مرجانہ ان کی تیسرے نکل گیا تھا ہے۔ وہ لوگ سائرہ بانو کو طرائف لے جائے ہیں۔ مرجانہ اتنی بھی غازی میں ہے۔ آپ فوراً وہاں کے ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔ مرجانہ کے لیے کوڈ ڈیڈ تو قرار کریں۔ وہ اس کے ذریعہ وہاں کے ماسٹر سے ملاقات کرے گی۔ اس کے لیے وہاں قیام اور اس کے فری انتظامات ہوں اور آج ہی کسی طبلہ سے مرجانہ کو طرائف پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔ یہ کام آپ فوراً کریں۔"

کر دیا مانگا کے حکم سے پروردگیہ بند کر دیا گیا۔ ہال میں روشنی بج گئی اس نے ٹھہرے کہا۔ جناب میں ابھی مرجانہ کے لیے تمام انتظامات کیے ہیں۔ آپ مرجانہ کو یہ کوڈ ڈیڈ فراہم کریں۔ آئی ایم لے گا۔ محوولی کو فرام فرما دیں۔ تینڈر میں فرادگی تینڈر کی ایک کونوٹھی پوتلی پہنچی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنے دفتر میں آیا اور ٹرانسمر کے ذریعہ رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر ایک بات اور ہے میں ماسٹر آپ رابطہ قائم کریں اسے یہ ہدایت دیں کہ مرجانہ کو فوری طور پر لنگ لنگ کر آپ کی خدمت سے کسی ماسٹر ڈی واکر کی خدمات حاصل کی جائیں۔"

میں محوولی دیر کے لیے پھر سومو کے پاس آیا۔ ہال میں اس سے پوچھا ہوا تھا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ ٹرانسمر سے خود ہی اسے مخاطب کیا جائے گا۔ اور اس کے کیا کرنا ہے۔ اس کے متعلق ہدایتیں ہوں گی۔

میں اس کے پیچھے والی گھاڑی میں سائرہ بانو کے پاس پہنچ گیا اور اس کے پچھلے صفے میں سائرہ بانو، حسنت بیگ اور ویسٹ جان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ "آئی آپ نے حکم دیا۔ آپ کی بیٹی باگتہ تیرت سے ہے۔ آپ کو جہاں پہنچا جا چکا ہے۔ انکا انداز مرجانہ آپ سے پہلے وہاں پہنچ جائے گی۔"

میں نے سب کچھ کہا۔ میری سمجھ میں متین آج اب تک مرجانہ میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو رہی اور ملن کا نہیں کرتا۔"

"مرجانہ آپ کی نظروں کے سامنے بہت جلد آئے گی کیسے سفر کو ختم ہونے دیجیے۔ جو سکا ہے کہ سفر کے دوران ہی کوئی ایسا ہو جائے کہ مرجانہ آپ کو مل جائے۔ ہر حال ابھی کو صبر کرنا چاہیے۔ آپ کی بیٹی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں جب ہی مرجانہ کے پاس جانے کی بات کرتا تھا تو وہ ملتی۔ جاتی تھیں میں اس کے پاس پہنچا ہوا ٹھہرے ایک پارک میں جوئی تھا۔ تھے جوئے انداز میں ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگاتے تھے۔ وہاں میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تو میں آج کم کروں۔ میں ابھی محوولی دیر میں اس سے انتظامات کروں گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر کر دیا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ وقت کہا لگتا تھا۔ قائم کر لیا تھا اور مرجانہ کے سلسلے میں دوسرے ماسٹر کو تمام تصدیقات

تھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا بار؟"

"سب جیکس کے۔ وہاں طرائف میں ہمارا ایک ماسٹر ہے۔ اس کا نام ماسٹر عبداللہ بن میم ہے۔ اس نے تالیف کے مشرق غازی میں اس کے بہت ہی مباحثات تحت رہتے ہیں۔ وہ ابھی رابطہ قائم کر کے مرجانہ کے سلسلے میں ہدایت دے گا۔ مرجانہ تائے کہ وہ اس وقت شہر کے کسی صفے میں ہے۔ ماسٹر عبداللہ کے آدمی خود ہی وہاں پہنچ کر اس سے ملاقات کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "اس وقت وہ کسی پارک میں ایک درخت کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ ٹھہرو میں معلوم کر کے آتا ہوں۔"

میں نے مرجانہ کے پاس آکر پوچھا۔ "تم جہاں بیٹھی ہو کیا اس پارک کا نام یا اس جگہ کا نام معلوم کر کے بتا سکتی ہو؟"

مرجانہ نے اپنے یادوں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بچوں کا پارک ہے۔ جہاں ان کے کھیلنے کے لیے جموں اور ویڑو بنائے گئے ہیں۔ سائٹ ایک بہت چڑی شاہراہ ہے۔ شاہراہ کے دوسری طرف ایک بہت بڑی ہلے زرد رنگ کی عمارت ہے۔ اس عمارت پر ایک پراسائی ہوڈ لگا ہوا ہے۔ اس ساٹ پر بڑی ٹھکانا ہے۔" وہی فائن کی گئی آئی ایم۔

"ٹھکانے اسمٹھروئی ویراں وہاں پہنچا رہو۔ طرائف کے ماسٹر کا نام عبداللہ بن میم ہے۔ وہ غازی کے ماسٹروں کو رابطہ قائم کر کے حکم سے گانٹ وہ تھا ہے پاس آکر کھینچ لے جائیں گے۔ پھر تمہیں طرائف پہنچانے کے انتظامات کریں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں پھر ماسٹر کر دیا مانگا کے پاس پہنچ گیا۔ محوولی وہ لیدر کر دیا مانگا اور ماسٹر عبداللہ بن میم کے وہاں رابطہ قائم ہوا باتیں ہوئیں۔ پھر مجھے یہ چل گیا کہ مرجانہ بن فائن کی گئی آئی ایم کے بورڈوں کی عمارت کو دیکھ رہی ہے۔ دراصل وہی عمارت ماسٹر عبداللہ بن میم کے صفوں کا بیڈنگ ہاؤس ہے۔ میں نے یہ بات مرجانہ کو بتائی تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بہت آہستہ پارک سے باہر نکلنے لگی۔ اسی وقت میں عمارت سے دوکان نکل کر پارک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پارک کے گیٹ سے مرجانہ کو نکلنے کو رو دیا۔ وہ ٹھکانے لگے۔ ابھی آج کا وقت تھا۔ ماسٹر پر لنگ لنگ زیادہ نہیں تھی۔ آگاکا لوگ نظر آئے تھے۔ وہ دونوں مرجانہ کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور سولہ نظروں سے دیکھتے گئے۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔ "کوڈ ڈیڈ بیان کرو۔"

اس نے کہا۔ "آئی ایم لے گا۔ محوولی پورٹ فرم فرادگی تینڈر۔"

میں نے ہی ان میں سے ایک سے کہا۔ "مادامہ مرجانہ، آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آپ پہلے شہر میں آئی ہیں۔ یہاں خوش قسمتی سے ہے۔ بیٹے شریف لائے۔"

مرجانہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ "میں بھی قسمت میں طرائف پہنچا ہے۔ میں ہی کسی طرح میرے سفر کا انتظام فرما کریں۔"

"مادامہ آپ چل کر نکلیں۔ آپ کے لیے ہم ان کا بندوبست کرتے ہیں۔ آئی ایم میں سفر کے انتظامات ہو جائیں گے۔ میں چل رہا ہوں۔"

ہے کہ ہم آپ کے لیے ایک بہت ہی باہر اور تجربہ کار ایڈیٹر ڈاکٹر کی خدمات حاصل کریں؟"

مرجانہ نے چونک کر ان لوگوں کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ "جو کچھ کی خدمت نہیں ہے۔ ہم سبھی تم کو مجھ سے اپنی بات چھپا لوں۔ جو وقت ہو۔ ہر حال میں نے ہی ایڈیٹر ڈاکٹر کے لیے کہا ہے کہ تم اپنا جیک اب کر لو۔"

"فریاد تم نے کہہ لیا۔ ابھی ان اجنڈ میں تو فرادگی ہے۔ میں جی میری پریشانی ہے۔ میں اسے برداشت کروں گی لیکن پہلے تم کے پاس پہنچوں گی۔"

"یہ ہماری اچھی باتیں ہیں۔ پھر ماسٹر کے تمام آدمی تمہاری اتنی کے لیے چاروں طرف سے جا رہے ہیں۔ تمہیں اس کے فکرمیں کرنی چاہیے۔ جو میں تم سے باہر ہوں۔ ہر کوئی پہلے تمہارا جیک اب ہو گا۔ تم محوولی ویراچی تینڈر پوری کر دو گی۔ اس کے بعد سفر کا آغاز ہو گا اور اداشا اللہ تمہاری ہی سے پہلے طرائف پہنچو گی۔"

میں اس سے نصیحت ہو کر پھر سومو کے پاس پہنچا۔ اس نے ٹرانسمر کے ذریعے جو رپورٹ جلال بیگ تک پہنچائی تھی۔ اس کا جواب ملے کسی وقت میں مل سکتا تھا۔ لیکن جواب اب تک نہیں ملا تھا۔ سومو رپورٹ رہا تھا۔ اب تک ہال کی طرف سے ہدایات ملنے کا مطلب یہی ہے کہ میں جو سائرہ بانو کو طرائف لے جا رہی ہوں۔ وہ نہایت مناسب اقدام ہے اور بیگ ہال سے اپنے پتہ تک رہا ہے۔

ان کی سوچ پڑنے کے بعد میں اس کے دماغ سے نصیحت کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت پہنچا کہ سامنے ٹرائف بورڈ پر ایک شخص ماسٹر جلال بیگ رہا ہے۔ ٹرانسمر سے آشاہ مصلح ہوا تھا۔ سومو نے ڈیش بورڈ کو کھول کر ٹرانسمر کو ان کی یاد دہانی کے لگا۔ میٹلے سومو اور اسٹیلنگ ڈس اینڈ اور۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ تجسبی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ میں سومو کے دماغ سے اس کا ترجمہ معلوم کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "مستر سومو، وہیں مشیہ سے کہ فرادگی تمہاری پہنچ گیا ہے کیوں کہ مرجانہ جب سامنوں کے گھر سے نکل کر فرار ہوئی ہے تو وہ یقیناً تمہارے کیوں کی طرف تھی ہوگی۔ تمہارے کوئی بات اسنے ماتھوں سے کی ہوگی کہ مرجانہ کے کون کون کونسی ہوگی اور وہاں سے فریاد تک پہنچ گئی ہوگی۔ میں کی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اسی لیے میں یہاں آئی ہوں۔ تمہیں مختلف ہوں۔"

وہ رنٹھرا ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ دوسرے نے پھر وہی آواز سنائی دی۔ "مستر سومو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سائرہ بانو کو طرائف لے کر آئے۔ بیگ ہال سے کہہ لیا کہ مرجانہ دوبارہ ہاتھ نہ آئی تو جہاں یہ ڈریج کمزور ہو جائے گی۔ لہذا اسے ہر حال میں فرادگی نہ چاہیے۔ اس کے لیے ہم نے اسے طرزی چھپا کر لوگوں کو مرجانہ کی تلاش پر مامور کیا ہے۔ وہ اب تک یقیناً پھر ماسٹر کی پناہ میں پہنچ گئی ہوگی۔"

میں سے ہم بات بے ہے کہ کم اس وقت بہت ہی بڑی طرح



چادوں طرف سے گھبرے ہوئے کو ایک تو فریاد دہائی جی تھما ہے ساتھ ساتھ جہا  
ہے کیونکہ تھما ہے ساتھ ساتھ ساتھ باؤ چھین دی ہے، اگر فریاد سے نہیں  
اب تک سرب نہیں کیا ہے تو تھما رہی گئی کسی غلطی کے ذریعے محض اسے مارا  
نمک پیچہ سکتا ہے، دوسری بات یہ کہ سب ماسٹر نے چادوں طرف اپنا جاں  
بچھایا ہو گا، جو سکتا ہے کہ وہ کمر اوپر اسی جی پیچھے سے اور ساڑھ بالو کو لم  
سے چھین کر لے جائے، اصحابا دست فروری ہے، ہم تھما لے لے ایک  
بڑی کو چڑھیں گے کا انتظا کر لیتے ہیں، تم اس بسلی کو چڑھے کے ذریعے ساڑھ بانو  
کو لے کر ظاہر پیچہ چاؤ ۹

یتے ہی میں ماسٹر کو دانا لگانے کا اس پیچہ گیا، اس وقت وہ چارہ  
سوئے کے لیے جا رہا تھا، کچھ دن تار میں کھٹوں میں وہ شاید ایک دو گھنٹے  
ہی سوکتا تھا میں نے کہا، "میلو ماسٹر!"  
وہ چونک گیا کچھ سرستے سے اٹھ بیٹھا کہنے لگا، "یاں جناب فرمایے؟"  
" میں کیا ہوں، مجھے شرمندگی ہے کہ تمہیں آرام کرنے کا موقع نہیں  
مل رہا ہے لیکن ایک فروری کام ہے۔"

" فریاد صاحب! آپ تکلف نہ کریں، میں آپ کی خدمت کرتے ہوئے  
فرعونوں کرتا ہوں، آپ حکم کریں؟"  
" ماسٹر! میں اس کا آپ جانتے ہیں، ساڑھ بالو اس وقت ہی قازی او  
ظاہر میں کے درمیان سفر کرتی ہیں جو تھما نہیں لے جا رہا ہے، اسے اسی جوں  
بیک کی طرف سے بسلی کو پڑھنے کے ذریعے مدد بیچنے کی لودہ ساڑھ بالو کو بسلی کو پڑ  
میں ظاہر میں لے جانے کا یہ چاہتا ہوں اس سے پہلے آپ لوگوں کا  
بھلی کو پڑھنا چاہئے! ۹

" میں تمہیں کیا، اچھی من عبد اللہ بن عبیدم سے ایذا کو نہ کرتا ہوں،"  
تھوڑی دیر بعد وہ ٹرانسٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا میں اس  
کے دماغ میں موجود تھا، دوسری طرف سے ماسٹر عبد اللہ بن عبیدم کا آواز سنائی  
دی، "میلو ماسٹر، فریاد سے کیا کہتا ہے؟ ۹"

ماسٹر کو دانا لگانے کا، "ماسٹر! اس وقت فریاد صاحب ہمارے  
درمیان موجود ہیں، شاید وہ آپ کے پاس ہی دماغی طور پر پہنچا ہوا ہے کہ میں  
بہر حال اس وقت ابھی ساڑھ بانو تو ہی قازی او ظاہر میں کے درمیان و تھمنوں  
کا قدم میں ہیں، تھمنوں کا ایک بسلی کو پڑھنا ہے کہ ساڑھ بالو کو بعد میں ظاہر  
لے جانے کا کیا ایسا ممکن ہے کہ ان سے پہلے آپ اپنا بسلی کو پڑھنا یاں پہنچا  
ویں اور ساڑھ بالو کو وال سے اٹھا کر لے آئیں؟ ۹"

" میں ابھی اپنے بسلی کو پڑھنا چھتا ہوں، باقی جہادیت اس مسئلہ پر فروری  
جوں وہ فریاد صاحب مجھے فرمائے سکتے ہیں؟"  
" میں نے کہنا، ماسٹر! ماسٹر! ماسٹر! میں نے کہا، "میں ماسٹر عبد اللہ بن عبیدم  
کے دماغ میں پہنچے ہوں اسے پڑھ لوں،"  
ماسٹر کو دانا لگانے ہی کیا ماسٹر کو بتایا، فریاد صاحب تھما سے  
دماغ میں پہنچنے والے ہیں، اب تم بات کر لو، ۹

ادھر رابطہ قائم ہوا، ادھر میں نے ماسٹر عبد اللہ بن عبیدم کے دماغ میں پہنچ  
کر کہا، "میلو ماسٹر، میں فریاد کی تیسرے پھول ہا ہوں،"  
وہ چپ چاپ دید سے پھیلنے، اپنے دلایا کر دیکھنے نہ لے  
میری سوچ کو اپنے دماغ میں ٹھمنوں کر رہا تھا، اور فروری سوجھا، کیا فریاد  
صاحب اسی طرح دماغ میں رہتے ہیں یا ماسٹر دماغ توڑ لیں، رہا ہے؟ ۹  
" نہیں، ماسٹر میں فریاد کی تیسرے پھول ہا ہوں، ابھی ماسٹر کو دانا لگانے  
آپ سے رابطہ قائم کیا تھا، میں آپ کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ بسلی کو پڑھنا  
کسی ایسے شخص کو فروری چھینیں جو یو یو تان زبان جانتا ہو، وہ لوگ بہت مختص  
ہیں نوری زبان استعمال کیسے ہیں، جس کے ذریعے میں ان کے دماغ تک پہنچ  
سوں، لہذا میں ان کی پیال اچھی کو دانا جانتا ہوں،"

ماسٹر عبد اللہ بن عبیدم جہاں جہاں سا بیٹھا چہا تھا اچھی نکا سے  
پوری طرح یقین نہیں آیا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں بول رہا ہوں، مجبور  
ہو کر مجھے وہی تھکانے سے استعمال کرنے پڑے، یعنی اسے میں نے بیٹل سے پتا  
دیا، یہاں وہ کبھی اسی سیدھی حرکتیں کرنے والا ہے، وہ دیکھی ہی حرکتیں کرنے  
لگا اور جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تب وہ میری موجودگی کا  
قائل ہو گیا، ۹

اس کے بعد وہ بسلی کو پڑھنا وہاں سے پیچھے کے لیے تقریباً بیٹیاں  
منٹ تک مصروف رہا، اس بسلی کو پڑھنے کے بعد اس کا ایک ایسا شخص  
بھی تھا جو یو یو تان زبان جانتا تھا، ان سب سے میلا غائباً نہ تعارف کرایا گیا،  
اور میں نے ان سب کے دماغ میں پہنچ کر ان سے کہا کہ وقت پڑنے پر میں  
ان سے رابطہ قائم کروں گا، ۹

اس کے بعد میں مصروف دماغ میں پہنچا پتہ چلا، میں اس کے اعداد کے لیے  
بسلی کو پڑھ رہا تھا، میں نے پہنچا ہے میں نے چیکے چیکے اس کے دماغ کو دیکھا  
شروع کیا کہ جب بسلی کو پڑھنے کا وہ اس طرح معلوم کرے گا کہ بسلی کو پڑ  
اس کے سر پر پرواز کر رہا ہے اور اسے مخاطب کر رہا ہے، وہ اس کا اپنا ہی  
بے - دشمنوں کا نہیں ہے، ۹

اس کی صورت نے بتایا کہ ایسے وقت کو دور ڈا استعمال کیے جلتے  
ہیں بسلی بات تو تھے سے کہ تقریباً کوئی اچھی زبان استعمال کی جائے گی، دہر  
یک کہ کو دور ڈا میں سے کہا جلتا گا، "دی آفرام لی بی آئی بی ایس؟"  
میں نے اس کے دماغ کے ذریعے معلوم کیا کہ ان کا ٹیوں میں وہ اور  
ساڑھ بانو ستر فر ہے ہیں، ان کا ٹیوں کے رنگ کیا ہیں اور ان کی ساخت کیا  
ہے یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں بسلی کو پڑھنا پورا کرنے والے  
اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جو یو یو تان زبان جانتا تھا، میں نے اسے تا  
باقی تپاٹش گاڑیوں کے رنگ، ان کی ساخت اور وہ کو دور ڈا وغیرہ  
سب کچھ اسے یاد کرایا، تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ ہاں دے کے اس  
مقام پہنچے جہاں سے وہی دو گاڑیاں گزرتی تھیں -  
ان گاڑیوں کے قریب سے پہنچا پورا کرتے ہوئے ایکسپیکٹ کے لیے

کہا گیا، ماسٹر مصروف ہم قہ سے مخاطب میں رہی، آفرام لی بی آئی بی ایس گاڑیوں  
دک دو، ہوا پناہی کو پڑھی بلاتے رہا تا تب ہے، ۹  
گاڑیاں گئے گئیں، ان سے کچھ فاصلے پر وہ بسلی کو پڑھنا کھانا پانی سے  
پارتنے لگا، میں نے ساڑھ بانو سے کہا، "آپ اس کو گاڑی سے اتار کر  
ایک بسلی کو پڑھنا اور لایا جائے گا، آپ غامضی سے اس پر سوچو مجھے  
گھرانے کی کوئی بات نہیں ہے، ہم آپ کی نظر نہ کر رہے ہیں، آپ کو کوئی  
نقصان نہیں پہنچے گا، ۹

میں نے انھیں یہ نہیں بتایا کہ اب وہ دستوں میں پہنچ گئی ہیں اس  
کی وجہ یہی کہ شہادت ایک ان کے چہرے کے تاثرات سے شاید سمجھ لیتا کہ  
ان کی چال چلی جا رہی ہے، میں شہادت ایک کو شہد میں بدستہ نہیں کر چاہتا  
تھا، اسی لیے ساڑھ بانو کو اندھیرے میں رکھا تھا،  
تھوڑی دیر بعد مصروف اچھی گاڑی سے اتار کر بسلی کو پڑھنا طرف جانے  
لگا، اس کے پیچھے ساڑھ بانو شہادت ایک اور اس جہاں موجود ہے سو روئے  
قریب پہنچ کر یو یو تان زبان میں پوچھا، "بگ باس کا میرے متعلق کیا حکم ہے؟"  
اس یو یو تان زبان میں بولنے والے شخص نے کہا، "ہم آپس میں  
زیاہہ بات نہیں کریں گے، بگ باس تک ہلکے کہ آپ ہی گاڑی میں ظاہر میں  
پہنچیں، ساڑھ بانو کو کسی دوسری گاڑی لے جایا جا رہا ہے، اس جگہ کا نام  
ہم آپ کو نہیں بتائیں گے، ایسا نہ ہو کہ فریاد آپ کے دماغ میں موجود ہو  
اور وہ جگہ معلوم کر لے، ۹

مصروف نے تاہم میں سر ہلایا، اس دوران ساڑھ بانو اور شہادت ایک  
آہلی کو پڑھنا مصروف گئے، مصروف کے ساتھ آئے وہ اس کے یہاں مصروف کے  
ساتھ ہی وہ گئے، جب وہ بسلی کو پڑھنا وہاں سے سے پیٹھ ہو کر پورا د کر  
لگا تب تک مجھے نوری طرح اطمینان ہو گیا، ۹

میں نے مر جا سکے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ ایک آرام دہ بستر پر گہری  
نہندہ سو رہی تھی، میں نے اس سے کہا، "وہ بوجہ شخص مصروف سے پارک کے  
ساتھ ملاقات کر چکا تھا، میں نے اس کے دماغ کے ذریعے معلوم کیا کہ تقریباً  
دو گھنٹے کے بعد جہاں وہ بسلی کو پڑھنے کے لیے ظاہر میں بھجا جائے گا میں ماسٹر  
عبد اللہ بن عبیدم کے دماغ میں پہنچ گیا، وہ ٹرانسٹر کے سامنے بیٹھا ہوا  
آہلی کو پڑھنا افس سے رابطہ قائم کرے ہوئے تھا، اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس  
کے آدمی بڑی کامیابی سے اڑانی جھنڈے کے بغیر ساڑھ بانو کو لے کر اپنے پاس  
مل ٹھمتھ ایک کو پڑھنا، اس کو لے کر اپنے پاس میں اور شہادت ایک اب تک  
اکی نو سو تھی میں بیٹھا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی حفاظت میں ساڑھ بانو کو ظاہر میں  
لے جا رہا ہے، ۹

میں نے کہا، "ماسٹر، تھوڑی دیر میں ساڑھ بانو آپ کے پاس پہنچ  
ماتیں گی، مر جانے کے لیے بھی اپنے ماتحتوں کو حکم دیں کہ وہ نئے نہایت  
آرام اور حفاظت کے ساتھ آپ کے پاس پہنچا یا جلتے، دو نوں ماں  
نیکوں کو آپ پوری ذمہ داری سے حفاظت کروائیں، میں اب چارہ بانچہ لے

تک مونا جاتا ہوں، بہت تھکا گیا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اطمینان  
سے آرام کرنے کا موقع دے گئے؟ ۹

ماسٹر عبد اللہ بن عبیدم نے کہا، "جناب! آپ بالکل اطمینان رکھیں، دونوں  
ماں ہی کو کسی تک کہ تکلیف نہیں ہوگی،"  
میں مطمئن ہو کر ہاں سے چلا آیا، ماسٹر کو دانا لگانے کے دماغ میں پہنچ کر  
دیکھا، وہ بے چارہ گہری نہندہ سو رہا تھا، ابھی سوئے تھے میرے پاس  
دستی بھی گہری نہندہ سو رہی ہوئی تھی، دونوں کل نکل آیا تھا، بلکہ دھرتی تنہی،  
بگ باس ہی تھا جواب تک جاگ رہا تھا، میں نے بستر سے اٹھ کر اس کیلئے کے  
بازا کر دیکھا تو تمام اپنے اذہن کے ساتھ کھینکا کے باہر بیٹھا ہوا ہمارے  
جانے کا انتظار کر رہا تھا، ۹

میں نے کہا، "غلام، میں کچھ دنوں سے ایک تک سو نہیں سکتا تھا،  
مگر سو رہی ہیں، وہ ہیدر ہوجا رہی گی، تو تم ان سے پوچھ لیا، انھیں کسی چیز  
کی ضرورت ہے یا نہیں، میں اب سوئے جا رہا ہوں، چارہ بانچہ گھٹنے سے پہلے  
اب اس کیلئے باہر تین بیٹوں گا، ۹  
یک کہ کریں وہاں آیا اور اتنے ہی بستر پر لیٹ کر بھی  
بندر کریں، سوئے سے پہلے میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا پتہ  
چلا وہ اور ڈیر جمال پر اس پہنچنے کے بعد ایک باہر چارہ پانی نہندہ سو رہی کرے  
تھے، میں نے اپنے وہ دماغ کی وحدانیت کی ہم ایک ماں پانچ گھنٹے تک سنا ہوں،  
اس کے بعد ہیدر ہوجا واں۔ ۹

میری آنکھ کھل گئی، ہر سوئی پناہ ہی چینی میرے مہار ہونے کا  
انتظار کر رہی تھی، کچھ گھنٹے ہی وہ چھ پر بھج گئی، مجھے خواب کا سا سماں  
لگا جیسے میں اب تک سو رہا ہوں اور سیدھی کا داویوں میں روشنی کے ساتھ  
یہ خوبصورت لمحات گزار رہا ہوں، کچھ پرتیشہ کا نما بھی تھا اور سوئی تکی  
والماں داواوں کا نشہ بھی طاری تھا، کچھ دیر بعد ہی پوکی طرح ہیدر ہوجا گیا،  
بستر سے اٹھ کر غسل وغیرہ سے دماغ ہونے کے بعد میں اور سوئی  
کیلئے سے باہر تھے، غلام نے سکر کا استعمال کیا، تو فریاد ہی ہمارے پھیکنے  
کے انتظار کیے گئے، وہاں ہم کھانا کھاتے رہے اور باہر میں کرتے  
ہے، اس دوران سوئی باہر آئے کچھ موابہ نظروں سے دیکھی ہی، آخر میں  
نے پوچھ لیا، کیا بات ہے تم مجھے کھوں دیکھ رہی ہو؟ ۹  
"کیا تم میرے دماغ میں پہنچ کر میرے جس کو کچھ نہیں سکتے؟ ۹"  
"سبھی سکتا ہوں، تم خود ہی بتا دو تو جہتر ہے؟"  
"میں اس انتظار میں ہوں کہ تم ہمارے پاس بیٹھے بیٹھے بے دماغی  
طور پر وغیرہ ہوا ہو جائے اور بڑوں میں مصروف ہوجاؤ گے؟"  
میں نے جھپٹے ہوئے کہا، "ہاں، اگلے ساڑھ بالو مارجان اور سونا  
وغیرہ کی خبر لیا گیا ہے، لیکن مجھے اطمینان ہے، وہ سب محفوظ مقامات تک  
پہنچ چکی ہیں، انھیں دشمنوں کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، میں

الہمیان سے ان کے پاس جاؤں گا؟

رسوتی نے کہا: بیچلوں کا لشکر ہے رقم کچھ دیر تک ہمارے پاس دو ماہی طور پر موجود ہوگے!

غلام نے صراحت کر کہا: "آنا، آپ نے ہماری مالکہ کو پریشان کر دیا ہے، ایک تو جلد ہی ہمارے نصرت ہونے والے ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے پاس موجود وہ رقم بھی موجود نہیں رہتی۔"

"جہی شامیہ میں نہ کرو، میں بہت مجبور ہوں، پوشش کروں گا نہ ذلیلہ سے زیادہ وقت بھاری مالک کے پاس موجود ہوں"

لکھانے کے بعد میں نے ایک ٹھنڈا اور رسوتی کے ساتھ گزارا، اس سے خوب باتیں کرتا رہا، وہ خوش ہوتی رہی، ایک گھنٹے بعد میں نے کہا: اب اگر اجازت دو تو میں ان تمام لوگوں کو جبر سے ہوں؛

"ہہ سکر کر بولی: ہاں، یہ ضروری ہے، اب تمہیں ضرور ان کی خبر لینا چاہیے، میں بھاری دہشی کا انتظار کروں گی"

ہم دونوں باہم کتے ہوئے پھرتی بیٹھیں، آئے ہیں ایک بستر پر بیٹھا، کونے کونے میں نہیں جاتا تھا، اسی لیے ملتی مارا کرتی تھیں بندگیوں اور سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ پیر کے کے ماٹھے کے پاس ایک بہت ہی آرام دہ جیسے سجانے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی، اس کے ماٹھے کا سنا کر اسے ساڑھ باوا اور مرجان کے متعلق فرمائتا جانے کے کہا، وہ اس کا جواب دیا اور میں بھی ؟

سونیا کی زبانش ماٹھوں کے لیے حکم کا دہر بکھی تھی، پیر کے ماٹھے نے مارا کر دیا، انکے رابطہ قائم کیا، پھر اس کے ذریعے معلومات حاصل کئے جو سناے ماٹھے اندر بن سیم کے پاس پہنچا اور وہاں جو کچھ معلوم ہوا وہ اس نے سونیا کو بتایا۔

سونیا نے ان کی طرف سے مطمئن ہو کر کہا، ماٹھے میرے ساتھ جو صاحب ڈیر جمال آئے ہیں بیٹھے ہیں، انھیں ساڑھ بانوں کو بھی میں بھیجنا چاہتی تھی، لیکن اب میں ڈیر جمال کو اپنے ساتھ لے کر لندن جاؤ گی، آپ ماٹھے عبداللہ بن سیم کے کہیں کہہ کر جانے ادا اس کی اتھی کو لندن پہنچا دیں، وہاں مرجان کا علاج بہت ضروری ہے ؟

میں نے اس کے دماغ میں کہا: "ہیلو سونیا، میں بھلا سے پاس ہوں؛" وہ بے اختیار خوش ہوئی پھر عدلی سے سٹھن کرنا گوازی سے بلی نامی نے میرے پاس آئے کی کھینچ کھینچ کر گورا کی میں جان خریدتے ہے ہوں اور اگر تم مجھ سے اسی طرح درد ہر ہو تو میرے خیریت سے ڈو گی؛

"فضلو بائیں نہ کرو، میں تم سے کام کا ہاں کرنے آیا ہوں، اگر یہ کیا باتیں کروں تو تم خیر سے دکھانا؛"

"اچھا، کیا کیا کہہ رہے ہو ؟"

مرجان کو یقیناً علاج کے مسئلے میں لندن پہنچنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تم ڈیر جمال اور ساڑھ بانوں بھی وہاں پہنچو گے تو میری کیا ہوگا۔

ہم سب دشمنوں کو ایک ہی مقام پر مل جائیں گے، میں مختلف مقامات پر ہونا چاہتا ہے؛

"یعنی میں لندن نہ جاؤں ؟"

"تم تو فرود جاؤ گی، کیونکہ میں بھی اسی وہاں پہنچ رہا ہوں؛"

"پھر تو میں بھی وہاں نہیں جاؤں گی، مرجان تو کسے کے علاج کے لیے امریکہ چلی جاؤں گی؛"

"ہم نے مرجان کے علاج کے لیے جو پرگرام بتایا ہے اس کے مطابق وہ لندن میں بسے گی میں اس کی نگرانی کروں گا اور تم وہاں رہو گی، ساڑھ بانو اور ڈیر جمال کو کسی دوسرے ملک میں بھیجنا چاہیے گا؛"

"ساڑھ بانو اپنی بیٹی کو چھوڑ کر نہیں جائیں گی؛"

"انہیں کسی طرح بھیجا جا کر علیحدہ رہنے پر رضامندی کرنا ہی ہوگا، مرجان کے ذریعے اگر انھیں بھیجا جائے تو شاید وہ مان جائیں گی پھر یہ کچھ بیچاں کا ساتھ ہوگا تو وہ ہل جائیں گی؛"

"میں بھاری یہ بات مانتی ہوں کہ مرجان کے علاج کے دوران ماٹھے بانو اور ڈیر جمال کو دور دراز جانا ہے لیکن میں مرجان کے ساتھ لندن میں رہوں گی تو تم وہاں نہیں آؤ گے، اگر تم آؤ گے تو میں مرجان کو لے کر کسی دوسری جگہ چلی جاؤں گی، کیونکہ فیصلہ کر رہے ہو ؟"

"بھاری اس بات پر مجھے غور کرنا ہوا، لیکن میں اس کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں، ساٹھ سے پھر میری بیٹی کہاں ہے؟ تم سے اپنے ساتھ لگو، جو جب مجھ تم سے ملاقات ہوگی میں سامی کو تم سے لے لوں گا؛" تم پھر ملاقات کی بات کر رہے ہو میری بھاری ملاقات اب کبھی نہیں ہوگی؛

"چلو نہیں ہوگی، لیکن سامی کے متعلق محدود کرو؛"

سونیا نے ماٹھے سے سامی کے متعلق پوچھا، ماٹھے نے کہا: "ماما؛" ماٹھے سے روٹی کی موت کے بعد میں نے یہاں کا چارج لیا ہے، مجھے جو کچھ ملا اس میں وہ تم ہی تھی میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے، وہ یہ ہے میں ان کے خاص حالتوں سے ابھی دریافت کرتا ہوں؛

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا اور وہ دوسرے کمرے میں جانے لگا، سونیا نے سرج کے ذریعے پوچھا: "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں، تمہیں پھر ذکر کہاں جا سکتا ہوں؟"

"جو اس نہ کرو، یہ اشتعال زہا بن صرف ہوتی ہے لے رکھو؛"

"تم تو مل رہیں کر کیا بھری ہو؛"

نظر کو ٹوٹا بہت ہی ہوں؛"

"میں بھلی بیٹھی بیٹھی ایک ہوں کہ میں رسوتی کو نہیں چھوڑا ہوں رسوتی خود مجھے ٹھہرا رہی ہے، وہ اپنے بچے کی سلامتی کیلئے ایسا کر رہی ہے اور مجھے بھی بچے کی سلامتی نظر ہے؛"

"بچے کی سلامتی کی باتیں تمہیں آزادی مقصود ہے، تم کتنے شریف ہو، سو سونیا سے زیادہ فانی میں جانتا ہوں، مرجان میری بات کا جواب دو کہ لندن چاہے ہو یا ابلا اور وہ بدل ہے ہو ؟"

میں تختی پر دیکھ کر سوچنے لگا، اگر میں لندن جانے کی بات کروں گا تو سونیا مرجان کو وہاں نہیں جانے دے گی، میں مرجان کو دیکھتا ہوں گا تو کیا خیال نہیں ہوں گی، کیونکہ مرجان خود اس کی دلوانی تھی، اب دوسرے پولیس میں نے سوچا کہ سونیا کو دھوکے لے کر لندن پہنچ جاؤں، تب مجھے خیال آیا کہ وہ کتنے ہی جس کھتی ہے، لندن میں میری پڑپالے کی تو میری بوقتوں کو سنبھال لے گی۔

یہ سب سوچنے کے دوران میرے اندر کچھ بیہوشی ہی پیدا ہوئی، مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی ہاتھ میرے دماغ میں تلک رہتا ہے، میں نے اپنے دماغ کو ٹھنڈا کر لیا تو سونیا کی وہی سوچنے والی بات و دماغ میں جھینٹے لگی، مجھے یاد آیا کہ جب میں رسوتی کے ساتھ ایک ہتھکڑی میں قید کیا گیا تھا اور سونیا اسی جھیل میں قید کی گئی تھی، ناطقہ پر مرجان کے ساتھ تھی تو اس نے میری پڑکیوں میں سوچھی، وہ پوچھ کر سمجھ کر تعین کسے میری طرف آسکتی تھی۔

جب مجھے یہ بات یاد آئی تو یہ بھی یاد آیا کہ جب وہ جھیل میں مرجان کو تلاش کر رہی تھی تو اس وقت بھی اس نے مرجان کی پڑکیوں میں سوچھی تھی، وہ مرجان تک اسی طرح پوسٹنگ کر رہی تھی لیکن اس کی سوچنے کی اس کیا ہوئی؟ یہ سب ادب ہے جس کے ساتھ جھیل میں ادھر سے ادھر کیوں جھنگ رہی تھی ؟

میں یہ پوچھنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا، اسی وقت ماٹھے کے کمرے میں آکر کہا: "ماما، مجھے انہوں سے یہاں آپ کی بی سامی کے متعلق کچھ نہیں جانتا، میرے ماتحت بھی اس بارے میں لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں؛"

میں نے سونیا کے دماغ میں پوچھا: "سونیا، تم سوچنے کی جس رکھتی ہو سامی، بھاری بھاری سامی کا اس کی طرف سے تلک رہی ہے، کیا تم اس کی پوسٹنگ کس کے پاس نہیں پہنچا سکتی؟"

اس نے ایک گرمی سا سن میں پھر ہونے کی نیشیت سے تلک لگا کر بولی: "مجھے اس مسئلے میں یہاں کے ایک ڈاکٹر سے ملنا ہوگا؛"

میں نے پوچھا: "ڈاکٹر سے کیوں ملنا ہوگا؟"

وہ بولی: "بات یہ ہے کہ جہاں میں ڈاکٹر کو سوچتی تھی، وہاں دیکھا پھر کہ پوچھی میری ناک تلک پہنچی تھی، سوچنے کی جس اتنی تیر ہو گئی تھی، میں

جو گور پور بلاشت نہیں کر پا رہی تھی، کمرے سے وقت بڑی ہے میری ہوسم ہوئی تھی، اس پاس میں ڈور تک گونڈ کھڑو ہوا، کسی قسم کی بری ہو تو وہ مجھے بے چین کر دیتی تھی، میں نے ایک ڈور سے دوکھا، اس نے بتایا کہ وہ اتوار علاج کئے لیے میری سوچنے کی جن کو کم کر سکتا ہے، میں اس کے ذریعے علاج کرنے لگی، وہ مجھے لکھانے کے لیے دو ماہ دیتا تھا اور اجلاس میں لگتا تھا، جو جیسے میں نے اس کی سرکھنے کی جس کے دے کم ہو گئی ہے، لیکن اتنی تو میں پیرس کی حد وہاں بسنے والوں کی پوچھ سکتی تھی، لیکن اس کے بعد میں نہیں کیا تھا کہ نہ رفتہ نہ جس بند سچ کم ہونے لگی، اب اتنی کم ہو گئی ہے کہ میں صرف اپنے سامنے والوں کی پوچھوں کر سکتی ہوں، جو مجھ سے درد ہو یا میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو میں اس کی پوچھ سکتی؛"

"کیا تم دوبارہ علاج کروا گی اور اتنی سوچنے کی جس کو کجا ل کر ڈی؟"

"ہاں، اس صدمہ کو توجا ل کرنا چاہتی ہوں کہ لندن میں رہوں تو بھاری پوچھوں کر سوں تاکہ مہاں نہ ہو سکے؛"

"تم تو خواہ تو وہاں سے پیچھے پڑ گئی ہو، کیا میرے لیے یہ کر دے گی؟"

"بھلا سے جیسے شیطان سے درد رہنے کے لیے مجھے اپنی سوچنے کی جس کو کجا ل کرنا چاہیے؛"

"میں بدعا دو دیتا ہوں کہ اب کبھی بھاری سوچنے کی جس نہ کجا ل کر نہ ہو؛"

"بھاری اس بدعا سے ظاہر ہو گیا کہ نہ لکھتا ہوں نہ پوچھو گے؛"

"میں بھلا سے پاس بھی نہیں آؤں گا، اور یہی لندن جاؤں گا میں ساڑھ بازار ڈیر جمال کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں ہوں گا؛"

"یہ ہوئی نا، گا گل بات، میں نے ظہر پر معلومات حاصل کر لی ہیں، اگر تم ساڑھ بانو اور ڈیر جمال کے ساتھ سٹھے ہو، تو انہیں اگر تم مجھے دھوکا لے کر لندن پہنچا کی کوشش کی تو بہت برا ہوگا؛"

"میں دھکی نہ دو، میں نے کہہ دیا میں لندن نہیں آؤں گا، ہوسکے تو میری سامی کو تلاش کرو؛"

تختی پر تک اس سے لوگ بھونک ہوئی رہی پھر میں ساڑھ بانو کے پاس پہنچ گیا، "ہیلو، آپ کیسے ہیں؟"

وہ خوش ہو کر بولی: "بیٹے، خوش ہو، میں اللہ والے کے فضل سے خیریت ہوں، تم انہوں کی خیریت سناؤ؛"

"پتوں کا مطلب تو یہ ہوا کی کہ آپ جہاں صاحب کی خیریت پوچھنا چاہتی ہیں؛"

ملاقات ہو سکتی ہے، ویسے آپ کی خوشی اور اطمینان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ  
میرزا آپ کے پاس پہنچ گیا ہے؟  
”ہاں وہ میرے پاس پہنچ ہی ہے، مگر اس وقت میرے پھیلنے  
کے باوجود سخت بیگ کے پاس لگی ہے، ویسا وہ اسے بڑی طرح مارے گی۔  
اس سے انتقام لینے کے لیے تم سے جھگڑاؤ، میں نہیں چاہتی کہ وہ کسی کے ذمے سے  
پہننے ہاتھ ننگے۔“

آپ اطمینان رکھیں اسی وقت وہ ایسا نہیں کر سکتے گی میں اسے باز  
دکھوں گا۔ اچھا میں اس کے پاس پہنچ کر دیکھتا ہوں۔“  
یہ کہنے ہی میں میرزا کے چہرے پر تھمت بیگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔  
ایک خال کر کے کھینچنے لگا، وہ لڑائی مگر اور بڑی طرح گھبرا ہوا تھا۔  
پہلے تو وہ خوش نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے پہلی کوشش میں سوار کر لیا گیا تھا۔  
پہلی کوشش میں اسے بیٹھے ہی بھیجا ہلکا ہلکا طرابلس پہنچے تک وہ بھی گھسا گیا۔  
جب ساڑھ باؤ لو ایک نہایت ہی خوبصورت بیگ میں بیجا گیا تو وہ کہنے  
لگا۔ ”دیکھو میرے بیٹے نے کیسے اتفاقات کیے ہیں۔“ وہ بیگ سے ہنسنے میں  
اس کی پہنچ سے اب تم میںاں شہرہ کر آسانی سے فریاد کیا یہ بتاؤ گی؟  
اس وقت تک ساڑھ باؤ کو حلوہ ہو گیا تھا کہ وہ دوسروں میں لگی ہیں۔

انہوں نے ایک مسخ کی خدمت کیا، یہ مجھے خزانے کا پتہ پوچھ رہا ہے، لے  
فرمانے تک پہنچا دو۔“  
ساڑھ باؤ کی بات سنتے ہی وہ محافظوں سے اسے دوڑوں طرف سے  
پکڑ لیا، جب سخت بیگ نے خزانے اور پریشانی سے پوچھا ”کیا حرکت ہے؟  
تم لوگوں نے مجھے کون پکڑا ہے؟“

ساڑھ باؤ نے اس کو حقاقت سے دیکھتے ہوئے کہا ”جی چاہتا  
ہے تمھارے من پر چھو کر دوں، تمھیں جوتے گاؤں گھراؤں میری پردہ سن  
ایک شریف خاندان میں ہوئی ہے، اگر میں ایسی حرکت کروں گی تو تم میں اور  
بچھیں کون فرق نہیں ہے؟ کاظم سے فرما دیجئے گا، جاؤ اسے لے جاؤ۔“  
تب سخت بیگ کو پتہ چلا کہ وہ جو کھا کھا گیا ہے اور لڑی طرح  
بازی ہار چکا ہے، وہ دوسروں کے لیے لڑھا کھو رہا تھا خود ایک کڑے  
میں لگا ہے۔

اس کے سوچنے کے دوران کمرے کا دروازہ کھینچ لگا، وہ جلدی سے  
اٹھ کر کھڑا ہو گیا، کچھ ہنسنے دروازے پر چڑھی نظر اٹا اسے دیکھتے ہی  
اس کے ہوش اٹنے لگے، میرزا دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی، اس  
کے پیچھے دو مسخ محافظ تھے، وہ چہرہ بونگ سے اسے تہہ زخمی ہونے نظروں  
سے دیکھتی ہی، پھر اس نے غاصوشی سے دونوں ہاتھ اپنی کمر سے اٹھا کر پیچھے  
کی طرف ہاتھوں سے لپٹا رکھا، کیا جیسے محافظوں کو ہاتھ سے جانے کا حکم  
دے رہی ہو، محافظ باؤٹ ٹن ہو کر جلنے لگے، وہ کمرے کے اندر آئی اور  
دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔

سخت بیگ کھینچنے لگا، اس کے منہ سے مانے دہشت کے  
287

عجب و غریب آوازیں نکل گئیں، وہ کچھ کہتا چاہتا تھا، مگر جانے کی امید  
ایسی ناز کی تھی کہ اس کے منہ سے صحیح الفاظ نہیں نکل رہے تھے، جن لوگوں نے  
ساڑھ باؤ کو زانیہ میں سنا تھا اور لڑی طرح براہ کیا تھا، ان کے ساتھ میرزا  
کس بڑی طرح پیش آئی تھی، یہ بات سخت تک جانتا تھا، اسے یہ بھی معلوم  
تھا کہ ساڑھ باؤ نے اپنے ایک دشمن کو معاف کر دیا تھا۔

جب میرزا بہت آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اس کے قریب  
آئے لگی تو اس نے ہاتھ چوڑ کر کہا ”میں تمھاری ہی جتنی زبردستی میں تمھارے  
بابا کو بھی اتنے ہی انسان لادست اور ذلیل انسان تھے، شیون کو معاف  
کر دیا کرتے تھے، بڑی عمر دیکھو، میں تمھارے والد کی جگہ ہوں۔“  
اس کی بات لڑی ہوئی ہے میرزا نے دونوں ہاتھوں سے چھٹ  
کر اس کے گردیاں پکڑا، اور پھر ایک طرف جھک گئے کہ اسے سانس دانی  
دیوار کی طرف پھینک دیا، وہ لڑا لڑا آتا ہوا اس دیوار سے ٹکرایا، میرزا پہنچ  
کر لپٹی، کیلئے رتے آج تک ہارے کمرے باپ کی طرف ہے، پہلے کھانا  
کمریا ہا ہے، بڑی ماں کو بے نام کرتا ہوا آج موت نظر آ رہی ہے تو جو بدل  
گیا ہے، رشتہ بدل گیا ہے، لیکن میرے پور نہیں بدل گئے۔“  
وہ دیوار کی طرف سے کاتبے ہوئے بڑھ رہا تھا، میرزا نے اپنا ایک

ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا، وہ سم کر دیا، اسے چپکے لگا، میرزا کا وہ ہاتھ اس  
کی ٹھوڑی کے نیچے آیا پھر حتمت بیگ کو بولن لگا، جیسے اس کے دلو سے  
چبڑے آہی بیٹھے ہیں، کس نغمے ہوں۔ وہ بڑی طرح کاتبے لگا، بڑی دشمنی سے  
منہ کھول کر کہنے لگا ”بے... بے... میں جی کمرہ ہوں، مگر شہ زور ہو“  
میرزا نے اسے ایسی طرح جھڑکے سے تھا کہ لڑا لڑا اسے لگا کر ایک  
ہاتھ کی قوت سے ذرا اوپر اٹھا، پھر پھینچ دھکا کھائی، وہ لڑا لڑا اس کے  
سینے پر پاؤں رکھ کر لڑی ”جب سے انسان اس دنیا میں آیا ہے، برسوں  
شہ زور اور کزور کا کھیل جاری ہے، میاں بڑی چھلی چھوٹی کھینچی  
ہے، شہ زور کزور رکھیں، دیتا ہے کیلئے، جب میری ماں کزور تھی اور ظلم  
کر رہا تھا تو اس وقت تجھے یہ یاد نہیں آیا کہ میری ماں کزور ہے اور  
تو شہ زور ہے، کبھی وقت بدلے گا، تو کزور ہو گا اور تقدیر میری جی  
کا مذاق اڑائے گی؟“

اس نے جوت اس کے سینے پر رکھی تھی، اسی بات سے اس کے منہ  
کو زور سے کھل دیا، وہ خوش پر پڑنے لگا، اس نے اس کے ہاتھ کو کھینچی  
پکڑ کر ایک ننگا کھٹکا اور خوش پڑھا دیا، اس سے ایک قدم دور  
ہو کر لڑی ”جو طاقت دہمو ہے، وہ کبھی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ طاقت ور  
رہیں گے، وقت اور علم اور حالات اور تقدیر انہیں سمجھتی کزور نہیں  
بنائے گی، وہ قدرتی لنگھ کو بھول جاتے ہیں، جیسے وہ بھول گیا تھا، تجھے  
میں یاد دل رہی ہوں تاکہ وہ صے طاقت دونوں کو برکت حاصل ہو کر گئے  
والا وقت ایک عبرت کی گھڑی ہو، تب وہ کسی وقت بھی شہ زور کزور  
نہا دیا ہے۔“

پہلے ہی اس نے ایک ذور کی بات اس کے منہ پر ماری، وہ کہنے  
لگا، خوش پر پڑنے لگا، ہاتھ پاؤں ماننے لگا، جیسے موت کے اندھیرے  
میں ڈوب رہا ہو اور تیر کر رہا لگتا جاتا ہو۔  
”میرزا نے کہا، میرزا نے کہا، وہ کیا ہے، ماڈر لوگی؟“  
”اچھی نہیں، اچھی تو میں تھوڑا سا نوٹ پریش کر رہی ہوں، اپنی آنکھ  
سانے، اس کی اسی عزت کروں گی کہ موت کی بھیجک مانگے گا اور اسے  
موت نہیں ملے گی، میں اسے زندہ رکھ رکھ کر رکھوں گی۔“

”یہ تم اچھی طرح جانتی ہو، لڑائی ہی تمھاری ہی آنکھوں میں ان کے سانسے تم کو  
دو گی، یہ تم کو بچے گا، مینے گا، فریاد کرے گا، تو تمھاری ہی آنکھیں بچو  
کر رہیں گی، اسے معاف کر دو۔“  
وہ صبر جگ کر لڑی ”میں اسے ہرگز معاف نہیں کروں گی۔“  
”یہ تمھاری حسبہ روز تم اچھی آنکھ کے سامنے جھک جاؤ

مانا ہوں اور تم بھی۔“  
”تم چاہتے کیا ہو؟“  
”میں چاہتا ہوں کہ جو تم سے دینا چاہتی ہو وہی تم سے اس کے  
بیٹے کو ملے، اس کا بیٹا تمھے کہ طاقت کے گھنٹوں کو دوسروں کو پریشان کرنے  
پر یاد کرنے، جھگڑوں میں جھلکنے اور میں اپنے ملک سے دور رکھ کر مانے  
ملک کے ٹکڑے ہونے کا تمہارا بیٹے والے کا سہم کیا ہو سکتا ہے۔ یہ میں جلال  
بیگ کو سکھانا چاہتا ہوں۔“  
”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”جلال بیگ کی چال اسے دینا چاہتا ہوں، میری حتمت بیگ کے  
سینے پر موت کا ایک ماہ ہاتھ کا اس کے بیٹے کے پاس روانہ کر دیا، جلال  
کا اس جینگے کے ساتھ کہ اس کے تار کزور میں سے کوئی علیل ہو سکتا  
ہے، اور کوئی دوسرا کوشش کرے گا تو حتمت بیگ کے ساتھ اس کے دھکے  
سے ہلاک ہو جائے گا۔“

میرزا نے خوش ہو کر کہا ”ہاں، یہ بہت اچھی تدبیر ہے، میں نے کبھی  
بے کر تمھیں کھینچے، تم میری اہم قدم سب طرح ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہے،  
ہر لمحہ میں موت نظر آتی ہی میری حال اب جلال بیگ کا ہو گا۔“

وہ خوش پر اوندھے سر پہن کر لڑا، میرزا اس سے دو ہٹ  
کر اسے تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی، پھر اس کے دوازہ کھولا، بارہوی دو  
سخت جوان کمرے ہوئے تھے، اس نے کہا ”حتمت بیگ کو جا کر خوش  
کر لو، دھنک کر لیاں بسنا، اور اچھی طرح کھولا، پھلا، جو ہم سے بڑی  
عزت کے ساتھ اس کے بیٹے کے پاس پہنچائیں گے۔“  
حتمت بیگ میرزا جلال میں سس کر خوش پر پہنچ گیا، حیرانی سے  
لہنے دیکھنے لگا، جو اچھی بڑی طرح اسے مار رہی تھی، وہی اب اسے ہنسنے بھولنے  
اور کھلانے کے بات کر رہی تھی، میرزا اس کی طرف چل کر دیکھنے لگی  
تو وہ کم کر کھڑا ہو گیا، مہتابہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے پاس آئی اور

بولی ”تم سوچ رہے ہو گے کہ ایک گھر میں کون بدل گیا ہے؟“  
وہ ہاتھ چوڑ کر کہتے ہوئے بولا ”میں، مجھے معاف کر دو میں، میرزا  
تمہاں ہوئی کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں سوچوں گا۔“  
”ہاں، میں نے تمھیں اور تمھارے بیٹے کو معاف کر دیا ہے، اسی لیے  
تمھاری واپسی کا انتقام کر رہی ہوں۔“  
اس نے سخت بیگ کے سر پر ہاتھ رکھ کر پکڑنے ہوئے کہا۔  
”مجھے ہونا چاہو، کوئی کڑی کرنے سے پہلے اسے نوازا دھلا، اور کھلا پایا  
جاتا ہے؟“

یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے ہٹ گئی، پھر تیزی سے چلتے ہوئے کمرے  
سے باہر نکل گئی، سخت بیگ سے ہونے انگاز میں دیدے بھاڑا کاس  
قالی دور دوازے کو دیکھا، ہاتھ جواں سے وہ گزر گئی تھی، وہ دہشت سے  
بڑی طرح کانپ رہا تھا۔

واقعی یہ تدبیر مناسب تھی، کھلا بیگ کو اس کی چال کو نوازا جاتی  
اس کے باپ کے سینے پر ایک ٹکڑا لپیٹ کر اسے اس کے بیٹے کے ہونے  
کر دیا جاتا تھا، اس طرح کو فتح تھی کہ جیسا اپنے باپ سے محروم ہو جاتا، آنے  
والا وقت ہی بنا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

طرابلس کے ماسٹر عبداللہ بن مصعب کے سامنے اس تدبیر کو پیش  
کئے کرنا تھا، وہی ایسے اتفاقات کر سکتا تھا اور ماہرین کو  
کڑوری طور پر ایک ایسا نوازا تک تیار کر سکتا تھا، یہ سوچ کر میں ماسٹر  
عبداللہ بن مصعب کے دماغ میں پہنچ گیا، اس وقت وہ ایک گھڑی دو شہ زور  
کے ساتھ تھا، میں فوراً ہی لاچار پڑھا، اس کے دماغ سے نکل آیا۔  
میں تھوڑی دیر تک خود کھالی الذہن رکھنے کی کوشش  
کر رہا تھا، کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ پھر دوبارہ ماسٹر عبداللہ بن  
کے پاس پہنچا، اس وقت وہ ایک آرمہ بیگ پر نیم دراز تھا، اور گھڑی  
دو شہ زور سے کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں ماسٹر کے  
دماغ سے ترجمہ سننے لگا۔

ماسٹر نے پوچھا ”تم سونپا اور میرزا کو کیسے جانتی ہو؟“  
”انھیں کون نہیں جانتا۔ میں نے ان کے متعلق پڑھا  
جی ہے اور دوسروں سے سنا، جی ہے، کیا تمھیں بھی اسی آتی ہے؟“  
ملاقات ہوئی ہے؟“

ماسٹر نے لہجے سے پھر فرسے ہاتھ اٹھائے، بولنے لگا۔  
”میری توفیق و صاحب سے براہ راست پہلی بیٹی کے ذریعے  
گفتگو ہوئی ہے، ان کی ساتھی میرزا اور اس کی والدہ میری  
صمان ہیں۔“  
آنکھوں کی نے خوش ہو کر بوجھیا، پھر لڑائی کے نتیجے  
فریاد بھی آیا ہو گا؟“  
283

”نہیں فریاد صاحب نہیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ہونوں کے ساتھ ان کا دشمن شمت بیگ ہے جسے ہم نے ایک کرسے میں قید کر رکھا ہے۔ اب فریاد صاحب اس کے متعلق جو فیصلہ کریں گے۔ جو اس پر عمل کر رہے گے۔“

”کیا وہ قیدی بہت خطرناک ہے؟“

”بہاگل نہیں۔ وہ تو ایک بوڑھا اور بے ضرر آدمی ہے۔ وہ بولنی نہ پائے بوڑھا تو کسی بوڑھے کا ذکر سنتی ہوں تو مجھے اپنا باپ یاد آ جاتا ہے۔ مجھے اچانک ہی اس بوڑھے سے ہمدردی ہوجاتی ہے، کیا میں اسے ایک نظر دیکھ سکتی ہوں؟“

”جھلا تم اسے دیکھ کر کیا کر دگی؟“

”میں نے بتایا، اب میں چھوٹی سی چھٹی سی تھی تب ہی میرا باپ بچھے اور میری ماں کو چھوڑ کر چلا گیا تھا مگر میں اسے بھلا نہیں سکتی۔ میری ماں کہتی ہے کہ اب وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہوں گے، میں کسی بھی بوڑھے کو دیکھتی ہوں تو اس میں مجھے اپنے باپ کی جھک دکھائی دیتی ہے۔“

”ماستر عبداللہ بن مہیم نے سبتے ہونے کا تم مجھے بتا کر جو ہم نے سبتے دشمن کی حیثیت سے قید کر رکھا ہے تم نے اسے اپنا باپ سمجھ کر رکھا جا رہی ہو۔“

”تو کیا ہوا۔ میں اسے جھکا کر تو نہیں لے جاؤں گی۔“

”ماستر نے ذرا سے تنہا لگاتے ہوئے کہا: ”ہمارا قید سے کسی کو لے جانا آنا آسان نہیں ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد بغیر اس سے ملاؤں گا۔“

مجھے کچھ شبہ نہ ہوا۔ اس لڑکی کی باتوں پر غور کرنے لگا، میں نے باتیں کرتے ہوئے اچانک ہی سونپا اور مردار سے گزر کر بات کا رخ شمت بیگ کی طرف موڑ دیا تھا اور پتے اٹھ رہا تھا کہ وہ اس سے ملنا چاہتی تھی۔

اب تک یہی دیکھنے میں آیا تھا کہ لوگ میری شیپ چینی سے بچھ سے اور سونپا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ یہ میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا کہ کوئی عورت ہمارے دشمن میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میں ماسٹر کو اس وقت غائب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے مخالف کرنے سے وہ چونک کر فراموش ہوجاتا تو اس کی محبوبہ کو معلوم ہوجاتا کہ مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ میں اسے شبہ میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہذا میں نے مرزا کو مخاطب کیا۔

”ہیلو مرزا! تم اس وقت جہاں ہو دوں گے، ماسٹر سے کیسے رابطہ قائم کرتی ہو؟“

”اس نے کہا: میں شیل فون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں۔“

”تھیک ہے اس کے فرائض کو۔“

مرزا نے ریسپورڈ اٹھا کر فرائض کیا۔ جب رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے مرزا کی زبان سے کہا: ”ہیلو! میں مرزا ہوں یہی ہوں ماسٹر عبداللہ بن مہیم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہاؤم! ہولڈ کریں۔ ابھی رابطہ قائم ہو جائے گا۔“

جس نے مرزا کو انتظار کرنے کے لیے کہا تھا میں اس کے داغ میں بیٹھ گیا اس نے اسٹراکس کے ذریعے ماسٹر عبداللہ بن مہیم کو اطلاع دی تھی کہ ہاؤم مرزا اس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔

ماسٹر نے اپنے مرنے لکھے ہوئے ریسپورڈ اٹھا کر کہا: ”ہیلو ہاؤم! میں ماسٹر عبداللہ بن مہیم آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ سزائیے۔“

میں نے مرزا کی زبان سے کہا: ”میں چاہتی ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے سے باہر تشریف لے آئیں اور باہر کے ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کریں۔“

”بہت اچھا، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔“

”اس نے ریسپورڈ رکھ دیا۔ میں نے مرزا سے کہا: اب تم ریسپورڈ رکھ دو۔ وہ میں ماسٹر سے بات کر لوں گا۔“

مرزا نے پوچھا: ”کیا کوئی خاص بات ہے؟“

”میں ابھی آکر نہیں بتا دوں گا۔“

یہ کہہ کر میں اس شخص کے داغ میں بیٹھ گیا جس نے مرزا کے فون کا رابطہ ماسٹر کے فون سے ملا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ماسٹر یہی خواب گاہ سے باہر نکلا تو میں نے اس شخص کی زبانی کہا: ”ہیلو ماسٹر! اس وقت میں آپ کا منت تیار۔ فریاد دہلی تیمور رول رہا ہوں۔“

وہ اپنے ماتحت کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ ماتحت نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھانے ہوئے کہا: ”ایس ماسٹر! میں فریاد دہلی تیمور ہوں۔ میں ٹیلی فون کے ذریعے بھی رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن آپ کی خواب گاہ میں جو سبتے ہے اسے ہمارے رابطے کا علم ہوجاتا اور یہ میں نہیں چاہتا تھا۔“

”فریاد یہ ہیں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

”پتلے تو میں نے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی خواب گاہ میں موجود لڑکی کون ہے؟“

”وہ ایک مقامی لڑکی ہے اس کا نام سلوی ہے۔“

”میں نے آپ کے داغ سے معلوم کیا ہے کہ وہ انگریزی ہے۔ پھر مقامی کیسے ہو گئی؟“

”اس کا باپ انگریز تھا۔ ماں مقامی تھی۔ باپ بچپن میں گئے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ رگ اور نسل کے اعتبار سے انگریزی ہے۔ پھر تو وہ انگریزی بھی سمجھتی ہو گئی؟“

”نہیں اس کی ماں نے اسے انگریزی کی تعلیم نہیں دی۔“

”میں نے اپنے باپ سے نفرت تھی اس لیے اس کی زبان سے بھی نفرت رہی۔ وہ صرف مقامی زبان بولتی ہے۔“

”ماسٹر مجھے اس لڑکی پر شبہ ہے۔ آپ فوراً اسے شمت بیگ سے ملانے کا انتظام کریں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں اس سے ملنا چاہتی ہے۔“

ماسٹر نے عارفی سے اپنے ماتحت کو دیکھ کر کہا: ”زاد صاحب! تعجب ہے آپ نے وہ ساری باتیں سن لیں جبکہ ہم مقامی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ یہ جان سکتے ہیں تو کیا یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ شمت بیگ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟“

”میں اس کی زبان نہیں جانتا اس لیے اس کے داغ میں نہیں بیٹھ سکتا میں نے جو کچھ معلوم کیا ہے وہ آپ کے داغ میں رہ کر معلوم کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ خود اسے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ آپ کا کوئی ماتحت اسے شمت بیگ کے پاس چھوڑ آئے۔“

”کہہ دو تمہاری میں شمت بیگ سے ملاقات کر سکے۔“

ماسٹر نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے لڑکی کو ایک ماتحت کے ساتھ شمت بیگ کے پاس بھیج دیا۔ ماسٹر کی رہائش گاہ کے ساتھ ہی ایک مکان میں شمت بیگ قید تھا۔ اس کے قریب ہی ایک خانہ دار بیٹھے ہیں مرزا اور سائزہ بانو کوٹھڑا لگا تھا وہ ماتحت لڑکی کو شمت بیگ کے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں شمت بیگ کے داغ میں جا چھپا لڑکی نے دروازے کی جانب دیکھ کر یہ اطمینان کرنے کے بعد کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہے مصلحتاً ہاتھ کیلتے بڑھاتے ہوئے اپنی زبان میں یہی کہہ گیا۔ شمت بیگ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تب ایک بار پھر اس نے دروازے کی طرف مخاطب نظر سے دیکھا۔ اس کے بعد آہستگی سے انگریزی زبان میں بولی: ”میرا نام سلوی ہے۔ مجھ سے مصافحہ کیجئے۔“

شمت بیگ نے بے دلی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے ہاتھ ملاتے ہی وہ چونک گیا اس کے ہاتھوں کے

درمیان کوئی ٹھوس سی چیز تھی۔ شمت بیگ نے اس چیز کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ وہ ایک انگوٹھی تھی، سلوی نے آہستگی سے کہا: ”اسے نہیں لیجئے۔ یہ ایک بیکری ہے۔ دشمن آپ کو جہاں بھی لے جائیں گے میں خبر ہو جائے گی اور ہم موقع ملنے ہی آپ کو رہا کر لیں گے۔ ہمدردی ملاقات کے لیے میں ہر چھپا جلتے تو اتنا ہی کہہ دینا کہ میں ایک میٹھی کن کرانی تھی اور آپ کی شخصیت میں اپنے باپ کی جھک تلاش کر رہی تھی۔ شمت بیگ نے غمناک ہو کر کہا: ”تھیک ہے۔ میں یہی کسوں کا میرے بیٹے سے رابطہ قائم ہوا تو اس سے کہنا کہ مجھے جلدی بیان سے آزاد کرانے۔ مرزا نے مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔“

”آپ بالکل غور کریں۔ آپ کے لیے سختی سے کاہد کی گئی ہے کہ انگوٹھی پہننے کے بعد اسے بالکل بھول جائیں۔ اگر آپ انگوٹھی کے متعلق سوچیں گے تو فریاد دہلی وقت بھی آپ کے داغ میں بیٹھ کر اس کی حقیقت معلوم کر لے گا۔“

اس نے انگوٹھی پہن کر کہا: ”میں غمناک بات سمجھ گیا ہوں۔ سلوی دہلی سے باہر آگئی۔ مسلح محافظوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ میں نے ماسٹر عبداللہ بن مہیم کے داغ میں بیٹھ کر پوچھا: ”آپ سے سلوی کی جان بچانے کے لئے وہ کی ہے؟“

”غیاب! وہ آج صبح ہی ایئر پورٹ پر چلی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں وہ سستی ہو گئی۔ کیا کچھ گڑبڑ ہوئی ہے؟“

”سلوی نے شمت بیگ کو ایک انگوٹھی دی ہے جو درمیان ایک انڈیکریٹر ہے جس کے ذریعے جلال بیگ کے آدمیوں کو شمت بیگ کا سراغ ملتا ہے گا۔“

ماسٹر نے غصے سے چٹھیاں پھینچ کر کہا: ”کیوں، دلیل مجھے محبت کا فریب لے کر لوبانے آئی ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”آپ اس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو سلوک سائزہ بانو کے ساتھ کیا گیا تھا، وہی سلوک شمت بیگ کے ساتھ کیا جائے۔ آپ اپنے ماہری کے ذریعے ایک ایسے ہی کام انجام کریں۔“

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

وہ ریسپورڈ پر بات سنتے لگا۔ میں اس کے داغ کے ریسپورڈ سن رہا تھا۔ دوسری طرف اس کا ایک ماتحت لڑکا تھا۔ جلال بیگ سیر ماسٹر سے اپنے باپ کی رہائی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ شمت بیگ کی رہائی کے مسئلے میں کوئی سمجھوتا کرنا چاہتا ہے۔ سیر ماسٹر نے کہہ کر اس کا فیصلہ فریاد صاحب

ہی کر سکتے ہیں۔ لہذا فریاد صاحب کے فیصلے سے اُسے جلد از حد آگاہ کیا جائے۔  
 ماسٹر نے کہا: ابھی بات ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔  
 یہ کہہ کر اُس نے لیسور دکھا۔ پھر تیری طرف دیکھتے دیکھتے بولا: "سب ماسٹر نے کہا ہے کہ..."  
 وہ کہتے کہتے دک گیا اور جھینپ کر لولا۔ "اوہ میں تو بھول ہی گیا کہ آپ نے جلی میٹھی کے ذریعے سب کچھ سن لیا ہوگا۔ فریڈ نے میں سب ماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

سے چپ چاپ بیٹھی دلوار کو تکتی رہی، ہر کیا فریاد آیا ہے؟  
 "جی ہاں امی! ابھی میں اُن سے ہی باتیں کر رہی تھی۔  
 ایک ضروری بات آپ کے کتا جانتی ہوں۔"  
 وہ اپنی امی کو سمجھانے لگی۔ میں ماسٹر کو لانا لگا کے پاس جلا آیا۔ وہ اپنے دو گیسے معاملات میں مصروف تھا۔ سب مخاطب کرتے ہی وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا: "میں سب ماسٹر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ فریڈ نے۔"  
 "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کل یہاں سے میری روانگی کے کیا انتظامات کیے گئے ہیں اور کچھ کس روپ میں لندن پہنچانے؟"

"وہی جو ہیں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ حضرت بیگ کے کٹے سے موت کو لگا کر جلال بیگ کے نام ایک خط لکھی جانے لگا۔ کو جو ہم اُس کے باپ کے سینے سے ہاتھ دیکھا ہے اس کے ہاتھ اُس کا بیٹا جلال بیگ ہی جٹا سکتا ہے اور فریاد جلال بیگ کے دماغ میں پہنچ کر تھامے گا کہ اس ہم کا کون سا وارث ناما ہے۔"  
 ماسٹر نے کہا: "جناب! جلال بیگ آپ کو اپنے دلخوشیاں سننے کا کوئی موقع نہیں ہے گا۔"  
 "یہ فیصلہ اُسے کرنا چاہیے۔ اپنے باپ کی زندگی چاہتا ہے یا موت؟ زندگی چاہتا ہے تو میری بیٹی بیٹی کی زندگی اُسے بغیر نہیں ہے۔"

"جناب! ہم نے آپ کے لیے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے۔ آپ آسانی سے اس کا روپ اختیار کر سکتے ہیں۔ کو تکرہ تو فراغت میں آپ جیسا ہی ہے بھوت بھی آپ جیسا ہے اُس کا تعلق بھارت سے ہے، نام پران پریمی ہے۔ وہ بہت ہی مشہور ہوئی ہے۔ لندن میں ان دنوں اونٹے اپنے خاندان میں اُس کا چرچا ہے۔ سنی کا رشتا ہی خاندان میں بھی اُس کی آمد و رفت ہے۔ دولت مند انگریز عورتوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں جاننے کا محظوظ رہتا ہے اور وہ عورتوں سے خاصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ پران پریمی کی مقبولیت کی یہ وجہ ہے۔ ایک نووہ نو جوان اور خیر ہے۔ دو گیسے ان دولت مند عورتوں اور مردوں کی نفسیات سمجھنے یعنی اُن کی تہمت کا جان بنا کر اُن کے دل جیت لیتا ہے۔ جہاں خیال ہے آپ جلی بیٹی کے ذریعے یہ کام آسانی سے کر سکیں گے۔"

میں اُس سے رحمت ہو کر مزاج کے پاس آیا۔ وہ اپنی اتنی سے اپنے علاج کے متعلق گفتگو کر رہی تھی۔ میں نے کہا: "مزاج! اپنی اتنی سے کو تو تم علاج کے لیے لندن جاؤ گی تو وہ تمہارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ وہاں صرف میں اور سونیا تھا کہ ساتھ رہیں گے۔ اگر بخدا ہی اتنی اور ڈیڑھ جلال بھی وہاں ہے تو دشمن کو ایک ہی جگہ ہم پر حملہ کرنے اور ہمیں نقصان پہنچانے کا اچھا موقع ہاتھ آجائے گا۔ ہمیں ایک جگہ اکٹھے نہیں ہونا چاہیے۔"

"ماسٹر آپ کا انتخاب بہت خوب ہے۔ ایک تو پران پریمی ایشیائی باقیذہ ہے۔ میری اور اُس کی زبان ملتی جلتی ہے؛ دوسرے یہ کہ اُس کی شخصیت اختیار کر کے میں بڑے بڑے خاندانوں کی بڑی بڑی تقریبات میں شریک ہو سکتا ہوں گا۔ جو سکتا ہے جلال بیگ بھی ان تقریبات میں شرکت کرتا ہو لیکن اصل پران پریمی کا کیلئے گا؟"

"یہ تمہارے دل کی بات کسی ہے۔ میرا بھی خیال ہے کہ مجھے اور اتنی کو ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے تاکہ جلال بیگ ہم دونوں کو ایک ساتھ شکار نہ کر سکے لیکن وہ میرے علاج کے دوران کہاں رہیں گی؟"  
 "تمہاری امی اور ڈیڑھ جلال کو سپر ماسٹر کی نگرانی میں رکھنا چھوڑ دیا جائے گا۔"  
 "یہ ٹھیک ہے۔"  
 "تمہارے کنبے سے کچھ نہیں ہوگا اپنی اتنی کو کسی طرح راضی کرو میں پھر آؤں گا۔"  
 ساتھ ہانسنے پوچھا: "بیٹی! کیا بات ہے۔ تم بڑی دیر

"وہ ہمارا ہی آدمی ہے۔ ہمارے ہی نظریے والے ہیں۔ وہ آپ کی خاطر لندن چھوڑے گا۔ کوئی اور روپ اختیار کر کے کسی دوسرے ملک چلا جائے گا۔ دام مزاج کے علاج اور جلال بیگ کے ہاتھ آجانے کے بعد جب آپ لندن چھوڑ دیں گے تو وہ اپنی جگہ واپس چلا آئے گا۔"  
 "مجھے پران پریمی کی آواز اس کا بوجھ اُس کی مصرفیات اور اُس کے بسبب متعلق معاملات کیسے حل ہوں گی؟"  
 "ہم نے اس سلسلے میں سارے انتظامات کر دیے ہیں کل

ایک پہلی کا پڑھ چیلوں کی اس سستی سے کچھ فاصلے پر پہنچنے کا جان آپ کا قیام ہے۔ اُس کے ذریعے آپ ایک جگہ پہنچانے جائیں گے جہاں آپ کے لیے ایک طیارہ موجود ہوگا۔ اس طیارے میں آپ کو پران پریمی کے متعلق تمام تفصیلی معلومات بھی مل جائیں گی۔"  
 میں اُس سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر کئی مسائل مزاج ہو گیا۔ بہت خیال غمناک ہوئی تھی۔ اُس دن مجھے کیس نہیں جانا تھا۔ میرا زارا درسا تو بالو کی طرف سے اطمینان تھا۔ حضرت بیگ کے نکلے سے جو موت ہانڈھی جانے والی تھی اُس کیلئے ابھی خیال غمناک ضروری نہیں تھی۔

میں نے بہت سے اٹھ کر بھر لیا۔ انڈیا ٹی۔ بیٹھے رہنے کی تھکن اُٹاری اور ہانڈھی پاؤں جھٹک کر کھینٹے باہر گیا۔ رستوی غلام کی کتیا میں بیٹھی اُس سے باتیں کر رہی تھی۔ دونوں مجھے دیکھ کر خوش ہوئے۔ میں نے ہاتھ اُٹائی کر کہا: "میں نے اُسے خوش خبری سنا دی کہ رات کے دس بجے تک باہل نرسٹ سے تمہارے پاس نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر میرے قریب آگئی۔ اُٹھنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں لے گیا۔ ہم ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے نہتے مسکراتے کتیا سے باہر آگئی کی سیر کرنے لگے۔  
 وہاں کے تمام جھنڈے برشے بڑے بڑے نیڑے اور تیرکان لگتے تھے لیکن غلام کے جو اپنے خاص ماحمت یا سپاہی تھے وہ بندھنوں اور اسٹین گنوں سے لیسے تھے۔ کتیاں اور ہنڈھ پنتے تھے۔ غلام ہنڈھائی کرنا ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ اُس کے دونوں طرف دو مسلح جوان تھے۔ باقی ہمارے پیچھے چل رہے تھے۔ ہم ان کے درمیان بائیں کر رہے تھے۔ غلام جس طرف سے گزرتا تھا لوگ اُسے دیکھ کر زمین پر گھٹکتے دیکھ کر ترس جھکا لیتے تھے۔ وہ چھوٹی سی سستی تھی۔ ہم وہاں سے نکل کر ایک بہت وسیع میدان میں آئے۔ اُس میدان کے آخری سرے پر ایک نمودی پھاڑی تھی۔ اسی پھاڑی پر وہی چھوڑی تھی جہاں سے ہم اپنی جان بچا کر یہاں پہنچے تھے۔ جھنڈی بیٹی سے نفرتیں تو ابھی بھی لیکن اُس جگہ کو دیکھتے ہی رستوی ہولے سے کانپ گئی۔ اُسے خود بخود گدھا یاد آگئے تھے۔ اُس نے کہا: "فریاد! ہم کہاں جا کر پھینس گئے تھے۔ جھنڈوں کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم وہاں سے صحیح سلامت نکل آئے۔"

اُس کی بات سن کر میرا دماغ کچھ کھٹک سا گیا۔ جب بھی

فدا کے سامنے جھکتے اور شکر ادا کرنے کا مقام آتا تھا۔ رستوی اپنے جھنڈوں کو یاد کرتی تھی۔ وہ بچپن سے جس ماحول میں بچی جس مذہب پر کاربند رہی وہ اُس کے دل و دماغ میں چھاپا سا ہوا تھا۔ ایسا ہیست کے نام سے ہر انسان کو اپنے عقائد پر اور اپنے ذہن و دھرم پر عمل کرنے اور اس پر قائم رہنے کا پورا پورا سنی ہوتا ہے۔ میں نے اسی لیے رستوی کو شکر کبھی سنا تھا۔ وقت اس بات کی ضد نہیں کی کہ وہ اپنے پیدائشی دھرم کو چھوڑے انسان کی اپنی رضا سے جو بات ہوتی ہے وہ جبر سے نہیں ہوتی۔

لیکن جو بات مجھے کھٹک رہی تھی وہ یہ تھی کہ میرے جاننے کے بعد جب وہ بیٹے کے ماں بنے گی اور وہ پتہ اپنی زبان سے ہمیشہ جھنڈوں کا نام گانے لگا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگتا جائے گا۔ یہ بات ٹھیک نہیں تھی۔ مجھے یہ ذہن غفل آگئی تھی۔ یہ میرا فرض تھا کہ رستوی سے نصحت ہونے سے پہلے میں اپنے ہونے والے بیٹے کی دینی تعلیم اور پرورش کس کے ماتحت انتظامات کروں۔

ہم کھٹک میدان میں الگ الگ جھنڈوں پر بیٹھ گئے۔ وہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں نے رستوی سے کہا: "رستوی! ہمارے دل ایک ہیں۔ ہمارے مزاج ایک ہیں۔ ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے سے سمجھتا رہتے ہیں لیکن اب بات اولاد کی آ رہی ہے۔ ہمیں اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیے کہ ہمارے ہونے والے بیٹے کا دین و دھرم کیا ہوگا اور اس کی پرورش کس طرح ہوگی؟"

اُس نے کہا: "یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ بیٹے کو باپ کا نام ملتا ہے۔ باپ کا مذہب ملتا ہے اور وہ باپ کے مزاج کے مطابق پرورش پاتا ہے۔ بے شک وہ میرا بھی بیٹا ہوگا اور میرے دھرم کو ہم سے بھی متاثر ہوگا۔"

"وہ تم سے زیادہ ہی متاثر ہے گا۔ میں تو اُس سے دور رہا کروں گا۔ وہ میرا صرف نام اتنا سکرے گا۔ مگر لوں بات نہیں ہوتی۔ بات تب بنے گی جب اُسے بچپن ہی سے خدا اور رسول کی پہچان ہو جائے۔ ابتدا ہی سے اسلامی تعلیم ملنی چاہیے بلکہ ماحول بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔"  
 "فریاد میں تمہاری ساری باتیں مانتی ہوں۔ یقیناً میں اپنے بیٹے کو مسلمان بنا کر پرورش کروں گی۔ اُسے اسلامی تعلیم بھی پڑھانوں گی۔ خدا اور رسول کی پہچان بھی کروں گی لیکن مسلمانوں کا ماحول تو اُسے نہیں مل سکے گا۔ اُسے صرف میرا ماحول ملے گا اور وہ صرف مجھ کو عبادت کرنے دیکھے گا۔ تم اپنے مذہب پر کاربند

ہو۔ میں اپنے دھرم کی پابندی ہوں اس سے ہم دونوں کا کچھ نہیں بچوڑنا۔ جلا چڑھی دو دنوں مذاہب کے سامنے میں پرورش پاکرتان ہوگا میری پوری ایمان داری سے یہ کوشش ہوگی کہ بچے تھے اسے ہی نام اور مذہب سے متاثر ہو۔

غلام نے کہا: آقا آپ نے میرا علم لکھا۔ میں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اب وہ آپ ہی سے میں نے خدا اور رسول کا نام بھی سنا۔ ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں لیکن اتنی نہیں کہ میں اپنے آپ کو پورا مسلمان کہہ سکوں لیکن آپ کی عزت اور عقیدت دیکھ کر میں بھی اللہ اور رسول پر یقین رکھتا ہوں۔ آپ آگے مذہب کے بعد عقیدت ہے میں آپ کے ہونے والے بچے کو اسلامی ماحول دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ جب بچے بولنے کے قابل ہوگا۔ اسی وقت سے میں ایسے مسلمانوں کو بچے کے آس پاس رکھوں گا۔ جن کے ساتھ وہ کرفہ اسلام کو سمجھتا ہے گا۔ اس کے لیے باقاعدہ معلم رکھے جائیں گے آپ جب چاہیں خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کے بچے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔“

میں اس کی باتوں سے مطمئن ہو گیا۔ اب یہ یقین قائم ہو گیا کہ میری آقا اور خاندان کو جذبات کی رد میں بہر کو کوئی جذباتی اثر نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے رسولی سے رشتہ قائم کرنے وقت اس کے ہر پسرو پر زور کرنے کے بجائے صرف اتنا ہی سوچا کہ رسولی تیس دن ہے۔ جوان ہے و فادار ہے۔ عزت کرنے والا دل رکھتی ہے۔ میرے سروا کسی اور کو نہیں چاہتی۔ یہ سب کچھ درست تھا لیکن میں یہ بات بھول گیا تھا کہ بچہ اپنی ماں کی گود میں پرورش پانا اور اسی کے زیر تربیت شعور کی منزل تک پہنچنا۔ اب تو گھر سے باہر تھا۔

میں یہ پتہ سمجھتا کہ رسولی مجھ سے دھوکا کرے گی اور میری مدد و موثر ہوگی۔ میرے بچے کو اپنے دھرم ماننے مزاج اور اپنے رنگ میں رنگ لے گی۔ ابھی کوئی بات نہیں تھی۔ رسولی کو فادار اور عزت کرنے والی ہوئی تھی وہ میرے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ مجھے نامعلوم نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لہذا مجھے دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ مجھے پوری طرح اطمینان تھا لیکن یہ بات کھلتی تھی کہ بچہ دو مختلف مذہبی ماحول میں بے گناہ کافر کا ذہن اس کی سوچ ایک مرکز پر نہیں رہے گی۔ وہ باب کی طرف سے مسلمان اور ماں کی طرف سے جند رب یعنی آہا تیر آہا ہیر ہوگا اور یہ سب پر کھرا لے لے ہوگا کہ میں ایک جذباتی غلطی کر چکی ہوں۔

انسان کی ایسا تعریف یہ ہے کہ سب وہ ڈوب رہا ہوتا

کہہ ہی تھی۔ میرا خزانہ کہاں ہے؟ اسے کوئی مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ میں ایک ایک کی جان لے لوں گی۔ اس کی آواز بہت کمزور تھی۔ وہ ہنسی لگا کر ایک ایک قدم اٹھا رہی تھی اور ہانپتے ہوئے ایک ایک کمر لہرائی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ چہرے لے کر پورے گھر کے ہر مہم پہنچ سکتی۔ وہ جو جینتی دکھرائی رہتے تھے، بچے کو اور ذمہ منہ گر بیڑی میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا میرے پیچھے رسولی اور غلام بھی تھے۔ میں نے ایڈنا کا تیرا ہٹا کر اپنے زانو پر رکھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اس کے دہسے جھیل گئے تھے۔ وہ کچھ کتنا چاہتی تھی مگر اس کے ہونٹ کانسب کردہ جاتے تھے۔ میں نے اس کے لہرتے ہونٹوں سے کان لگا کر سنے کی کوشش کی۔ اس کے لبوں پر ایک ہی لفظ کی تکرار تھی: خزانہ... میرا خزانہ...“

رسولی اور غلام بھی اس کے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے اس کی بعض ختم کرکھا۔ یہ اب تھوڑی دیر کی ممان تھی۔ رسولی نے غلام سے کہا: تم نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ خزانہ ایک مقدس امانت ہے۔ ماریجی روایات اور ماضی کے بزرگوں کی ہیش گوئی کے مطابق یہ خزانہ بچھے ملے گا۔ میں اس کی حق وار ہوں۔“

غلام نے تائید میں سر ہلا کر کہا: جی ہاں، مالکہ آپ ہی اس کی حق دار ہیں آپ جب چاہیں اس کا مطالبہ کر سکتی ہیں اور اس خزانہ کو اپنے صوف میں لاسکتی ہیں۔ رسولی نے کہا: فی الحال میں یہ چاہتی ہوں کہ ایڈنا کو اٹھا کر اس خزانے کے پاس لے چلوں۔ اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ چند جیش بانس کا بنا ہوا ایک سٹر پھرا لائے۔ اس پر ایڈنا کو لٹا کر چار آدمی اسے گاڑھوں پر اٹھا کر ایک طرف لے جانے لگے۔ میرا اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ پروفیسر میرا ڈوسل اس کے سامنے کھڑا ہو کر گوی اور عیسائی راہب کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی کہ وہ ایڈنا کے پاس چلے آئیں۔

بستی کے قریب ہی ایک چھوٹی سی رہائشی گوند رہی اندر کاٹ کر کنبٹ بڑا ہال بنا گیا تھا۔ وہاں خزانے سے بھرا ہوا صندوق رکھا ہوا تھا۔ ایڈنا کو وہاں لے جا کر سٹر پر سے اتارا گیا اور ایک پتھر سے ٹیک لگا کر چھوڑ دیا گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اس نے غلام سے کہا: اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ صندوق کھول کر اسے ہر سے کراہارت ایڈنا کے چاروں طرف کھینچیں۔“

سبہ تو اسے ڈوبنے کا احساس نہیں ہوتا۔ باہنی سر سے گزرا ہوا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ ڈوب چکا ہے۔ مجھے بھی اب غلطی کا احساس ہو رہا تھا جب باہنی سر سے گزرا پتہ چلتا تھا کہ مجھے عین وقت پر یہ احساس ہو گیا تھا کہ اگر میں نے احتیاط سے کام لیا۔ اپنے بچے کی طرف دھیان دیا تو میں محض بچھٹنا نہ ہی رہ جاؤں گا۔ جب بچہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو سمجھنے کے قابل ہوگا تبھی سے میں اس کی سوچ میں جم کر بیٹھ جاؤں گا اور وقتاً فوقتاً اسے اپنے مزاج، ماحول اور مذہب کے مطابق تربیت دینا شروع کر دوں گا۔

ہم بستی میں واپس آئے تو اندھیل ہونے لگا۔ ہم مشعلیں روشن ہو گئی تھیں۔ بڑے بڑے ڈھول اور ناٹے بج رہے تھے۔ قیلے کے مرد اور عورتیں ناچنے کے لیے صحنوں میں بیٹھ چکے تھے۔ سامنے غلام کے لیے ایک آرائش مند چھٹی تھی۔ غلام نے وہاں پہنچ کر ہم سے متعلقے کی درخواست کی۔ میں نے کہا: میں اس بیت کے سامنے میں نہیں بیٹھوں گا اور نہ ہی کسی ایسی تقریب میں حصہ لوں گا جب تم مجھ سے متعلق رکھتے اور خود کو مسلمان کہتے ہو تو میں بھی بت پرستی سے دور رہنا چاہیے۔“

آقا، آپ درست کہتے ہیں۔ میں ان باتوں کو سمجھی نہیں چوستا۔ میری ان کے سامنے سر نہیں جھکاؤں۔ میری میں مختلف قبیلوں کا سردار ہوں اس لیے مجھے عقیدے اور مذہب کے مطابق ان کی تقریبات میں حصہ لینا پڑتا ہے۔“

میں نے فائل ہو کر کہا: ہاں یہ تمہاری مجبوری ہے۔ تمہیں ہم قبیلے والوں کو پرورش رکھنا پڑتا ہے۔ میری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ میں رسولی کے ساتھ اپنی کتاب میں جا رہا ہوں۔ لکھانے کے لیے جھگ ٹو بیٹھ گیا لیکن آہاؤں کا۔ میں نے جاننے کے لیے رسولی کا ہاتھ پکڑا اور وہی تھا کہ ایک نسوانی چیخ سن کر کہ گیا۔ میں نے آواز کی سمت دیکھی۔ بیت دُورا ایڈنا نظر آئی۔ اس کے بدن پر جینتھے بھولے تھے۔ وہ دن بیٹے میں نے اسے دیکھا تھا۔ آج وہ کچھ زیادہ کمزور اور بیمار نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ کر کہہ رہی تھی۔ میں نے غلام سے کہا: ان ڈھول ناٹے والوں سے کم کو آواز بند کر دوں۔“

غلام نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی زبان میں کچھ کہا۔ جسے سننے ہی آوازیں بند ہوئیں۔ دقتیں بھی ختم کیا۔ سب لوگ غلام کے آگے گھٹنے ٹیک کر جھک گئے۔ ایک باب غاموشی بھا جانے کے باعث اب ایڈنا کی آواز سنی دینے لگی تھی۔ وہ

میری پابنت پر فوراً عمل کیا گیا۔ ہم نے ایڈنا سے کہا کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھے۔ اسے خزانہ مل گیا ہے۔ اس نے ہمت نہ ہمتہ آنکھیں کھول دیں۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھا اپنی سوچ کے ذریعے اس کے ذہن سے ایڈنا کو نشانہ دینے کی کوشش کرنے لگا لیکن ہولوگ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد کر رہے ہوں۔ آنکھیں ملنی پہنچتی کسی طرح سما۔ اس نے سکتی۔ ایڈنا کوئی خواہش پوری شدت سے دل واما۔

تواضیح ہو تو وہ زندگی کو بچھوڑ کر غمناک رہ گیا ہے۔ ایہ کہ دل میں خزانے کی اتنی شدت ہوئی کہ وہ کبھی قریب نہیں آ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر خزانے کو دیکھا تو زندگی موت کی گورد میں جاتے جاتے تڑپ کر ادب اور انکی بیخوش کی رونمائی میں ہر سے کراہارت اس کے چاروں طرف بچھے چکے تھے۔ وہ تڑپ کر سیدی ہوئی اور تھرتھراتے ہوئے خزانے کے ڈھیر پر جھک گئی۔

وہ ایک ایک ہیرا لٹا اٹھتا کر اپنے دل کی دھوکوں سے نکال رہی تھی۔ اس دولت نے اسے عزت سے چڑھایا تھا۔ دیکھا۔ اس نے اس دولت کی خاطر اپنے ملک سے اپنے منجھ سے اور اپنے دوستوں سے غدار کی کی تھی۔ پروفیسر میرا ڈوسل جیسے اتنا حکومت کے مذہب چھوڑا تھا تھی۔ اس نے اس خزانے کی خاطر اپنی عزت آبرو اس طرح مٹی میں ملا دی تھی کہ وہ جیتی قبیلے کا ہر شخص اسے گندی مانی سمجھنے لگا تھا۔

ایڈنا جیسی عورتیں ہمیشہ گندی مانی اور گندی مانی کے عزت دار انعام تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ خزانے کے ڈھیر پر اڈھسے منہ سناکت ہو گئی تھی۔ اس کے دیدے بھل گئے تھے۔ منہ کھلا ہوا تھا۔ اب میرے اور چارہارت کی جگہ اس کی آنکھوں میں تیس آرتھری تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا کیونکہ اب اس کی کھوپڑی ایک ویران قبر بن گئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر غلام سے کہا: یہ امر بچی ہے۔ رسولی نے جو تک کر مجھ سے دیکھا۔ پھر سب ہی ہمدردی سے ایڈنا کی رانش پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھیں جھک گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر تھوڑی دیر بیٹھا کھڑی رہی، ہر سب کے سر کھٹکے ہوئے تھے۔ ہاتھ سٹرا ایڈنا کے احترام میں نہیں بلکہ اس خفیہ کے اعزاز میں تھے۔ ہونے تھے کہ صرف وہی ایک محبوبہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ باقی ہر سب تماشا بن کر فنا ہوتے رہتے ہیں اور فنا

ہوتے رہیں گے۔

ہم سب ایک ایک کر کے اس فارما کر سے باہر آئے گا۔  
باہر آنے کے بعد ہسٹونٹی نے ٹیٹ کر اس دروازے کی طرف  
دیکھی تو اجڑا کھلا ہوا تھا اس کے اندر خزانے کے ڈھیر پھیلے  
کی لکاش پڑی ہوئی تھی۔ اس نے غلام سے کہا وہ وہاں۔ سو  
خزانہ ہے وہ مجھ سے منسوب ہے۔

”جی ہاں مگر وہ سب آپ کا ہے۔ کیا حکم ہے؟“  
”میں چاہتی ہوں کہ وہ خزانہ اسی طرح زمین پر پکڑا  
ہے۔ اس پر سے ایڈمان کی لکاش کو نہ ہٹایا جائے۔ کسکے  
اس دروازے کو ایک بہت بھاری چٹان سے بند کر دیا جائے  
تاکہ کوئی اسے کھول نہ سکے اور نہ بھی اندر جاسکے۔“  
غلام نے جبرانی سے پوچھا۔ ”کیا آپ یہ خزانہ اپنے  
پاس نہیں رکھیں گی؟“

”نینین عادت کا سب سے بڑا خزانہ، سب سے بڑی دولت  
اُس کا شوہر اس کا بیٹی ہونا ہے۔ وہی گمان ہے۔ وہی کھانا  
ہے۔ مردی گمانی پر عورت جتنا فخر کر سکتی ہے انا مفت ہاتھ  
آسنے والے خزانے پر نہیں کر سکتی ایسا خزانہ کام تو آتا ہے مگر  
برسے انجام تک بھی پہنچنا ہے۔ مجھے فرادو کی طرف سے جو ملے  
گا، اس اتنا ہی بھول ہے۔ اس کے آگے مجھے کچھ نہیں چاہیے  
اس دروازے کو اس خزانے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دو۔“  
ان جھپٹوں سے آدھے گھٹنے کی محنت کے بعد اسی  
پانڈی پر سے ایک بڑی سی چٹانی کو نیچے کر کے اس دروازے  
کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

رات کے دس بجے میں نے آرام سے خیال تواری شروع  
کی میرے پیٹھ پر مجازاً اور ساڑھ بانو کی خیریت معلوم کی وہ دونوں  
اپنے بیٹھ میں محفوظ تھیں اور اس وقت ڈانگ روم میں  
رات کا کھانا کھا رہی تھیں۔ میں نے انھیں مخاطب نہیں کیا۔  
اپنی چوڑی ماسٹر ایلڈن میں میم کے پاس پہنچ گیا۔ اس  
نے کہا: ”فرادو صاحب میں کئی گھنٹے سے آپ کا انتظار  
کر رہا ہوں۔ میں نے پیر ماسٹر کو یہ رپورٹ بھیج دی تھی  
کہ حضرت بیگ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور اُسے  
کس طرح اس کے بیٹے جلال بیگ کو مخاطب نہیں کیا۔  
سپر ماسٹر نے آپ کی یہ تہہ پر بند کی ہے اس سلسلے میں جلال  
بیگ کے خاص یعنی غنٹے سے بات ہو چکی ہے۔ جلال بیگ پریشان  
ہے۔ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے باپ کے ساتھ وہی سلوک  
کیا جائے۔ وہ سپر ماسٹر کے ذریعے آپ سے ہر طرح کی سوسے بازی

کے لیے تیار ہے۔“

اسی سلسلے میں کوئی سو فٹ بازی نہیں ہوگی۔ شرمندہ  
اپنے گلے میں موت کو لٹکا کر اپنے سینے کے پاس فرادو پہنچے گا  
”جی ہاں سپر ماسٹر نے بھی یہی جواب دیا ہے اور مجھے  
فیصلہ کیا ہے کہ حضرت بیگ کے سینے پر موت کا نقشہ بجا کر لے  
دانی کے ایک حصے میں چھوڑ دیا جائے گا اس سے پہلے  
جلال بیگ کے آدمیوں کو خبر کر دی جائے گی کہ وہ فلاں بجے سے  
حضرت بیگ کو مائل کر سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ آپ اس ماہر سے رابطہ قائم کریں  
وہ تمہارا کام ہے۔ اسے بتائیں کہ میں اس سے دائمی رابطہ قائم  
کرنے والا ہوں۔“

ماسٹر نے سیدو آٹھا کر اپنے ایک ماتحت کو احکامات  
دیے۔ ادھر ماسٹر نے سیدو لکھا۔ ادھر میں اس ماتحت کے  
دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سیدو رکھ کر ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں  
ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اپنے دو اسٹنٹس کے ساتھ بیٹھا ہوا  
تھا۔ اس ماتحت نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”مرد جیکس  
مستر فرادو آپ سے ابھی دائمی رابطہ قائم کر رہے ہیں آپ ان سے  
گفتگو کریں۔“

جیکس نے کہا: ”یہ میری خوش قسمتی ہے کہ فرادو صاحب  
مجھ سے رابطہ قائم کریں گے۔ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔“  
اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ میں  
کہا: ”سپر ماسٹر جیکس انتظار کی ضرورت نہیں ہے میں آ گیا ہوں  
مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔“

وہ معمول کے مطابق اسی طرح جبران و پریشان ہوا  
پہلے فقیرین ذکر رکھا کہ اس کے دماغ میں میں بول رہا ہوں۔  
ایسے وقت شہر ہوتا ہے کہ اپنی ہی سوچ دماغ میں گونج رہی  
ہے میں نے کہا: ”مستر جیکس آپ فقیرین کو کہیں بول رہا  
ہوں۔ میرا لب و لہجہ مختلف ہے اور آپ کی سوچ کا لہجہ مختلف  
ہوتا ہے۔“

”ٹھیک ہے جناب میں فقیرین کو لیتا ہوں۔“  
میں نے ہنستے ہوئے کہا: ”میں جب بھی پہلی بار کسی کے  
دماغ میں پہنچتا ہوں اسے ثروت دینے بغیر بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔  
آپ کے سامنے جی ثروت پیش کرنا ہوگا۔ لہذا آپ اپنے  
اسٹنٹ سے کوئی بات کریں۔ میں ابھی ٹیلی بیٹھی کا نمائندہ دکھاتا  
ہوں۔“

جیکس نے اپنے دونوں اسٹنٹس سے کہا کہ اس کے دماغ  
میں فرادو صاحب پہنچے ہوئے ہیں جواب میں اس کے ہاتھوں

نے کچھ کہا۔ میں ان کے دماغ تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے جیکس  
سے کہا: ”مجھے پوچھیں کوئی میں کر لیا ہوں وہی حرکت آپ کے  
اسٹنٹ کریں گے اور وہی بات کہیں گے جو پہلے سے میں  
آپ کو بتا رہا ہوں۔“

پھر یہی ہوا میں جیکس کے کتا خفا کر دیکھی آپ کا نالہاں  
اسٹنٹ فلاں بات کہے گا میں دوسرے ہی لمحے اسٹنٹ  
کے دماغ میں پہنچ کر وہی بات کتا خفا کر دیکھیں اس کا منہ کتنے  
گنگنا تھا پھر دوسرا اسٹنٹ وہی حرکت کرتا تھا جس کی بیٹھو گئی  
میں پہلے کر دیتا تھا۔ اس کے بعد جیکس نے کہا: ”جناب فرادو  
صاحب مجھے باطل یقین ہو گیا ہے کہ آپ میرے دماغ میں  
موجود ہیں اور ہر سوچ اس وقت جیسے ذہن میں ہے۔ وہ  
میری نہیں آپ کی ہے۔“

میں نے سوال کیا: ”اچھا اب آپ اس ہم کے  
متعلق ریت میں؟“  
وہ بتانے لگا: ”فرادو صاحب مجھے بتایا گیا تھا کہ لٹیڈی  
ساڑھ بانو کے ساتھ کیا ہم باندا گیا تھا۔ اس کا نقشہ بھی  
مجھے دکھایا گیا۔ اسی کے مطابق میں نے اس کو تیار کیا ہے۔  
فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہم چار عدد مارا تھے اور وہاں  
تخت رنگ کے تھے۔ اس میں صرف دو مارا ہیں اور دونوں  
ایک ہی رنگ کے ہیں۔ اور دونوں تاروں میں سے  
کس تار کو الگ کر دینے سے خطہ مل جائے گا یہ صرف  
میں جانتا ہوں۔ آپ کو تیار ہوں۔ جلال بیگ اداس  
کے ماہرین اس ہم کے سامنے آئیں گے اور اس کی اسٹڈی  
کریں گے تو انھیں یہ ایک معمولی سا ہم نظر آنے کا لین سوال  
یہی بدل ہوگا کہ کس تار کو ہٹایا جائے۔ یہ بات وہ اس ہم کا  
نقشہ دیکھنے کے باوجود نہیں سمجھ سکیں گے اس کی تکنیک کو  
صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جس نے اسے بنایا ہے۔ کیا میں آپ کو  
اس ہم کا نقشہ دکھاؤں گی؟“

میں نے کہا: ”میں آپ کے دماغ سے اس نقشے کو کچھ تو  
سکون گا لیکن دیکھ نہیں سکوں گا۔ بیٹھی کا طریقہ کار یہی ہے  
میں آپ کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کے  
سامنے بیٹھی ہوا اسٹنٹ کیسا ہے۔ اس کا ناک نقشہ کیا  
ہے۔ میں تصور میں اس کے چہرے کو دیکھ سکتا ہوں لیکن  
میں صورت اور صبح تک نقشہ کیا ہے۔ یہ آجکھوں گے سامنے  
دیکھنے سے ہی معلوم کر سکتا ہوں۔ اسی طرح میں آپ کی  
آجکھوں سے اس نقشہ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ صرف آپ کے  
ذریعے سمجھ سکوں گا، بہتر یہ ہے کہ آپ صرف ان دونوں تاروں کی

بات کریں مجھے بتائیں کہ ان میں کون سا تار الگ کیا جائے تو  
حضرت بیگ کو کوئی زندگی ملے گی۔“  
جیکس نے کہا: ”جناب اس کے سینے پر جو ہم باندا  
جائے گا اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ دو بلیٹ اس کے نالوں  
کے نیچے سے گزریں گے اور دو بلیٹ اس کے شانوں کے  
اوپر سے جا کر ریت کی طرف ایک بجل سے بانڈے جائیں  
گے ان تمام بلیٹوں پر سے پتلے تار گزرنے کے ہیں کوئی اس  
بجل کو کھولنا چاہیے گا تو موت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔  
بہ حال اب اس ہم کے اندر جوتا مارا ہر سے بھی نظر آئے ہیں  
ان میں سے وہاں طرف دائرہ مارا دیا جائے تو شرمندہ بیگ  
کو کوئی زندگی مل جائے گی، بائیں طرف کے ناک کو ہاتھ لگا  
گا تو انجام موت اور صرف موت ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا بائیں طرف کا تار موت اور  
دائیں طرف کا تار زندگی ہے۔ یہ تار آپ کسی کو نہ بتائیں  
میں جلال بیگ سے نمٹ لوں گا۔“

”یہ راز صرف میرے ادا کیے دو میں لے گا۔ جیسے  
میں شرمندہ بیگ سے مل چکا ہوں۔ وہ بہت ہی بزدل آدمی  
ہے اگر ہم کو فٹس کے ساتھ بانڈے کے دوران اس نے  
کوئی تکیا بھی حرکت کی تو بانڈے والا بھی اس کے ساتھ  
موت کے منہ میں جلا جائے گا۔ میں نے ماسٹر سے کہا ہے کہ  
اس کے لیے ایک دھیل چڑھ کر کا انتظام کریں۔ ایسی کسی تکی  
پشت نہ ہو اور اس کے دونوں طرف آہنی راڈ لگے ہوں  
جس کے ساتھ اس کے دونوں بازوؤں کو سختی سے بانڈ  
دیا جائے تاکہ وہ ادھر ادھر حرکت نہ کر سکے تب ہی ہم یمنیان  
سے اس ہم کو اس کے سینے کے ساتھ بانڈہ سکتے ہیں۔“

”میں ماسٹر سے معلوم کرتا ہوں کہ کسی کب تک تیار  
ہو جائے گی۔ اسی کے مطابق میں آئینہ آپ سے رابطہ قائم کر لوں گا۔“  
میں اس سے نصیحت ہو کر ماسٹر کے پاس آیا۔ ماسٹر سے  
دبافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی صبح تک تیار ہوگی۔ میں  
نے کہا: ”آپ جلال بیگ تک یہ پیغام پہنچا دینا کہ دن کے گیارہ  
بجے تک وہ دانی کے نیچے کھسی حصے سے اپنے باپ کو مائل  
کر لے ہیں کل دن کے نو بجے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا کہ اس  
وقت تک کے لیے جا رہا ہوں۔“

یہ بات میں نے مجازاً اور ساڑھ بانو کو بتائی۔ میں ان  
سے ملنے کا وقت مقرر کیا پھر میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ ایک  
آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی فی وی کا ایک پروگرام دیکھ رہی تھی  
اس کی نظریں فی وی کے اسکرین پر تھیں لیکن ذہن اپنے

سوئے گی جس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ جب فراد پیرس پہنچا اور اس کے چہرے کے بلاشبہ طرز پر ہر روز والی تھی۔ اس وقت تک اس کے سوئے کی اس پر فراد تھی۔ ڈاکٹر جو درو میں سے لیا تھا اور انکیشن لگا رہا تھا تو اس وقت ان دونوں کا اثر نہیں ہوا تھا۔ دفتر رفتہ رفتہ وہ دعائیں آسے متاثر کرتی تھی۔ انھیں پھر ایک وقت آیا تھا کہ جنگل میں پہنچنے کے بعد وہ سوئے کی جس توقع کے خلاف باہل ہی تہم پر تھی۔ باب وہ اپنے سامنے والوں کو توجہ سے سوئے تھی تب پتہ چلتا تھا کہ وہ جانی چھانی پتہ پتہ نہ کسی کو بھی وہ اپنا کھو کر محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔ یہ جو سوئے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے تو کیا یہ مناسب ہے یا اسی صلاحیت کو دوبارہ اپنے اندر پیدا کیا جائے؟ اس نے جواباً سوچا۔ صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر کے علاج کے ذریعہ وہ اس کی کو دفع کر سکتی ہے لیکن جب دوبارہ سوئے کی وہی تیز پس پیدا ہوگی تو دوسری پریشانی بھی سامنے آئیں گی یعنی شورش اور عام قسم کی ہلکے علاقہ بدولاد ناپسندیدہ ڈاکٹر کو بھی برداشت کرنا ہوگا اور اب ایسی بڑی برداشت نہیں ہوتی تھی۔

اس نے ایک سروراء بھرتے ہوئے سوچا۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ میری سوئے کی صلاحیت کی طرح فراد کی طبیعتی والی صلاحیتیں بھی ختم ہو جائیں یا اس حد تک کم ہو جائیں کہ وہ سیکڑوں ہزاروں میل کی رفتی تک خیالات نہ چڑھ سکتا۔ جو اس کی نڈوں کے سامنے نہ نینتے۔ ان سے وہ بے خبر ہوتا۔ تب میں ہمیں بدل کر اس سے بڑی چھپی رہتی۔

یہ سننے اس کی سوئے کے ذریعے سوال کیا۔ "پھینچے سے کیا حاصل ہوتا کیا فراد مجھے جھول جائے گا یا میرا بیچھا چھوڑ دے گا؟"

اس کی دوسری سوچ نے جواب دیا۔ "یہ تو میں جانتی ہوں نہ وہ مجھے جھے جھول سکے گا اور نہ مجھے چھوڑ سکے گا۔ میں ایسے چھپتا جاتی ہوں کہ میری جاہت اور بڑھ جائے گی میں اس سے ڈر رہوں گی۔ مجھے ڈھونڈ لے گا اور اس طرح میری ہیبت رہے گی۔"

"کیا میں اپنی ہیبت کا احساس قائم رکھنے کے لیے فراد کو تڑپاتی رہوں گی؟"

اس نے پھر ایک سروراء بھرتی۔ "میں بھی تو تڑپتی ہوں مگر اس ہر جانی کو تڑپانے میں مرانا ہے۔ اس بار تو میں بھی

اس کے آگے راضی نہیں ہوں گی کبھی کمزور نہیں پڑوں گی کبھی اس کے سامنے جنت کا اعتراف نہیں کروں گی اسے اتنا پریشان کروں گی کہ وہ نوبہ کرے لگے گا۔ کان پڑنے لگے گا۔ میں سکرانے ہرے اس کی سوچ پر لٹھا جا رہا تھا۔ پھر وہ چونک کر سوچنے لگی۔ یہ میں فی وی کا پروگرام دیکھ رہی ہوں یا فراد کے متعلق سوچ رہی جا رہی ہوں۔ جھلا بھی کوئی تک ہے۔ اس کی پہلی پہنچی کیوں ختم ہوگی اور کیسے میں اس سے دور رہ سکوں گی۔ صرف اس سے چھیننے کے لیے میں اس کا بڑا چہتی ہوں۔ اس کی یہ صلاحیت ختم ہوگی تو ہم سب کی پریشانی بڑھیں گی۔ اور وہ میں بھی عجیب ادب پانگہ بائیں سڑے کتنی ہرانا۔ وہ سڑھنگ کر بھرتی وی پروگرام کو توجہ سے دیکھنے لگی۔

یہ اس کے دماغ سے چپ چاپ واپس چلا آیا۔ اسے چھپڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں دماغی طور پر لکھا میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے والے تھے۔ میں نے مسکرا کر سوئے کو دیکھے ہوئے کمانا اب باہل فرصت ہے تم سے صبح نصحت لینے تک تمہارے ہی ساتھ دماغی طور پر جا رہا ہوں گا۔ اس کے ہوش خوشی سے سکرانے لگے اور اسے چھین لٹنے لگیں۔ وہ رات ہمارے ملن کی آخری رات تھی۔ جب دونوں کی زندگی رہ جائے تو یہ معلوم ہو کہ دوسری صبح ہم زندہ لینے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے مرجائیں گے ایک دوسرے کو جہادی آٹھیں نہیں دیکھ سکیں گی تو جہادی مٹھی میں جتنا بھی وقت ہوتا ہے وہی سادی زندگی کا سرمایہ ہوتا ہے اس لیے ہم ہمہ وقت باگ جاگ کر بائیں کرتے کرتے گزارنے لگے۔

اس رات وہ خوب راتی رہی۔ میں اس کے آنسو پونچتا رہا۔ وہ ٹوٹ ٹوٹ کر بھرتی رہی۔ میں جنت سے رہتا رہا۔ وہ میرے سامنے بیٹھی مارا کہ ہاتھ ڈگر میری بڑھا کرنے کے لیے بٹھ گئی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو ختم کر کمانا نہیں سوئے تھی۔

جنگواں بچھ کر پونچنا۔ یہ ہمارے مذہب میں بترک ہے۔ ہمیں جنت کی حد تک جنت کرنا چاہیے۔ ہم صرف خدا سے ہی عبادت کی حد تک جنت کر سکتے ہیں۔

وہ روتے ہوئے بولی۔ "ہم بندہ عزت میں اپنے پی کے رہنے میں اپنے جنگواں کو دیکھتی ہیں۔ جہادی جنت اور فاداری کی اہمیا ہے کہ ہم اپنے پی کو انسان سے جنگواں بنا دیتی ہیں۔ اگر میں نہیں اپنا جنگواں نہ بھرتی تو اپنے جنگواں کو کھوڑ کر ایک مسلمان سے شادی نہ کرتی۔ جب میں نے تمہیں اپنا بنا یا تو تم میرے لیے نہ تو بندہ تھے نہ مسلمان تھے تم صرف جنت تھے وہ جنت جسے میں جنگواں کہتی ہوں تم خدا تھے۔ یہ میرا اپنا

نظر ہے۔ اپنا عقیدہ ہے۔ اپنی محبت کی انتہا ہے تمہے میری محبت کی انتہا کب پہنچنے سے نہیں رک سکتے۔ ابھی روکے تو تمہارے جانے کے بعد تمہارے تصور کی پوجا کروں گی۔ تمہارے نام کی مالا پہوں گی۔ تم نہیں دہو گے تو اپنی کوکھ سے تمہاری خوشیوں کو چھو دوں گی۔ اس کی خدمت کروں گی۔ اس کی بشارتیں کروں گی۔ اسے دوسرا فراد بناؤں گا۔ جس طرح پوجا سے پہلے پہنچا کرتے ہیں۔ وہ اجلات ہیں سہی طرح میں تمہارے بچے کو لینے کی طرح دشمنی رکھوں گی اور اس دشمنی میں تمہاری پوجا کرتی رہوں گی۔ کیا تم مجھے اس سے روک سکتے ہو؟"

یہ سننے انکاد میں سڑھنگ کر کمانا نہیں میں زبان سے سمجھا سکتا ہوں ہاتھ سے روک نہیں سکتا۔ کسی کو بھی اس کے عقیدے سے اور اس کے نظریے سے باز نہیں دیکھا جا سکتا۔

ہم بائیں کرتے تھے۔ رات گزرتی رہی۔ صبح بخیر بھرتی سوئے کی آنکھوں میں آنسو خشک ہوئے اسے مبرا گیا یا سمجھ آگئی کہ روتے لینے سے وقت اپنی من مانی سے باز نہیں آتا۔ وقت کے مطابق جو ہرنا ہے وہی ہوتا ہے اور انسان کو اسے برداشت کرنا پڑتا ہے پھر اچھے وقت کا منتظر کرنے کے لیے اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ سوئے میں وہی حوصلہ پیدا ہونے لگا تھا۔

صبح چھ بجے میں نے غسل وغیر سے فانی ہو کر سوئے اور غلام کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ سوئے سے ایک لقمہ بھی چھینا نہیں جا رہا تھا۔ لیکن میں نے خیال جوانی کے ذریعے لٹے اچھی طرح ناشتہ کرنا۔ چائے پلائی۔ پھر ہر سببتی سے نکل کر اس جگہ پہنچے جہاں میرے لیے پہلی کا پڑا چکا تھا ہم نے اس بات کا خیال لکھا تھا کہ پروفیسر نارڈوس اور اس کے اسٹنٹ کو مری رانگا کا علم نہ ہو اس لیے آٹھیں چھپی رات سے ہی دوسری جگہ کے جا کر قید کر دیا گیا تھا۔ غلام نے نفسی دلا یا تھا کہ میرے جانے کے بعد جی انھیں میرے متعلق قلم لکھا جائے گا۔ پروفیسر اور اس کے ماتحت کو راکہ کے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں اور اس بات کو بھی علم نہ ہو سکے گا کہ سوئے غلام کے پاس رہ گئی ہے۔

نصرت ہوتے وقت سوئے پھر ہزار ضبط کے باوجود رہنے لگی۔ میں نے اسے بہت پیار سے سمجھا یا تیلیاں دس کر ہسانی طور پر لگ ہر ہوں سحر دماغی طور پر آتا رہوں گا۔ بہت کچھ تیلیاں لینے کے بعد میں پہلی کا پڑیں اس کو سوار ہو گیا وہ روتے ہوئے باہر ہاتھ پلائی رہی۔ مجھے احوال کتنی رہی۔ پھر پہلی کا پڑنفا میں بلند ہونے لگا۔ مجھے سوئے سے وفد

کر رہے لگا۔ اس کے بعد وہ وقت بھی آیا جب وہ لگا ہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اب ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے جب وہ نظر نہیں آتی تب میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کمانا رسوائی، تم مجھے نہیں دیکھ رہی ہو اور میں بھی نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ ٹھیک ہے؟"

اس نے انبات میں سڑھنگا، میں نے کمانا جب یہ دست ہے کہ میں تمہارے پاس موجود ہوں تو پھر دو اس بات کا؟ چلو آسو پوجو اور غلام کے ساتھ کسی میں واپس جاؤ۔ وہ آنسو پونچھے ہوئے غلام کے ساتھ واپس جانے لگی غلام نے کمانا، ہاں! آقا اب نصرت ہو چکے ہیں۔ اگر آپ راضی ہوں تو ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ میری نظر میں ایک ایسی لبتی ہے جہاں آپ سادی دینا والوں سے جھپ کر رہ سکتی ہیں۔ اس لبتی میں تمام لوگ میرے اپنے میں کوئی آپ کی بات لبتی سے باہر نہیں پہنچائے گا۔

وہ آنسو بھرے لیے میں بولی۔ "ٹھیک ہے؟ میں بھی اب اس لبتی میں نہیں رہنا چاہتی۔ جو مناسب سمجھتے ہو کر وہ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سفر کے آغاز میں جی میں ان سب کے دماغوں کو پڑھ چکا تھا جو اس وقت پہلی کا پڑ میں بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے ایک نامعلوم منزل کی طرف لے جائے تھے۔ میں نے اپنے پاس بیٹھے مجھے ایک نسخہ حافظ سے پوچھا۔ "کتنی دیر کا سفر ہے؟"

اس نے ادب سے جواب دیا۔ "جناب ہم ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں ایک مخصوص مقام تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا وہاں کوئی چارٹرڈ طیارہ آئے گا؟"

"جی نہیں ایک مسافر بردار طیارہ ہے۔ اسے فریقانونی طور پر وہاں آنا رہا ہے گا۔ آپ سوار ہوں گے۔ پھر وہ اپنی پرہیز جہادی لکھے گا۔"

"اس طیارے میں جو دوسرے مسافر ہوں گے کیا وہ اس فریقانونی پرائیویٹ لڈنگ کی اطلاع متعلقہ حکام کو دے رہے ہیں؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "جی نہیں اس مسافر بردار طیارے میں سارے کے سارے مسافر ہمارے پیشانی اس جہاز کا ٹکڑا ہیں۔ ہمارے اٹالے پوچھا ہے جو ہم کی خرابی یا ایندھن کی کمی کا ہنا کر کے وہ طیارہ اپنے روٹ سے ڈرا ہے گا۔ آپ کے سوار ہونے کے بعد پھر اپنے روٹ پر پرواز شروع کرنے کا۔"

یہ اس طیارے سے سیٹ کی نینت سے سبک لٹا کر آٹھیں بند کرتے ہوئے مہربان سے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ



اس کی اتنی ماسٹر عبداللہ بن حسین مروتی جیسے اور سخت بگ اور دوسرے مسلح جوان ایک بڑے سے ہاں میں بیٹھے ہوئے تھے وہ سب سب سے منہ منہ تھے۔ میں نے ماسٹر سے کہا۔  
"میں آگیا ہوں آپ کام شروع کروں گی"

میں نے جیکس کے دماغ سے معلوم کیا۔ شہت بگ کو اس وجہ سے جیکس کے ساتھ اتنی مضبوطی سے بندھا گیا تھا کہ وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے جیکس سے کہا۔ "آپ ہم کو اس کیسے سے باندھ سکتے ہیں لیکن کوئی خطرہ ہونو مرزا اولدکس کی اتنی کورواں سے دور بھیج دیں"

خطے کی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ یہ دونوں نا مضبوطی سے اپنی جگہ قائم ہیں ان میں سے کوئی بھی "نادا"سی وقت اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے جب اسے ہاتھوں سے پکڑ کر مٹایا جائے"

میں نے اسے اجازت دے دی۔ شہت بگ کی حالت قابل دیدہ ہوئی۔ میں دیکھ تو نہیں سکتا تھا۔ اس کے دماغ سے بچھ سکتا تھا۔ وہ ہر سر سے پاؤں تک بھر کر ناب رہا تھا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ وہ ساڑھ بانو کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں گزرا دیا ہو۔ ساڑھ بانو نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔

جیکس کے دواسٹنٹ اس ہم کے دو طرفہ جلیٹ کو دو طرف سے پکڑ کر لڑائی سے اٹھانے ہوئے شہت بگ کی طرف جانے لگے۔ تب ہی ٹھنک کر رک گئے۔ شہت بگ کو شہت بگ کو دیکھا پھر آگواڑی سے منہ بنایا۔ ساڑھ بانو اور مرزا فراد ہی اپنی ناک پکڑا رکھ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے ہاں سے باہر نکل گئیں۔

میں نے ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بھی تیزی سے چلتا ہوا ہاں سے باہر جا رہا تھا۔ چھوڑاڑے کے پاس سے پلٹ کر آگواڑی سے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا۔ "اس کم بہت کی صفائی کرو اور ہم منہ منہ کے بعد آئیں گے" یہ کہہ کر وہ ہاں سے باہر چلا گیا۔ میں مرزا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اپنی اتنی سے کہہ رہی تھی۔ "تم بہت نہایت ہی بزدل نکلا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ تو جس سے جی گیا کہہ رہے"

ساڑھ بانو نے تھکے ہوئے انداز میں ایک صحن پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی میرا دل بھی بہت کمزور ہے۔ میرا بس چلے تو میں اسے معاف کروں گی"

مرزا نے تو میرے اپنی اتنی کو دیکھنے کے پوچھا۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے قدم قدم پر آپ کو لڑایا ہے آپ کو بڑا دکھایا ہے۔ آپ اسے معاف کریں گی؟  
"ہاں بھروسے کسی کے آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ دیکھو تو اس کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ ابھی سے آدھ ہوا ہو چکا ہے۔ جب وہ ہم باندھا جائے گا تو شاید ہم ہی نکل جائے۔

مرزا نے نفرت سے کہا۔ "اس ذلیل کو مرزا ہاں چاہیے۔ مجھے تو آپ پر حیرت ہے کہ اتنے ذلیل دشمن کو معاف کر دینا چاہتی ہیں۔ اس پر رحم کھا رہی ہیں"

مجھے بھی شہت بگ سے ہمدردی نہیں ہے۔ مجھے انسانوں سے ہمدردی ہے۔ میں کسی کا دکھ نہیں دیکھ سکتی  
"اسی لیے تو آپ بچپن ہی سے تباہ ہوئی آئی ہیں۔ اگر آپ اسے نہیں دیکھ سکتی ہیں تو ہاں چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ میں آپ کو وہاں نہیں جانے دوں گی۔ میرا بس چلا تو میں اس کی بوٹی لڑائی کاٹ کر اس کا تیرہ کسے کہیں کروں گی کو کھلا دوں"

وہ ایک ساڑھ بھر کر لولیں۔ یہ یہ عجیب دنیائے مہاں ایک ظالم دوسرے کو بھی ظالم بنا دیتا ہے۔ ہم ایسی تڑپیں جیسی اب ہرگز ایک مشرقی لڑکی تو نہیں۔ دیدہ سانس انداز میں جوان ہونیں اور دلہن بن کر اپنی سسرال چلیں

ہاتیں لیکن اس کے ظلم نے مجھیں بھی ایک لڑکی سے پتھر بنا دیا ہے"

اتنی! اس دنیائے مہاں یہی ہوتا ہے۔ اگر آدھی پتھر بنے تو اسے دوسرے تو لڑکر دکھ دیتے ہیں۔ یہیں پتھر نہیں فرلا د بنا چاہیے۔ جیسے میں بن چکی ہوں۔ یہ وہی شہت بگ ہے۔ ناہوس نے بس برس تک مجھے آپ کے جلا رکھا۔ یہ وہی شہت بگ ہے جس نے تیس گھنٹے تک آپ کے گلے سے بوت کر باندھ کر رکھا۔ چار بے بسی کا مذاق اڑانا اور اس وقت ظلم کرنے وقت یہ بچوں کی طرح نہیں رہا۔ اُسے بالکل یاد نہیں آتا کہ قدرت اسے بھی زندگی کے کسی موڑ پر کمزور بنا کر آج قدرت نے اسے کمزور بنا دیا ہے تو ہنسنے بیٹھے اس کے ذلیعہ و مروتوں کو جرت حاصل کرنے کیجیے، آپ بیان چپ چاپ بیٹھی رہیں گی، میں جا رہی ہوں"

ساڑھ بانو وہاں سر جھکائے بیٹھی رہیں۔ وہ ظلم کا نشانہ نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔ اسے لنگ شہت بگ اسے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ بھی ظلم تھا لیکن وہ ایک مجبوری تھی۔ دوسرے ظالموں کو احساس دلانا تھا کہ دیکھو جیسا تم لڑنے

دسا بھڑکے جو دوسروں کے لیے کرتے آئے ہو۔ وہی تمہارے آگے بھی آئے گا اور ان کے آگے آ رہا تھا۔

شہت بگ کی بزدلی اور کمزوری کے پیش نظر ایک ڈاکٹر طلب کر لیا گیا تھا۔ اسے گھنٹے کے بعد وہ ہم اس کے پیٹ سے باندھ دیا گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ زندہ نہ ہو۔ آہستہ آہستہ اسے مل رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ بالکل مردہ نظر آ رہا تھا۔ ڈاکٹر کبھی کبھی اس کی نبض منگتا تھا اور مطمئن ہو جاتا تھا۔ جب وہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہو گئے تو اسے چھو کر دیکھ دیکھ گئے۔ وہ کسی پر بندھا ہوا تھا۔ مرزا نے آواز دی۔ "شہت بگ تم زندہ ہو کر مڑو تو میں سے تڑپو میری آواز تھا اسے کالوں تک پہنچا رہی ہے مگر کئی ہی زلزلے مرتبے ہیں۔ وہ میری بات کا جواب نہیں دے سکے گی۔ تمہاری آنکھیں کھلے بس میں نہیں ہیں۔ تم جیسا ہونو پکلیں اٹھ کر مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اسے کہتے ہیں مرونی جیسا ہاں موت سے پہلے موت آجانا۔ اب اس حالت میں وہ کہہ نہیں سکتے ہو کہ میری اتنی پکڑا کر ترقی رہی ہوگی۔ آنکھوں نے کس حوصلے سے موت کو اپنے سینے پر تیس گھنٹے تک اٹھائے رکھا تھا۔ وہ کتنی حوصلہ مند خاتون ہیں۔ تم لوگوں سے بھی گئے لو گئے ہو۔ تھوہے تم پر پ"

ماسٹر عبداللہ بن حسین کے ماتحت شہت بگ کو وہاں سے لے گئے۔ وہ جلال بگ کو اطلاع دے چکے تھے۔ اس کے مطابق وہ اسے ہائی وے کے ایک مقام پر پہنچانے جا رہے تھے۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے ماسٹر کو مخاطب کرنے سے منع کیا۔ آپ کا بہت بہت شکر ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ اس حد تک تعاون کیا۔

فراد صاحب آپ شرمزہ کرتے ہیں۔ ہم تو آپ کے قدرت کا دہرے فرمائیے اور کوئی حکم ؟  
"ہاں بھی کچھ کام باقی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ لیڈی ساڑھ بانو کو بغاوت پاکستان کے انتظامات کے جائیں۔ جلال بگ ان ماں میں کبھی طرح گرفت میں لینے کیلئے اپنی آخری کوشش ادا کرنا آخری ذریعہ اور اپنا آخری پیسہ بھی صرف کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بہت محتاط ہو کر بہت ہی کوشش کروائیں۔ لیڈی ساڑھ بانو کو پاکستان پہنچا دیں اور وہاں کچھ ایسے خفیہ انتظامات کریں کہ ہر دم ان کی نگرانی ہوتی ہے۔ یہ ہر جگہ کا۔ ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے اور کوئی حکم ؟"

"اس کے بعد مرزا کو میک اپ کے ذلیعہ کچھ تبدیل کیا جائے تاکہ وہ جس سے پہچان نہ پاسکے۔ آپ اسے لندن روانہ کریں"

"یہ بھی ہر جگہ کا"

"میں سپر ماسٹر تک یہ بات پہنچائی جائے کہ میں ساڑھ بانو کی بہت ہی زبردست نگرانی چاہتا ہوں۔ یہ زبرداری براہ راست سپر ماسٹر پر ہوگی۔ ان تک جلال بگ کو کوئی آدمی پہنچنے نہ پائے"

"میں سپر ماسٹر تک اس کے یہ الفاظ پہنچا دوں گا"

میں مرزا کے پاس آیا۔ وہ اب اپنی اتنی کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کی اتنی کو پاکستان بھیجیں اور اس کو لندن پہنچانے کے انتظامات کیے جائیں۔ میں مرزا نے یہ بات ساڑھ بانو کو بتائی۔ وہ اداس ہو کر لولیں۔ "بیٹی تم اور فراد مجھے دیکھ کر دینا چاہتے ہو کہ کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ میں تمہارے قریب رہوں۔ میرا دل کہیں نہیں لگے گا۔ اتنی دل کو لگانا ہوگا۔ وہاں جلال صاحب تو ہوں گے۔ ساڑھ بانو نے بھیجی، اسے اس سے دیکھتے ہوئے پوچھ۔ تم خزاں سے باز نہیں آؤ گی"

وہ مسرتے ہوئے اپنی ماں کے قریب آئی۔ چچان کی گھنٹ میں بائیس ڈال کر لولیں۔ ہائے اتنی وہ دن کب آئے گا جب میں آپ کو دیکھوں گا۔ وہ بھیجنا پڑاؤں گی"

میں تھوڑی دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا اس وقت وہ ایک قہقہہ دہانے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے میک اپ کا بوتل سا سامان بچھا ہوا تھا اور وہ اپنے چہرے پر تینہیلیاں لاد رہی تھی۔ اس کے لندن جانے کے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔

اس وقت وہ سوچ رہی تھی کہ میں میک اپ کے ذریعے ساری دنیا والوں سے اپنے چہرے کو چھپاؤں گی کوئی مجھے سونیا کی حیثیت سے نہیں پہچانے گا کیا یہی اچھا ہونا کہ فرما بھی مجھے پہچان نہ سکتا اور جھٹکا نہ پہنچ نہ سکتا مگر وہ تو کسی وقت بھی میرے دماغ میں پہنچ چلتے گا۔ معلوم کرنے کا ٹکڑا کس قسم کا میک اپ کر رہی ہوں!

میں مسکراتے ہوئے اس کی سوچ پر ہلکا ہلکا ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کس طرح اس کی سوچنے کی جس ختم ہو گئی ہے۔ میری ٹیلی ویژن کی صلاحیت بھی اس حد تک کم ہو جائے کہ میں اس کی سوچ نہ پڑھ سکوں۔ خیال خرافی کے ذریعے اس کے قریب نہ آسکوں اور نہ اسے پہچان سکوں۔ میں نے سوچا۔ کیوں نہیں سونیا کی خواہشیں پوری کروں۔ اُسے خوش کرنے کیلئے یہ ناچار کروں کہ میری ٹیلی ویژن کی صلاحیتیں کسی حادثے میں ختم ہو گئی ہیں اور اب میں خیال خرافی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اگر میں یہ وہاں ٹھہریں تو اُسے ایک طرف افسوس ہوگا کہ میں اپنی صلاحیت سے محروم ہو گیا۔ دوسری طرف غیر شعوری طور پر برطانیہ ہوگا کہ اب میں اس پر جاوی نہیں رہوں گا اس کے قریب نہیں آسکوں گا۔ وہ چیکے چیکے میرے آس پاس بیٹھے گی اور پھر جو کچھ ہوگا وہ دلچسپ نمائش ہوگا۔ یہ سوچ کر میں نے اُسے مخاطب نہیں کیا، اُس کے پاس سے واپس ہو کر وہاں کے پاس پہنچی اور پڑھی ہی کر وہی سوچ میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ مرنا چاہتا ہے کیسے سزا پر مشرکہ جو ٹھیک ہے۔ شایاں میں خیال خرافی ذکر سکوں۔ صحت باب ہونے کے بعد شاہد میری صلاحیت پھر میرے کام آسکے۔ فی الحالی میں آفری یا تم سے مخاطب ہوں تم ماسٹر عبداللہ عظیم سے مکر وہ پیرس کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر دو سونیا سے کہہ دو کہ ڈیڑھ سال کوئی غافلانہ کسان پہنچانے کے فوری انتظامات کیے جائیں۔

مرحمانہ نے پریشان ہو کر پوچھا: "مخمس جو ٹھیک کیسے لگی۔ میں ابھی یہاں کے ماسٹر سے بات کرتی ہوں میکس

تھوڑی جلی مٹی جی کی صلاحیت بحال رہی چلیجیے۔ ورنہ ہم سب کے لیے پریشانیوں بڑھ جائیں گی۔" فکرو زکوہ میں اصلاح کرواؤں گا اور جلد سے جلد لندن پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

فی الحال تم کہاں ہو؟  
"میں ابھی تک جنگل ہی میں جھنگ رہا ہوں۔ وہاں سے کسی آبادی تک پہنچوں گا اور کسی ڈاکٹر سے علاج کرواؤں گا۔"

اس نے پوچھا: "سونیا کہاں ہے؟"  
"میں نے اُسے غلام کی حفاظت میں چھوڑ دیا ہے۔ اس کی طرف اطمینان ہے۔ بہر حال میں نیا دہا ہاؤس میں کرکتا، میری بدبختی بجز خانی جاہدی ہے۔ خدا حافظ!"  
یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور اُس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ میرے لیے فکرمند ہو گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ماسٹر کے ذریعے میں سونیا سے رابطہ قائم کرے گی اور اُسے میری علالت کی خبر سناے گی۔

میں مسکراتے لگا۔ میں جانتا تھا کہ جب یہ خبر سونیا کو معلوم ہوگی تو وہ بھی میرے لیے فکرمند ہو جائے گی۔ پھر رفتہ رفتہ اُسے یہ اخلاص بھی ملے گی کہ میں خیال خرافی کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اُسے افسوس تو ہوگا مگر اس کی دل مراد پوری ہو جائے گی اور وہ مجھ سے آنکھ پھولی کھیلنا شروع کرے گی۔ میں نے سوچا۔ لندن میں سونیا کے ساتھ آنکھ پھولی کھیلنے میں بڑا مزہ ہے گا بشرطیکہ اس کھیل کیلئے پہلے سے مکمل انتظامات ہو جائیں۔ یہ سوچ کر میں نے ماسٹر کو ٹھکانا سے کہا کہ ماسٹر میں لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ آفریں سپر ماسٹر کے کن لوگوں کے درمیان جا رہا ہوں!

کوڑھا ناگنا کہتا: "جناب آپ تھوڑی دیر میرے کرلیں۔ بیلی کا پٹر کا سفر ختم ہوگا اور طیارے کا سفر شروع ہوگا تو ابھی سے آپ کا تعارف ہو جائے گا۔ اس طیارے میں بہت سے لوگ موجود ہوں گے۔"

میں نے پوچھا: "آپ میرا ایک کام کریں گے؟"  
"ایک کیا بڑا کام بتائیں میں آپ کا خدمت گزار ہوں۔" ماسٹر میں لندن پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کو چھپ کر دہننا چاہتا ہوں۔ خصوصاً سونیا اور مرناہ سے چھپ کر رہوں گا تو دشمن ان کے ذریعے مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے

اور میرے ذریعے ان لوگوں تک نہیں پہنچ جائیں گے۔ میں چپ چاپ خیال خرافی کے ذریعے اُن کی غیریت۔ علوم کو تار مہوں کا لیکن خیال خرافی کے ذریعے سونیا اور مرناہ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ فرما کر نہیں سکتا کہ مرناہ کو کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔"

مارٹن نے کہا: "آپ کی یہ پلاننگ بہت اچھی ہے جتنی احتیاطاً برقی جائے آنا ہی ہوتا ہے۔"

"اگر سونیا یا مرناہ آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ یہ کہہ لیں کہ مجھے اس جنگل سے نکال کر لندن پہنچانے کیلئے ایک طیارہ بھیجا گیا تھا۔ میں اس طیارے میں سوار ہو کر لندن جانے کے بجائے اٹلی میں آ کر گیا تھا۔ اُس کے بعد میری کوئی خبر نہیں ملی ہے۔"

"اچھی بات ہے جناب، ماؤم سونیا اور مرناہ مجھ سے دریافت کریں گی تو میں یہی جواب دوں گا۔"

میں ماسٹر کا تشکر کیا اور اس کے اس سے نصیحت ہو گیا۔ اب میں نے سوچا کہ جب لندن کے ماسٹر سے رابطہ قائم ہوگا تو اُسے بھی یہی سمجھا دوں گا۔ اس طرح سونیا سے آنکھ پھولی کھیلنے کے انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔ لوگ بھی یہ محض ایک مذاق نہ ہونا۔ ایک کھیل نہ ہونا۔ احتیاطاً بھی ایسا کرنا ضروری تھا۔

میں نے انہیں کول کر لیا۔ بیلی کا پٹر ایک ایسے کین میں لٹکا کر اُتر لیا تھا جہاں وہاں تک ایک چوڑی پختہ ٹوک نظر آ رہی تھی۔ آس پاس دھرتی نہیں تھی۔ وہ بیلی کا پٹر وہاں ایک جگہ آ کر گیا۔ میں نے بیلی کا پٹر سے اُترتے ہوئے پوچھا: "کیا وہ طیارہ ادھر آئے گا؟"

"جہاں ہم نے من منے کیلئے اسی ٹھکانہ کو منتخب کیلئے ہے۔"

دوسرے مسٹر جان نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "جناب دن منٹ کے اندر ہی وہ طیارہ یہاں پہنچ جائے گا۔ ہم نے وقت کا خاص خیال رکھا ہے۔"

میں وقت گزرنے کے لیے سونیا کے پاس گیا وہ ٹیبلٹوں پر ڈاکٹر سے بائیں کر رہی تھی۔ اُس کا میک اپ مکمل ہو گیا تھا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا تو کچھ ادھوری بائیں منائی دیں۔ ڈاکٹر اُس سے کہہ رہا تھا: "ماؤم اچھی تو لگی ہے۔ آپ کا علاج یہاں نہیں ہو سکے گا۔ آپ یہاں سے جا رہی ہیں۔ یہ تہہ ہے کہ جہاں بھی آپ کا فیم، جو وہاں کسی بہت ہی بچہ ہمارا ڈاکٹر سے علاج کروائیں۔ جو وہاں آپ کو استعمال کرنا

تھی ہے اُس کے اثرات بہت گہرے ہیں اور آپ کی سوچنے کی حس رفتہ رفتہ باہل ہی ختم ہو جائے گی۔ اس حد تک کہ خوشہ اور بدلوں میں ہی پھریں آپ کیلئے بلے معنی ہو جائیں گی۔"

سونیا نے پوچھا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری حس اس حد تک کیسے ختم ہو سکتی ہے؟"

"میں نے کہا، ناکاروا کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ سوچنے کی حس کے ذریعے بدلو اور خوشہ کا پتہ پکڑا جاتا ہے۔ وہ جس آپ کی مزہ ہو جلی ہے بلکہ مشورہ ہے کہ آپ کسی بہت ہی بڑے ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں آپریشن کا مشورہ دے گا۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں وہی کریں۔"

"ڈاکٹر میری سوچنے کی غیر معمولی صلاحیت میں کمی آ جائے یا ختم ہو جائے۔ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن میں اس کو تسلیم کرنا نہیں چاہتی کہ میری سوچنے کی حس اس حد تک ختم ہو جائے کہ میں کسی چیز کو سمجھ کر خوشہ اور بدلوں کی تیزری ذکر سکوں۔"

"ماؤم اس کو دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سوچنے کی حس سے باہل محروم بنتے ہیں۔ نہ خوشہ ہو کر محسوس کھینے میں نہ بدلو کو۔ نہ آواز خدا کو سوچ کر محسوس کر سکتے ہیں۔ نہ باہمی کھانے کو۔ بلکہ زبان کے ذریعے سے انہیں خود اس کے نازہ یا باہمی ہونے کا احساس ہوتا ہے مگر سوچ کر نہیں ہو سکتا۔ بہر حال آپ وہاں کسی ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔"

سونیا نے ایسیدو دکھ کر تھوڑی دیر تک اپنے دماغ میں خاموشی اور ستائوں کو محسوس کیا پھر دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کوئی رہی کہ فرما دے اس کے دماغ میں کیا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جانتا ہے کہ ہاؤنٹو اُسے پتہ چل جائے گا کہ سوچنے کی حس کم ہونے ہوتے ختم ہونے کے اسٹیج تک جا رہی ہے۔ اُسے یہ بات معلوم ہو گی کہ وہ اور وہی ہاں ہو جائے گا۔ پھر میکس قریب آ کر کچھ سے خزا میں کرے گا اور میں یہ نہیں معلوم کر سکوں گی کہ میکس قریب ہو جو وہ ہے وہ فرما دے رہی ہے۔ میں اُس سے دھوکا کھاتی رہوں گی۔ آف میں کس مصیبت میں گرفتار ہونے والی ہوں مجھے لندن پہنچنے ہی پہلی فرصت میں کسی ڈاکٹر سے اپنے لیے مشورہ کرنا چاہیے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "یہ جاہدی سونیا! طیارے کی آواز فضا میں گونج رہی تھی میں نے دیکھا۔"

دوڑ سے ایک طیارہ بھی پرواز کرنا ہوا آٹھ اڑتا تھا اور آٹھ سے والا تھا۔ ایک متح لوہان ٹرانسپورٹ کے ذیلیے طیارے کسی آدمی سے بائیں کرنا تھا۔ ٹھوڑی دیر بعد وہ طیارہ اس شاہراہ پر کھلا ہوا تھا۔ اس کا ایک دروازہ کھول کر دستوں کی ایک سیڑھی لٹکا دی گئی جس کے ذیلیے میں طیارے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دروازے کو بند کر دیا گیا۔

واقعہ وہ ایک مسافر بردار طیارہ معلوم ہوتا تھا۔ مراد اور عورتیں سبھی اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے تھے۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی کہ ہم جناب فراد علی محمود کو اپنے طیارے میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ بیماری خوش قسمتی سے ہے کہ ہمیں فراد صاحب کی خدمات کا موقع مل رہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمات کے سلسلے میں کہیں کوئی کوتاہی ہو جائے تو کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فراد صاحب ہمیں معاف کریں گے۔ ہم حتی الامکان شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ اب فراد صاحب سے درخواست ہے کہ وہ کسی بھی سیٹ پر بیٹھ کر سیٹ فی بلٹ بنا لیں۔ طیارہ پرواز کرنے والا ہے۔

طیارے کے تمام مسافر اپنی اپنی سیٹ پر سے بلٹ کر کے دیکھ رہے تھے۔ کچھ عرصے اپنا ہاتھ لہرا کر خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر سیٹ فی بلٹ بنا دیا۔ ٹھوڑی دیر بعد ہی طیارہ اس شاہراہ پر دوڑنا ہوا۔ فضا میں بلند ہوئے لگا۔ تقریباً دس منٹ تک اس طیارے کے اندر بائیں خاموشی رہی۔ پھر ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈز نظر آنے لگے ایک غریب عورت سی ایئر ہوسٹس نے میرے پاس آکر سکرانے ہوئے کہا کہ اب آپ سیٹ فی بلٹ کھول سکتے ہیں۔ فرمائیے۔ کیا مناسب نہ کریں گے؟

”میں کوئی ٹھنڈا مشروب چاہتا ہوں تو نشہ اور نہ ہو۔ وہ مسکرا کر بولی یہ سمجھتے ہیں آپ نشہ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ لیکن عورت بھی ایک نشہ ہے سنا ہے کہ ایسے وقت آپ لڑکھڑا جاتے ہیں۔“

اُس نے بڑی بیٹنی نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک ادلٹے ناندے بل کھاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی کہ مسافر فراد علی محمود اس طیارے میں بیٹھے مسافر ہیں وہ سب پٹرما سٹر کے تابع دار ہیں اور اس وقت آپ کی تابع داری کے لیے حاضر ہیں۔ سب کے پہلے آپ کے سامنے مادام روزانہ دی ہانگرس کو پیش کیا جا رہا ہے۔ مادام آپ کی میزبان ہوں گی اور دو سے تمام افراد سے آپ کا تعارف

کر لیں گی۔ بیچے حاضر ہوتی ہیں مادام روزانہ دی ہانگرس تمام مسافر ہلے ہلے تالیاں بجانے لگے۔ جیسے مادام روزانہ دی ہانگرس کا استقبال کرتے ہیں۔ اسی وقت طیارے کے اندر تاریکی چھا گئی۔ مجھ سے دُور سامنے ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف شاید طیارے کے بائیں فریڈ کا کہیں ہوگا۔ اس دروازے پر ایک سفید پردہ پڑ گیا تھا اور اب وہاں پر وہ جیش کے ذیلیے ایک تصویر سامنے آئی تھی اور ایک فدا اور عورت دونوں ہاتھ کر کے کھڑی ہوتی تھی اور کٹھنی پر بیٹھ کر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس موقع سے اس موقع کی منتظر تھی کہ کبھی آپ کے ملاقات ہو آج مجھے بہتر حال ہو رہا ہے۔ میں آپ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے اپنی آواز آپ کو سنا رہی ہوں تاکہ آپ میرے لب لہجے کو ذرا نہیں گزریں عورت کبھی کوئی ہتی ہے تو اسے اپنے دل میں بجا لیتی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے دل کا ٹک بٹھنے والے ہیں۔ اس وقت تک میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ ایک مادام روزانہ میری آنکھوں کے سامنے اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔ دوسری مادام روزانہ اسی طیارے کی اگلی سیٹ پر ایک شخص کے ساتھ بیٹھی ہوتی تھی اور اسکرین پر اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے مسکراتی تھی اور سوچ رہی تھی یہ کیا فراد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا؟

اسکرین پر بتایا جا رہا تھا کہ مادام روزانہ کتنی باصلاحیت عورت ہے ادا تھی۔ لہذا وہ اتنی بہتر اور فاضل ہے کہ پٹرما نے اسے ہانگرس کا خطاب دلایا ہے۔ میں نے مادام روزانہ کو سیٹ پر سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

اُس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔ اس کے پاس بیٹھے بیٹھے شخص نے پوچھا۔ دین مادام کیا بات ہے۔ آپ کیوں کھڑی ہو گئیں؟

وہ جلدی سے بیٹھ کر بولی۔ نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے لیں لگتا ہے جیسے میں آپ ہی آپ سے ہر قسم سیٹ پر سے اٹھ گئی تھی۔

اس شخص نے اسے نوز سے دیکھے ہوئے پوچھا کیا فراد صاحب نے آپ کو کھڑا کر دیا تھا؟

مادام روزانہ نے چونک کر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا۔ پھر کہا کہ ماشہ ہوسکتا ہے فراد صاحب سے کیا کیا ہو۔ میں پھر اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ماشہ سے پوچھا وہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں تو جیوں لگی ہی جا

ماشہ نے جرات سے کہا یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ اور میرا نام جیوں لگیں؟ میں آنکھوں کا ماشہ تو میں ہوں اور تم اتنی بڑی شخصیت کا نام جیوں لگی ہو؟

میں ماشہ غریب کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ ادھر مادام روزانہ نے چونک کر اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر پوچھا کیا میں بھی دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ماشہ، میں یقین سے کتنی بول کر فراد صاحب میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔

ماشہ، بیویوں نے مسکرا کر مصافحہ کیے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا بیویوں، فراد تمہارے سامنے حاضر ہے۔ کیا معاف نہیں کرو گی؟

مادام روزانہ نے برفانی سے ماشہ بیویوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ کیوں مذاق کر رہے ہیں؟

”میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ تم سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اتنی تم میزبان بن کر میرے پاس آنے والی تھیں دیکھ لو، میں خود تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں۔“

مادام روزانہ نے پھر اسے نوز سے دیکھا۔ کچھ سر جھپکا۔ ”اچھی بات ہے اگر آپ مسٹر فراد ہیں تو مجھے مجبور کریں کہ میں ماشہ بیویوں سے مصافحہ کروں؟“

میں نے ماشہ بیویوں کو چھوڑ کر اس کے دماغ پر قبضہ کیا۔ دوسری ہی لمحے اُس نے ماشہ کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دبایا۔ ادھر ماشہ بیویوں نے چونک کر اپنے ہاتھ کو مادام روزانہ کے ہاتھ میں دیکھتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ تم نے میرا ہاتھ کیوں تھام لیا؟“

اسی وقت میں نے مادام کو چھوڑ کر ماشہ کے دماغ میں پہنچنے ہوئے بیٹھا تو اب مادام چونک کر اپنے ہاتھ کو ماشہ کے ہاتھ میں دیکھ رہی تھی پھر اس نے مسکرا کر کہا فراد صاحب، میں مان گئی۔ آپ میرے سامنے موجود ہیں۔ بہت بدلتی تھی کہ آپ خود ہی میرے پاس تشریف لائے۔ حالانکہ مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا۔ بیز آپ ماشہ کے دماغ سے داس جا رہی ہیں۔ آپ کے پاس آ رہی ہوں۔

میں نے ماشہ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اُس نے چونک کر۔۔۔ مادام کو دیکھا پھر اپنے آپ کو دیکھا۔ مادام روزانہ نے سکرانے ہوئے اسے بتایا کہ اُن دونوں کو کیا گزرا رہی تھی اور فراد اس طرح اُن سے خفیہ رہا تھا۔ ماشہ بھی یہ سن کر سکرانے لگا۔ مادام روزانہ نے اپنے سامنے کی دیوار پر لگے ایک ہتھ کو دباتے ہوئے کہا۔ ”پروویجیو بند کرو اور لاسٹ آن کرو۔“

اُس کا حکم سننے ہی اسکرین پر نظر آنے والی مادام روزانہ غائب ہو گئیں۔ اسکرین سادہ ہو گیا۔ وہ سے ہی لمحے جواز کے اندر دوشتی ہو گئی۔ مادام روزانہ نے اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر اسکرین کے سامنے آئے ہوئے اور سکرانے ہوئے کہا کہ مسٹر فراد میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ کیا آپ اٹھنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ میں اُن تمام لوگوں سے آپ کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔

میں اپنی سیٹ سے اٹھ کر مادام روزانہ کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت ماشہ بیویوں بھی مادام کے پاس آ گیا۔ پھر وہ دونوں چلتے ہوئے میری طرف آئے۔ لگی تھی اُن کی طرف بڑھنے لگا۔ ہم ایک جگہ چھوڑے۔ ماشہ نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا مسکرا کر کچھ دسی بائیں کیں۔ اس کے بعد مادام اداں موجود افراد سے میل تعارف کرانے لگی۔ وہاں جوان بھی اٹھ اداں ہوئے بھی اداں تھی دیکھی خط ناک خوبی کے حامل تھے۔ اُن میں بڑھے بڑھے بزنس مین بڑھے بڑھے اسمگلر جو بد مشاش اور بد نام زمانہ مجھے تھے۔ اُن میں سے بیٹیاں اس افراد سے ساتھ لڑن میں آرتے لالے تھے۔ باقی مسافر اس سے آگے جاتے لالے تھے۔

وہ سب سب پٹرما سٹر کے حکم کے پابند تھے اور میرے باز کو اپنے سینوں میں دھن کر کے رکھتے تھے۔ آفر میں ایک شخص مجھ سے تعارف ہونے کے لیے میرے سامنے آیا۔ وہ فدا اور صاحب میں میرے برابر تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے رویہ کو رکھتے ہوئے تھے۔ میں نے اُس کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ چہرے کی ساخت بھی اتنی مٹا بھ سے ملتی جلتی ہے۔ اگر کچھ پوچھا سا ایک اب کیا جانے تو میں اُس کے رُوب میں آسکتا ہوں۔ ماشہ بیویوں نے مسکرا کر کہا۔ ”جناب یہ ہیں مشہور زمانہ نجومی پلان بریجی۔“

پلان بریجی نے مجھ سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرنے کے لیے کہا۔ جناب آپ کے دل کچھ کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ آپ میرے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ ویسے میں مندی زبان میں بول سکتی کھانا ہوں اور عام طور سے مجھے تیز تیز کہا جاتا ہے یعنی میرے نام کے ساتھ تیز تیز آتا ہے۔ پنڈت پلان بریجی۔ میں آپ کو اپنی بوری ہٹھتی سن سکتا ہوں۔ تاکہ آپ میری بڑی بڑی زندگی گزارنے کے دوران کسی قسم کی دشواری محسوس نہ کریں۔ اچھی آپ اسکرین پر ایسے مردوں اور عورتوں کی تصویریں دیکھیں گے جن سے ماضی میں تعلق رہا ہے اور حال میں بھی اُن سے رابطہ قائم ہے۔ میں ان شخصیتوں کے متعلق بھی تفصیلات

پریش کنوں کہا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ آرام سے بیٹھ جائیں اور آپ کا میک اپ شروع ہو جائے، سفر کے اختتام تک آپ کو کھلے طور پر چیکے ہوئے آپ میں آجانا سہاوارہ کوفی دوسری صورت اختیار کرنی ہے۔ میں اسی جیسے میں لندن سے آگے چلا جاؤں گا اور لندن کی میری رہائش گاہ اولدیری دوسری جا بنا دوں گے آپ کی تکلیف ہوں گی۔ میرے رینک بلیٹس میں سے آپ جو چاہیں میرے دستخط کر کے نکال سکتے ہیں۔ یہ سب میرا رنڈ ہارڈ کا اور ایک ہے۔ میں ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایر جوٹس نے ایک ٹیبلٹ میں خنڈا مشروب پیش کرنے سے کہا۔ یہ سب یہ بہت دیر سے آپ کیلئے حاضر ہے لیکن آپ کو تو فرصت ہی نہیں مل رہی ہے۔

میں نے تشکر کیا اور کہنے سے اس نکلاں کو اٹھایا اور اسے چنبھ لگا۔ چمنے کے دوران ماسٹر نے ہمیں مادم ڈارڈا ڈوٹیڈ پر لان بریکی سے بائیں ہوتی دیکھی اس کے بعد میک اپ کے ماہر نے میرے اس پاس آکر کھڑے ہو گئے اور میک اپ شروع ہو گیا۔

میک اپ کے دوران ہینڈ پران بریکی بول رہا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اب تک کے اپنی زندگی کے حالات سنا رہا تھا کہ وہ کب پہلا ہوا۔ کہاں پہلا ہوا۔ ہندوستان میں اس کے کتنے رشتے دار ہیں۔ اس کی تعلیم کیا ہے۔ حلالیتیں کیا ہیں اور لندن میں اس کے دوست احباب اور رشتے دار کتنے ہیں۔ انگریز کی بڑی بڑی دولت مند خاندانوں سے اس کے کیسے تعلقات ہیں اور وہ وہاں کے کتنے کلچرل گلمبر ہے۔

وہ بہت کچھ بتانا جا رہا تھا۔ میں سنا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد میک اپ مکمل ہو گیا۔ یہ سارے آئینہ لاکر دکھا گیا تو میں نے دیکھا۔ اب آئیے۔ میں دوسرا ہینڈ پران بریکی نظر آ رہا تھا۔ میں نے ہینڈ پران بریکی کو مسکرا کر دیکھا تو میں نے بھی مسکرا کر کہا "آپ کو کوئی پہچان نہیں سکتے گا میرے لپٹے بھی یہی سمجھیں گے کہ ان کے سامنے میں کھڑا ہوا ہوں۔

میں نے کہا کہ آپ اپنے اپنوں کا ذکر کیا۔ دوستوں کی بات بھی کی کہیں دشمنوں کو نظر انداز کر دیا۔ کیا آپ کا کوئی دشمن نہیں ہے؟

یقیناً دشمن ہوں گے لیکن میرے سامنے کھل کر کبھی نہیں آئے کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچایا، اگر نقصان پہنچا یا بھی تو مجھے ہارزہ نہیں ہوسکتا۔ آپ علی پیٹی کے ماہر ہیں، ہر

کسٹماپ کے کریمز اپنوں کے درمیان رہ کر میرے دشمنوں کی شناخت کر سکیں۔ اس طرح برابر ہی فائدہ ہے۔ مجھے اپنے دشمنوں کے چہرے کے ذیلیہ نظر آ جائیں گے۔

میں نے پوچھا "اد کوئی ایسی بات ہے آپ کے سادھی دماغ سے چھپا رکھا ہوا جو مجھ سے بھی چھپا ہے ہوں؟"

"آپ سے میں کچھ چھپا نہیں سکتا اور جو کچھ چھپا ہے مجھے آپ کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں۔ میں زبان سے بیان نہیں کر سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سوال کرنے لگا۔ اس نے جواب دیا کہ میری ایک دھڑکنی ہے اس کا نام سٹر لیس ہے۔ ان دنوں وہ یو ایڈ میں ہے۔ یہاں ابھی طباہی میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ ہمارا شادی کر تقریباً تین برس گزر چکے ہیں۔ میں شادی سے کترانا تھا لیکن سٹر لیس کی خدہ پر میں نے شادی کی اور شادی سے پہلے اسے بتا دیا کہ وہ مجھ سے مایوس ہے گی۔ وہ دنیا داروں کے سامنے

زیر دھڑکنی ہے گی۔ مگر میں اس کا شو بہرین کر نہیں رہ سکوں گا کیونکہ میں شادی کے قابل نہیں ہوں۔ یہ بات میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی۔ جو نوا آپ کے کوئی بات چھپ کر نہیں رہ سکتی اس لیے میں بیان کرنے پر مجبور ہوں۔

"آپ اطمینان رکھیں میں آپ کے رپ میں جب تک ہوں گا، آپ مجھے کسی نقصان کا باعث نہیں ہوں گا۔ سادھی باتیں ختم ہو گئیں تو میں نے اپنی طرف سے یہ اعلان کر دیا کہ لندن میں سب ان کے جتنے افراد اترنے والے ہیں وہ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ فرما دیا اب ہم ہر جگہ ہے۔ آپ لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ فرما دیا کہاں ہے لہذا وہ تم کو سونا اور میری دوسری سادھی مر جائے کبھی کسی سے دریافت کر لیں تو ان سے بھی یہی کہا جائے کہ فرما دیا ایک ٹیبلٹ میں بیٹھ کر انہیں کبھی قہر وہاں سے وہ غائب ہو گیا۔ میں اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔"

ماسٹر نے اس کے تمام افراد نے میری اس ہدایت پر عمل کرنے کا یقین دلایا۔ اس کے بعد اس کو اپنے تمام مردوں اور عورتوں اور لڑکیوں کی تصویروں دکھائی گئیں جو کسی دیکھی طرح ہینڈ پران بریکی سے وابستہ تھیں۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے پوچھا "ہم لندن کب تک پہنچ جائیں گے؟"

مجھے بتایا گیا کہ شام جا رہے ہیں لندن میں ہوں گے۔ اس وقت دو بج رہے تھے۔ میں نے ان سے اجازت لی کہ

خوڑی دیر خاموش رہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں ان کی زبردگی میں تنہا ہو گیا۔ سید کی کشت سے بیگ لگا کر انہیں بند کر لیں۔ پھر سب پہلے رسوئی سے رابطہ قائم کیا اسے بتایا۔ ابھی میں سفر کے دوران اس سے رابطہ قائم کر رہا ہوں اور ان کا اسی طرح خیال رکھوں گا اور اپنی تحریک سے بھی ہر گاہ باز رہوں گا۔ اس سے نہصت ہو کر میں نے اپنے سے استوتیا اور مراد کی تعویذ۔ پھر شہمت بیگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ وہیل چہرے سے تنہا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کی حالت بت فراہم تھی ماہر سے وہ آدھا مر چکا تھا۔ ادھی روزہ مگر غمی وہ اس امید پر تھی کہ شاید اسے بچالیا جائے گا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کا اختفا کر رہا ہے۔ حلال بیگ نے انہوں نے اسے یقین دلایا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے فٹربا رابطہ قائم کرے گا۔

میں نے اس کی سوچ سے معلوم کیا تو بہت چکا کر ماسٹر لیلڈ اللہ بن میم کے آدمیوں نے اسے ہائی سے کے ایک مقام پر پہنچایا تھا۔ وہاں سے حلال بیگ کے آدمی اسے اپنے ساتھ پھر پڑا میں وہاں لے آئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ طرا میں ہی کی شہمت بیگ کو رکھا جائے۔ یہی طرح ہی سمجھو، لاکر شہمت بیگ کو اس جہ سے نجات دلائی جلتے۔

میں اس کے دماغ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت اس کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص اندر داخل ہوا۔ پھر اس نے اس کے شہمت بیگ کو سلام کرنے کے بعد کہا "جناب عالی، ماسٹر عبداللہ بن میم نے آپ کے سامنے میں جو خط دیا تھا، ہم نے وہ خط اور آپ کے تمام حالات سب پاس تک پہنچائے، ہیں۔ اب جلد ہی ان کی طرف سے ہمیں جواب موصول ہوگا۔ پھر اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔ شہمت بیگ سے بڑا ہو کر پریشانی سے اور تھکے سے لانا تو ماسٹر عبداللہ بن میم کے پاس سمجھتے ہوئے لے گئے تھے۔ بڑھ گیا ہوا؟"

"میں اپنے طور پر ان سے ملاقات کر چکا ہوں ماسٹر عبداللہ بن میم کا صرف ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ آپ کو ہم نے نجات دلانے کے سلسلے میں آخری فیصلہ فرما دیا عملی طور کا ہوگا۔ پھر ماسٹر اور ان کے کسی بھی ماسٹر کا تعلق آپ سے نہیں ہے۔"

وہ رٹنے کی آواز میں بولا "میں کیا کروں؟ میں تو بیٹے بچے مر جاؤں گا۔ میں نے بیٹے تک اخلاص پہنچانے میں ناکام ہو گیا۔ میں تم لوگوں کو کچھ نہ کر سکتا ہوں۔ ہو گا۔"

میرے بیٹے سے رابطہ قائم ہونے دو۔ میں کہوں گا کہ مجھے یہاں موت کی کٹری پر پہنچ کر تم لوگ کو تباہی کر رہے ہو۔

اس نے دل سے اسے کہا "جناب ہم کو تباہی نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا مجبوری نہیں۔ بیگ پاس کہاں ہوتے ہیں۔ کس طرح ان سے رابطہ قائم کرنا ہے؟ ان مشکلات کو ہم کتنے ہی ایک جنگ ہم پہنچانے ہیں۔ وہ بیگانہ کس جنگ کھوٹنے کے بعد، بیگ پاس تک پہنچتا ہے ہم کہاں کھینکتے ہیں ہمارا نیک حلال کا ثبوت یہی ہے کہ میں خود آہٹا ہوں، اب ماسٹر عبداللہ بن میم سے باہم کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو فرما د علی تیمور کی مشی لکھی کا شکر بنا رہا ہوں کیا یہ میری جاں نثاری کا ثبوت نہیں ہے؟"

"میں مختاری یا کسی کی جاں نثاری کا ثبوت کر چکا کروں گا۔ مجھے اپنی جان کی پڑی ہے۔ مجھے اس جہ سے نجات دلاؤ۔"

"جناب عالی، آپ بہت زیادہ خوف زدہ ہیں چنانچہ میں اس کو ذرا حوصلہ دکھانا چاہتا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے دل بھلانے کا سامان کیا جائے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم آپ کے سامنے خراب نہیں دکھائے۔ چمنے کے بعد آپ اس کو تیری پرالسی دوسی تحریک کریں گے تو آپ کیلئے اور ہم سب کیلئے خطہ ہے۔ آپ بتائیں کہ ہم آپ کے لیے کیا کریں۔ کیا سب کوئی تو فوجی علم چلانے یا حسین عورتوں کے نقص کا بندوبست کیا جائے؟"

"جو اس وقت کر رہا ہوں میری جان جا رہی ہے میں تیرے کہنے سے بیٹھا ہوا ہوں اور تم مجھے حسین عورتوں کا نقص دکھاؤ گے۔ خراب ہلاؤ گے، آف! میں کیا کروں؟"

وہ آنکھیں بند کر کے خود ڈی دیر کے لیے سوجھنے لگا۔ "آہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ مر گئے۔ میں کہ انسان کا انکھل ہی اس کا انیا نہیں ہوتا موت کا ہوتا ہے۔ انکھل موت آ سکتی ہے۔ اس بات کو میں بھوٹ سمجھتا تھا لیکن یہ ہے۔ ہم بنا دھا گیا ہے۔ تیرے موت کی مٹھی میں میرا ہر انکھل نظر آتا ہے۔ یہ میرا آخری وقت ہے۔ بنا۔ یہ تو بہ کا وقت ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے کھڑے ہونے شخص کو دیکھا۔ پھر کہا "مردودا تم لوگوں نے فکا کو بھلا دیا ہے۔ ایسے وقت مجھے خراب اور شتاب کا لالچ ہے ہے، ہوں، میں ان سب پر اعلیٰ سمجھتی ہوں۔ اگر مجھے آج کے بعد زندگی مل گئی تو میں خراب اور شتاب تو بہ کروں گا۔ کبھی ہوسے کام

نہیں کہی ہو گا۔ یا جو وقت کی نماز پڑھوں گا میرا منہ کب دیکھے ہو۔ جو عبادتِ طریقی کی مسجدوں میں اعلان کر دو کہ میرے لیے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ یہاں بھی کسی نادری کو بلا کر تلاوت کرنے کیلئے کہا جائے کوئی دن لے تو ایسی کوئی کیفیت سنائی جائے جس میں دینِ ایمان کی باتیں ہوں۔

یہ نے اس کے دماغ میں کہا ہے آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہو گئے۔

اس نے جو تک کہ لینے دماغ میں اچھرنے والی سوچ کو محسوس کیا ہے۔ یہ پوچھنا ہی کیا محسوس کرے کہ یہ ہر میں فریاد بول رہا ہوں۔ اب تمہیں اپنا دین ایمان ماڈرن باسے اب تمہیں حکمِ پاک کی تلاوت کا خیال آتا ہے تم کہتے ہو کہ میری دولت کے کل پر دنیا کی تمام مسجدوں میں قرآن خوانی کروا کر دو تو کھانا ہر سال کے گناہ و حمل جائیں گے۔ پائل کے بیچے کہ اپنے آدمیوں کو دولت سے ایمان خریدنے کے لیے بیچ دے ہو؟

اس نے فریاد کر کہا فریاد صاحب! آپ کو خدا کا واسطہ ہے یا ایمان سہی۔ آپ تو ایمان والے ہیں ہیں آپ کے دھم کی جھجکا مانگتا ہوں۔ آپ کے سامنے نہیں کھانا ہوں۔ آپ سے دماغ میں موجود ہیں۔ یہ سب کچھ ہمیں کہ میری قسم جھوٹی نہیں ہے۔ میں دل کی گمراہی سے معافی مانگ رہا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک ہم باپ بیٹے زندہ رہیں گے کسی وقت تک سائرہ بانو اور مجاہد کی عزت کرنے نہیں گے کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کا قصد بھی نہیں کریں گے۔

حشمت بیگ کے سامنے ٹھہرنے والے شخص نے کہا۔ جناب فریاد دلی تیرا صاحب! آپ حشمت بیگ صاحب کے دماغ میں موجود ہیں تو میں آپ کو مخاطب کرنے کی جرأت کرنا ہوں۔ میرا نام جیشد المانی ہے۔ مجھے آپ جمال بیگ کا نمائندہ سمجھ لیں۔ میں بھی آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بار آپ حشمت بیگ صاحب کو معاف کر دیجئے۔ بڑا بڑا وہ دونوں باپ بیٹے آپ کے یا آپ کے کسی ساتھی کے ملانے میں نہیں آئیں گے۔

یہ نے حشمت بیگ کی زبان سے کہا۔ اس وقت میں حشمت بیگ نہیں فریاد دلی تیرا پھل رہا ہوں۔ میری بات ابھی طرح سن لو۔ جو خط ماسٹر فریاد نے میرے جمال بیگ کے نام لکھا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر حشمت بیگ اور جمال بیگ صدیقِ دلی سے معافی مانگ کر یہ کہتے ہیں کہ آئیڈہ وہ سائرہ بانو اور مجاہد کو نقصان نہیں پہنچائیں گے تو پھر ہمارا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور جب جھگڑا ختم ہو جاتا ہے

تو پھر جمال بیگ کو مجھ سے پھیننے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر وہ دیانت دار ہے اور بلوچی ایمان واری سے شکر کھ کر عدوہ کرتا ہے تو اسے میرے سامنے آنا چاہیے۔ حشمت بیگ کہ اس تم سے اسی وقت نجات ملے گی جب جمال بیگ کے سامنے آئے گا۔ اس سے زیادہ نہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں نہ سننا چاہتا ہوں۔

میری بات ختم ہوتے ہی جیشد المانی نے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک منٹ حیران لے کر گئے سیلوٹ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک کاغذ جیشد المانی کی طرف بٹھا دیا۔ میں جیشد المانی کے دماغ میں پہنچ گیا اس کاغذ پر ایک پیغام لکھا تھا جمال بیگ کی طرف سے آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

میری حیاں بچھے تو اتنے لکھا۔ میں آپ کے سلسلے میں پرتلارہ سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ میں آپ کو اس ہم سے نجات دلانے کے لیے آپ کے سامنے نہیں آ سکتا اور نہ ہی آپ کو اپنی آواز سننا سکتا ہوں۔ میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر رہا ہوں۔ آپ سے لکھا تھا کہ سائرہ بانو کے بیٹے سے جب ہم باندھا گیا تھا تو وہ خود ہرگز نہیں گھٹنے نہک لٹھو موت کی دہشت سے گزرتی رہی نہیں۔ آپ مرد ہیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو تیس گھنٹے تک برداشت نہیں کرنا ہوگا۔ میں جلد ہی آپ کو اس سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ آپ سے آخری درخواست یہی ہے کہ آپ حوصلہ رکھیں۔ ابھی طرح کھائیں اور سونے کی کوشش کریں نہ نہیں آئے گی تو آپ کو دل کے ڈیلے مل سکا دیا جائے گا۔ ہر حال میں آپ پھر خبر کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا آپ کا بیٹا جمال بیگ۔

جیشد المانی نے وہ کاغذ حشمت بیگ کی طرف بڑھا دیا۔ پھر لکھے بٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اسی وقت اس نے کچھ محسوس کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے کے باہر کھڑا ہوا ایک صلح کار آئے اسے اپنی طرف بلا رہا تھا جیشد المانی نے اسے کہا جناب! آپ یہ پیغام پڑھیں۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر ہنگامی سے پوچھا تم نے مجھے کیوں بلا دیا ہے۔ جوان نے اپنی جیب سے ایک نوٹ لیا جو کاغذ مٹکا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس کے آس پاس جیشد المانی نے اس کاغذ کو دیکھا۔ تھوڑے سا سب گرتے جئے ہوئے نچھٹے تاکہ میں ان کا آواز نہ سن سکوں۔

جیشد المانی نے اس نوٹ کے پڑھنے کا غمگین کھول کر پڑھا۔ وہ بھی جمال بیگ کی طرف سے ایک پیغام تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ مہر جیشد المانی آپ وہاں سے تمام باہرین کو بلا کر محکمہ کریں کہ اس ہم سے یہ کیسے پایا کو محکمہ طرح نجات مل سکتی ہے۔ میں آپ کو اس کے کوئی سمجھتا کروں گا لیکن اپنے پایا کے سامنے فریاد و کاشتا نہیں ہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں کسی نہ کسی طرح کامیابی ہوگی اور یا پا کو اس موت سے نجات دل جائے گی۔ اگر کوئی سمجھتا ہے تو ہوسکا اور اس ہم کی ماحولیت مجھ میں نہ آتی تو پھر ایک آخری بات یہی ہوگی کہ وہ بولے ہو چکے ہیں۔ ان کے مرنے کے دن ہیں۔ میں بخیر ہوں۔ ابھی مجھے برسوں زندہ رہنا ہے۔ لہذا آپ یا پا کو کہیں ڈور دیر لے میں لے جائیں اور ڈور کھڑے ہو کر انہیں گولی مار دیں۔

میں جیشد المانی کے دماغ سے اس خط کو پڑھنے کے بعد حیران رہ گیا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کب یا کوئی موت نہیں ہوگی تو بیٹا باپ کو گولی مار دینے کا حکم ہے گا۔ اگر حشمت بیگ کو گولی مار دی گئی یا وہ ہم کے دھکے سے مر گیا تو تقدیر ختم ہو جائے گا۔ میں نے جو پال گئے لڑائی ہے اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا اور جمال بیگ کا پلڑا اپنی جگہ بچا رہا ہے گا۔ پلے سے زیادہ سائرہ بانو اور مجاہد کا دشمن میں جا رہا ہوں۔ اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے کے لیے وہ ماں بٹی کو جب بھی گرفت میں لے گا ہمیں پہلی فرصت میں مار ڈالے گا۔

میں حشمت بیگ اور جیشد المانی کے دماغ سے جا پھریں آ کر۔ دماغی طور پر چلیے میں حاضر ہو گیا۔ آنکھیں کھول کر اپنے سامنے دیکھنے لگا۔ طیارے میں گری کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے باتیں بھی نہیں کر رہے تھے اور یہ شخص اس لیے کہ میری خیال خوانی میں کوئی مداخلت نہ ہو میں ان خاموشی میں جمال بیگ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لوں تو میں نہیں سہنتا آ جا ہوں کہ انسان کا خون بعض حالات میں سفید ہو جاتا ہے۔ یہ پہلی بار دیکھ رہا تھا کہ جینے کا خون سفید ہو گیا تھا اور اسے باپ کی موت کی پشیمانی تھی۔ ایسے ہی وقت میں دماغ ایک اور بات سوچنے لگا اور وہ یہ کہ جمال بیگ کو اپنے باپ کی بہت فکر ہو اور وہ اپنے باپ کو بہت چاہتا ہو لیکن مجھے حوصلہ دینے کے لیے اور مجھ پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اسے باپ کی زندگی کی پروا نہیں ہے اس نے باپ کو گولی مارنے کا حکم دے دیا ہو۔ میں جیشد المانی کے دماغ میں پہنچ کر وہ خط پڑھوں تو مجھے اس بات کا احساس ہو کہ جو حال میں

میں نے اس کے خلاف چلے ہے۔ دو باہل بیکار ہوئی ہے۔ اور جمال بیگ کو اس طرح میں سامنے آنے پر مجبور نہیں کر سکتا گا۔ لہذا کوئی دوسرا سمجھتا ہے کہ یہ مجبور ہوا ہوا ہو گا۔ ان دونوں کی زبان بولتا تھا۔ مجھ پر جتنا مان چاہتا تھا کہ اسے اپنے باپ کی پروا نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ کی قربانی لے کر بھی سائرہ بانو اور مجاہد کو ماحول کر لے گا اور مجھے ہر طرح سے مجبور کرے گا۔

پندرہ پلان پر میری سسر پاپس سے اٹھ کر دوسری سیٹ پر چلا گیا تھا۔ ماڈرن ڈانز ویڈیو ہانڈس میں پاپس کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے احساس ہوا کہ وہ مجھے مسلسل دیکھ رہی ہے۔ میں نے سر جھکا کر دیکھا تو وہ مسکرائی۔ پھر اس نے پوچھا۔ بہت گری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا سونیا کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں؟

میں نے سسر کو ان کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ سونیا کو عبا نے زیادہ چاہتے ہیں کیا یہ سچ ہے؟

وہ چند ہی ایسی ہے۔ اس کیلئے جان دی جا سکتی ہے۔ وہ انکار میں سر ہلایا۔ نہیں میں نے اس سے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ آخری نظریں سنی ہیں کہ اس سے خدا کرنے لگی ہوں۔ میں نے سنتے ہوئے پوچھا۔ جس سلسلے میں خدا کرتی ہو؟

” ایک بات تو بتاؤ۔ کیا ہیں سونیا سہرا مارنے کے زلنے سے اس تنظیم میں ہوں۔ وہ سہرا پڑھا آج کا موجودہ سہرا سٹر دونوں کا بیان ہے کہ سونیا ناقابلِ شکست ہے اور ایسی پڑا اثر شخصیت کی حال ہے کہ اپنے سامنے والوں کو فوراً متاثر کر دیتی ہے۔ ہاتھیں بھی ماہر ہے اور ذہنی تیزی سے بولتی ہے۔ اتنی تیزی سے اس کے ہاتھ پاؤں بھی چلتے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ سونیا کے دیکھا کہ میں یہ تو نہ دیکھا ہوگا کہ وہ کسی سے شکست کیوں نہیں کھاتی ہے جبکہ وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔

” ماں یہ بات وضاحت سے کبھی ہوئی ہے کہ وہ ایک بہت فائز ہے لیکن بڑے بڑے فائز بھی شکست کھا جاتے ہیں جب وہ دیکھتی ہے کہ شکست کھانے والی ہے تو وہ وہاں ہاتھ پاؤں کے بجائے ذہن سے کام لیتی ہے۔ کرنی ایسی چلائی دکھائی ہے ایسی حیاں ملتی ہے کہ جیشد المانی والا بازی ہوا جاتا ہے۔

میں نے سنتے ہوئے کہا۔ ماں سونیا میں یہ سب سے بڑی خوبی ہے۔

وہ لڑی تے میرے خندہ کرنے کی ایک سب سے بڑی وجہ ہے کہ تم اس پر مرتے ہو۔  
 "آخری سانس تک اس پر مزاجیوں کا"  
 مادہ دزدانہ نے میری طرف جھکا کر ہتھیار سے اور ڈری سنجیدگی سے پوچھا: "اگر میں سونیا کو شکست دے دو تو کیا بچھو پر اسی طرح مرتے؟"  
 میں نے ایک نغمہ لکھا: "ہمارا میں بیٹھے ہوئے لڑاؤ لڑتے کر دیکھئے گئے۔ انھوں نے ہم دونوں کو بائیں کرنے کیسے دیکھا۔ پتھر مسکرو کہ ہماری طرف سے مزہ چھیر لیا۔ مادہ دزدانہ نے جڑنی سے پوچھا: "تم تقدیر کیوں لکھا ہے ہر کیا میں جیسی نہیں ہوں؟" تیلے حدیثیں ہمارا ورہے ہمارے پرکشش ہر وہ کیا میں باصلاحیت نہیں ہوں؟"  
 "مخاری صلاحیتیں دیکھی تو نہیں ہیں لیکن بہت کچھ سن لیا ہے۔ پھر جب سپر ماسٹر نے تجھیں شاکر خیر کا خطاب دیا ہے تو یقیناً تم خطرناک حد تک باصلاحیت ہوگی۔"  
 مادہ دزدانہ نے جلدی سے پوچھا: "اس کی کیا کردی ہے؟" میں نے اس کی طرف جھک کر بڑی لڑاؤ دے سے کہا: "اُسے ماننا چاہتی ہر تو اس سے محبت کرو۔ بے انتہا محبت کرو وہ آپ ہی آپ تم سے ہار جائے گی۔ میری ساتھیوں میں ایک بہت ہی خطرناک لڑکی ہے۔ اس کا نام ہارنا ہے۔ اگر وہ سونیا کو لیج کر تی۔ اپنے فلاؤسی ہم کا نظا ہر اس کے سامنے کرتی اور اُسے اپنی خطرناک صلاحیتوں سے مارنا چاہتی تو سونیا کے ہاتھوں بہت پہلے ہی فنا ہو جاتی لیکن ہر جانتے اُسے محبت سے مارا ہے اور اب سونیا اس کی دیوانی ہے۔ اس لیے میں تجھیں یہ شورہ دیتا ہوں کہ اس سے محبت کرو ورنہ ایک بات کا بچے پر داغ نہیں ہے کہ سونیا کو صرف خدا ہی مار سکتا ہے۔ اُسے مارنے والا کوئی انسانہ بھی پیدا نہیں ہوا۔"  
 "دیجھو۔ یہ تم مجھے جلائے گا۔ کڑھانے والی بائیں کر لے پوز کیا کوئی خدمت یہ برداشت کر سکتی ہے کہ اس کے سامنے کبھی دوسری موت کی انتہی زیادہ تعریف کی جائے؟"  
 "ہر بھلائے کا کام تھا۔ سمجھا دیا کیس سونیا سے سلنا ہر تو اپنی حسرت پوری کر لینا۔"  
 باتوں ہی باتوں میں وقت گزر گیا۔ چار بجے ہم لندن پہنچ گئے میرے پاس پرائی پرائی کا پاسپورٹ اور ڈوسر تمام ضروری کاغذات موجود تھے۔ پتھر کہ ماسٹر جوہن نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ میں اس سے دائمی رابطہ قائم رکھوں۔ وہ سوچ کے ذریعے میری رہنمائی کرتا ہے کہ اس کے علاوہ میری رہنمائی

کے لیے مادہ دزدانہ میرے ساتھ بطور کیڑی موجود تھی۔ اس نے ہلکے سے میک آپ کے ذریعے اپنے ہسکر کو بدل لیا تھا پھر جب میں کیم پیکنگ سے گزر کر مادہ دزدانہ کے ساتھ یہ لڑاؤ ایک ریستوران میں پہنچا تو سوچ کے ذریعے ماسٹر جوہن سے رابطہ قائم تھا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں وی آئی بی ویننگ روم میں پہنچنا چاہیے۔ وہاں ایک فردی پتہ ماسٹر کی طرف سے آیا ہے۔"  
 اس طیلے سے سپر ماسٹر کے جھنڈے آدمی لندن... میں اترے تھے۔ دو سب میک اس پاس دور دورے کی ایک دوسرے سے اجنبی بنے بیٹھے تھے۔ وی آئی بی روم میں صرف میں مادہ دزدانہ اور ماسٹر جوہن بیٹھے۔ اس وقت وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ ماسٹر جوہن کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ماسٹر نے اس سے مسالو کیا پتھر اس کے ساتھ ایک عمو نے پوچھ لیا۔ میں مادہ دزدانہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مجھو بانا نماذ میں جلتا ہوا وہ ر ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ایک ڈھائی جوڑے کی طرح جیسے سرگوشیوں اور محبت میں مصروف تھے لیکن دائمی رابطہ ماسٹر جوہن سے تھا اور تو پتھر میں سنا جا رہا تھا وہ میں دیکھ سے وہیے مادہ دزدانہ کو بھی بتا جا رہا تھا۔  
 ماسٹر جوہن کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "میں سپر ماسٹر کا پیغام ماسٹر فریڈامک پہنچانا چاہتا ہوں۔" ماسٹر جوہن نے کہا: "ماسٹر فریڈامک تمھاری بائیں میک و مانع کے ذریعے سن لے ہے میں تم بولتے جاؤ۔" اس نے کہا: "بنا فریڈامک صاحب جلال بیگ کے خلاف جرحاں چلی ہے وہ ناکام ہو رہی ہے۔ جلال بیگ سپر ماسٹر تک یہ بات پہنچانی ہے کہ وہ فریڈامک صاحب کے سامنے نہیں آئے گا اور یہی اپنی آواز بھی منا ہے گا۔" اپنے باپ کی زندگی اور موت کی پیرا نہیں ہے۔ اگر وہ اپنے باپ کو اس ہم سے نجات دلا سکا تو اُسے گولی مارے گا۔" ماسٹر جوہن نے میری طرف سے پوچھا: "کیا وہ اپنے باپ کو گولی مارے گا؟"  
 "ہاں گنا تو یہی ہے۔"  
 "وہ جو اس کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔"  
 "دیکھئے ماسٹر وہ جھوٹ بولے یا جو اس کرے لیکن سپر ماسٹر وہ دوسری طرح بھی داؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اب اسرائیلی حکومت کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ سپر ماسٹر کو فریڈامک جلال بیگ کے درمیان سے مہم جانا چاہیے اور سپر ماسٹر کو فریڈامک

داؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ ختمت بیگ کو اس ہم سے نجات ملے ورنہ اس کے حق میں بہت برا ہوگا۔ فریڈامک سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے ساتھیوں پر کیسی ناپا ہی آ سکتی ہے۔ اسرائیلی اسور دنیا کے ہر ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ دونوں ماں بیٹی جس ملک میں بھی پناہ لینے جا جس گی۔ وہ ماسور انھیں جینے نہیں دے گا۔"  
 ماسٹر جوہن نے پوچھا: "پتھر سپر ماسٹر نے جلال بیگ کو کیا جواب دیا ہے؟"  
 "ابھی تو جلال بیگ کا ہی سوال فریڈامک صاحب تک پہنچا ہے۔ سپر ماسٹر کا مشورہ ہے کہ ماسٹر فریڈامک بیگ کی دشمنی سے باز آ جائیں اگر سمجھتے کی راہ نکال لی جائے تو دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ جلال بیگ سے یہ شرط منوالی جائے گی کہ آئندہ وہ کوئی بھی سارہ یا نورا اور اس کی بیٹی مرجانہ کا پتھا نہ کرے اور نہ بھی ان سے دشمنی کرے اس طرح یہ دونوں آئندہ کے لیے محفوظ رہیں گے۔"  
 ماسٹر جوہن نے سوچ کے ذریعے پتھر سپر فریڈامک کو کہا: "میں جواب دے رہا ہوں کہ آئندہ ان ماں بیٹی سے دشمنی نہیں کرے گا تو پتھر فریڈامک دوست بن کر میرے سامنے آ جائے۔ اگر وہ سامنے نہیں آتا اور پتھر سے چھپتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئندہ کبھی تونے پر فوج سے اور میری ساتھی ہر توں سے دشمنی کر سکتا ہے۔ میں جلال بیگ کو اپنے سامنے چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہر طرح کا سمجھنا کر لیں گا۔"  
 ماسٹر جوہن نے میری بات اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص تک پہنچانی اس شخص نے کہا: "جناب یہی نوشکل ہے کہ جلال بیگ ماسٹر فریڈامک کے سامنے آنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ آ جائے تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے۔"  
 میں نے ماسٹر کی زبان سے کہا: "جب وہ سامنے نہیں آتا چاہتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اڑنے میں کھوٹ ہے۔" وہ آج جو وعدہ کر رہا ہے کل اس سے منکر جائے گا۔ پتھر ان ماں بیٹی کا دشمن بن جائے گا۔ ہماری دوستی صرف ایسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جلال بیگ آئے اور پتھر سے مسالو کرے۔" ماسٹر فریڈامک نے لیکن نہیں ہے۔ آپ سمجھتے کی کوئی دوسری راہ نکالیں۔ کوئی اور شرط اس کے منوالیں ورنہ سپر ماسٹر بڑی اٹھیں میں پتھر جائیں گے۔"  
 "سپر ماسٹر کو کیا اٹھیں ہوگی؟"

"یہی اسرائیلی حکومت کا داؤ ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ بیرونی کس طرح سپر ماسٹر کے ملک پر اپنی دولت کی دیر سے چھانے ہوئے ہیں۔ ان کی سرخی کے خلاف سپر ماسٹر آپ کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ وہ آپ کو دشمنی ہی نہیں کریں گے۔ یعنی وہ دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر نہ تو اسرائیلی حکومت کو ناراض کریں گے اور نہ ہی آپ کو ناراض ہونے دیں گے۔ وہ آپ سے بھی دوستی کریں گے اور اسرائیلی حکومت کے بھی دست لڑیں گے اور ایسی دوستی اور ایسے تعلقات کے لیے انھیں آپ دونوں کے درمیان سے مہم جانا پڑے گا۔ وہ محض ایک نمائندگی کی حیثیت سے دور نہیں گئے۔" میں نے جواب دیا: "میں پہلے ہی سپر ماسٹر کا خداج نہیں تھا۔ میں ایک آزاد شخص ہوں اور آزادی سے خود اپنے فیصلے کرنا ہوں اور اپنے طور پر اپنی زندگی گزارنا ہوں۔" اس شخص نے کہا: "جناب۔ صرف آپ کی زندگی کا سوال نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ سب عورت ہیں گھر جائیں گی۔ آپ ابھی طرح جانتے ہیں کہ ہر دوں کے ہاتھ کھٹے لے ہیں اور وہ دنیا کے ہر کونے تک پہنچ سکتے ہیں۔" میں سب سمجھا رہا۔ مجھے ان سے مرعوب کرنے کی کوشش مت کرو۔  
 "ماسٹر فریڈامک سپر ماسٹر کو آپ سے دور رہ کر محض نمائندگی بنے رہنے پر بہت افسوس ہوگا۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپ کی بھی طرح سمجھتے کی کوئی راہ نکالیں۔"  
 "پتھر سے اس طرح ضد نہ کرو۔ جلال بیگ کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔ بیرونی طاقت مجھے مرعوب نہیں کر سکتی۔ میں اپنے ساتھیوں کی تنہا حفاظت کروں گا۔ سپر ماسٹر سے صرف اتنا کہ دو کہ اس کی بنا ہ میں میرے بڑوں تک ہیں انھیں اس وقت تک کوئی دشمن نقصان نہ پہنچائے جب تک کہ میں اُسے یہ رہنمائیوں کو سونپا، مرجانہ یا نورا اور فریڈامک کو کہاں چاہتا جاؤں۔ جب وہ میرے بنائے ہوئے مقام پر پہنچ جائیں گے تو اس کے بعد سپر ماسٹر کی ذمہ داریاں ہم ہوجائیں گی۔" اس شخص نے کہا: "سپر ماسٹر نے پہلے ہی پیش کر لی تھی فریڈامک صاحب جلال بیگ سے یا بیرونی طاقت سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ وہ جینے پوچھا میں گے اور اپنے طور پر پتھر پہلے کی طرح دشمنوں سے ٹکراتے رہیں گے اور سپر ماسٹر ان کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ ہر حال ان حالات میں سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ آپ موجودہ رپ میں بیان رہنا چاہیں تو آپ نینڈت پلان پر عمل کی حیثیت سے اس کی ساری جائداد کے ساتھ لندن

بیس رہ سکتے ہیں۔ اسرارِ نبوی حکومت پر پورچہ لہی ہے کہ ان دنوں آپ کماں ہیں۔ سپر ماسٹر نے آپ کے سلسلے میں بالکل لائسنسی ظاہر کر کے ہے۔ ان کو یہ جواب دیا ہے کہ مسٹر فرادہ روستی کے ساتھ جنگل میں جسے غائب ہوئے ہیں اس وقت سے لاپتہ ہیں وہ دماغی رابطہ قائم کرتے ہیں لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ کہاں ہیں؟“

بہن نے پوچھا کہ سپر ماسٹر سے یہ بھی پوچھا گیا ہوگا کہ سائزہ بانو مرزا اور سوسنیا کماں ہیں؟“

”جی ہاں پوچھا گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے جواب دیا ہے کہ جب وہ آپ کے اور جلال بیگ کے درمیان نہیں ہیں گے تو پھر کسی کو کسی کے بارے میں اطلاع یا کوئی خبر نہیں سننی ہوگی۔ وہ بالکل بیخبر یا نادر ہوں گے۔ یہ جواب دینے کے باوجود سپر ماسٹر کا خیال ہے کہ یہودی آپ کی ساتھیوں کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔“

میں نے ”تاہم میں ہر جگہ لکھا ہے کہ جب مرزا نے سائزہ بانو کے ساتھ طرابلس پہنچی ہے تو یقیناً وہ لوگ جانتے ہیں کہ سائزہ بانو اور مرزا نے طرابلس میں یہ کسی طرح سوسنیا کے متعلق جی معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ ڈیر جلال کے ساتھ پیرس گئی ہے۔“

”مسٹر فرادہ آپ حکم دیں کہ لڑی سائزہ بانو مرزا اور ماں سوسنیا کو کہاں پہنچا جا چلے؟“

میں نے کہا کہ مرزا نے سہانی طور پر تبدیل ہونے والی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے کسی ماہر ڈاکٹر کے زیر علاج رہنے لگے۔ ایک ڈاکٹر کا نام بتایا گیا تھا جو لندن میں ہے۔ میں اس کا نام بھول رہا ہوں۔“

”جناب آپ ڈاکٹر کی تجویز کریں۔ لندن میں ایسے کئی ماہرین موجود ہیں جن میں مرزا کے چہرے پر کچھ کسی تبدیلی کر کے انھیں ایسے کسی ایک اسپتال میں پہنچا دیا جائے گا۔“

”میں نے سائزہ بانو اور ڈیر جلال کے بارے میں پہلے ہی سپر ماسٹر تک یہ خبر پہنچائی تھی کہ انھیں سہلی فرصت میں پاکستان پہنچا دیا جائے۔ وہ وہاں محفوظ رہیں گے کہیں جب یہودیوں سے متعلقہ ہی تجویز ہو سائزہ بانو کی مزید حفاظت کے لیے اور اپنے اہلکاروں کے لیے یہ سوسنیا کو بھی پاکستان بھیجنا چاہتا ہوں۔“

”یہ کام بھی ہونا ہے گا اور کوئی حکم ہر تو فرمائیں۔“

”یہ کام جو جانتے تو اس کے بعد اور کوئی فرمائش نہیں کروں گا۔ سپر ماسٹر کے تمام افراد سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کروں گا۔ میں جو آپس کو ملتا تھا۔ وہ موقع ملنے پر پھر پھر کر مادم رازانہ کو بھی بھجوا دیتا تھا۔ جب رازانہ کو یہ معلوم ہوا کہ میں سپر

ماسٹر کے تمام افراد سے رابطہ ختم کرنے والا ہوں تو وہ آہستگی سے میرا ہاتھ دبا کر بولی۔ ”مجھ سے رابطہ بھی ختم نہ کرنا میں ہرگز ماسٹر کی لائسنسی میں بھی تھا راستہ دیتی رہوں گی۔ کبھی تو اپنے وقت میں مجھے آنا سکتے ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ کبھی پھر اتنی ضرورت محسوس ہوئی تو میں ضرور تمہیں آزماؤں گا۔ دیکھتے ہیں تم پران پریمی کی سیکرٹری کی حیثیت سے میرے ساتھ ہی رہا کرو گی۔“

ماسٹر نے وہیں اس شخص کے ساتھ وہاں سے باہر چلا گیا تھا جس کا نام رازانہ کے ساتھ اسی صوفے پر ٹھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ رازانہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی سپر ماسٹر نے تمہارے تعلقات اب ختم ہو گئے ہیں۔“

”سپر ماسٹر نے تعلق رکھنا میرے لیے کوئی فخر کی بات نہیں تھی۔ اچھا ہوا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔“

”لیکن فرادہ تو سوچو کہ سپر ماسٹر کی وجہ سے کتنا زبردست مسامحا تھا۔ تم جہاں چلنے تھے، مہر کاں میں لینے لیے جگہ بنا لیتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے لیے رہائش کے اور ڈوسٹری کے تمام استقامت تک چھپتے ہی کر لیتے تھے۔ اب کیا ہوگا؟“

”دیکھو مادم رازانہ، آدمی کے ہاتھ میں ہتھیار ہوں تو وہ دشمن سے لڑتا ہے، ہتھیار نہ بھی ہوں تب بھی وہ دشمن سے کبھی کسی طرح لڑتا ہے کیونکہ وہ زہم دہنا چاہتا ہے۔ زہم رہنے کے لیے آدمی جہاں میں اپنی لڑائی جاری رکھتا ہے۔ آج تو صرف یہودی ہمارے دشمن بن گئے ہیں کیا تو نے ہمارا ریکارڈ نہیں پڑھا کہ سپر ماسٹر جیسی طاقت بھی ہماری دشمن رہ چکی ہے۔ اس وقت بھی ہم زہم دہنے جب میرے والدہ کی یہ مرضی ہے کہ میں یہودیوں سے ٹکرائوں تو حلویا ہی سی۔“

میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ نے کہا کہ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا لیکن میں مادم رازانہ کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ ابھی میرے لیے کسی مددگار، اچھی جتنی تعارف پوری طرح ہو چکا تھا لیکن تعارف حاصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مادہ کی بات معلوم کوئی پرتی ہے اس لیے میں رہ رہ کر اپنا ہانگ اس کے دماغ میں بھانکنے لگا تھا۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی کہ وہ فرادہ کے لیے اب مشکلات سامنے آئیں گی۔ یہ یہودی بڑی تیزی سے ساری دنیا میں پھیلے جا رہے ہیں اور اپنے ذلت وسیع کر رہے ہیں اور مستحکم بھی ہو رہے ہیں اور فرادہ ان کے مقابلے میں بالکل تنہا ہے۔“

میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کیا

سوچ رہی ہو؟“

”اگر سوسنیا سے یہ سوال کرنا تو وہ پلٹ کر جواب دیتی کہ بڑے انجان بن کر پوچھ رہے ہو۔ کیا تو سوچ پڑھنا نہیں جانتے ہو لیکن مادم رازانہ کے ساتھ اچھی پہلی ملاقات تھی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ میں ٹیلی پیجی جانتا ہوں۔ بے جا عیاری بھول گئی۔ میری بات کا جواب دیا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ میں یہاں سے اب چلنا چاہیے، پھر خیال آتا ہے کہ ابھی نو ماسٹر نے وہیں اس شخص کے ساتھ باہر گئے ہیں۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان کا تعاقب یہ ہوا ہے یا نہیں۔ کیا تم ماسٹر نے وہیں سے معلوم نہیں کر سکتے؟“

”بھئی وہیں ابھی بتانا ہوں۔“

میں ماسٹر نے وہیں کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس شخص کے ساتھ باہر نکلا ہوا اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کار کے رازانہ بند کرنے کے بعد اس نے ڈرائیونگ روڈ کے حقے سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر اسے ان کے کوزہ ڈز میں کسی کوئی ٹیبل کیا۔ میں اس کے دماغ سے کوزہ ڈز کے پیچھے چھپی ہوئی گفتگو کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ اپنے نامکھنوں سے پوچھ رہا تھا۔ ”کیا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے؟“

”اسے جواب دینا جی ہاں، دو آدمی آپ کا تعاقب کر رہے ہیں۔ ایک سائزہ بانو کے ساتھ ایک سپورٹس کار میں ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے عقب نما آئینے میں آپ کو اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید وہ آپ کا تعاقب کرے گی۔“

ماسٹر نے وہیں نے پوچھا کہ ان دو تعاقب کرنے والے آدمیوں کے متعلق بتاؤ۔ وہ اس وقت کہاں ہیں؟“

”وہ آپ سے بہت دور ہیں لیکن ایسی جگہ ہیں کہ وہ آئی جی اور ڈیگ ڈوم کی طرف ہر طرف سے دیکھتے رہتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ اور رائیڈ آں۔“

ماسٹر نے وہیں ٹرانسمیٹر کو آف کر کے سوچنے لگا۔ وہ وہ آدمی یعنی فرادہ اور مادم رازانہ کا تعاقب کر لے گا۔ انھیں ختم کر کے پھلان پریمی کے پیچھے فرادہ کی شخصیت چھپی ہوئی ہے لیکن میں فرادہ کو کیسے نشانہ کر سکتا ہوں۔ وہ دماغی رابطہ قائم کرنا۔“

میں نے کہا۔ ”ماسٹر میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں اور ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں۔ میرا خیال ہے مجھے فرادہ کی حیثیت سے کوئی نہیں چھپانے سے گا۔ پھر مادم رازانہ اپنی اصل صورت میں نہیں ہیں۔ جلی سہیلی کی تبدیلی ان کے ہوسے پڑ

بھی کی گئی ہے۔“

ماسٹر نے کہا جی ہاں مادم اس وقت میں روپ میں ہیں وہ ہڈت پران پریمی کی سیکرٹری کا ہے۔ بہت سے لوگ مادم کو پران پریمی کی سیکرٹری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ تعاقب کرنے والوں کے لیے شہر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر بھی یہ معلوم کرنا ہی ہر جگہ کہ وہ آپ لوگوں سے کیوں دوسری سلسلے میں ہے۔ کہاں ماسٹر اس کا ایک طریقہ ہے۔ ابھی آپ نے اسے جس ماتحت سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سے پھر رابطہ قائم کریں اور اسے حکم دیں کہ جو آدمی ہماری ٹانگ میں ہیں ان سے کسی طرح سامنے جا کر باتیں کرنے میں اس ماتحت کے ذریعے ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لیں گا۔“

ماسٹر نے تمہیں ہر جگہ ہر جگہ کہاں یہ بات ہونی چاہی تو بھول ہی گیا تھا کہ آپ ٹیلی پیجی کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ابھی لیجیے۔“

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مادم رازانہ کو بتایا کہ ماسٹر نے وہیں سے کیا باتیں ہوتی ہیں اور اس طرح دو آدمی ہماری ٹانگ میں باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ مادم رازانہ نے کہا کہ تم کو تو میں باہر جا کر ان دونوں کو لپیٹنے کی جگہ لگا کر لے جاتی ہوں۔ تجویز دیر بعد وہیں آؤں گی تو وہ دونوں لاپتہ ہوں گے۔ میں انھیں مزاج بھی نہ دے سکتی ہوں اور انھیں کسی گڑھے کے اندر بھیج سکتی ہوں۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ماسٹر سے ماتحت معاملات طے کر لیے ہیں۔“

ماسٹر نے وہیں نے میری جہیزت کے مطابق ماتحت کو حکم دیا تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں کے سامنے جا کر کسی جگہ سے گفتگو کرے اور انھیں بھی گفتگو پر مجبور کرے۔ وہ ماتحت اس وقت وہی آئی جی اور ڈیگ ڈوم کے سامنے موجود تھا اور ان تعاقب کرنے والوں کو نشانہ کر رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں مل رہے تھے۔ وہ انھیں تلاش کرنا ہوا۔ اور اسے ادھر دھکیلتا ہوا پھر وہی آئی جی وہم سے دور چلا گیا۔

میں نے کہا کہ رازانہ وہ دو آدمی ہماری ٹانگ میں نہیں تھے بلکہ وہی آئی جی وہم کے پاس بھی اور کرتا رہے تھے شاید اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہیں گئے ہوں کیونکہ میں ماتحت کے دماغ میں میں موجود تھا وہ انھیں تلاش کر رہا ہے لیکن وہ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ میں میاں صاحب سے آؤں۔“

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ ”ابکثرت رہ گئی ہے۔ وہ جو شرجی رنگ کی کار میں بیٹھی ہوئی عقب نما آئینے میں اسے

جانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔

میں نے فوراً ہی ماسٹر نیوین کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا ماب اس کی کارڈ کے بڑھ گئی تھی اور وہ ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ میں نے پوچھا جس سڑج رنگ کی کارڈ میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کیا وہ مختار انعامت کراہی ہے؟  
" نہیں میں مطمئن ہوں۔ وہ وہیں ایئر پورٹ کے پارکنگ ایریا میں اپنی کارڈ کے اندر بیٹھی رہ گئی تھی میرے پیچھے نہیں آئی ہے۔"

میں ماسٹر کے دماغ سے داپیں آگیا۔ رڈ ناز نے پوچھا۔  
" کہاں گئے تھے؟"  
میں نے اسے بتایا کہ وہ عودت سڑج رنگ کی کارڈ میں بیٹھی ہوئی ہے۔

" تو جہاں میں اس سے سنٹ لیتی ہوں۔ میں اس سے ڈاپیں کروں گی۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ اور معلومات حاصل کر لیا کرو اس کی حیثیت کیا ہے۔ میں نے تاہم میں سڑج رنگ کہا۔  
" یہ مناسب ہے۔ تم آگے چلو۔ میں تمھارے پیچھے آہستہ آہستہ آتا ہوں۔"

ہم آگے پیچھے وہاں سے باہر نکلے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ٹیچ سے دوڑ نکل گئی۔ میں وہیں رڈ ناز سے آگے بڑھتا رہا۔ وہ پارکنگ ایریا میں سب اس کارڈ کے قریب پہنچی تو ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ میں نے رڈ ناز سے پوچھا یہ کیا بات ہے تم کیوں لنگ گئی ہو؟

" مسٹر فراد تو آپ کی بیگم صاحبہ ہیں۔"  
میں چونک گیا۔ بیگم صاحبہ یعنی کہ بیوی؟ میری بیوی رسوئی تھی۔ رسوئی وہاں کیسے پہنچ سکتی تھی۔ میں نے بیرونی سے پوچھا۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو میری کوئی بیوی نہیں ہے۔  
" ہاں فراد کی بیوی نہیں کہہ رہی ہوں۔ تم اس وقت فراد نہیں پران پریمی ہوا اور مختار دھرم پتی مرلا سیاں کارڈ میں بیٹھی غلب نما آئیٹھے میں آنے جانے والوں کو دیکھ رہی ہے اور وہ مختار انعامت کراہی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا " یہ کیا مصیبت آگئی ہے مجاز میں پران پریمی نے کہا تھا کہ اس کی بیوی سڑج رنگ کی ہے اور وہ اسی لیے ابھی کی طرف گیا ہے۔"  
" یقیناً یہی بات تھی۔ یہ بیان اب آگئی پتہ نہیں۔"  
" تو پھر پتہ چلاؤ۔ اس سے جا کر ڈاپیں کرو۔ میں اس کے دماغ میں غلب نما معلوم کروں گا۔"  
وہ آگے بڑھتے ہوئے کارڈ کے پاس پہنچی۔ مرلانے اٹھے

غلب نما آئیٹھے میں دیکھ لیا ہوا۔ فوراً ہی رڈ ناز کو کھول کر باہر نکلنے ہوئے ہوئی۔ یہ ہیلو نام؟  
" ہاؤم رڈ ناز نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا " مرلا میں سنہ کتنی باگما ہے کہ جب میں میک آپ میں ہوں تو مجھے ہاؤم کہہ کر غلب نما لیا تو اس پاس دشمن ہوتے ہیں انھیں پہنہ میں جانے گا۔ باقی دی شے کیا میں میک آپ میں پہنچی جاتی ہوں؟"

مرلانے انکار میں سڑج رنگ کہا " باہل بھائی جانی ہریون یہ تو مجھ گئی ہو کہ میں نے غلب نما کیسے پہچان لیا۔"  
" ہاؤم رڈ ناز نے اپنے سر پر ہاتھ ماسٹے ہوئے کہا " ہاؤم میں اپنی اس کمزوری کہ بھول جاتی ہوں۔ چلتے وقت سے یہاں میں ہاتھ کی تھی بند ہوتی ہے اور تم میری اس ایک حرکت کو خوب پہچانتی ہو۔"

اس پر دونوں بیٹھے گئیں۔ ہاؤم رڈ ناز نے پوچھا " تم بیوی ایک میں نہیں یہاں کیسے آگئیں؟"  
" کل ہی آئی ہوں۔ معلوم ہوا کہ ہماری تنظیم کے لوگ اس طریقے سے آئے ہیں اور ان میں میرے بیٹھی بھی ہیں میں نے سوچا کیوں نہ یہاں آکر ان کا استقبال کروں۔ اس لیے چلی آئی۔"

" ہاں تنظیم کے دفتر میں ہم نے یہی اطلاع دی تھی لیکن ہمارے میں تھا سے چچی ٹیڈٹ پران پریمی نے فیصلہ کیا کہ وہ یہاں نہیں آئیں گے اور یہ سب بیوی ایک جانیس گئے تاکہ وہاں تم سے ملاقات کر سکیں۔"

مرلا مڑھ گئی۔ وہ ہاؤم میں ہو کر کچھ کھنا چاہتی تھی اس وقت قدموں کی آہٹ سن کر اس نے نظر میں اٹھاتے دھننے میری جانب دیکھا پھر ایک دم سے چونک گئی۔ اس کے سر جھکا ہوئے چہرے پر ناز کی آگئی۔ کچھ کھانے ہوئے میری طرف بڑھتے ہوئے رڈ ناز سے بولی " جھوٹی تمہیں کی۔ مجھے یہ مذاں کر رہی نہیں۔"

یہ کتنے بڑے وہ سب سے قریب آئی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اس نے دونوں ہاتھوں کو تقابم لیا مغزنی مکوں میں جھٹکتے کرنے فالے بوڑھے سرعام بغل کی ہو جاتے ہیں کٹا اعتراض نہیں کرتا کیونکہ ان کی تندیب بھی ہے کہیں بیٹیت ہو کہ میں پران پریمی کے میک آپ میں تھا اور اس کی بیوی مرلا بھی مشرقی تھی اور مشرقی لوگ مغزنی مکوں میں پہنچ کر کھانے اتنے آزاد نہیں ہوجانے کہ سرعام ایک دم سے بغل گیر ہو جائیں۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو جھٹکت سے دیا۔

وہ ایک نہایت قیمتی ساڑی پہنے ہوئے تھی۔ اگر وہ ساڑی اس کے بدن پر نہ ہوتی تب بھی مرلا بہت ہی خوبی سے سر سے پاؤں تک وہ قابل دید تھی۔ اس کی ذلیفیں کھلی ہوئی تھیں اور لمبی ہی گھنی اولان تھیں۔ جب شانے پہن گئی تو حواس پوچھا جاتی ہو گی۔ اس نے ہر سے مڑیوں سے جڑے ہوئے زیورات پہنے ہوئے تھے ہاؤم رڈ ناز نے آگے بڑھ کر مسکرتے ہوئے پوچھا " اس طرح کیا دیکھ رہے ہو۔ یہ وہی مرلا ہے جو پچھلے سال حسینہ عالم منتخب ہوئی تھی۔ دنیا کے ایک سر سے دو سرے ہر سے تک اخبارات میں تصویروں کی شائع ہوئی تھیں اور جب تک اس کے حسن کا پرجہا رہا تھا۔ دیکھو پران پریمی کی امانت میں خیانت نہ کرنا۔"

مرلانے چونک کر ایک بار ہاؤم رڈ ناز کو دیکھا پھر ٹھٹھے دیکھ کر بولی " اس کا کیا مطلب ہوا؟"  
میں نے جلدی سے مرلا کے بازو کو تھما کر کارڈ کی پھلپی سیٹ کا ڈرافٹ کھولتے ہوئے کہا " یہاں کم از مناسب نہیں ہے ہاؤم، تم کارڈ فریڈ ہو گئے۔ میں اسے مرلا کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

میں مرلا کے ساتھ پھلپی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہاؤم رڈ ناز نے اسٹیجنگ سیٹ سمجھائی۔ مرلا جیران جیران سیٹھے دیکھ رہی تھی سرخ رہی تھی کہ ہاؤم رڈ ناز کے اس آفری مٹلے کا مطلب کیا ہے کہ پران پریمی کی امانت میں خیانت نہ کرنا اور یہ بات اس کے پران پریمی ہی سے کسی جاہر ہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک آگئی رہی اتنی دیر میں کارڈ پارکنگ ایریا سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گئی تھی۔ تب میں نے کہا۔  
" مرلا تمھیں ذہنی طور پر زیادہ آگے کی ضرورت نہیں ہے یہاں نہیں مقصد بتا دوں کہ میں مختار اپنی پران پریمی نہیں ہوں۔ یہ بات میں نے اپنے مخصوص لیے میں کسی تھی۔ مرلانے پہلے تو پرانی سے دیکھا۔ پھر بے یقینی سے کہا " دیکھو پران اگر تم آواز بدل کر بولو گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بیوقوف بن جاؤں گی۔ تم سر سے پاؤں تک میرے سامنے موجود ہوا اور اپنی موجودگی سے انکار کر رہے ہو۔"

ہاؤم رڈ ناز نے کارڈ فریڈ کر کے ہر سے کہا " مرلا، یہ دہشت گرد ہے۔ میں اس بات کی گواہ ہوں اور تنظیم کے دفتر میں پہنچ کر تمھیں اس بات کا ثبوت مل جائے گا۔ ماسٹر نیوین بھی اس بات کی گواہی دیں گے۔"  
وہ میرے ساتھ کھی ہوئی بیٹھی تھی۔ فوراً ہی جھک کر

رڈ ناز دیکھتے ہوئے ہوئی " پھر آپ کون ہیں؟"  
" ہاؤم رڈ ناز نے کہا " مرلا۔ پہلے تو ہر دو پہچانے کی کوشش کر دو کہ یہ کون ہیں؟"  
" میں جھلا کیسے پہچانوں گی۔ یہ تو سر سے پاؤں تک ہے۔ پران نظر آ رہے ہیں۔"

" دیکھو یہ وہ ہستی ہے جس کے متعلق ہم سوچتے اور پائل کرتے ہیں۔ تم نے ان کا پورا ریکارڈ بڑھا ہے اور ان کی آواز بھی کیسٹ میں سٹی ہے کیا آواز سن کر وہ لب و لہجہ پہچان کر تم انھیں پہچان نہیں سکتیں؟"  
" اس نے مجھے غور سے دیکھا پھر کہا۔ آپ ذرا پھر بات کر کے تو میں پہچاننے کی کوشش کروں۔"

میں نے سرکار کہا " میں کیا بات کروں تم تو مجھ سے اتنی دوند کھسک گئی ہو جیسے میں تمھیں کچا جھا جاؤں گا۔ وہ چاہتی تھی کہ میری ہاتھیں جاری رہیں اور وہ میرے لب و لہجے پہچاننے کی کوشش کرتی ہے ہاؤں کو جاری رکھنے کیلئے اس نے کہا " مرلا آپ جو کوئی بھی ہیں اتنا تو جانتے ہی ہوں گے کہ ہندوستانی عودت صرف اپنے سرو کو ہاتھ لگانے کا ہے اور اسے ہی ہاتھ لگانے کی اجازت دیتی ہے۔ باقی دوسروں کے سامنے سے بھی دوڑتی ہے۔"  
" ہاں یہ اتنا بھی مشرق سے ہے اور میں مشرقی شرم نہ جیا کو خوب جانتا ہوں۔"

یہ کتنے ہی دم سے چونک کر ڈیٹھ پھلپا کہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی " ہائے رام، آپ تو فراد مسلیم ہو۔ میں۔"  
" ہاؤم رڈ ناز نے زور کا نظارہ لگا یا۔ میں نے مسک کر سر ہلانے ہوئے کہا " میں فراد ہوں۔ تم بھی ذہین لگتی ہو میرے۔"

لب لہجے سے مجھے پہچان لیا۔  
مرلانے مسک کر کوشش کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے یوں جکڑ لیا جیسے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بول رہی ہوں فراد صاحب یقین کریں آپ سے ملنے کی بڑی آرزو تھی۔ یقین نہیں آدہا ہے کہ آپ اس وقت میرے ہی چچی کے دل میں بیٹھے ہیں۔ میں تو آپ کو بہت پہلے ہی پہچان لیتی لیکن آپ عودت کے مزاج کو سمجھنے نہیں۔ میں اپنے شہر کی شخصیت سے اتنی متاثر تھی کہ ان کے اتنا نہیں آپ کے لب و لہجہ کو پہچان نہ سکی۔"  
" ہاؤم رڈ ناز نے کہا " مسٹر فراد یہ میرا معمولی سا ہاتھ



دیکھتی ہے۔ اس کا حافظہ بہت ہی تیز اور متحکم ہے۔ دنیا کے ہر ملک سرخط کے متعلق وسیع معلومات رکھتی ہے۔ ہم ہر اسے چینی پھرتی انسان کو بڑا دیکھتے ہیں۔

یہی نے سرلا کو تقریبی طور سے دیکھتے ہوئے کہا: پھر تو میری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ میں لندن میں ہر دو لوگوں کے متعلق معلوم کرنا جانتا ہوں۔ مناسبتاً کہ لندن میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ یہ لوگ مس علاقے میں زیادہ رہتے ہیں اور ان کی طرف دنیا کی طرف سے زیادہ توجہ دینی اور ہر ایک کے لئے سوچنی رہی۔ چھپنے لگی۔

ہاں کسی حد تک مجھے ان کے متعلق معلومات ہیں۔ یہ یہودی تفریق یا کسی برسر پٹیل لندن میں آئے تھے۔ وہ کہہ کر مول کا زمانہ تھا۔ پہلے پہل ایسٹ اینڈ میں آباد ہوئے۔ پھر یہ پھیلنے لگے۔ لندن کے شمال مغرب تک پہنچ گئے۔ یہاں وہ ڈنڈو رولتاتے ہیں۔ اسٹام فرڈز اور گولڈ مرین۔ ان دو علاقوں میں یہودیوں کی اکثریت ہے۔

یہی نے کہا: سرلا، جب تم نے میرا نام دیکھا تو پڑھا ہے تو کیا میرے متعلق مجھ کو مزید معلومات حاصل ہیں کہ ان دونوں میں کون لوگوں سے اچھا ہوا ہے؟

اس نے انکار میں سر تلنے دیکھے۔ کہا: نہیں، میں آپ کے موجود حالات سے واقف نہیں ہوں۔ بس اتنا پتہ چلا ہے کہ پھر دونوں آپ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ جھگڑوں میں پھلے ہوئے تھے اور سپراسٹراپ کو وہاں سے گلے کی کوشش میں مصروف تھے۔

یہ بات پرانی ہو چکی ہے لیکن اس میں ناانگنی اس لیے ہے کہ میں پھنسانے والا ہوں۔ شخص ہے اس کا نام جلال بلگ ہے۔

یہی جانتی ہوں۔ اس نے ایک سٹریٹیجک فائنم کیا ہے۔

بلگ سٹریٹیجک اور اس کا وہ ہنگ ہاں بنا ہوا ہے۔

اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ وہ تیار اتنی جڑی نظم نہ تو قائم کر سکتا تھا، نہ کامیابی سے چلا سکتا تھا۔ اس کی لپٹ نہ پانچا ہی ہوئی کر رہے ہیں۔

سرلا نے مسکرا کر کہا: اب سمجھی اس لیے آپ یہودیوں کے متعلق معلوم کر رہے ہیں۔ بے شک یہ یہودیوں کے خوش قسمتی کا مقام ہے کہ ہم آپ کے کاؤڈن کی میسر سے سچی سچی آپ سے بہت بڑے مداح ہیں۔

وہ تم ایسے مقام کا ملک وغیرہ کا پتہ بناؤ جہاں معروف یہودی شخصیتیں جمع ہوتی ہیں۔

اس نے کہا: یہودیوں کے ملک لندن کے ایسٹ اینڈ میں ہیں۔ ایک ملک کا نام ہے وہی براڈوی دوڑے گا۔ نام ہے

وہی جزا لہ بر اور دوسرے ملک کا نام دی اسٹپنی ہے۔

مادم روزانہ نے ڈوڈیو کرتے ہوئے کہا: کھل گئی انسا پیکو بڑیا۔ اب یہ اپنی معلومات کے ذریعے تمہیں یہودیوں کی رنگ رنگ میں لٹو کی طرح دوڑانے لگی۔

یہی نے پھر تقریبی طور سے سرلا کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرائی۔ نظریں جھکا کر لہنے لگی۔ یہ یہودی مذہبی اور سماجی تقریبات کیلئے جہاں جمع ہوتے ہیں اس جگہ کو سینا گوج کہتے ہیں۔ یہ سینا گوج جن مقامات میں ہیں ان مقامات کے نام بھی بتاتی ہوں۔ سننے جائیے۔ اولڈ کبیس اسٹریٹ، کرش و ڈوڈیو اسٹریٹ، ٹرکس اگر آپ کوئن الزبتھ یا ہائیس فلیس گارڈن کے فون ٹیبر سات ذریعہ آج سات پر فون کر کے رابطہ قائم کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ آپ لندن میں آج بھی ہیں تو سینا گوج کے یہودی افسران اور کسٹنی میں یہودی عورتیں آپ کے استقبال کے لیے آج آپس لگی۔ یہ لوگ بہت ہی لٹا رہتے ہیں۔ اپنی بانوں سے اور اپنے سرسٹن سلوک سے دوسروں کا دل جیت لیتے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ ڈا بچکھی، پھر میری طرف دیکھ کر بولی: دیکھئے آپ سلمان ہیں اور میں یہودیوں کی تعریف کر رہی ہوں۔ یقیناً آپ کو ہار کر ڈر رہا ہوں گا۔

یہی نے مسکرا کر کہا: نہیں، سلمان ایسے جنگ نظری نہیں ہوتے کہ کسی کی خوبیاں دس سکیں۔ میں ان مسلمانوں میں سے ہوں جو اپنا حیا سبب آپ کرتے ہیں۔ اپنی خوبیاں کو سمجھتے ہیں۔ دشمن کی خوبیاں کو جانتے ہیں۔ پھر فیصلہ کرنے میں کہہ سکتے ہیں کہ انہی کی ہے۔ کہاں بھوکھا ہے کہ ہم بے لپے لہفتانات بھانٹتے جا رہے ہیں۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اپنا محاسبہ کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔

اب اس کے وقت میں سامنے غلام میں ایک ماٹھا کا دیں بیٹھے تھے۔ کبھی دوڑتی لگتا۔ سوچ رہا تھا کہ اس دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہے کہ وہ دوسرے کے آگے کھڑے ہو کر قطار بنائیں تو دنیا کے ایک سر سے دوسرے سر تک مسلمان ہر کھڑا ہو جائے اور ہر مسلمان کو اپنے خاندان کے بچوں کو اپنا ہاتھ دینا ہے تو ایک کے اوپر ایک بنا دینا ہے۔ ہم نے اس آسمان کو چھو سکتے ہیں لیکن وہ بلندی کو چھو نہیں جانتے۔ اگر کسی ایک ملک کے مسلمانوں کو بلندی مل جاتی ہے تو وہ دوسرے ملک کے مسلمانوں کو سب سے پیچھے رہنے دیتا ہے۔ مگر اس لیے بلندی کی طرف نہیں جاتا۔ اپنی میں رکھنا چاہتا ہے۔ ہاں چھوٹے بڑے آؤ بیچ کچھ مسلمانوں میں بھی باقی ہے۔

یہی سوچتے سوچتے جھوک گیا۔ میں ان کے متعلق سوچ

کر کیا کروں؟ اپنے مسلمان بھائیوں کی بگڑی ہوئی قسمت کو کیسے بناؤں؟ اس لیے کہ قسمت ایک آدمی نہیں بنا سکتی۔ سب متحد ہو کر بناتے ہیں۔ میری ٹیلی پیچی ایک دو یا اس بھائیوں کے بگڑے کام بنا سکتی ہے لیکن اجتماعی طور پر اس دنیا کے نام مسلمانوں کی قسمت نہیں بنا سکتی۔

یہی اچانک اپنے خیالات سے جھوک گیا۔ مادام روزانہ ڈوڈیو کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں: یہ اچانک خاموشی کیوں چھا گئی؟ تم دونوں چھٹی سیٹ پر کیا کر رہے ہو؟ کچھ گزرتا ہے تو سچے اس نے چھپنے والی بات کہی تھی۔ سرلا نے فلا ناما سٹی سے کہا: شٹ اپ! تمہیں تو فضول باتیں ہی سوچتی ہیں۔ فریاد صاحب اس وقت کہیں خیالوں میں کھو گئے ہیں۔

یہی نے مسکراتے ہوئے کہا: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

سرلا نے کہا: بات کیوں نہیں ہے۔ جناب، میں بھی تقوڑی ٹیلی پیچی جانتی ہوں۔ تیار کیا سوچ رہے تھے؟

یہی نے کہا: اگر پوچھا، اچھی بات ہے۔ بناؤ۔

اب یہ سوچ رہے تھے کہ کس طرح یہودیوں کو قسمت لے سکتے ہیں اور کس طرح مسلمانوں کا دل لاکر سکتے ہیں۔

یہی نے ہنستے ہوئے کہا: جاسے دوستان کچھ ایسی تم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ میں یہودیوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ ان نسلوں کو قائم رکھتے ہوئے کوئی بھی میرے خیالات کو کچھ سننا ہے کہ میں ایسی ہی کوئی بات سوچ رہا تھا۔ وہاں ذہن سے لگا کر آیا جاتے تو ذہنی ذہانت نہیں بن جاتی ہے۔ تم نے واقعی کسی حد تک میرے خیالات کو پڑھ لیا ہے۔ چھ پھر میرا خیال پڑھ کر معلوم کر لو کہ میں تم سے کیا باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

وہ مسکرا کر بولی: بالکل ہیں۔ تم نے پتہ لایا خیال پھر پڑھ لیا ہے۔ تم یہودیوں کے متعلق مزید معلومات چاہتے ہو۔

اس کی بات پر میں نے (ادام) روزانہ نے خوب لطف لگائے۔ اس کی تعریفیں کیں کہ واقعی وہ تجلی پتی جی ماننے لگی ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی: اب تمہیں نیکو ذرا دوسری بات سنو، یہاں ایک یہودیوں کا رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اس کا نام جیورنل کورمیکل ہے۔ یہ ہفتہ وار رسالہ ہے۔ اسے پڑھ کر لندن کے یہودیوں کی نام، مذہبی سماجی اور ذہنی معیاریات کے متعلق معلومات ہو جاتی ہیں۔

یہی نے پوچھا: مادام، کیا یہ رسالہ نکل سکتا ہے؟

مادم روزانہ نے کہا: کیوں نہیں۔ ہر ہفتے ہی اسے پاس یہ رسالہ پہنچ جایا کرے گا۔

یہی نے سرلا سے کہا: اور کوئی بات؟

آپ تو یہاں لندن میں رہیں گے۔ دفتر دفتر میں جس قسم کی معلومات درکار ہوں گی وہ میں اپنی یادداشت کے مطابق آپ کو پہنچاتی رہوں گی، یہودیوں کے درمیان اپنی جگہ بنانا ہے تو یہ ملک وغیرہ زیادہ مناسب ہوں گے۔ یہاں ادھی جن ملکوں میں ان کی تقریبی تقریبات ہوتی ہیں ان میں سے ایک کا نام بہت مشہور ہے اور وہ ہے ویسٹ سٹریٹ ملک۔ یہ ہینگ کوڈ ہائی ٹال کی طرف ہے۔ دو ملر ملک ہے۔ ہائی پرووری اینڈ ڈالسنڈ۔ اس کے علاوہ ایک ہر کیکل دوڈیو سینا گوج۔ وہ ملک ہے۔

وہ کتنے کتنے رک گئی۔ ایک دم سے پھینک گئی۔ یہی نے پرسہ کی لائی بگڑی۔ اس نے جلدی سے میری طرف سے منہ پھیر کر کھڑکی کے پار دیکھنا شروع کیا۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے۔ تم کچھ کہنے کے لئے رک کیوں نہیں؟

اس نے پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھا۔ انکار میں سرلا کر کہا: نہیں، اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جب کچھ معلومات درکار ہوں گی تو میں بتا دوں گی۔

یہی نے سیکے سے اس کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ اس کے دماغ میں ایسی سینا گوج کی بات گرج رہی تھی جس کے متعلق وہ بات اور حودی جھوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس وقت اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔ ہائے دم، میں معلومات پہنچانے پہنچانے کیا کہنے لگی تھی۔ میں بھول گئی تھی کہ میرے سامنے یہی لپٹ نہیں بلکہ فریاد خود ہے اور بے ایسی معلومات نہیں پہنچانی چاہئیں۔

یہی نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ آخر ہرج کیا ہے۔ وہ معلومات کیسی ہیں کہ مجھے شرم آنے لگی۔

اس کی اپنی سوچ نے کہا: واہ شرطے کی بات نہیں ہے؟ وہ سینا گوج کر کیکل دوڈیو کے علاقے میں ہے۔ وہاں صرف ایسی یہودی لوگیاں جاتی ہیں جو ستروہ برس سے کم نہ ہوں اور وہ یہودی لڑکے جلتے ہیں جو اٹھارہ برس سے اوپر ہوں۔ وہاں تھوڑی تقریبات ہوتی ہیں۔ اب یہ بات میں فریاد سے کیسے کر سکتی ہوں۔ پچھی چھی۔

ایسی سوچ کے دوران اس کے دماغ میں دوسری سوالیہ سوچ ابھری۔ میں فریاد کے ساتھ کیسے ایک ہی چھت کے نیچے رہوں گی۔ یہاں میں میاں بیوی کی حیثیت سے اپنی کوئی نہیں رہنا ہوگا۔

یہی نے اس کی سوچ میں کہا: ٹھیک ہے۔ ہم ایک کو کھی

یہ سڑک گئے ایک بیڈروم میں تو نہیں رہیں گے ہمارے  
 دیمان ہمیشہ شرافت کی دیوار احوال ہے گی!  
 اس کی سوچ کے کنارے میں شرافت سے وہ کہتی ہوں مگر  
 فریاد کار بیکار ڈوڑا اس سلسلے میں بہت ہی خراب ہے، میں اس  
 کو بھی میں اس کے ساتھ تھا نہیں رہ سکتی!

یہ سوچتے ہی اس نے مادہ روزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے  
 کہا: روزانہ! ایسا کتنی عجیب نیرایا کچھ جاہلیں گے تو انہیں  
 معلوم ہوگا کہ میں یہاں ہوں، ایسا نہ ہو کہ وہ فوراً ہی لوٹ کر  
 یہاں چلے آئیں۔ اس سے پہلے ہی میں آج رات کو کسی خطا پر  
 سے نیرایا چلی جاؤں گی، مارٹر تو میں سے کہوں گی کہ وہ پلان  
 کو اطلاع دے دیں۔ وہ وہیں تکے رہیں میں آ رہی ہوں!  
 مادہ روزانہ نے کہا: ٹھیک ہے، میں مارٹر تو میں سے

بات کروں گی لیکن یہ یاد رکھو کہ پلان پر میری اس وقت کا کہن  
 نہیں آئیں گے جب تک فریاد صاحب یہاں موجود ہیں گے۔  
 یہ کئی تعداد ہی بات تو یہاں پلان پر میری کے اوپر تھا سے جھنڈے  
 رشتے دار ہیں ان لوگوں کو یہ سمجھانا ہوگا کہ آج ہی میری سے  
 ملی ہوئیں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ آج ہی انہیں چھوڑ کر نیرایا  
 ہوں جا رہی ہوں بات کچھ بڑھ جائے گی معاملات کو سمجھنا ہوگا اور  
 اس کے مطابق تحقیق عمل کرنا ہوگا!  
 ”میں نظیم کے ہر کام کے لیے حاضر رہیں لیکن یہ تو سوچو  
 میں سڑ فریاد سے ساتھ اپنی کوئی نہیں ہوں شہیت سیکھے  
 رہ سکتی ہوں!“

مادہ روزانہ نے کہا: کیوں نہیں رہ سکتیں یہ یہ تمہارے  
 بیچ بیچ کے پتی تو نہیں ہیں!  
 میں نے بیٹھے بیٹھے کہا: سڑ فریاد بی بی مجھ سے ڈر رہی ہیں،  
 جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو نہیں کھا کر نہیں دلا سکتا ہوں کہ  
 میں انہیں انگلی سے بھی چھوئے گی کہوشش نہیں کروں گا۔ ان  
 سے تشاکی میں ہمیشہ ڈر رہا ہوں کہ بد شہیت یہ میری زبان پر اور  
 میری خرافات پر نہیں کر سکیں۔ ویسے انہوں کی بات تو یہ ہے  
 کہ میرا بچھا بیکار ڈوڑا بہت خراب ہے۔

مادہ روزانہ نے کہی: سڑ فریاد صاحب کچھ دوسری طرف  
 دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: میں ہوں تو ان کی عزت کرتا ہوں  
 اور ہتھیاری تو لے کر عزت کرتا ہوں۔ ہتھیاری تو میں وہ ہیں تو انہیں  
 میں نے بہت تم دیکھی، جس دن ہوں گی اور میں بھی!  
 ”یہ کہہ کر مجھ میں نے اپنے نکال پر ہاتھ مانتے ہوئے کہا: تو یہ  
 تو بچے صرف ذہین کتا جاہلیے تمہاری نہیں کتا جاہلیے تھا۔

میں نے کہنے سے پھر سن کر تعریف ہوا جاتی ہے اور اس تعریف  
 کے نتیجے میں ہوتی بہت سی اچھی بری باتیں بھی سمجھیں آئے  
 لگتی ہیں کیوں ٹھیکے نہ، چلو اب میں کتا ہوں کہ تم میں نہیں  
 ہو نہایت ہی بد صورت اور چڑیل لگ رہی ہوں!

سڑ ایک دم سے مزہ دیا کہ نہیں لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہماری  
 کار ایک ایسی شرافت سرک پر سے گزرنے لگی جس کے ایک طرف  
 اونچی دیواریں تھیں۔ مادہ روزانہ نے کہا: یہ دیواریں پیس ہزار  
 مربع فٹ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اس احاطے کے اندر نہایت  
 پران پریمی کی خوب صورت کوئی ہے۔ جس کے آس پاس خوب  
 صورت باپچہ ہے اور باپچے سے پرہ اور بہت سے خوب صورت  
 ڈیزائن کے چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ ان تمام مکانات  
 میں پلان پریمی اور سڑ کے نام رکشہ دار اور ان کے دو کچا کر  
 ذہبتے ہیں!

سڑ نے کہا: تم اپنی باتوں میں یہ بھول گئے کہ فریاد صاحب  
 کو میرے اور پلان کے نام رشتہ داروں سے غائبانہ تعارف کر دینا  
 چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ان کا سامنا ہوتے ہی یہ جھجک ہی محسوس کریں  
 اور انہیں پہچان نہ سکیں!

میں نے کہا: یوں بھی غائبانہ تعارف سے کچھ نہیں ہوگا،  
 جب ہتھیار کوئی اتنے دار سامنے آئے گا تو میں چوسے سے اس  
 کو نہیں پہچان سکوں گا۔ دماغ میں جھانک کر بھی لے چھان  
 سکتا ہوں۔ ابھی کوئی میں پتھرتے ہی جھنڈے بھی رشتے دار ہوں ان  
 سب سے بیکر دینا کو میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اور میں  
 ان سے نہیں مل سکوں گا اس کے بعد تم بادی بادی اپنے  
 رشتے داروں کو کسی نہ کسی کام سے یا کوئی بنا کر کے بلانی رہنا  
 انہیں میں دیکھنا ہوں گا اور تمہارے دماغ کے ذریعے ان کے  
 متعلق تفصیلات معلوم کرنا ہوں گا!

سڑ نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے!  
 وہ کار اس احاطے کے اندر داخل ہو گئی، ڈوڑی سے  
 خوب صورت کوئی نظر آگئی تھی معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹا سا ملچیر  
 کیا گیا ہے۔ آس پاس ہوا بچھوٹھا۔ اس میں طرح طرح کے  
 رنگ رنگ کے پھول بہا ہوا ہے تھے۔ کار کا بارڈر سننے ہی تو  
 سننے ہوئے مکانات سے کچھ مرد، عورتیں تو جہاں لوڑے  
 لوڑکیاں نکل آئے تھے اور کار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سڑ نے کہا:  
 ”اب یہ لوگ یہاں آئیں گے اور آپ کو پہچان کریں گے۔ یہ ان کے  
 دستور میں شامل ہے!“  
 کار پورچ میں لک گئی۔ میں نے سڑ سے کہا: چلو، ہم  
 فریاد ہی کوئی کے اندر جلیں، مادہ روزانہ تمہارے رشتے داروں

کو بتا دیں گی کہ میں تمہارا ہوں لہذا وہ ایک ایک کر کے ہمارے  
 کمرے میں آکر تجھ سے ملاقات کریں اور مجھے پہچان کر کے بیٹے  
 جائیں! ہم کار سے باہر آئے اور کوئی کے اندر جانے لگے۔  
 اس دوران میں نے سڑ کے خیالات پڑھنے کے بعد کہا: تم  
 اپنے پتی کے ساتھ اس طرح کار سے آؤ کہ نہیں آتی تحقیق کار  
 سے آتے کے بعد تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا کرتے  
 تھے اور سڑ کہتے ہوئے، باتیں کرتے تھے کوئی کے اندر داخل  
 ہوا کرتے تھے۔ کیا یہ غلط ہے؟“

”نہیں تم درست کہہ رہے ہو!“  
 ”پھر تم میرے ساتھ ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس طرح تو  
 لوگوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ میں تمہارا پتی نہیں ہوں۔ کچھ تو کچھ  
 پکڑ لینے سے کوئی عزت نہیں چلی جاتی۔ شرافت نام تمہاری ہے  
 ہم تو محض ایکنگہہ کر رہے ہیں۔ بیچ بیچ کے میاں پریمی تو نہیں  
 بن رہے ہیں!“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں  
 ہوا تھا اور نہ ہی میں پلان پریمی کے سوا کسی کے اتنے قریب  
 رہی کہ ایسے جھجک رہی ہوں۔ کہوشش کروں گی کہ تمہارے  
 ساتھ پوری طرح تعاون کروں!“

کمرے میں پہنچ کر میں نے سڑ سے کہا: ابھی تم نے  
 مجھے آپ بھی کہا اور تم بھی کہا۔ آپ اس لیے کہا کہ میں فریاد  
 ہوں اور تم اس لیے کہا کہ بے اختیار تمہارے منہ سے اپنے پتی  
 کے تصور سے تم نکلی گیا۔ جب تم اپنے پتی کو تم کہہ کر خطاب  
 کرتی ہو تو بھول جاؤ کہ میں فریاد ہوں۔ مجھے بھی تم کہہ کر خطاب  
 کرو۔ ہاں جب تم تمنا ہوں گے تو ایک دو سب سے ڈوڑ رہیں  
 گے اور پوسے ہوشن دماغ کے ساتھ اپنی شرافت کو برقرار  
 رکھیں گے کیوں ٹھیک ہے نا؟“

وہ مسکرائی کہی: ”ٹھیک ہے تم مجھے حوصلہ دے کر نہیں  
 ضرور ایسا کرتی رہیں گی!“  
 میں نے پوچھا: یہ یہاں آس پاس تمہارے رشتے دار  
 کتنے ہیں؟“

”یوں تو دس گھر ہیں یعنی دس خاندان ہیں اور ان کے  
 افراد میرا خیال ہے کہ ساٹھ یا ہینسٹھ ہوں گے!“  
 میں نے دو لوگوں کو پتھرتے سرخیم کر کے پتھرتے پتھرتے  
 ”اؤں تمہارے پورا مندرت ان میاں بسا رکھا ہے۔ میں اتنے لوگوں  
 سے کیسے طوں گا اور اتنے لوگوں کو کیسے یاد رکھوں گا۔ مجھے یاد رکھنے  
 کے لیے میرے اپنے ضروری مسائل ہیں اور ان مسائل سے تعین  
 رکھنے والے دوست اور دشمن ہیں میں صرف انہیں یاد رکھتا ہوں!“

سڑ نے کہا: مجبوری ہے۔ کیا کیا جائے، معلومات تو  
 سبھی کے متعلق ہونی چاہیے۔ اگر تم نے کچھ بھی نہیں ہے  
 باجس کو غلط ہمارے کہہ کر خطاب کرنے کی کوئی طاقت کی تو  
 بھید بھل جائے گا۔“

میں نے ایک گرمی سانس لے کر کہا: ”چلو دیکھتے ہیں  
 اپنے رشتے داروں کو ایک ایک کر کے بلاؤ!“

تھوڑی دیر بعد ان رشتے داروں سے ملاقات کا سلسلہ  
 شروع ہوا۔ وہ ایک ایک کر کے آتے تھے اور میں سڑ کے  
 دماغ سے پہلے ہی معلوم کر لیتا تھا کہ کون آ رہا ہے۔ اس کا نام  
 کیا ہے اور وہ اس احاطے کے اندر کہاں رہتا ہے۔ بہرحال  
 اس ملاقات کے سلسلے میں میرا ایک گھنڈہ ضائع ہو گیا۔ جب  
 آفری رشتے دار بھی ملاقات کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان  
 کی سانس لیتے ہوئے کہا: سڑ! اب تمہیں بھی لباس بدلنے اور  
 آرام کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہوگی، کیا خیال ہے؟“

”ہاں میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں لیکن  
 اپنے باورچی کو کھانے کے لیے تانا ہوگا!“

میں نے کہا: ”آج باورچی کو چھٹی شے دو۔ ہم ٹھیک  
 سات بجے ٹھیک گے اور کہیں رات کا کھانا کھا نہیں گئے تھے

باہر نکل کر بہت سی معلومات حاصل کوفی میں بھیجیں خود بخود  
وقت نسیان نہواری میں گزاروں گا۔  
وہ کرے سے جلنے لگی ہیں نے آواز سے کہہ کر ملا۔  
ایک بات بتاؤ میں اس کرے میں ہوں اور تم دو سے کرے  
میں رہو گی ساگر کوئی رشتہ دار کو بھی کے اندر آکر کھٹے کا تہ  
تھوڑی علیحدگی کے متعلق کیا سوچے گا ؟  
میرا نے جواب دیا ہم کو بھی کے جس سے متعلق میں ہم  
وہاں ہماری اجازت حاصل کیے بغیر کوئی رشتہ دار نہیں آتا  
ہے۔ جتنے بھی لوگ آتے ہیں وہ ڈرائنگ روم یا وی لاؤج تک  
محدود رہتے ہیں۔  
میں نے کہا : میں اچھی بات ہے میں مطمئن ہوں۔  
یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف آیا میرا ہلکا ہنسی میں  
سنے ہوا زسے کو اندر سے بند کر دیا۔ بند دروازے کے اسی پار  
سرلا نظر نہیں آسکتی تھی مگر میری خاموشی آنکھیں لئے وچ  
رہی تھیں۔ وہی کتنا ہی درشت بنا ہے مگر اس کے دماغ  
کے ایک چونکوتے میں ایک چوڑھٹیا ہونے سے ہوا بھی بہتر  
کے لیے لچکانا مانتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کرم ہے  
مجھے اچھی سے اچھی چیزیں ملتی رہتی ہیں مگر مجھ پر شیطان کی  
راہ بھی ہے کہ میں اٹنا کچھ حاصل ہونے کے باوجود جب بھی  
ہمکنے دیکھتے محسن کو دیکھتا ہوں تو بے اختیار اس کے متعلق  
سوچنے لگتا ہوں۔ سرلا کچھ ایسی ہی تھی۔  
میں دروازے سے بلٹ کراہ کر کسی پرکڑھ گیا۔  
سرلا کو اپنے دلخ سے جھٹکے لگا انسانیت کے تاتے ہیں بڑا تونل سے پھٹکا  
حق الامکان کو شش کرتا ہوں اور میرا بڑھتر لادہ تھا کہ  
میں سرلا کی طرف بھی ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ کچھ لائے مانی  
طوبہ پر شریب کر کے یا اس کی کسی کروڑی سے فائدہ اٹھا کر  
پران پریمی کے اعتماد کو دھوکا دہاں گا۔ ویسے سرلا بھی ایسی نہیں  
تھی بہت ہی متعلق مزاج اور مستحکم ارادے کی عودت نظر  
آتی تھی۔  
یہ حال مجھے اب اس کے متعلق نہیں اپنے ساتھیوں  
کے متعلق سوچنا تھا اس سے پہلے میں نے داد روزانہ کی خبریں  
کو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔ وہ ایسی کو بھی کے ایک تحفیہ  
کمرے میں تھی۔ اس کمرے میں ٹرانسکرپٹور تھے اور وہ ٹرانسکرپٹور  
ذیلیعہ ماسٹر سے باتیں کر رہی تھی۔ ان کی گفتگو کا موضوع بھی  
تھا کہ پرائن پریمی کو اب نیریا رک سے واپس نہیں آنا چاہیے اور  
سرلا کو کچھ دنوں تک بیان دوسرے پرائن پریمی کے ساتھ دہنا  
چاہیے۔ پھر یہی سامنے وہ نیریا رک ملی جائے گی لیکن فوری طور

پر ملیئے موجودہ پرائن پریمی کو چھ ہڈ کر جانے کی تو سنتے داروں کو  
بھی شہ پر ہوگا اور سرلا اور پرائن پریمی کے جو شہر کر دوست حساب  
یہ وہ بھی سوچتے نہیں کے کہ یہ میاں بیوی اتنے الگ کیوں  
ہو گئے کہ یہاں نہ ہوں جو ہر ہے اور بیوی اسے چھوڑ کر  
نیریا رک جا رہی ہے لہذا اچھی سرلا کر میں منہا چاہیے۔  
ماسٹر وہ میں نے سلا کے متعلق یہ حکم دینے کے بعد پوچھا۔  
"ماسٹر فریڈم سے ناراض تو نہیں ہیں؟"  
"نہیں بالکل نہیں۔ وہ تو بہت ہی نیکو شخص اور مطمئن ہیں۔"  
"ماسٹر فریڈم کو یقین دلانے کی کوشش کرنی رہو کہ سرپرست  
اُن کے اور بیوروئوں کے معاملے میں پوچھا نہا رہنے کے باوجود  
بچکے چکے اُن کی مدد ضرور کرے رہیں گے اور اب بھی ہم اُن  
کے کام آ رہے ہیں۔ آئندہ بھی کسی کے علم میں آئے بغیر ہم اُن  
کی خدمت کے لیے ہر کام میں موجود رہیں گے۔"  
"یہ کام دروازے کے دماغ سے واپس آ گیا۔ میرا سر اور  
اُس کے ماتحت بظاہر مجھ سے الگ بننے کے باوجود کچھ چکے  
میرا ساتھ سے ہے۔ مجھے یہ یقین میں بہت زیادہ دلوں کہہ اُن پر  
عجز نہیں کہ سکتا تھا۔ اچھی چھوڑا اُن کی امداد قبول کرنا چھوڑا  
کیونکہ سو نیا ہر جان اور سائز ہاں کو اُن کی پناہ سے بھاگنا تھا۔  
یہ کام ہوجانے کے بعد میرا لادہ تھا کہ چاہتا ہوں اپنی پرائن  
پریمی والی شخصیت کو کتنے روزوں اور سپر ماسٹر وغیرہ کی نظروں سے  
بھی نہیں رہا پرسن ہوجاؤں۔  
میں ایسا اس لیے سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر کو میں بہت  
زیادہ عزیز نہیں تھا بلکہ میری دہشت اور میری صلہ جہتوں کی  
وجہ سے وہ دوستی کرنے پر مجبور تھا اور کسی مرحلے پر بھی دشمنی  
کر کے مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سامی طرح یوروں  
کی دولت اُن کے ملک کے بہت کام آتی تھی اور بھی ایسے ہیوی  
ذرائع تھے جو سپر ماسٹر کے ملک کیلئے بہت ہی ضروری تھے۔  
اس طرح دیکھا جائے تو بہودی بھی سپر ماسٹر کے لیے بہت ملنے  
اور چاہیے تھے۔ وہ اُن سے بھی ایسی طرح دوستی بنا بے شک نہیں  
طرح مجھے بنا ہوا تھا لیکن کبھی ایسا نہ تھا کہ اس اور میرے سامی  
کمان میں تو شہادہ وہ اپنے کسی مفاد کے تحت آنکھیں تباہ  
یا میرے مفاد کے خلاف کبھی کسی دوسری طرح اُن کی مدد  
کرے اور وہ میرے لیے کسی مذہب نقصان دہ ثابت  
ہو۔ یہ سیاسی چالیں میں خراب سمجھتا تھا۔ اس لیے پہلے ہی سے  
میں نے طے کر لیا تھا کہ توقع ہلنے میں سپر ماسٹر کی تنظیم والوں  
سے بھی رو پرسن ہوجاؤں گا۔  
یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد پہلے میں نے دوستی سے

رابطہ قائم کیا۔ اس سے وہی گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے اپنی  
مجتہد کا یقین دلایا۔ اسے تسلیاں دیں۔ پھر میں نے غلام سے  
رابطہ قائم کر کے کہا : دیکھو غلام میرے حالات اچانک ہی  
بدل گئے ہیں۔ مجرود دست تھے وہ میرے دشمن نظر آ رہے ہیں اور  
اُن کا کوئی صحیح روپ میرے سامنے نہیں ہے لہذا تم جلد سے  
جلد رسوائی کر لے کر اس جگہ سے چلے جاؤ اور کسی ایسی جگہ  
چھا کر ڈکر وہاں رسوائی کا دل بھلتا ہے اور اس کی صحت بحال  
ہوتی ہے۔"  
"آقا، آپ بالکل ٹھیک کریں۔ میں کل صبح اپنے خاص  
آدمیوں کے ساتھ لاکر لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ کسی  
کو خبر نہیں ہوگی کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور میرا وعدہ ہے کہ  
جب تک میری سائنس چلنی ہے کسی کوئی دشمن مالک نہ کہ ایک اور  
آپ کے بچے تک نہیں پہنچ سکے گا۔"  
اور میرا اطمینان ہونے کے بعد اب میں سو نیا اور مرنا  
سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا پہلے میں نے فرانس میں جو چاہتی رہ سو نیا  
اور مرنا وغیرہ سے خیال نہوائی کا رابطہ نہیں دکھوں گا اور اُن پر یہ  
خفا کروں گا کہ میں خیال نہوائی کے قابل نہیں ہوں اور کسی سے  
رابطہ قائم نہیں کرنا ہوں اس طرح میں سو نیا کے فریبہ رہ کر  
اُس سے پھیر چھا ڈکر سکوں گا لیکن حالات ایسے بدل گئے  
تھے کہ میری شرات دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ مجبوراً میں نے  
پہلے مرنا سے رابطہ قائم کیا۔  
وہ اپنی اچی کے پاس پہنچی باتیں کر رہی تھی میں نے  
کہا : "ہیلو مرنا، کہو کیا حال چال ہے؟"  
"وہ شخص سر پر کو بولی ہم سب مجرت سے ہیں۔ تمخاری  
ہی ٹھیک تھی۔ کوئی لندن پہنچ گئے ہو؟"  
میں نے پوچھا : "نہیں کیسے پتہ چلا کہ میں لندن پہنچنے  
والا ہوں؟"  
"اچھی ماسٹر عبداللہ بن مسیم سے باتیں ہوتی تھیں ماسٹر  
نے کہا ہے کہ اس وقت لندن میں جو اور سپر ماسٹر کی طرف سے  
یہ حکم دیا گیا ہے کہ فرنا کی مرضی کے مطابق ساڑھ ہاں کو اور اُن کی  
مخافت کے لیے سو نیا کو ایک نیا مکان میں بھیجا جائے اور مجھے لندن  
پہنچا جائے کیا یہ درست ہے؟"  
"بالکل درست ہے تمخاری اچی کیا کہتی ہیں؟"  
"وہ بہت پریشان ہیں میرے لیے یہ پریشان رہتی ہیں  
کتنی ہیں کہ میں لندن میں تنہا کیسے رہوں گی۔ میں نے آنکھیں  
کچھا یا ہے کہ میرے ساتھ موجود ہو گئے۔"  
"اپنی اچی سے کہو کہ ہم ڈیکور ہال کو بھی لندن میں رکھیں

کے اس طرح کو گم دوسرے روپ میں ڈیکور ہال کی بھیجی کر  
لندن میں علاج کے لیے بھیجوں گی۔ وہاں جہاں صاحب بخاری  
ساتھ رہیں گے تمخاری اچی کو اطمینان ہے گا۔"  
یہی بات مرنا نے ساڑھ ہاں کو بتائی تو وہ ہمز مسکرانے  
ہوئے ہلے۔ "بیٹے تمخاری بڑی مرانی ہے کہ تم میری بیٹی کی  
مخافت کے لیے ایسے انتظامات کر رہے ہو تم اور جہاں صاحب  
مرنا کے پاس رہو گے تو میں مطمئن رہوں گی۔ اب میں اطمینان  
سے پاکستان چل جاؤں گی۔"  
"ہاں اچی آپ کو مانا چاہیے۔ سو نیا کے ہوتے سے آپ  
بالکل بھڑکیں۔ وہ آپ کی ہر طرح مخافت کرے گی۔"  
اُس کے بعد میں نے مرنا سے پوچھا : "تم ان سبچ وہاں  
کے سب تک روانہ ہو جاؤ گی۔ کیا اسٹریٹس اس سلسلے میں کچھ  
تیا ہے؟"  
"ماسٹر نے کہا ہے کہ ایک آدھ گھنٹے بعد ہمارے سفر کا  
کوئی نہ کوئی انتظام ہوجائے گا۔ میں اور لندن کے لیے روانہ ہوں  
گی اور اچی پہلے پیرس جائیں گی۔ وہاں اس خطبے میں سو نیا سفر  
کرے گی وہاں سے اچی اس خطبے میں سوار ہوجائیں گی اُن  
طرح وہ دونوں ایک ساتھ ہی پاکستان پہنچیں گی۔"  
"مرنا نے نہیں اچی کے ساتھ پیرس تک جانا چاہیے  
کہ تم پیرس سے ڈیکور ہال کے ساتھ باپ بیٹی کو لائیں آسکو۔  
یہ باتیں اچھی ماسٹر عبداللہ بن مسیم کو سمجھا دیتا ہوں۔"  
یہ کہہ کر میں ماسٹر عبداللہ بن مسیم کے دماغ میں پہنچا اور  
اُسے یہ بات سمجھا دی کہ مرنا کو پہلے پیرس پہنچا یا جائے پھر وہاں  
کے ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے تیار کیا کہ جس طرح مرنا اور ڈیکور ہال  
کو باپ بیٹی بنا کر لندن بھیجا جائے۔  
یہ معاملات طے کرنے کے دوران ایک بات کچھ میں  
آئی کہ میں جلد ہی پرائن پریمی کے راپے نجات نہیں پا سکو۔  
اور یہی سپر ماسٹر اُن کے آدمیوں سے کچھ سکون کا گہرے  
اور مرنا لندن پہنچنے کے بعد جب تک زیر علاج ہے  
گی اس وقت تک ہم سب سپر ماسٹر کی نظروں میں رہیں گے۔  
میں مرنا کو سپر ماسٹر کے رحم و کرم پر چھوڑا نہیں سکتا  
تھا۔ اُن لیے اچھی کچھ وعدہ دیا تھا اور اس وعدہ تک مجھے سپر  
ماسٹر کی نظروں میں رہنا تھا۔  
میں سے آفر میں سو نیا کے پاس پہنچی۔ "میلا مرنا کیا  
میں حاضر ہو سکتا ہوں؟"  
"حاضر ہو ہی گئے ہو۔ پوچھ گیا ہے جو۔ ویسے میں تمخاری  
ہی انتظار کر رہی ہوں۔"

دشکر کے ہفتھیں سے انتظار کرونگا تو لگا :

”لے بجواس نہ کرو میں دوسری ضرورت سے مجبور ہو کر تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی تھی“  
”مجھے اس ضرورت پر پریا اور اب سے جس نے تمہیں مجبور کرنا۔ تباہ کیا بات ہے؟“

”بات یہ ہے کہ تم نے اپنا ایک جو فیصلہ تبدیل کیا ہے کہ مجھے ساڑھ بانو کی حفاظت کیجئے پاکستان جانا چاہیے تو ایس فیصلے کا شکریہ۔ میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں کسی نہ کسی بلانے تم سے وہ دہننا چاہتی تھی۔ لندن جس دہنی تو تم سے ضرور کہیں نہ کہیں سامنا ہوتا یا تم جیسے بدل کر میرے اسکے پیچھے گھومتے رہتے۔ پاکستان میں سے جڑاؤں میں دور ہے اور تم مجھ سے جڑاؤں میں دور ہو گئے۔ میں خدا کا شکر ادا کرنے اور تم سے وہ دہنی کی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے تمہارا انتظار کر رہی تھی“  
اب جھگ جھاڑیاں سے ت

”کیسے جھگ جاؤں۔ ابھی تو یہ طے کرنا ہوگا کہ تم پاکستان میں کس حیثیت سے رہو گی۔ کیونکہ تم آؤ زبان بول نہیں سکتی ہو“  
”اس سارے دوران میں کیا تم میں آؤ اور چلے سے بولتی ہو۔“  
”ہاں کیا بولتی ہو۔ تمہاری آؤ دہنی والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ خدا کے لیے بخیر ہی بولتی رہو اور آؤ دہنی کھنے پڑھنے اور بولنے کی مشق کرنی رہو ساڑھ بانو تمہیں اس سلسلے میں مدد دیں گی“

”تھیک ہے میں جلد سے جلد تمہاری زبان کھینچنے کی کوشش کروں گی اور لولو“  
”پاکستان پہنچ کر تم خود فیصلہ کرو کہ کس حیثیت سے وہاں رہو گی۔ کیا ساڑھ بانو کے ساتھ مہنا سنبھالنا ہے یا ان سے الگ رہ کر ان کی نگرانی کرن ہوگی تم جس حیثیت کا بھی اپنے لیے تعین کر لو گے۔ خود ہی وہ بعد بنا دینا۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا“

میں نے سونیا کو تیار کیا کہ مرزا نے بھی اپنی اتنی کے ساتھ چرس پہنچ رہی ہے۔ وہاں سے مرزا نے آؤ بڑ بڑ جھال کو باپ بیٹی کی حیثیت سے لندن بھیجا جائے گا۔ باہر بات وہ میرس کے ماسٹر سے بھی طے کر لے۔ یہ تمام باتیں سونیا کو سمجھنے کے بعد ماسٹر طر پر میں اس کو میرے پاس حاضر ہو گیا جو پران پریمی کے لیے مخصوص تھا۔  
اپنے لوگوں کی خیریت معلوم کرنے کے بعد مجھے شفقت بیگ کا خیال آیا۔ یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ اسس کا بیٹا جلال بیگ بڑا ہی بے حرمت اور دلخوش مشائیں نکلا تھا۔ اس

کے دل میں باپ کے لئے بھی حرمت نہیں تھی۔ اس نے اپنے ماتحت کو حکم دے دیا تھا کہ حشمت بیگ کی زندگی اس ہم سے بچائی نہ جا سکے تو کسی دیر لے لے جا کر لے گئی ماری جانے لے جلال بیگ کی مرق شناسی بھی کر سکتے ہیں۔ شاید وہ اپنے باپ کو مارنا نہ چاہتا ہو۔ صرف تم پر یہ شامت کرنا چاہتا ہو کہ میں سے اس کے دماغ تک پہنچنے کے لئے اس کے باپ کو مہر بنا کر جو چال چلی ہے۔ وہ مہر ہے جان ہے اور جلال بیگ کے سامنے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ باپ کے رشتے کا لٹا لٹا ہے۔ بغیر اس رشتے کو نابود کر دے گا۔ لیکن میرے سامنے نہیں آئے گا۔

دماغی میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا تھا کہ میری چال کا نام ہو چکی ہے۔ جب حشمت بیگ ایک معمولی بیوی کی طرح مر جائے گا۔ اور جلال بیگ کو ذرا بھی صدمہ نہ ہوگا تو میں آئندہ اُسے کسی طرح بھی بیک مل نہیں کر سوں گا۔ اس کی کسی بھی کر دہی سے فائدہ اٹھا کر اسے طمانی بیچنی کی زندگی کے پر مجبور نہیں کر سوں گا۔ میں حشمت بیگ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح کھینچنے پر مجبورا ہوا تھا۔ فیصل جیٹر کے آجی راڈ سے اس کے دونوں بازو بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ہی جگہ سکون سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اور بیٹھنے پر مجبور بھی تھا۔ میں نے خوشکس کیا کہ وہ کسی گاڑی کے پچھلے حصے میں سفر کر رہا ہے۔ شاید اسے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔

میں جلال بیگ کے اس ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جو حشمت بیگ کے سامنے آ کر اس سے باتیں کر چکا تھا۔ وہ گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں جلال بیگ کا یہ حکم گونج رہا تھا۔  
”مرزا دماغی بیورو سے سبھی باتیں ہو سکتی ہے۔ وہ کسی طرح مجھے سوسے بازی کے لئے ڈھکی نہیں ہے۔ میں بھی کسی کے دباؤ میں آنے والا نہیں ہوں۔ اپنی بڑی سے بڑی جبریوں کو بھی سجا کر ختم کر سکتا ہوں۔ لہذا تم میرے ڈیڑھی کو ختم کر دیا جائے“

میں نے حشمت بیگ کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا کہ کیا میری سوچ کو خوشکس کہتے ہو؟“  
وہ ایک طرف دیکھ کر پوچھی تو تیرے سے میری سوچ کو خوشکس کہتے لگا۔ پھر بولا ”فرغ دماغی“ کیا آپ موجود ہیں؟ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں؟  
”متم میرا انتظار کیوں کر لے رہے ہو؟“  
”اس لئے کہ مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا ہے۔ جب یقین

ہو جائے تو پھر میرے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ خوشی سے یا عسوری سے اس موت کو لگا نا ہی ہے۔ اس لئے آخری وقت میں آپ کے ذیلے ساڑھ بانو سے معافی مانگنا چاہتا ہوں ان سے کہنے کہ میری جان بچنے سے پہلے مجھے معاف کر دیں۔ وہ معاف کر دیں گی تو پھر خدا بھی مجھے معاف کرے گا“  
”تمہیں کیسے یقین ہو گیا ہے کہ تم ابھی مر جاؤ گے؟“  
”تمہارا میرے بیٹے سے کوئی گھبرانا نہیں ہو رہا ہے میرے بیٹے نے کھلا بھیجا ہے کہ وہ تمہارے ذیلے مجھ سے نجات نہیں دلائے گا۔ اس کے مابہر میرے سینے پر بندھے ہوئے ہم کے تار پٹانے کا خطرہ بول لیں گے۔ میں ابھی لرح جاتا ہوں۔ تم ہاتھ کسی بھی مابہر کو میچ نہار پٹانے کا موقع نہیں دو گے مجھے مرنا ہی ہوگا“

”حشمت بیگ! تمہارے بیٹے نے تم سے بھڑکے کہا ہے۔ وہ اپنے ایک ایک ماتحت کو ہمت اجم گھنٹا ہے۔ ان کے لئے تمہاری زندگی کو بھی بیچ سکتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی ماتحت تمہارے سامنے آکر بیٹھے اور اس ہم کے تا کو مٹا کر خود ہی تمہارے ساتھ موت کے نہ میں جلا جائے۔ یہ ہم صرف تمہارے لئے نہیں، بلکہ تمہارے بیٹے کے تمام ماتحتوں کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ جانے ہو وہ اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“

اس نے پوچھا کہ کیسے؟“  
”وہ تمہیں کسی دیر لے میں لے جائے ہیں۔ وہاں پہنچ کر تمہیں ایک جگہ چھوڑ دیں گے۔ پھر تم سے اتنی دُور چلے جائیں گے۔ جہاں سے وہ داخل کے ذیلے تمہارے سینے پر بندھے ہوئے ہم کا نشانہ لے سکیں۔ وہاں سے وہ کوئی ماریں گے۔ ہم ایک دھماکے سے پھٹے گا، تمہارے جیٹھڑے اڑیں گے اور وہ دھڑھڑ ہوئے لوگ محفوظ ظاہر کر دیں گے۔ وہاں سے چلے جائیں گے“

وہ حیرانی سے سن رہا تھا۔ پھر اٹکا میں سر ہلا کر بولا۔  
”نہیں، نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میرا بیٹا میری جان کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے میرے بیٹے کے خلاف ہرکلمہ ہو۔“  
”تمہارے کو آج کیا۔ ابھی مٹوڑی دیر لے رہے ہیں پڑھ چلے جانے گا“  
میں نے خاکوش رہ کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ میری باتوں کو ایک ذرا بھی اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ اپنے بیٹے کے متعلق ایسا سوچ مجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ ساڑھ بانو کے پچھلے کو دھڑھلا کر پالا جائے تو وہ کسی وقت مجھیں ٹوس سکتا ہے۔ آؤی کا بچہ اس طرح

میں ٹوس سکتا۔ اسی لئے وہ آؤی اپنے بچے کے متعلق ایسا سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔  
میں اس کے دماغ سے مٹوڑی دیر کے لئے داپس آ گیا۔ وہ اپنی مور پران پریمی کے کہنے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت شام کے سات بجے والے تھے۔ میرا سے وہ تھا کہ سات بجے ہم یہاں سے نکلیں گے۔ ذرا لندن کی کسہ کریں گے اور کوئی رات کا کھانا کھا لیں گے۔ میں نے چپکے سے سر لاکے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے، اپنے سر پر ہاتھ رکھے لیٹر پوٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ذہنی پریشانیوں میں مبتلا تھی۔ اس کا پی ٹیوٹیک میں تضاد زمسوی ہتی یہاں گھر میں بھی موجود تھا۔ اس نے مجھ سے بڑی دیر تک باتیں کی تھیں۔ میرے ساتھ اچھا وقت گزارا تھا۔ اس کے باوجود وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے فرما لے کے ساتھ وقت نہیں گزارا ہے۔ اس کے ساتھ ایئر پورٹ سے یہاں تک اس کا پی ہی رہا ہے۔ بالکل ذہنی وہی صورت، ذہنی بڑک لہجہ، وہی انداز۔ کچھ بھی تو پران پریمی سے مختلف نہیں تھا۔ اس لئے اس کا دل میری طرف کھینچا جا رہا تھا اور وہ سنبھل سنبھل کر اپنے دل کو اور اپنے دماغ کو سمجھاتی تھی کہ یہ فریب ہے۔ اسے سنبھل کر رہنا چاہئے اور مجھ سے زیادہ دور رہنے کی کوشش کرنی چاہئے

ایسی ہی کوشش کرتے ہوئے وہ کشکاش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ باہر جانے کے لئے تیار نہیں ہو رہی تھی۔ رستہ پر پھیل چاہی لیٹی مٹی تھی۔ مجھ سے ساتا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ دُور رہ کر میرے کا آتی لہجہ اور پیرامٹر کے احکامات کی تعمیل کرتی ہے۔ اس طرح کچھ دنوں میں اس کا ایشیا تہی واپس آسکتے گا۔ یا اسے نیویارک جانے کی اجازت مل جائے گی۔ تو یہ کشکاش ختم ہو جائے گی۔

میں نے سوچا۔ اچھا ہے۔ ابھی وہ کشکاش میں مبتلا ہے باہر جانے کے لئے تیار نہ ہو۔ میں بھی شہت بیگ کے سلسلے میں کچھ دیر مصروف رہنا چاہتا تھا۔ میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ گاڑی رُک گئی تھی۔ اور شہت بیگ کو اس کے پچھلے حصے سے نیچے اتار جا رہا تھا۔ چار آدمی قہیل پیئر کو پکڑ کر گاڑی سے بیٹھے لڑے تھے۔ شہت بیگ نے اس پاس دُور تک خیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ تم لوگ مجھ سے دیرانی میں کیوں لے آئے ہو؟ یہاں کیا ہے؟

جلال بیگ کے ماتحت لے گئے تھے کہ تم اس دیرانی میں آپ کو اس مہم سے نجات دلانے آئے ہیں۔ اگر آبادی میں اس کا تار پٹانے کی کوشش کی جاتی اور ناکامی ہوتی تو وہاں زبردست دھماکا مڑتا اور مہم خاتون کے سامنے تباہ ہو جاتا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ہم آپ کو بچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔

بازوں کے دُوران دُور آدمی قہیل پیئر کو چلاتے ہوئے اس سڑک سے دُور لے جانے تھے۔ وہ بہت دیر تک اس گاڑی کو دھکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ تقریباً مین منٹ گزر گئے۔ وہ سڑک نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ چاروں طرف ریگستان نظر آ رہا تھا۔ دُور تک ریت کے ایشیا تہی پٹے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک گریجنگ گاڑیوں نے گاڑی روک لی۔ پھر اس سے دُور جانے لگے۔

شہت بیگ نے پوچھا۔ مجھے یہاں چھوڑ کر کہاں چلیے ہو؟

جلال بیگ کے خاص ماتحت نے بلیک کر کہا۔ ہم آپ کے بیٹے کے حکم سے جہاز میں آئے تھے دُور جا رہے ہیں یہاں اس کے ہمراہ کے وہ لے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے بعد ہم آپ کو گولی ماریں گے۔

شہت بیگ کا دل دھک سے رہ گیا۔ منہ خیرانی سے کھل گیا۔ دیکھے پھول گئے۔ میں نے پوچھا اب بولو۔ اپنے بیٹے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

وہ کلمہ مٹھا ہوا تھا میری سوچ کو گھس رہا تھا میں نے کہا۔ شہت بیگ یہ تو کیا سا پڑوں کی بستی ہے۔ انسانوں کی آبادی

میں ساہلو تو نہیں ہوتے مگر سانب کا ذہن لکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ جسے تم نے پال پوس کر بڑا کیا۔ وہی آج تمہیں لڑی رہا ہے۔ کیا اب بھی اس حقیقت سے انکار کر دو گے؟

اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ اس کے دل سے آواز نکلی۔ خدا! یہ سب کیا ہے؟ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ادراکوں سے سننے ہوئے بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ میرے سر لپٹے بیٹے نے مجھے گولی مار دینے کا حکم دیا ہے۔ میں یہ عہد ہی کیسے کر دوں؟

میں نے کہا۔ جب تمہیں گولی مار دی جائے گی۔ تو یقین کرنے کا وقت گزر چکا ہو گا۔

وہ گھوڑا کر بولا۔ فرزا صاحب! آپ کو خدا، رسول کا واسطہ آپ کا بچی شہت کرنے والی بیٹیوں کا واسطہ مجھے چاہیئے میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا اور انشاء اللہ آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گا۔

کیا واقعی میرے کام آؤ گے؟

آپ آزما کر دیکھ لیں۔

کیا تم مجھے اپنے بیٹے تک پہنچا سکتے ہو؟

وہ ذرا چپ رہا۔ پھر بولا۔ میں خدا اس کا پتہ ٹھکانہ نہیں جانتا۔ یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے؟

مجھے معلوم ہے۔ لیکن تم اس کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کر سکتے ہو؟

وہ پھر چپ رہا۔ سر جھکا کر سوچتا رہا۔ میں نے کہا۔ وہ لوگ بہت دُور چلے گئے ہیں اور اب وہاں سے تمہارا نشانہ لینے والے ہیں۔ وقت بہت کم ہے۔ جلدی فیصلہ کرو۔

آپ ان پر دعائیں کروں گے۔ میں آپ اطمینان کے ساتھ باتیں کروں گا۔

یہاں دیرانی اور تنہائی ہے۔ سکون ہے۔ یہاں سے زیادہ اطمینان کہیں نہیں مل سکتا۔ جواب دو۔ کیا تم اپنے بیٹے کے متعلق اہم معلومات فراہم کر دو گے؟

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ میں اپنے بیٹے کے لیے دشمنی کروں؟ جسے گورڈین بولا جیسے دیکھ دیکھ کر میں زندہ کواکان کو آپ والدین کی محبت کو کچھ سکتے۔ اولاد چاہے انہیں گولی مارے لیکن وہ اپنی اولاد کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے اور زہری جان لیوہ کر لے کسی دشمن کے حوالے کر سکتے ہیں؟

شہت بیگ نے پوچھا۔ اپنے بیٹے کے اہم ترین سر جاؤ؟

جلال بیگ کا خاص ماتحت اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت دُور جا چکا تھا۔ وہاں سے اس نے بلیک کر شہت بیگ کو دیکھا۔

میرا نقل اچھا کر سکتے ہو نہ رہے ہوں کہ نشانہ نہ ہا سکتے گا۔ شہت بیگ تڑپنا چاہتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا، اٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ رُک جاؤ، پہلے میری بات سن لو۔

میں نے جلال بیگ کے خاص ماتحت کے دماغ میں ہنجر کو مدغم کیا۔ وہ شہت بیگ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ حکم کا بندو بھا۔ فوراً ہی گولی مار کر شہت بیگ کو مارنا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے رائل پیئر کو لپٹے ماتحتوں کی طرف دیکھ کر بولا کہ تم لوگ اپنے اپنے ہتھیار چھین کر دُور چلے جاؤ۔ اس کے ماتحت خیرانی سے اس کا منہ ٹھکنے لگے۔ وہ کوئی سوال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہیں کو گناہ پہلنے کا حکم تھا، تاکہ فرزا دین کے ماتحتوں تک نہ پہنچ سکے۔

اس ماتحت کی زبان سے میں نے ڈانٹ کر کہا۔ کیا تم لوگوں نے سنا نہیں۔ اپنے ہتھیار چھین کر دُور چلے جاؤ۔ میں کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہہ رہا ہوں۔ کیا تم جھڈن چھو رہے ہو؟

انہوں نے اپنے ہتھیار چھیننے کیلئے اور وہاں سے دُور جانے لگے۔ جب وہ دُور پہنچ گئے تو جلال بیگ کے خاص ماتحت نے رائل پیئر کی ہنجر بڑا اتار کر ہنجر کرتے ہوئے اپنے آدھوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے لگا۔ وہ آدمی تڑپ کر گرے۔ باقی دو ماتحت جھانکنے لگے لیکن وہ کتنی دُور چلے گئے تھے۔ موت تو ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ تڑپنا دُور جا کر ہنجر کر کے دیرانی میں کوئی ہنجر وہ دونوں بھی ریت پر گر کر ترپنے لگے۔

اس نے رائل پیئر کے ہیرو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے شہت بیگ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے بیٹے کے چار ماتحتوں کو ختم کر دیا۔ اب تمہارے سامنے ہوں۔ تم سے پوچھتا ہوں۔ فرزا کا ساتھ دو مجھے یا اپنے بیٹے کے گھالانہ حکم کے مطابق مر جاؤ گے، میں ابھی تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔

وہ خیرانی سے دیکھ بھلا کر پھاڑ پھاڑ کر کہنے لگا۔ شہت بیگ نے اس شخص کو دیکھ کر ہنجر سے سب دیکھ کر کہیں کر بولا تھا۔ پھر اس نے پوچھا کہ فرزا صاحب! کیا آپ بول رہے ہیں؟

شہت بیگ نے جواب دیا۔ جہم اس کا ہے، دماغ میرا ہے۔

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کے خلاف آپ کا ساتھ دوں؟

ساتھ نہیں دوں گے۔ تو یہ شخص تمہیں گولی مارے گا۔

وہ ایک سرواٹھ پھر کر بولا۔ یہ زندگی بھی کیا چیز ہے۔ زہر رہنے کو دل چاہتا ہے لیکن میں اس دل سے بیٹے کی مخالفت کروں؟ نہیں سزا دھا صاحب! آپ باپ کے دل کو نہیں کھ سکتے۔ وہ مجھے

گولی مارے۔ بیگ میں مر جاؤں گا۔ اپنے یہ خوف اور اپنی محبت کی بات ہے، میں بیٹے کا دشمن نہیں بن سکتا۔

شہت بیگ دیرین دشمن تھا لیکن اس کی باتوں نے اس وقت مجھے متاثر کیا۔ کاش، آج کل کے بچے اپنے والدین کی محبت کو سمجھ سکتے ہوں تو ان کو جاک جاک کر ان کی پرورش کرتے ہیں۔ جہاز میں ان کے سر ہارنے بیٹھے تھے۔ ان کی ذرا سی مصیبت پر فرزدوں پر لیشاں ہوتے ہیں۔ جیسے ساری مصیبتیں ان پر نازل ہو گئی ہوں۔

میں اس بات کے سامنے بے قابض تھا وہ شہت بیگ کے سامنے جھک کر اس کی آہنی ڈھب کے طعن کو کھولنے لگا۔ پھر اس نے دائیں طرف والے ناکر بٹھا دیا خطرہ مل گیا۔ اس کے بعد اس نے بیٹھ کر کھول کر ہم کو اس کے سینے سے علیحدہ کر دیا اور اسے پوری قوت سے لپٹے سر کر اور گھماتے ہوئے دُور چھینک دیا۔ وہ ہم کہیں ریت میں جا کر دھنس گیا۔ کوئی دھماکا نہیں ہوا۔

مفتوحی دیر لیدر دھیل پیئر سے بندھا ہوا شہت بیگ آزاد ہو چکا تھا اور کھڑے ہو کر اپنے دو ذلوں بازوؤں کو سولہاڑ تھا میں نے کہا۔ اب اس رائل کو ریت پر سے اٹھاؤ اور تمہارے سامنے چوکھڑا ہوا ہے گولی مار دو۔

نہیں۔ یہ میرے بیٹے کا ماتحت ہے۔ میں اسے کیسے مار سکتا ہوں؟

میں تمہیں اچھی بات سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم اسے نہیں مارو گے اور میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں گا تو یہ تمہیں گولی مارنے کا، یقین نہ ہو تو خودی دیکھ لو۔

یہ کہہ کر میں نے اسے اس ماتحت کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے پہلے تو وہ چمکا یا۔ اپنے سر کو تھا کہ چمڈنے تک سوچتا رہا پھر سمجھ گیا کہ میں نے اسے ٹرپ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ فرزا صاحب! کیا آپ موجود ہیں؟

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اس پاس دکھایا کہ اس کی رائل ریت پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی بیگ کو رائل کو کھلاتے ہوئے دُور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ نظر نہیں آسکے تھے۔ ریگستان کے نشیبی حصے میں ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے شہت بیگ کی زبان سے کہا۔ ابھی تم نے اپنے چار ساتھیوں کو گولی مارنا نشانہ بنا لیا ہے۔ میں اس وقت فرزا دلی تیور بول رہا ہوں۔ یہاں سے تمہارے سامنے شہت بیگ ہے اور شہت بیگ کے سامنے تم ہو۔ اگر تم شہت بیگ کو گولی نہیں مارو گے اور اسیلے ہی واپس جاؤ گے تو جلال بیگ تمہیں زہر نہیں چھوڑے گا۔

ایسا کہنے کے بعد میں نے شہت بیگ کے دماغ کو آزاد چھوڑ

یا۔ اس وقت تک وہ ماتحت و راضی سیدھی کرتے ہوئے بل رہا تھا۔ ”جیسے اپنا کام انجام دے کر ہی واپس جانا ہوگا۔“  
 راضی سیدھی ہوتی دیکھ کر شہمت بیگ بیچھے کی طرف  
 جھلکے لگا اور نہیں، ہتھ کی گردان کرنے لگا۔ ”مجھے گولی مت  
 مارو۔ رُک جاؤ۔ مجھے میسرے بیٹے کے پاس پہنچاؤ۔ میں اُسے  
 سمجھاؤں گا، وہ میرا خون ہے، وہ میرا خون نہیں بنائے گا؟“  
 میں اس ماتحت کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے راضی کی  
 نالہ سنی گولی۔ اس کی حسیب میں ایک پھوٹا سا مٹھرا سمٹ رہا تھا۔  
 نے اسے نکال کر کسی نے راضی قائم کیا۔ پھر کوڑو دروازے کا تالہ کھولنے  
 کے بعد کہنے لگا۔ ”میں یہاں اس دیرانے میں مسٹر شہمت بیگ کے  
 ساتھ تھا ہوں۔ فرزا د صاحب نے میرے دماغ پر قابض ہو کر میرے  
 چار ساتھیوں کو میرے ہی ہتھوں سے گولی کا نشانہ بنا دیا ہے۔ اب  
 میرے اور مسٹر شہمت بیگ کے درمیان ایک راضی ہے۔ فرزا د صاحب  
 جسے چاہیں گے اس کے ہتھ میں راضی پہنچا دیں گے اور اس کے ذریعے  
 کسی ایک کو ہلاک کر دیں گے۔“

دوسری طرف سے کسی نے اجنبی زبان میں پوچھا میں نے  
 اس ماتحت کے ذریعے اس کا ترجمہ معلوم کیا۔ پوچھا گیا تھا، کہ کیا  
 شہمت بیگ کے سینے سے وہ دم بٹا دیا گیا ہے؟“  
 ماتحت نے جواب دیا: ”جی ہاں، شہمت بیگ کو اس بم  
 سے سجات مل گئی ہے۔ اب ہم دو لڑوں ایک دوسرے کے مقابل  
 کھڑے ہوئے ہیں۔“  
 ”مسٹر فرزا د سے پوچھو، وہ کیا چاہتے ہیں؟“

میں اس ماتحت کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے  
 مطابق بولنے لگا۔ ”وہ چاہتے تھے کہ مسٹر شہمت بیگ اپنے بیٹے کے  
 خلاف ان کا ساتھ دیں لیکن مسٹر شہمت بیگ اولاد کی محبت سے  
 مجبور تھے انہوں نے مر جانا پسند کیا۔ لیکن اپنے بیٹے سے دشمنی منظور  
 نہیں کی۔ باپ پھر باپ ہوتا ہے۔ اپنے بیٹے کے خلاف موت کا  
 سامان نہیں کر سکتا۔ ان کا یہ جواب سن کر مسٹر فرزا د نے انہیں صاف  
 کو دیا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ ایک باپ کے رشتے کا احترام کر رہے  
 ہیں لیکن آئندہ لیڈی سائزہ بانو اور مسر جانا کے خلاف کوئی کارروائی  
 ہوگی تو شہمت بیگ کو اسی وقت ختم کر دیا جائے گا۔“

دوسری طرف سے ٹرسمٹر پر کہا گیا: ”آپ مسٹر فرزا د کو یقین  
 دلائیں کہ لیڈی سائزہ بانو اور مسر جانا سے آئندہ کبھی دشمنی  
 نہیں کی جائے گی۔ وہ اطمینان رکھیں۔ جلال بیگ آئندہ دوست بن کر  
 بیٹھنی کو کشش کرے گا۔“

میں نے اس ماتحت کی زبان سے کہا: ”مسٹر فرزا د کو دوستی  
 نہیں جلال بیگ کا سر چاہئے۔ اپنی اپنی بیٹی کے لئے ایک گھر چاہئے  
 اور ان کا دعویٰ ہے کہ جلال بیگ کے دماغ میں اپنا گھر بنا کر وہیں  
 رہیں گے۔“

دوسری طرف سے پوچھا گیا: ”حیب مسٹر فرزا د نے مسٹر شہمت بیگ  
 کو معاف کر دیا ہے۔ جب ہم لیڈی سائزہ بانو اور مسر جانا کو آئندہ  
 کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے تو پھر دشمنی باقی نہیں رہتی۔ پھر  
 فرزا د صاحب کیوں مسٹر جلال بیگ سے دشمنی کرنا چاہتے ہیں؟“  
 اس ماتحت نے جواب دیا: ”جلال بیگ دنیا کا ذلیل ترین  
 انسان ہے۔ اس نے پاکستان کے خلاف کام کیا ہے فرزا د صاحب  
 اس کے دو ہزار ٹکڑے کر دیں گے؟“

”ٹھیک ہے ہم فرزا د صاحب کی اس خواہش کو اپنے  
 ہاگ پاس تک پہنچا دیں گے۔ فی الحال تم مسٹر شہمت بیگ کو اپنے  
 لئے آؤ۔“

اس ماتحت نے ٹرسمٹر سے راضی ختم کرنے کے بعد اسے  
 حسیب میں رکھتے ہوئے شہمت بیگ کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا: ”مسٹر  
 فرزا د! کیا آپ موجود ہیں؟“  
 ”میں موجود ہوں اور تم دو لڑوں کو یہاں سے بغیر سرتاپا نہیں  
 جانے کی اجازت دیتا ہوں۔“

میرے بات سنتے ہی وہ دو لڑوں ایک دوسرے کے قریب آئے  
 پھر وہاں سے اس طرف جانے لگے۔ جہاں وہ سڑک پر گاڑی موجود  
 کرتے تھے۔ وہ دو لڑوں خاموش تھے اور اپنی اپنی جگہ سوچتے جا  
 رہے تھے۔ میں نے شہمت بیگ کے دماغ میں اس کی سوچ کے ذریعے  
 کہا: ”میرے بیٹے نے کتنی جلدی حجت ہار دی تھی اور مجھے کوئی ماننے  
 کا حکم دیا تھا۔ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی مجھے  
 یقین نہیں آ رہا ہے۔ یا اللہ! کیا خون خون کا دشمن ہو جاتا ہے  
 یہ کیسی بات ہے۔ میں سوچتا ہوں تو دل ڈھسنے لگتا ہے۔ اس دنیا  
 سے نفرت ہو جاتی ہے۔ تمام رشتوں کو چھوڑ کر کہیں دور چلے  
 جانے کو جی چاہتا ہے۔ بیٹے سے ضرور پوچھوں گا کہ وہ میری جان  
 کا دشمن کیوں بن گیا تھا؟“

شہمت بیگ نے اپنے طور پر سوچا، لیکن میں کیسے پوچھوں  
 گا؟ براہ راست اس سے گفتگو نہیں ہوتی ہے۔ ایک بات میں کہتا  
 ہوں تو اس کا جواب کبھی گھنٹے کے بعد اور بعض اوقات کئی دن کے  
 بعد ملتا ہے۔ وہ اس قدر مصروف رہتا ہے اور ایسا تمام ادور نہ رہیں  
 ہوتا ہے کہ وہاں تک میری رسائی نہیں ہوتی۔“

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں  
 انہیں حصے میں ملاحظہ فرمائیں